DUE DATE

بلاد غربیہ میں اسلام کا مشعل بردار

اسلامک ریویو مجریہ لندن قیمت سالانہ عہ

اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام قیمت سالانہ عہ بہ ذریعہ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے
ایل ایل بی اور مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی مشنری ... اسلامک ریویو کو موقوف کرانے کا
منشاء نہیں صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ اس وقت اس کے سب لوگ پر
انگلستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں اس لیے ہر ایک خریدار بطور ... [illegible]
... [illegible] انگریزی رسالے ... [illegible]
... [illegible] اسلامی مشن کا ... [illegible] انگریزی رسالہ کی ... [illegible]
... [illegible] ان کی جگہ ایک انگریزی
رسالہ ... [illegible] اشاعت ... [illegible] ہندوستان میں نہیں؟
... [illegible] اسلامک ریویو ... [illegible] اشاعت اسلام ... [illegible]
... [illegible]
... [illegible] کوشش کرو ... [illegible] والسلام۔
... [illegible]

... [illegible]
... [illegible]
المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

[illegible]

[illegible]

شب کربلا

[illegible]

[illegible]

قبول اسلام سے ۳ ماہ قبل مجھ سے مزید معلومات حاصل کرنے کی غرض سے خط وکتابت بھی فرماتی رہیں۔ اور اسلامی تعلیم کی سچائی اور سادگی سے متاثر ہو کر خدا کی توحید اور محمد صلعم کی رسالت کا تحریری اقرار فرماتی ہیں۔ جملہ برادران سے التماس ہے کہ بعض دنیا سے اس دور دراز گوشے میں اسلامی کنبہ کی مزید ترقی کی دعا فرمائیں۔ رب العالمین ہمارے ان نومسلم بھائیوں اور بہنوں کو استقامت ایمانی عطا فرمائے۔ آمین

خادم۔ خواجہ کمال الدین

الحمد للہ و المنۃ علی ذلک۔ ایک اور مقتدر سفید ریش بزرگ مشرف باسلام ہوئے۔ ان کا نام مسٹر [illegible] ہے [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] مضمون [illegible] نقش اول کا [illegible] مضمون [illegible] جون [illegible] کے [illegible] جرمنی [illegible] لیکچر [illegible] [illegible] اور انہوں نے [illegible] کا اسلام [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] نام تجویز کیا۔ [illegible] اور بیان خاص [illegible] الفاظ میں [illegible] ان کو [illegible]

خادم۔ خواجہ کمال الدین

دوسروں کو پہنچانا اپنا مقدس ترین فرض سمجھتا ہے - یہ آپ کا ادّعا سچا ہے - اور تم بیشک اس کے اہل ہو - اور یہ طریق انیسویں صدی کے عظیم الشان ایجادات سے پہلے بیشک موزوں بھی تھا - یعنی ان حالات میں کہ مطبع ریلوے جہازوں کا انتظام موجودہ حالت کو نہ پہنچا تھا - لیکن اب جس قسم کے ذرائع میل ملاقات کے اور ایک دوسرے تک پہنچنے کے ہوگئے ہیں - اور جس قسم کی مختلف دلچسپیاں اور تحریکات پیدا ہوگئی ہیں ان کیلئے موزوں نہیں ہیں +

اِس وقت اگر ہم اِس علمی اور اصولوں کے جنگ میں سبقت لے جانا چاہتے ہیں تو ضرور ہے کہ ہمارا ایک رسالہ ہو اور ہم پریس سے خدمت لیں کوئی تنگ دائرہ حدبندیاں مفید نہیں ہوسکتیں - کامیابی کا بڑا عنصر چندہ دہندگان کی تعداد ہے - انکی تعداد کو بڑھانا تمہارے ہاتھ میں ہے تم ان کو حاصل کرنے کیلئے کیا کر رہے ہو ہم مضمون نویس ہونے کی حیثیت میں اپنا فرض ادا کر رہے ہیں - آپ کا فرض یہ ہے کہ آپ اسکے اشتہار دینے والے بن جائیں - اسکے ایجنٹ اسکے فروخت کرنوالے اسکے خریدنے والے اسکے معاون ہو جائیں - یہ اسلام کی خدمت کا کام ہے - اور یہ ضروری ہے" +

یہ ایک برطانوی مسلمان کا خطاب آپ لوگوں سے ہے جو اسلام کے قدیم خادم اور نسلاً بعد نسلٍ اس کے علمبردار ہیں - برادران اُٹھو اور اپنے فرض کو شناخت کرو اور کام میں لگ جاؤ اور اس عزیز وقت کو ضائع مت کرو +

قبولیتِ اسلام

مس سعیدہ نوہلز کا مشرف باسلام ہونا - مس سعیدہ نوہلز لورپول کی رہنے والی ہیں - اور ایک عرصہ سے اسلامی کتب کا مطالعہ فرماتی رہی ہیں آپ اپنی ایک رفیقہ کی معرفت اسلامک ریویو حاصل کرکے اپنے اوہام مذہبی کا ازالہ فرماتی رہیں - اور ایک دقیق غور کے بعد اسلام کی صداقت کی قائل ہوئیں اعلان

اُٹھانا مدِّ نظر نہیں۔ یہ نہ خواجہ کا پرچہ ہے نہ برطانوی نومسلموں کا۔ اے مسلمانو! ریویو تو تمہارا پرچہ ہے اور تم پر ہی اسکی کامیابی یا ناکامی کا انحصار ہے۔ کوئی پرچہ یا رسالہ اسی صورت میں زندہ رہ سکتا ہے کہ اسکے قارئین اسکے مؤیّد ہوں بالخصوص وہ قارئین جو ان خیالات کی اشاعت سے خاص ہمدردی رکھتے ہیں جنکی اشاعت اس کے صفحات میں ہوتی ہے +

ریویو اسلام پیش کرتا ہے اور اسلئے یہ اسلام کا پرچہ ہے

اور اس کے پیرووں کا۔ یہ تمہارا رسالہ بھی ہے اور ہمارا بھی۔ اور یہ آپ کا فرض ہے کہ اسکی ہر طرح پر حوصلہ افزائی کریں۔ اور اسکو قوت دیں۔ عطیّہ جات بہت اچھے ہیں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ ہمارے رسالہ کی اشاعت بڑھے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ مسلمان اسے ہزاروں کی تعداد میں خریدیں۔ کیونکہ آبادِ دُنیا پر ہزارہا ایسے مسلمان ہیں جنہوں نے ابھی اسے نہیں لیا۔ مگر وہ لے سکتے ہیں قیمت بہت تھوڑی ہے۔ اور جن لوگوں پر یہ بار ہو سکتی ہے۔ ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ اور ہم انہیں معذور ٹھیراتے ہیں۔ میری درخواست یہ ہے کہ یہ نہ صرف اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ مسلمانوں کے خرچ پر اسکی ہزارہا کاپیاں مفت غیر مسلموں میں تقسیم ہوں اس میں تمہارے ہی خیالات تمہارے ہی مقاصد ہیں۔ تمہارا ہی یہ پرچہ ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تمہارے ہی کام کو کر رہا ہے۔ اب جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاؤ۔ اب آگے بڑھنے کا وقت ہے۔ اور ہر ایک والنٹیر کی ضرورت ہے۔ اسلام کی فوج میں پیچھے رہنے والے کوئی نہ ہونے چاہئیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک نمونہ پر عمل کرو۔ دین کیلئے مضبوط کھڑے ہو جاؤ۔ اور ہماری اشاعت کے دائرہ کو اسقدر وسیع کرو۔ کہ اسلام کا جھنڈا برٹش امپائر کے عین قلب اور مسیحیت کے مرکزی شہروں میں لہراتا ہوا نظر آئے +

"تمہارا یہ ہمیشہ قول رہا ہے۔ کہ تنخواہ دار مشنریوں کی ضرورت عیسائیت کو ہے اسلام کو نہیں۔ اور کہ ہر ایک مسلمان ایک مبلغ ہے جو ہر وقت اور ہر مقام پر اسلام کا پیغام

کرنے کی ضرورت نہیں کہ مغربی دنیا کے قلب تک پہنچنے کیلئے سوائے ایک بڑے روشنی بخش اور اعلےٰ درجہ کے لٹریچر کے اور کوئی ذریعہ نہیں ہم یہ بھی کہیں گے کہ اس وقت تک ہمارا ذریعہ اس مطلب کے حصول کیلئے یا اسلامک ریویو رہا ہے یا اور یا کچھ چھوٹے چھوٹے رسائل لیکن ریویو کا موجودہ حجم ضروریات پیش آمدہ کیلئے کافی نہیں۔ اور اس کے صفحات کے بڑھانے سے چندہ کا بڑھانا ضروری ہوگا جو شاید بہت لوگوں کے مناسب حال نہ ہو۔ اور اب بھی بعض لوگ شاکی ہیں کہ قیمت زیادہ ہے۔ دوسری طرف دو سال سے ہر ایک قسم کے سامان اور محنت یعنی کاغذ چھپائی وغیرہ کی اُجرت دگنی سے بھی بڑھ گئی ہے۔ اور ابھی ہمارے مطبع والوں نے نوٹس دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخراجات طبع میں اور بھی زیادتی ہوگی۔ پس دونوں قسم کی مشکلات کو مدنظر رکھ کر صرف ایک ہی صورت ہے۔ اور وہ یہ کہ صفحات کی تعداد تو بڑھ جائے۔ مگر قیمت میں اضافہ نہو بلکہ اگر ممکن ہو تو میں قیمت کم کرنے کو بھی تیار رہوں۔ یہ ضروری اضافہ حجم ریویو کا جس کو میں جسقدر جلد ممکن ہو اعمل میں لانا چاہتا ہوں صرف اس صورت میں ممکن ہے۔ کہ دو باتوں میں سے ایک بات ہو۔ یا چندہ بڑھے یا ہر ایک خریدار دو نئے خریدار دے۔ اس طرح خریداروں کی تعداد کی زیادتی ہمارے اخراجات مزید کی متحمل ہو جائیگی۔ میں نے یہ تجویز اسلئے پیش کی ہے۔ کہ اسی پر بہت آسانی سے عمل ہو سکتا ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ میرے بھائی جو کہ اشاعت اسلام کے پاک مقصد سے ہمدردی رکھتے ہیں میری مدد کیلئے کھڑے ہو جائیں گے۔ جو کچھ خدمات اس رسالہ نے گذشتہ میں کی ہیں ان کو میں مدنظر رکھتے ہوئے مجھے کوئی شبہ نہیں رہتا۔ کہ اس کے مُربی اس سہل تجویز کو فوراً عملدرآمد میں لائیں گے جیسا کہ پروفیسر پارکنسن نے کہا تھا "آپ یہ بات کو یاد رکھیں" خواہ کوئی بھی اس ریویو کا اجرا کرنیوالا ہو اور کوئی بھی اس کے مضمون نویس ہوں یہ اُن کا پرچہ نہیں نہ ان کے فائدہ کیلئے چلایا جاتا ہے۔ کسی شخص کا اس سے ذاتی فائدہ

تمدنی اور مذہبی زندگی کا ہر ایک قاعدہ اس وقت نظر ثانی کے نیچے آ رہا ہے۔ یہ انقلاب بیشتر تو اس وجہ سے ہے کہ مغربی قلوب بہت سے پرانے مذہبی اور دیگر قسم کے رواجات سے آزاد ہو رہے ہیں۔ مگر زیادہ تر اسلئے کہ وہ چیز جس کو عیسائیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ناکام ثابت ہوئی ہے۔ گویا اس کا سارا مستقبل اس وقت ایک ایسی کٹھالی میں پڑا ہوا ہے۔ جس سے بڑے بڑے نتائج ہر روز پیدا ہو رہے ہیں ان میں سب سے بڑا نتیجہ وہ کشش ہے جو اسلام کی سادگی اور خوبصورتی پیدا کر رہی ہے اسلام کی طرف یہ حرکت اور بیداری ہی وہ چیز ہے جو ہر ایک مسلمان کو بلند آواز سے پکار رہی ہے۔ کہ اپنے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلکر اپنا فرض ادا کرنے کیلئے کمر ہمت باندھ کر کھڑا ہو جائے +

اگر ہمارے دلوں میں یہ یقین پختہ ہو کہ ہماری خدمت کی ضرورت اسلام کو ہے تو گو آئندہ نتائج کی متعلق ہم کو کچھ اشتباہ بھی ہو مگر وہ اشتباہ اور زیادہ کوشش کرنے کیلئے ہماری راہ میں رکاوٹ نہیں ہو سکتی۔ آج ہمارے سامنے ماضی اور مستقبل دونوں موجود ہیں۔ اور مستقبل کو جب ہم گذشتہ کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو آئندہ کے نتائج کے متعلق اور بھی ہماری ہمت بڑھتی ہے۔ پبلک کو کس قدر دلچسپی پیدا ہو رہی ہے یہ ان خطوط تحریروں اور دوسری شہادتوں سے پتہ لگتا ہے جن کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ اور جن سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مغربی دنیا کا دل اسلام کی صداقتوں کو قبول کرنے کیلئے کس طرح تیار ہو رہا ہے۔ انسان کی بیقید خودغرضی کا پیمانہ بھر چکا ہے۔ اور اب اس کی جگہ زندگی کے کسی بہتر قانون کی چاروں طرف تلاش ہے +

جب ہم اس کام کی عظمت کو دیکھتے ہیں۔ جو اب ہمارے سامنے ہے تو ہم اسبات کے اعتراف سے نہیں رہ سکتے کہ اس کام کو اکیلے کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ اسلئے ہم ہر ایک محبّ دین پیغمبرؐ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ اور اس موقعہ پر یہ ضروری ہو جاتا ہے۔ کہ ہم اپنی ضرورتوں اور امیدوں کی کس قدر تفصیل کردیں۔ اپنے ذی فہم قارئین کے سامنے اسبات کے بیان

ذریعے ہیں ایک بائبل اور ایک قرآن۔ جب بائبل محرف تسلیم ہو کر ناقابل اعتبار ہو گئی تو اگر قرآن کو خدا کا کلام نہ مانا جائے تو مسیح سے بھی جواب ہے۔ اور اگر حضرت مسیح کا کام باقی رہ سکتا ہے تو صرف قرآن کریم کے ذریعہ سے ✦

ووکنگ مشن اور رسالہ کا مستقبل

اسلام کی صدا مسلمانوں کو

برادران اسلام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اب ایکسال کا عرصہ ہوتا ہے جب میں آپ سے اپیل کی تھی۔ اور تفصیلاً بیان کیا تھا کہ انگلستان کا اسلامی مشن اور ہمارا کام کس حالت میں ہے گو میری خطرناک بیماری نے جس نے مارچ اور اپریل دو ماہ مجھے صاحب فراش کر دیا۔ اور جس نے ستمبر تک مجھے کام کرنے کی طاقت پیدا نہ ہونے دی۔ نہ مجھے یہ اجازت دی۔ کہ کام کو اپنے حسب منشاء چلاتا۔ تاہم اللہ تعالےٰ کا شکر ہے جو کچھ کام ہوا وہ بے نتیجہ نہیں رہا۔ جن بیغرضی اور محنت سے ان میری ایام بیماری میں شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی اور عبدالقیوم ملک اور دوسرے نومسلموں نے کام کیا اس نے ووکنگ اور لندن کے کام کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنے دیا۔ جمعہ اور اتوار کے لیکچروں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اور ریویو جو کہ باقاعدہ وقت پر نکلتا رہا۔ مضامین کی حیثیت پر خود شاہد ہے۔ ایسے ایسے مقامات پر اسلام میں دلچسپی پیدا ہو گئی۔ جن کا پہلے علم بھی نہ تھا۔ اور دین متین کی تائید کے لیے ایسے ایسے مواقع خدا تعالےٰ نے پیدا کر دیئے جو ہم وگمان میں بھی نہ تھے گو نومسلمین کی تعداد میں کمی رہی تاہم اچھے اچھے اہل قلم اور علمی قابلیت کے لوگ ہمارے ساتھ شامل ہوئے جنگ ہمارے مغرب میں کام کے اندر بڑی بھاری رکاوٹ رہی ہے لیکن افریقہ کے جنوب اور مغرب میں ہمیں اچھی کامیابی ہوئی۔ اور وہاں اسلامک ریویو ممد ومعلم ثابت ہوا۔ کام کی توسیع اور استقلال کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ اور اسکی خاص وجہ یہ ہے کہ مغربی دنیا اس وقت اپنی زندگی کے نہایت اہم حصہ میں سے گذر رہی ہے۔ اس کا ہر ایک اصول ہر ایک مسئلہ ملکی اور

سکو لکھی ہر دو جعلی ثابت ہو چکے ہیں +

تو پھر کیا ہم مجبور نہیں کہ یسوع مسیح کے متعلق جو علم ہم نے حاصل کرنا ہے وہ انہی کتابوں سے کریں - یہ تو ایک معقول امر ہے کہ ہم ان کو کتب مقدسہ ہونے کی حیثیت میں یا کلیتہً قبول کریں یا کُلّیتہً رد کر دیں لیکن ایک حصہ کو قبول کر لینا اور ایک حصہ کو رد کر دینا حالانکہ جو قبول کیا گیا ہے اسکی تائید کسی خارجی شہادت سے نہیں ہوتی کس طرح عقل میں آسکتا ہے - ہاں اگر وہ حصہ جو یسوع مسیح میں پورا ہوا اس کی شہادت ہم کو کوئی اور بھی ملجاتی تو پھر پاک نوشتوں کا وہ حصہ قابل قابل قبول ہو جاتا لیکن یہ صورت نہیں ہے - اور بائبل صرف اکیلی ہی تاریخ ان واقعات کی ہے جن کی بنا پر یسوع مسیح پر ایمان لایا جاسکتا ہے - اور اگر اس کتاب میں اب صاف شبہات نظر آتے ہیں تو جو کچھ یسوع مسیح کے متعلق لکھا ہے اس پر اعتبار کر لینے کی کیا وجہ ہے ؟ کنٹربری کی انجمن نے لفظی بحث کے اندر پڑ کر یہ غلطی کھائی ہے کہ دعویٰ کو ہی بطور دلیل قبول کر لیا ہے - اگر ان "مقدس" پردوں کو اٹھا دینا چاہئیں جو بڑی محنت سے اصلیت پر ڈالے گئے ہیں تو امر واقع یوں ہے کہ کلیسیا پرانے اور نئے عہد نامہ کے بعض حصوں پر اسلئے ایمان لاتی ہے کہ ان میں یسوع مسیح کا ذکر ہے - اور کلیسیا یسوع مسیح پر اسلئے ایمان لاتی ہے کہ اس کا ذکر پرانے اور نئے عہد نامہ کے بعض حصوں میں ہے کیا کوئی عقلمند انسان ایسی دلیل کو قبول کر سکتا ہے +

لیکن ہم یقین رکھتے ہیں کہ جس طرح یہ دن آگیا ہے کہ پادری صاحبان کو اس قدر جرات ہو گئی کہ انہوں نے انیس سو سال کے "غیر محرّف بائبل" پر ایمان کو خیرباد کہدیا اور جس کا لفظ لفظ خدا کا کلام سمجھا جاتا تھا - اس کے متعلق صاف اعتراف کر لیا - کہ اسکے صرف کچھ حصوں میں خدا کا کلام ہے - اسطرح پر وہ دن بھی آ جائیگا جب اس باقی حصہ کو بھی اسطرح گزشتہ قلت نکالکر بالائے طاق رکھنا ہوگا جس طرح ایک حصہ کو رکھدیا ہے - جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یسوع مسیح کا نام محض فرضی قصہ سمجھا جائیگا -

پس کیا قرآن کریم نے اس پیغمبر خدا پر یہ عظیم الشان احسان نہیں کیا کہ جو کچھ اسکے متعلق غلطیاں تھیں ان کو صفائی سے الگ کر کے اسکی عزت کو قائم رکھا ہے وقت آتا ہے کہ یہ سارے کے سارے عہد نامے چھوڑنے پڑینگے یعنی ایمان کی بنیاد ان پر قطعاً نہ رہیگی - اور اس وقت سوائے مسلم کے کوئی شخص یسوع مسیح کو خدا کا پیغمبر اور ایک تاریخی شخص ماننے کیلئے تیار نہیں ہوگا - کیونکہ یسوع مسیح کو جاننے کیلئے ہمارے پاس وہی

اختلاف سے یہ فیصلہ ہؤا کہ سوال جو پادری صاحبان پر کیا جائے اسکی صورت حسب ذیل ہو "کیا تم صدق دل سے ایمان لاتے ہو کہ وہ ساری کتب جو پرانے اور نئے عہدنامہ میں شامل ہیں ہمیں بہت سے حصّوں میں اور مختلف طریقوں پر خدا کا کلام پہنچاتی ہیں جو ہمارے خداوند یسوع مسیح میں پورا ہؤا" +

اِس فیصلہ کو قبول کر کے کلیسیا نے اپنی گردن قرآن کے سامنے جھکا دی ہے خدا کی آخری کتاب نے ساری بائیبل کو غلط قرار نہیں دیا - بلکہ صرف یہ کہا کہ بعض حصوں میں انسانی ہاتھوں نے تحریف کردی ہے لیکن یہ انسان کا کام نہ تھا کہ خدا کے کلام سے انسانی دستبرد کو الگ کر سکتا - اسلیئے خدا کی آخری وحی نے صداقتوں کو اپنی اصل پاکیزگی میں قرآن کریم میں ہم کو پہنچا دیا - ورنہ انسان اسبات سے عاجز ہے - کہ وہ اصلی اور محرّف کو الگ الگ کر سکے - اب کلیسیا نے عملاً پرانے اور نئے عہد نامہ کو سب کو ہی رد کردیا ہے سوائے ان حصوں کے جو کلیسیا کے مسیح پر ایمان میں موید ہوں +

مگر کلیسیا کا فیصلہ مغالطہ سے خالی نہیں - یہ حیرت انگیز امر ہے کہ کس طرح وہ لوگ جو تعلیم حاصل کیئے ہوئے ہیں - اور علوم میں ماہر کہلاتے ہیں - بلکہ دستار فضیلت بھی رکھتے ہیں - اس صفائی کے ساتھ ہی اس فیصلہ پر نہیں پہنچ سکتے جس طرح ایک وسط درجہ کا انسان پہنچ سکتا ہے - اسبات کو تو صاف تسلیم کر لیا گیا - کہ اس سوال کا جواب کہ کیا تم پرانے اور نئے عہدنامہ کی ساری کتابوں پر ایمان لاتے ہو - کوئی شخص سوائے منافقت کے اثبات میں نہیں دے سکتا لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے - کہ جن کتابوں کے ہم منجانب اللہ ہونے پر ایمان نہیں لاتے کس طرح صدق دل سے ہم یہ اعتراف کر سکتے ہیں - کہ ان میں ایسا خدا کا کلام ہے جو مسیح میں پورا ہؤا +

کیونکہ مسیح کا سارا علم تو ہمیں انہی کتابوں سے حاصل ہوتا ہے - ورنہ اگر ان کو الگ کردیں تو ہم جانتے بھی نہیں کہ مسیح کون تھا - اور اس نے کیا کہا - رومی اور یونانی تاریخیں اسکے بارہ میں بالکل خاموش ہیں - اور یہودی تاریخ بھی اس کا کچھ ذکر نہیں کرتی جوسیفس کے وہ مشہور جملے اور وہ چٹھی جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ پیلاطوس نے روم

کلیسا کے اندر ہی اندر ایک جھگڑا اور اختلاف شروع ہو گیا۔ اور ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ انجمن کنٹربری کے لوئر ہوس نے ۵ جولائی ۱۹۱۷ء کے اجلاس میں جو لاٹ پادری سٹاکس کے زیر صدارت ہوا معاملہ پیش ہوا کہ پریئر بک (کتاب دعا) کی ترمیم پر کمیٹی کی سفارش پر غور کیا جائے۔ چنانچہ ذیل کے واقعات اخبار ٹائمز میں چھپے ہیں۔

کرائسٹ چرچ کے ڈین نے یہ تحریک کی۔ کہ یہ انجمن اس سوال کی جو بروقت تقرری پادریوں سے ان کے کتب مقدسہ پر ایمان کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ اس طرز کو قبول کرے جس کی سفارش کمیٹی نے کی ہے۔ مجوزہ طرز سوال حسب ذیل ہے۔ کیا تم صدق دل سے اسبات پر ایمان لاتے ہو کہ پرانے اور نئے عہد نامہ کے ساری کتب مسلمہ بہت سے حصوں میں اور مختلف طریقوں پر ہمیں خدا کا کلام پہنچاتی ہیں جو یسوع مسیح میں ہمیں کو پہنچا؟ اس کا جواب نئے پادریوں کو دینا پڑیگا۔ کہ میں ایمان رکھتا ہوں۔ پہلا سوال جس کی جگہ یہ لکھا جاتا ہے۔ اور جواب پادری صاحبان سے ان کے تقرر کے وقت کیا جاتا ہے۔ اور جس کا جواب ان کو اثبات میں دینا پڑتا ہے حسب ذیل ہے کیا تم صدق دل سے پرانے اور نئے عہد نامہ کی ساری مسلمہ کتابوں پر ایمان لاتے ہو؟ اس کا جواب دیا جاتا ہے میں ایمان لاتا ہوں۔

کنٹربری کے ڈین نے کہا۔ کہ سوال کی جو صورت اب تجویز کی گئی ہے۔ اس سے یہ امر نمایاں طور پر ظاہر نہیں ہوتا کہ کتب مقدسہ خدا کی وحی سے ہیں۔ اور خدائی سند رکھتی ہیں۔ اور کہ عیسائیوں کے ایمان کا وہ کوئی نہایت ضروری حصہ ہیں۔ اس لئے انہوں نے یہ ترمیم پیش کی کہ سوال یوں ہونا چاہئے۔ کیا تم اسبات کو تسلیم کرتے ہو کہ پرانے اور نئے عہدنامہ کے پاک نوشتے خدائی الہام سے دیئے گئے؟

کرائسٹ چرچ ڈین نے کہا کہ یہ ترمیم ہم کو ٹھیک اسی مقام پر چھوڑتی ہے جہاں ہم پہلے موجود ہیں۔

کنٹربری کے ڈین کی ترمیم پر جب رائیں لی گئیں تو ۶۳ رائیں اس کے خلاف تھیں اور پانچ اس کے حق میں اسلئے ترمیم نامنظور رہوئی۔ بعض اور ترمیمات پیش ہوئیں جن میں سے اکثر کثرت رائے سے نامنظور ہوئیں۔ اور آخر کار ۴۷ راؤں کی تائید اور چار کے

بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ۔ افسوس ان لوگوں پر جو کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں۔ یہ اللہ کیطرف سے ہے +

جب یہ خدا کا کلام نازل ہوا تو اس وقت اس کو کتب مقدسہ پر تحریف کا بے بنیاد الزام خیال کیا جاتا تھا۔ اور ان لوگوں کی نگاہ میں جو بائیبل کے ایک ایک لفظ بلکہ ہر حرف کو خدا کا کلام سمجھتے تھے قرآن کو اختراع انسانی ٹھیرانے کیلئے یہی بات کافی تھی۔ مگر تازہ تحقیقات نے صرف یہ ثابت کیا ہے۔ کہ جو کچھ قرآن کریم نے تیرہ سو سال پیشتر کہا تھا وہی حق ہے۔ اور کتب مقدسہ میں تحریف فی الواقع ہوئی ہے۔ کیا یہی بات قرآن کریم کا منجانب اللہ ہونا ثابت کرنے کیلئے کافی نہیں اگر قرآن کریم کے بعض مضامین وہی ہیں جو بائیبل میں بھی ہیں تو یہ تو کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم کو علوم بائیبل سے کسی طرح واقفیت حاصل ہو گئی تھی۔ مگر بائیبل کو محرّف ٹھیرانے کا خیال تو اس وقت دنیا میں موجود نہ تھا۔ بلکہ اُس وقت کی دُنیا تو اسکے لفظ لفظ کو منجانب اللہ یقین کرتی تھی۔ یہ تو پیرووں کا حال تھا۔ اور دوسری کسی قسم کو اس سے غرض اور واسطہ ہی نہ تھا ان کو کیا تعلق۔ کہ بائبل کی تعلیم کی تحقیقات کرتے پھریں۔ یہاں تک کہ جو کچھ قرآن کریم میں بائبل کے متعلق کہا گیا تھا وہ قریبًا کئی صدیوں تک بظاہر ایک دعویٰ ہی دعویٰ رہا۔ اور جس کو ثابت کرنے کے لئے فی الواقع سینکڑوں قابل انسانوں کی ضرورت تھی جو پرانے مُسوّدات کی ورق گردانی کریں۔ اور ان کُتب خانوں تک پہنچیں جن تک ہزاروں سالوں سے بیرُونی دُنیا پہنچ نہیں سکی۔ بالآخر بائبل کی نئی تنقید صداقت قرآنی کی تائید کیلئے اُٹھی۔ اور بائبل اپنے اس مقام سے کہ جہاں اسکے ہر لفظ کو خدا کا کلام سمجھا جاتا تھا۔ جس میں کسی قسم کی غلطی ممکن ہی نہیں گر گئی۔ اور تسلیم کیا گیا۔ کہ اس میں بیشی اور کمی ہر دو موجود ہیں لیکن اس تحقیقات کو جو خود فاضل عیسائیوں نے کی تھی۔ کلیسیا کے عہدیدار تسلیم کرنے میں متامل رہے لیکن صداقت ایک ایسی زبردست چیز ہے جو مذہبی معتقدات کو بھی آخر اکھیڑ پھینکتی ہے

وہ نوکر رکھتے ہیں اپنے والدین کی طرف سے لاپرواہ ہوں۔ ایکدوسرے سے ہمیشہ خیانت سے پیش آتے ہوں۔ یا غریبوں پر ظلم کرتے ہوں۔ حالانکہ یہ تمام قابل نفرت بدیاں ان ممالک میں موجود ہیں جہاں سے وہ لوگ چلتے ہیں جو مشرق کی اصلاح کا بیڑا اپنے ذمہ لئے ہوئے ہیں۔ یہ اسلامی قانون ہیں جس کی ہمیں تعریف کرنی چاہئے بلکہ مسلمانوں کا خود خوشی سے ان معاشرتی فرائض کو بجا لاتا ہے جو عیسائی سوائے پولیس کے ڈنڈے کے بجا نہیں لاتے +

اسلام ایک اخوت کے قائم کرنے میں کامیاب ہؤا ہے۔ اور یہ ایک مضبوط بنیاد اس ترقی کی عمارت کیلئے ہے جو اس پر آیندہ بنائی جائے +

کلیسا کی گردن قرآن کے سامنے جھک گئی

یعنی

بائبل پر ایمان میں ترمیم

کس طرح کنٹربری کی انجمن صداقتِ قرآنی کو قبول کرتی ہے

ساڑھے تیرہ سو سال کے قریب ہوتے ہیں جب خدا کا کلام اسکے آخری رسول پر اُترا۔ اور اسؐ نے ایک حیرت انگیز امر کا انکشاف کیا جس سے اس وقت تک دنیا بیخبر تھی۔ اور وہ انکشاف یہ تھا کہ اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں خدا کے کلام میں تحریف کردی ہے۔ اور اسکی حفاظت نہیں کی۔ چنانچہ فرمایا۔ افتطمعون ان یومنوا لکم وقد کان فریق منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون۔ کیا تم یہ آرزو رکھتے ہو کہ وہ تم پر ایمان لائیں۔ اور انہیں کا ایک گروہ تھا کہ وہ اللہ کے کلام کو سنتے پھر بعد اسکے کہ اسکو سمجھ لیتے اس میں تحریف کرتے اور وہ جانتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ فویل للذین یکتبون الکتب

بن المطلب سے ہوگی جس نے قرض پر رقوم دی ہُوئی ہیں +

" آیندہ سے خون کا انتقام جو ایام جاہلیت میں ہوا ہے روک دیا گیا ہے۔ اور پہلا خون جو بھلا کیا جاتا ہے وہ میرے چچا زاد بھائی ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کا خون ہے +

اور تمہارے غلام خبردار ہو جاؤ کہ تم اُن کو وہ خوراک دو جو آپ کھاتے ہو اور وہ کپڑے پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔ اور اگر وہ کوئی ایسا قصور کریں جو تم معاف نہیں کر سکتے تو ان کو اپنے سے علیحدہ کر دو۔ کیونکہ وہ خدا کے بندے ہیں۔ اور ان کے ساتھ بُرا سلوک کرنا جائز نہیں ہے +

" اے لوگو میری بات کو سُنو اور اسکو خوب سمجھ لو۔ جان لو کہ سب مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ تم سب ایک اخوت میں منسلک ہو۔ جو کچھ تمہارے بھائی کا ہے وہ تمہارے لئے جائز نہیں یہاں تک کہ وہ اپنی رضا مندی سے اسے نہ دے۔ ناانصافی کرنے سے اپنے آپ کو بچاؤ " +

" اور چاہئے کہ وہ جو موجود ہے یہ باتیں اس کو بتا دے جو غیر حاضر ہے ممکن ہے کہ وہ جسکو یہ باتیں بتائی گئی ہیں اس سے بہتر ان کو یاد رکھے جس نے سُنی ہیں " +

خاتمہ پر آنحضرتؐ نے اِس نظارہ کو دیکھ کر کہ کس طرح ایک وقت آپؐ کیلیے اس میدان میں پھرتے تھے اور کوئی بات نہ سُنتا تھا۔ اور کس طرح اب سارا ملک عرب آپکے قدموں پر جمع ہے۔ اور آپؐ کی باتوں کو شوق سے سُنتا ہے یہ لفظ کہے۔ اے خدا میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا اور اپنا کام پورا کر دیا۔ اور تمام مجمع نے یک آواز ہو کر کہا۔ اللھم النعم۔ ہاں یہ سچ ہے۔ تب آپؐ نے کہا اے خدا تو اس پر گواہ رہیو +

مختلف قوموں کی اس جماعت عظیم کو آنحضرت صلیعم کے ان الفاظ میں مخاطب کرنے پر ایک انگریزی مصنف جو مسلمانوں کی رعایت کرنیوالا نہیں لکھتا ہے " یہ اسلام کی زندہ چیزیں ہیں۔ اور جب تک یہ ترک نہ ہو جائیں گی اسلام دنیا میں ایک زندہ طاقت رہیگی مسلمانوں کی جماعت میں نقصوں کا معلوم کرنا مشکل نہیں۔ مگر یہ کم سے کم ضرور کہنا پڑتا ہے کہ دنیا کے کسی حصہ میں کوئی مسلم سوسائٹی ایسی نہیں جس میں لوگ ان پر ظلم کرتے ہوں جن کو

خیالات ہیں۔ اسلئے ایک فرد کے نقطۂ نگاہ سے یہ ناقابل حصول چیزیں ہیں اخوت ایک ذاتی امر ہے۔ اور جہاں ایک قسم کے خیالات اور ایک دوسرے سے اچھے تعلق رکھنے والے انسان رکھنے ہونگے وہیں اس کا حصول بھی ہو سکتا ہے +

سب مومنوں کے اس اخوت کی بنیاد اس ارشاد پہ ہے جو پیغمبر اسلام نے حجۃ الوداع میں عرفات کی پہاڑی پر فرمایا۔ جب آپ عرب کے شہنشاہ تھے۔ گو آپ نے یہ نام کبھی اختیار نہیں کیا +

اے لوگو میری باتوں کو سنو۔ کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اس سال کے بعد پھر بھی اس موقعہ پر میں کبھی تمہارے درمیان ہونگا +

تمہاری جانیں اور تمہارے اموال تمہارے درمیان حرام ہیں جن کی حرمت تم ایکدوسرے کے حق میں توڑ نہیں سکتے۔ یہاں تک کہ تم اپنے مولے کے سامنے حاضر ہو جیسا کہ یہ مہینہ اور یہ دن حرمت والا ہے۔ اور یاد رکھو کہ تم کو اپنے خدا کے سامنے حاضر ہونا ہوگا جو تم سے تمہارے تمام افعال کا حساب لیگا +

"اللہ تعالےٰ نے ہر ایک شخص کیلئے وراثت کا حصہ مقرر کر دیا ہے۔ کوئی وصیت جائز نہیں جس میں ورثا کو نقصان پہنچایا جائے" +

"اے لوگو! تمہارے حقوق تمہاری بیبیوں پر ہیں اور تمہاری بیبیوں کے حقوق تم پر ہیں۔ یہ ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی عصمتوں کو نگاہ رکھیں اور کوئی بےحیائی کا کام نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تمہیں اختیار ہے کہ ان کو الگ مکان میں رکھو اور ان کو مارو مگر سختی سے نہیں لیکن اگر وہ رک جائیں تو ان کو اچھا لباس پہناؤ اور اچھا کھانا کھلاؤ۔ اپنی عورتوں کے ساتھ محبت اور نرمی سے پیش آؤ۔ کیونکہ وہ تمہارے ہاتھوں میں قیدیوں کی طرح ہیں۔ اور تم نے ان کو خدا کی ضمانت پر لیا ہے۔ اور خدا کے کلام سے ان کے وجود کو اپنے اوپر حلال کیا ہے" +

"جو تم پر اعتبار کیا جائے اسکو پورا کرو اور گناہوں سے بچو +

"سود حرام ہے قرضدار صرف اصل مال واپس کریگا۔ اور اسکی ابتدا میرے چچا عباس

میں پیدا نہیں ہوتا۔ وہ ایک قوم کی دوسری قوم کی نگہ میں اعلیٰ درجہ کی تحقیر جو عیسائی اقوام کے تعلقات میں خصوصیت سے نظر آتی ہے اسلام میں اسکا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ ہمارے درمیان یہ بات عام طور پر مشہور اور مسلم ہے کہ سفید رنگت کے مردوں اور سیاہ رنگت کی عورتوں میں شادی کے تعلقات ایسے بچے پیدا کرنے کا موجب ہیں جن کے حوصلے اور اخلاق پست ہوتے ہیں اور ان میں اس قسم کی صفات ظاہر ہوتی ہیں۔ جن کو ہم رذیل خیال کرتے ہیں۔ یہ بات حدود امکان کے اندر ہے کہ یہ تنزل اس تحقیر اور نفرت کا نتیجہ ہو جس کے ساتھ ایسے تعلقات کو سفید رنگت کے عیسائی دیکھتے ہیں۔ کیونکہ جب اسلام میں اسی قسم کی شادیاں ہوتی ہیں تو ان میں اسی قسم کا کوئی انحطاط نظر نہیں آتا۔ کیا دنیا میں کوئی ایسی نسل ہے۔ جو موجودہ عثمانی ترکوں سے زیادہ مخلوط ہو؟ مگر کیا ایسی بھی کوئی قوم ہے جو ان سے بڑھ کر اپنی قومیت پر فخر کرنے والی ہو یا جن میں زیادہ امیرانہ احساسات ہوں؟

امریکہ کے متحدہ ممالک قوموں کی کٹھالی کہلاتے ہیں۔ اور یہ سچ ہے کہ ایک ہی رنگت کے مختلف آدمیوں کو انہوں نے اپنے اندر جذب کر لیا ہے۔ مگر اس اختلاط میں سیاہ سانولے زرد رنگت کے ملاپ کی سخت احتیاط کی گئی ہے۔ اسلئے ان کے کام کو اسلام کے عظیم الشان کام سے کوئی مشابہت نہیں +

پیغمبر اسلام کہتے ہیں "اپنے بڑوں پر فخر کرنا ترک کر دو۔ ساری نسل انسانی آدم کی اولاد ہے۔ اور وہ مٹی سے پیدا ہؤا تھا" پیدائشی امارت جس کو اسلامی اخوت میں مرتبہ اور وجاہت سے الگ کر کے تسلیم کیا گیا ہے۔ وہ صرف آنحضرتؐ کی نسل میں ہوتا ہے۔ مگر بہت سے سید آج غریبانہ حیثیت میں ہیں۔ یہاں تک کہ یہ ایک معمولی بات ہے کہ ایک دولتمند تاجر یا ایک بڑا عہدیدار ایک سوالی کو جو خیرات مانگتا ہے۔ ان الفاظ میں مخاطب کرتا ہے یا امیر جبکہ ایسا شخص آنحضرتؐ کی آل سے ہو۔ اسلام میں ایک قابل اعتبار ملازم کا اپنے آقا کو علیحدگی میں یا اخی اے میرے بھائی کر کے پکارنا کوئی گستاخی نہیں نہ آقا کی اسمیں تحقیر ہے۔ کہ وہ نوکر کو انہی الفاظ یا اخی سے خطاب کرے۔ سب مسلمان بھلے بھائی ہیں۔ انما المومنون اخوۃ۔ آزادی اور مساوات بسبنی امور اور خورد

یہ صرف کمالِ انسانی کے حصول کیلئے اچھی نصائح ہیں جو واقعی زندگی میں ناقابل عملدرآمد ہیں۔ جو چیز فی الواقع قابل توجہ ہے۔ جس کو شاید وہ ماننے کیلئے تیار بھی نہ ہو وہ یہ ہے کہ اسے یقین دلایا جائے کہ اخوت کی یہ ہدایات مسلمان کی عملی زندگی میں اس حد تک کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جس کی عیسائیت کی پہلی صدی کے بعد مسیحی دُنیا میں کوئی نظیر نہیں ہی۔ مگر اسلام میں یہ بات برابر حاصل ہے۔ اسلام ایک بڑا وسیع سلسلہ اخوت ہے جس میں قومیت۔ نسل۔ مال۔ مرتبہ۔ رنگت کوئی بڑی وقعت نہیں رکھتے جس میں تمام قومیں اور تمام حالات ایک تعلق کی بناء پر مل جاتے ہیں۔ میرا منشا ہرگز نہیں کہ اس قوم میں کوئی تمیز ایک انسان کو دوسرے پر فوقیت دینے والی نہیں۔ یا ایک دوسرے کا ادب نہیں کرتا۔ بلکہ وہ باوجود ان امتیازات کے ان میں تمام مومنوں کا ایک سلسلہ اخوت منسلک ہونا ایک امر واقع کے طور پر موجود ہے۔ اور ان حالات میں مفقود نہیں ہوا۔ جب بڑی بڑی مطلق العنان حکومت ان کے اوپر رہی ہے۔ آقا اور غلام کا رشتہ بھی اس قوم کے اندر ایک اخوت کا رشتہ رہا ہے۔ کیونکہ دونوں میں ایک تعلق اسلام کا ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ اس بارہ میں بڑی سے بڑی حکومت اسلامی ہماری جمہوریت سے بڑھ کر جمہوری رہی ہے۔ اور اسلام ایک بڑے وسیع خاندان کی طرح ہے۔ جس کی ممبر غریب بھی ہیں امیر بھی خواندہ بھی اور جاہل بھی۔ اور یہ متکبر اور ایکدوسرے سے بغض رکھنے والی قوموں کا مجموعہ نہیں جن میں آپس میں سختی کے ساتھ ایک جماعت دوسری جماعت سے الگ ہو۔ جیسا کہ اس وقت مسیحی ممالک کی حالت ہے۔ مسلمان کا وطن ترکی۔ مصر۔ ہندوستان بخارا نہیں بلکہ اسلامیت ہی اس کا وطن ہے۔ اور تمام مسلمان دُنیا میں کہیں ہوں ایکدوسرے کے بھائی ہیں +

مختلف رنگتوں کے آدمیوں کو خوشحالی کے ساتھ اور مساوات کے رنگ میں ایک سوسائٹی میں جمع کرنے میں جہاں عیسائی مذہب ناکام ہوا اسلام کامیاب ہوا ہے۔ سفید سیاہ سانولے۔ زرد سب قسم کے لوگ اس کی مسجدوں اور محلات میں ایک جگہ جمع ہوتے ایکدوسرے کے بھائی بنتے اور ایکدوسرے کے ساتھ شادیاں کرتے ہیں۔ اور کوئی بُرا نتیجہ اس کا ان

۵- اخوتِ اسلامی

" اسلام نام ہے التعظیم لامر اللہ و الشفقۃ علیٰ خلق اللہ کا یعنی احکام الٰہی کی عظمت کرنا اور مخلوق الٰہی سے ہمدردی کرنا۔

" مسلمان مذہبی طور پر ایکدوسرے کے بھائی ہیں۔ ان کو نہ چاہئے کہ ایکدوسرے پر ظلم کریں نہ وہ ایکدوسرے کی مدد سے اجتناب کریں نہ ایکدوسرے کی تحقیر کریں۔ پاکیزگی کا سرچشمہ قلب ہے جو دل پاکباز ہے وہ مسلمان کی کبھی تحقیر نہیں کر سکتا۔ ایک مسلم کی تمام اغراض اس کا خون اس کا مال اُس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہیں"۔

" لایؤمن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ تم میں سے کوئی کامل مؤمن نہیں ہوتا جب تک کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کیلئے پسند نہ کرے" +

" تمام مسلمان ایک ہی جسم کے اعضاء کی طرح ہیں۔ اگر کسی شخص کو سر درد کی شکایت ہو تو اسکی وجہ سے سارا جسم دُکھ اُٹھاتا ہے۔ اگر آنکھ میں تکلیف ہو تو بھی سارا جسم ہی دُکھ اُٹھاتا ہے" +

" تمام مسلمان ایک دیوار کی طرح ہیں۔ کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرنیوالا ہے اسی طرح پر ان کو چاہئے۔ کہ ایک دوسرے کی قوت کا ذریعہ ہوں" +

" مصیبت میں اپنے بھائی کی مدد کرو اور اگر وہ غلط راہ پر چلے تو اُسے راہ راست بتاؤ"

" کیا میں تم کو بتاؤں کہ تم میں بدترین انسان کون ہیں؟ وہ جو اکیلے کھاتے ہیں اور اپنے غلاموں کو کوڑے لگاتے ہیں۔ اور کسی کو کچھ دیتے نہیں"

" جو شخص اپنے غلاموں سے بُرا سلوک کرتا ہے وہ بہشت میں داخل نہیں ہوگا۔ جو غلام نماز پڑھتے ہیں وہ تمہارے بھائی ہیں" +

" جو شخص اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ کفر اُسی پر اُلٹ کر پڑیگا" +

" ایک مسلم کو گالی دینا فسق ہے۔ اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے" +

ایک عیسائی جب اس قسم کی ہدایات کو پڑھیگا تو شاید اس پر کوئی خاص اثر نہ ہو کیونکہ کم و بیش اسی قسم کے فقرات وہ اپنی کتب مقدسہ میں بھی پاتا ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ

تک پہنچ جاتا ہے۔ بین الاقوامی حقوق کی بُنیاد تے الواقع اسیات پر ہے کہ قوموں کو افراد کی حیثیت میں سمجھا جائے۔ اور اس امر کو تسلیم کیا جائے کہ افراد کیلئے ایک قانون اور قوموں کیلئے دوسرا قانون نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح افراد سے ایک قوم بنتی ہے۔ اسیطرح قوموں سے نسل انسانی بنتی ہے۔ اور قوموں کے ایکدوسرے کے متعلق حقوق اور فرائض ان حقوق اور فرائض سے علیحدہ نہیں جو افراد کے مابین تسلیم کئے جاتے ہیں۔

بین الاقوام تعلقات کی یہ بُنیاد جس کو مسیحی دُنیا نے اب دُھندلے سے رنگ میں دیکھنا شروع کیا ہے اسلام کا صدیوں سے عملی قانون رہا ہے۔ میرے خیال میں یہی وجہ بڑی حد تک اس بدمزگی اس بیوفائی اور خیانت کی ذمہ وار ہے جس کے مرتکب مسلمانوں نے عیسائی اقوام کو سمجھا ہے +

اسلامی قوانین جنگی پر اس مضمون کا خاتمہ میں اس سے بہتر الفاظ پر نہیں کر سکتا جن الفاظ میں ابوبکرؓ خلیفہ اوّل نے یزید کو مخاطب کیا تھا جب وہ اسلامی فوج کو لے کر مشرقی عیسائی سلطنت کے خلاف حملہ آور ہُوا تھا۔ اس کا ہر ایک لفظ خود پیغمبر اسلام کے کسی حکم پر مبنی ہے:-

"جب تم دشمن کے مقابلہ میں آؤ تو مردوں کی طرح رہو۔ اور ان کے سامنے پیٹھ نہ کرو۔ اور اگر تم فتح حاصل کرو تو نہ چھوٹے بچوں کو مارو نہ بوڑھوں کو نہ عورتوں کو۔ کسی کھجور کے درخت کو ضائع نہ کرو نہ کسی غلّہ کے کھیت کو۔ کوئی میوہ کا درخت مت کاٹو نہ مویشیوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچاؤ سوائے اسکے جو تم اپنی خوراک کے لئے استعمال کرو۔ جب تم کوئی معاہدہ کرو تو اسکے پابند رہو اور اس کو پورا کرکے دکھاؤ۔ جب تم آگے بڑھو گے تو تم بعض عبادت کرنے والے لوگ تک پاؤ گے جو اپنی کوٹھڑیوں میں گوشہ نشین ہیں۔ اور جو اس طرح پر خدا کی عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ ان سے کچھ تعرض مت کرو۔ نہ ان کو مارو نہ ان کے عبادتخانوں کو تباہ کرو۔ ساتویں صدی عیسائی میں یہ احکام ایک معجزہ تھے۔ بالخصوص جب جنگ بھی مذہبی رنگ کا ہو +

۵۔ اخوتِ اسلامی

" اسلام نام ہے التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علیٰ خلق اللہ کا یعنی احکام الٰہی کی عظمت کرنا اور مخلوق الٰہی سے ہمدردی کرنا۔

" مسلمان مذہبی طور پر ایکدوسرے کے بھائی ہیں۔ ان کو نہ چاہئے کہ ایکدوسرے پر ظلم کریں نہ وہ ایکدوسرے کی مدد سے اجتناب کریں نہ ایکدوسرے کی تحقیر کریں۔ پاکیزگی کا سرچشمہ قلب ہے جو دل پاکباز ہے وہ مسلمان کی کبھی تحقیر نہیں کرسکتا۔ ایک مسلم کی تمام اغراض اس کا خون اس کا مال اُس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہیں"۔

" لایومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں ہوتا جب تک کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کیلئے پسند نہ کرے" +

" تمام مسلمان ایک ہی جسم کے اعضاء کی طرح ہیں۔ اگر کسی شخص کو سردرد کی شکایت ہو تو اسکی وجہ سے سارا جسم دُکھ اُٹھاتا ہے۔ اگر آنکھ میں تکلیف ہو تو بھی سارا جسم ہی دُکھ اُٹھاتا ہے" +

" تمام مسلمان ایک دیوار کی طرح ہیں کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے اسی طرح پر ان کو چاہئے کہ ایک دوسرے کی قوت کا ذریعہ ہوں" +

" مصیبت میں اپنے بھائی کی مدد کرو اور اگر وہ غلط راہ پر چلے تو اُسے راہ راست پر لاؤ"

" کیا میں تم کو بتاؤں کہ تم میں بدترین انسان کون ہیں؟ وہ جو اکیلے کھاتے ہیں اور اپنے غلاموں کو کوڑے لگاتے ہیں۔ اور کسی کو کچھ دیتے نہیں"

" جو شخص اپنے غلاموں سے بُرا سلوک کرتا ہے وہ بہشت میں داخل نہیں ہوگا۔ جو غلام نماز پڑھتے ہیں وہ تمہارے بھائی ہیں" +

" جو شخص اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ کفر اُسی پر اُلٹ کر پڑیگا" +

" ایک مسلم کو گالی دینا فسق ہے۔ اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے" +

ایک عیسائی جب اس قسم کی ہدایات کو پڑھیگا تو شاید اس پر کوئی خاص اثر نہ ہو۔ شاید کم و بیش اسی قسم کے فقرات وہ اپنی کتب مقدسہ میں بھی پاتا ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ

تک پہنچ جاتا ہے۔ بین الاقوامی حقوق کی بُنیاد دراصل اس بات پر ہے کہ قوموں کو افراد کی حیثیت میں سمجھا جائے۔ اور اس امر کو تسلیم کیا جائے کہ افراد کیلئے ایک قانون اور قوموں کیلئے دوسرا قانون نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح افراد سے ایک قوم بنتی ہے۔ اسیطرح قوموں سے نسل انسانی بنتی ہے۔ اور قوموں کے ایکدوسرے کے متعلق حقوق اور فرائض ان حقوق اور فرائض سے علیحدہ نہیں جو افراد کے مابین تسلیم کئے جاتے ہیں +

بین الاقوام تعلقات کی یہ بُنیاد جس کو مسیحی دُنیا نے اب دُھندلے سے رنگ میں دیکھنا شروع کیا ہے اسلام کا صدیوں سے عملی قانون رہا ہے۔ میرے خیال میں یہی وجہ بڑی حد تک اس بدمزگی اس بیوفائی اور خیانت کی ذمہ وار ہے جس کے مرتکب مسلمانوں نے عیسائی اقوام کو سمجھا ہے +

اسلامی قوانین جنگی پر اس مضمون کا خاتمہ میں اس سے بہتر الفاظ پر نہیں کرسکتا۔ جن الفاظ میں ابوبکرؓ خلیفہ اول نے یزید کو مخاطب کیا تھا جب وہ اسلامی فوج کو لے کر مشرقی عیسائی سلطنت کے خلاف حملہ آور ہوا تھا۔ اس کا ہر ایک لفظ خود پیغمبر اسلام کے کسی حکم پر مبنی ہے :-

"جب تم دشمن کے مقابلہ میں آؤ تو مردوں کی طرح رہو۔ اور ان کے سامنے پیٹھ نہ کرو۔ اور اگر تم فتح حاصل کرو تو نہ چھوٹے بچوں کو مارو نہ بوڑھوں کو نہ عورتوں کو اور نہ کھجور کے درخت کو ضائع کرو نہ کسی غلہ کے کھیت کو۔ کوئی میوہ کا درخت مت کاٹو نہ مویشیوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچاؤ سوائے اسکے جو تم اپنی خوراک کے لئے استعمال کرو۔ جب تم کوئی معاہدہ کرو تو اسکے پابند رہو اور اس کو پورا کرکے دکھاؤ۔ جب تم آگے بڑھو گے تو تم بعض عبادت کرنے والے لوگ پاؤ گے جو اپنی کوٹھڑیوں میں گوشہ نشین ہیں۔ اور جو اس طرح پر خدا کی عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ ان سے کچھ تعرض مت کرو۔ نہ ان کو مارو نہ ان کے عبادتخانوں کو تباہ کرو"۔ ساتویں صدی عیسائی میں یہ احکام آئے تھے۔ بالخصوص جب جنگ بھی مذہبی رنگ کا تھا +

سکو حقوق حاصل ہو جاتے تھے۔ اور جنہوں نے مفتوحہ ممالک کو ان مصائب سے نجات دی جو ابتدائے دنیا سے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے وقت تک ہر ایک فاتح مفتوح قوم پر ڈالتا رہا تھا +

"اسلام کے قوانین کے مطابق ہر ایک قوم کو جو مسلمان حکومت کے ماتحت آئے ضمیر کی آزادی تھی۔ اور عبادت میں بھی ان کے لئے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ قرآن کا یہ فقرہ لا اکراہ فی الدین دین میں کوئی جبر نہیں اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اسلام نے کس قسم کی وسعت اور مذہبی آزادی کی بنیاد رکھی ہے۔ "کیا تم لوگوں کو ایمان لانے کیلئے مجبور کر سکتے ہو۔ حالانکہ ایمان کا حاصل ہونا محض خدا کی طرف سے ہے۔" "جو لوگ تمکو چھوڑ دیں ان سے بھی ملے رہو۔ اپنے دل کے ساتھ سچ بولو یعنی خلوص اپنے اندر پیدا کرو۔ ہر شخص کے ساتھ جو تم سے بدی کرتا ہے نیکی کرو۔" یہ اس معلم کی تعلیم ہے جس پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ وہ مذہبی جنون سکھاتا تھا۔ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ یہ ایک ایسے شخص کے کلمات نہیں جو مذہبی جوش رکھتا ہو مگر بیکسی کی حالت میں ہو۔ نہ کسی فلسفی خواب بین کے الفاظ ہیں جو مخالفت کے بوجھ کے نیچے دبا ہوا ہو۔ بلکہ یہ ایک ایسے شخص کے الفاظ ہیں جو اپنی طاقت کے کمال کو پہنچ چکا ہو۔ جو ایک منتظم اور طاقتور ملک کا بادشاہ ہو۔ اور اپنے فرمان کو اپنی مشہور تلوار کی دھار سے منوا سکتا ہو۔ . . . کمال غلبہ کے وقت جب آپ فاتح کی حیثیت میں مکہ میں داخل ہوتے ہیں اور بتوں کو توڑتے ہیں۔ تو کسی غضب یا مذہبی جوش کی حالت میں نہیں بلکہ بر سبیل رحم آپ کے منہ سے یہ لفظ نکلتے ہیں جاء الحق و زھق الباطل۔ آفتاب صداقت نے طلوع کیا اور باطل کی تاریکی بالکل جاتی رہی! اور سب [illegible] کے راستے امن کی منادی کر دی غریبوں اور کمزوروں کو حفاظت دی۔ اور [illegible] گئے غلاموں کو آزاد کر دیا +

محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے مذہبی آزادی کا صرف وعظ ہی نہیں کیا بلکہ اس کو ایک قانون بنا دیا۔ آپ نے مفتوحہ اقوام کو عبادت میں آزادی عطا فرمائی۔ ایسے لوگوں کو تمام حقوق ملکی کے عوض صرف ایک تھوڑا سا خراج ادا کرنا ہوتا تھا۔ جب وہ خراج مقرر ہو جاتے

آپ نے ہم کو سو روپیہ دیکر بھیجا کہ جو لوگ مارے گئے ہیں ان کا خون بہا ادا کریں اور جس قدر مال کا نقصان ہوا ہے اُس کا معاوضہ دیا جائے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ جب حضرت علی نکو دیکھے تو انہوں نے دریافت کیا کہ کیا کوئی خون یا نقصان مالی ایسا ہے جسکا تاوان نہ دیا گیا ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں (حضرت) علیؓ کے پاس کچھ رقم بڑھی ہوئی تھی۔ وہ ان کو محض فیاضی کے ساتھ یُوں ہی دیدی۔ انہوں نے جب یہ بات کا ذکر پیغمبر خدا سے کیا تو آپ بہت خوش ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے خالد کے فعل سے بیزاری کی اور خالد نے کہا میں نے تمہارے باپ کا بدلہ لیا ہے۔ عبدالرحمٰن نے جواب میں کہا۔ تم نے صرف اپنے چچا کا بدلہ لیا ہے جس کے ساتھ میرا باپ بھی تھا۔ اور تم نے اسلام میں ہوکر ایک جاہلیت کا فعل کیا ہے۔ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ تم میرے صحابہ سے تعرض نہ کرو۔ کیونکہ اگر تمہارے پاس اُحد کے پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو اور تم وہ سب کا سب خدا کی راہ میں خرچ کردو۔ تو تم ان میں سے ایک کی صبح یا شام کے افعال کو بھی نہیں پا سکتے +

اس وقت سے لے کر آج تک بہتیرے لوگوں نے اپنے دین کی اصل حقیقت سے ناواقفیت کی وجہ سے اسلام میں ہوکر جاہلیت کے افعال کئے ہیں۔ اس کا مسیحی دنیا کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے ایک فاضل مسلم مصنف مسٹر امیر علی لکھتا ہے:-

مسیحیت کے بیشتر فرقے گو آپس میں بہت ہی اختلاف رکھتے تھے۔ اور گو کلیسائے روم سے بھی ان کا اصول اور عقائد مذہبی میں بڑا بھاری اختلاف تھا۔ مگر یہ سب کے سب ایک بات پر متفق تھے کہ ان اقوام کو جو مسیحیت کے دائرہ کے باہر ہیں وہ کسی قسم کے فوائد اور حقوق نہ دیتے تھے +

حقیقت اسلامی اس کے خلاف۔ دوسری اقوام سے علیحدگی کے برخلاف ہے۔ ایک ایسے زمانہ میں جو مناسبت دنیا پر ... نہ تھا۔ اور دنیا اخلاق اور تمدنی تاریکی کے نیچے آئی تھی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے ان اصول مساوات کی تعلیم دی جو دوسرے مذاہب میں کبھی کامل طور پر حاصل نہیں ہوئے۔ اور ایسے قانون بنائے جو اپنی وسعت اور شرافت کے لحاظ سے ہر ایک مذہب کے مقابلہ میں فوقیت رکھتے ہیں۔ اسلام نے اپنا مذہب پیش کیا ہے مگر کبھی زور سے منوانا نہیں چاہا۔ اور اس مذہب کے قبول کر لینے سے فاتحین کے برابر مفتوحوں

جو نا انصافی میں اپنی قوم کے ساتھ ملکر جنگ کرتا ہے اور وہ سب ہم میں سے نہیں جو اپنی قوم کو ظلم میں مدد دیتا ہوا مرجاتا ہے اس کا مقابلہ قرآن شریف کی آیت ذیل سے کرو:۔

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا (النساء ۷۵) اور کیا وجہ ہے کہ تم جنگ نہ کرو اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی حمایت کیلئے جو جو یہ دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں۔ اسی قسم کی اور بھی جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جنگ کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے محض ایک نیکی کا آلہ سمجھتے تھے جو محض اپنے آپ کو بڑا بنانے اور ظلم کیلئے کبھی استعمال نہیں ہونا چاہئے۔ غداری کی سزا میں جب ایک معاہدہ کی طرف سے ہو تو لاریب وہ بہت سخت گیر تھے لیکن عملاً جہاں تک میں جانتا ہوں صرف ایک ہی دفعہ غداری کی سزا انہوں نے اس وقت کے قواعد جنگ کے مطابق دی۔ گو کئی ایسے واقعات غداری کے آپ کے ساتھ پیش آئے۔ یہ بنی قریظہ کے متعلق تھا جو مدینہ کی ایک یہودی قوم تھی۔ جنہوں نے آپ کے ساتھ عہد وپیمان کر رکھا تھا اور اس عہد وپیمان کے فائدے اٹھا کر آخر آپ سے غداری کی۔ اور جب آپ دشمن سے جنگ کر رہے تھے تو پیچھے سے حملہ آور ہوئے۔ اور مسلمان فوج کی حالت بالکل سخت خطرناک کر دی۔ یہ غزوہ خندق یا غزوہ احزاب میں ہوا جو اسلام کیلئے ایک نہایت ہی خطرناک موقعہ تھا۔ اور مسلمانوں کو جس بات نے رومی سلطنت کے ساتھ جنگ پر مجبور کیا وہ بھی ایک سیاہ غداری کا کام تھا۔ کیونکہ ان کے سفیر کو قتل کر دیا۔

عملاً آنحضرت ہمیشہ نرمی اور رحم کی طرف جھکتے تھے جب آپ نے مکہ فتح کیا تو باوجودیکہ آپ اور آپ کی قوم نے قریش کے ہاتھ سے شدید دکھ اور خطرناک مصائب اٹھائے تھے۔ مگر آپ نے صرف چھ مردوں اور چار عورتوں کیلئے سزائے موت کا حکم دیا جنہوں نے

حکم بھی نہیں ملا۔ یہی وجہ تھی کہ بعض لوگوں کو یہ حکم سخت مشقت معلوم ہوا جیسا کہ قرآن میں ہے۔ کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسیٰ ان تکرھوا شیئًا وھو خیر لکم ... واللہ یعلم وانتم لا تعلمون تم پر جنگ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور وہ تم کو مشقت معلوم ہوتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ایک امر کو تم ناپسند کرو۔ اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز سے محبت کرو۔ اور وہ تمہارے لئے بُری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے۔ اور تم نہیں جانتے ؂

ان جنگوں میں جو بعد میں آپ کو قریش یا بعض غدار یہودی اقوام یا دوسری بُت پرست قوموں کے خلاف کرنی پڑیں۔ آپ کو یا حفاظت نے مجبور کیا یا ضرورت قصاص اُن کیلئے داعی ہوئے یا بعض وقت واقعی کسی ظلم کی سزا دینی مقصود تھی۔ انتقام جیسا کہ عرب کے اندر اس کا مفہوم تھا آپ کی غرض کبھی نہیں ہوئی۔ آپنے آپنی قسم کی جنگ کی بنیاد رکھی جس کے قواعد مدوّن کر دیئے گئے۔ تو ان تمام جنگوں اور جنگی قوانین سے قصاص کے رنگ میں ... کی اجازت دی گئی۔ مگر اس قسم کی کارروائیوں پر ذیل کی قید بھی تھی۔ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظالمین۔ اگر وہ رک جائیں تو ان پر زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ سوائے ظالموں کے دوسروں پر سختی مناسب نہیں۔ اور جس قسم کی جنگ آنحضرت نے شروع کی وہ ... مقدس جنگ تھے جن کی غرض حفاظت اسلام تھی۔ بعض قسم کی جنگوں میں ... کی مسلمانوں کو ممانعت ہے۔ جیسا کہ میں آپ کے بعض اقوال سے سمجھتا ہوں مثلاً آپ کا یہ فرمانا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں

---

* ... فتنہ سے مراد ... قرآن شریف میں ... بانی یا ظلم کی ... ہے۔ ... مراد ہیں۔ اس تک راقم مضمون نے فرنل کا نوٹ دیا ہے۔ اُحد کے جنگ کے بعد جب قریش کی عورتوں نے مسلمان شہدا کے کان اور ناک کاٹ کر ان کے ہار بنائے اور آنحضرت نے یہ دردانگیز نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تو آپکے دل پر سخت صدمہ ہوا۔ اور آپ نے کہا ہم بھی ان کے مردوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرینگے۔ مگر اس غضب کے رنج پر طبیعت کی نرمی غالب آئی اور اس حکم پر آپنے عمل نہیں ہونے دیا ؂

بڑی تندہی سے ہؤا۔ مگر آپ ہر طرح محفوظ مدینہ پہنچ گئے۔ جس سے اہل مکہ کا جوش اور بھی بڑھا کیونکہ وہ یہ نہ چاہتے تھے کہ وطن چھوڑ کر بھی آپ امن سے بیٹھ کر اپنا کام کریں۔ ابوجہل نے کچھ عرصہ بعد ایکہزار آدمی کی ایک فوج تیار کی اور مدینہ پر چڑھائی کی تب آنحضرت صلعم کو اجازت دیگئی کہ وہ بھی تلوار کے مقابلہ میں تلوار سے کام لیں۔ اس اجازت کے لفظ یہ ہیں۔ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا۔ ان لوگونکو جن کے ساتھ جنگ کیا جاتا ہے مدافعت کی اجازت دی جاتی ہے اسلئے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور دوسری جگہ ہے۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا۔ اللہ کی راہ میں ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرو جو تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور حد سے مت بڑھو۔ تین سو تیرہ آدمیوں کے ساتھ جن میں سے بہت ابھی پوری جوانی کو بھی نہ پہنچے تھے اور لکڑی کی تلواروں سے مسلح محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) مدینہ سے چلے تاکہ دشمن کو روکیں جو مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر بدر کے مقام پر پہنچ گیا تھا۔ اور مکہ سے ایکسو دس میل بڑھ آیا تھا۔ یہ سب سے پہلی اسلامی جنگ تھی۔ اور خود مقام جنگ بتاتا ہے کہ اس موقعہ پر آنحضرت کا جنگ دفاعی اور حفاظت کے لئے تھا۔ فی الحقیقت آپ نے مصیبت اور تکلیف کے اندر مسیحی رنگ ہی دکھایا۔ یہاں تک کہ تلخ تجربہ نے یہ بتایا کہ یہ رنگ سوائے گوشہ نشین زاہدوں کے ہمیشہ کیلئے اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ اور آپ کو محسوس ہوا کہ اس طرح پر دنیا کے حق کی طرف آنے کی امید کی بجائے خود حق کی بیخکنی کا خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ اور یہاں ہم کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس زمانہ اور ملک میں یہ شخص کیسا بےنظیر انسان گذرا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ کا ایک عرب۔ جو جیسا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی غلط تصویر کھینچی گئی ہے مذہبی دیوانہ بھی ہو اور جس کو یہ یقین ہو کہ خدا نے اسے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے جس کے حکم میں فدائی ہوں اور ہتھیار بھی ہوں اس پر انتقام میں کیا کچھ کر گذرنے کی توقع نہیں ہوسکتی۔ مگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے وہم میں بھی انتقام کا خیال نہیں آتا۔ قریش سے بھاگ کر اور مدینہ میں پہنچ کر جہاں وہ بادشاہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ پُرامن قوانین دیتے ہیں قریش کی فوج درحقیقت اس وقت میدان میں نکل چکی تھی۔ جب ابھی آپ کو جنگ کرنے کا

وہ اپنے بچوں اور عورتوں کی محافظت کرتے ہیں۔ تب ہجرت یعنی مکہ سے مدینہ کو جانے کا قصد پختہ کیا گیا۔ اہل مدینہ نے کہا۔ اگر ہم آپ کی حفاظت میں جنگ کرتے ہوئے مارے جائیں تو ہمارا اجر کیا ہوگا آپ نے فرمایا جنت۔ انہوں نے اپنے ہاتھ بڑھائے اور انہوں نے حلف لی اور پھر یثرب کو مراجعت کی۔* یہ مجلس اسلام کی تاریخ میں ایک انقلاب عظیم کی بنیاد تھی۔ جب قریش کو اس کا حال معلوم ہوا تو ان کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اپنے بتوں کی حفاظت کے جوش میں انہوں نے آنحضرت صلعم کے قتل کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اور اسلیئے کہ قتل کی ذمہ وار کوئی ایک قوم نہ ہو۔ ہر قوم نے ایک ایک آدمی قاتلین میں شامل ہونے کیلئے دیا فیصلہ یہ ہوا کہ یہ سب یکبارگی ہی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر ٹوٹ پڑیں۔ مگر آپ کو ان کے اس ارادہ کی اطلاع ہو گئی۔ اور آپ ابوبکرؓ کے ساتھ علیؓ کی مدد سے بھاگ گئے۔ آپ کا تعاقب

---

* مدینہ کے لوگوں کا نام اس وقت سے انصار ہو گیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی اس خدمت کی جو قدردانی کی اس کا پتہ بعد کے ایک واقعہ سے لگتا ہے۔ جب چند نوجوان اسباب پر بڑبڑائے کہ کسی مال غنیمت میں قریش کو زیادہ حصہ دیا گیا ہے آپ نے فرمایا "اے انصار میں نے ان باتوں کو سنا ہے جو تم کہیں کرتے ہو۔ جب میں تمہارے درمیان آیا تو تم تاریکی میں گمراہ پھرتے تھے اور خدا نے تم کو ہدایت دی تم مصائب میں تھے خدا نے تمہیں خوش کیا۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اور اس نے تمہارے دلوں کو برادرانہ محبت اور امن سے بھر دیا۔ کیا یہ سچ نہیں؟ انہوں نے تسلیم کیا کہ یہ بالکل سچ ہے۔ آپ نے فرمایا "مگر تم یوں بھی کہہ سکتے تھے اور بالکل سچ کہتے کیونکہ میں خود بھی اس کا اعتراف کرتا ہوں۔ کہ آپ ہمارے درمیان ایسی حالت میں آئے کہ آپ کی قوم نے آپ کو جھوٹا ٹھہرا کر رد کر دیا تھا۔ اور ہم آپ پر ایمان لائے آپ بے سروسامانی کی حالت میں بھاگتے ہوئے آئے۔ ہم نے آپ کو مدد دی۔ آپ کس مپرسی کی حالت میں تھے ہم نے آپ کو پناہ دی۔ اے انصار کیوں اس دنیا کی چند دن رہنے والی چیزوں کیلئے اپنے دلوں کو تکلیف میں ڈالتے ہو کیا تم اس پر قناعت نہیں کرتے کہ دوسرے لوگ بھیڑیں اور اونٹ لیکر گھروں میں لیجائیں۔ اور تم اپنے گھروں میں مجھے ساتھ لیکر واپس جاؤ۔ اسکی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تم کو کبھی نہ چھوڑونگا اگر سب لوگ ایک راہ جائیں اور انصار دوسری راہ جائیں تو میں انصار کے ساتھ ہونگا۔ خدا ان پر اور ان کی اولاد پر اور انکی اولاد کی اولاد پر اپنی برکتیں اور رحمتیں نازل کرے +

برابر جاری رہی ۔ مگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ذرا نہیں گھبرائے ۔ ہاں آپ کا یہ خیال رہا کہ مع اپنے اصحاب کے مکّہ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ پناہ لیں ۔ ابو الفدا لکھتا ہے جب اللہ تعالےٰ کا یہ ارادہ ہوا کہ آپکے مذہب کا اظہار کرے اور اپنے گھر کی عزت کو بڑھائے رسول اللہ صلعم موسم حج میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈالتے ہوئے حسب عادت دوسری قوموں میں گئے اور جب ایک مقام العقبہ پر پہنچے جہاں آپ کو قوم خزرج کا ایک گروہ نظر آیا جو کہ یثرب کے رہنے والے تھے ۔ جو آج المدینہ کے نام سے موسوم ہے ۔ اسکے باشندے دو قوموں پر مشتمل تھے اوس اور خزرج اور وہ ایک ہی مورث اعلےٰ کی اولاد تھے ۔ اُن کے سامنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کی تبلیغ کی اور قرآن کریم پڑھا ۔ وہ چھ آدمی تھے ۔ اور وہ سب آپ پر ایمان لائے اور آپ کو سچا جانا ۔ تب وہ یثرب کو لوٹ گئے اور اپنی قوم سے اس بات کا ذکر کیا ۔ اور اُن کو اسلام کی دعوت دی ۔ یہاں تک کہ یہ امر ان کے اندر شہرت پا گیا ۔ یہاں تک کہ کوئی گھر باقی نہ رہا جس میں رسول خدا صلعم کا ذکر نہ ہو +

ایک سال گذر گیا ۔ اور حج کا موسم پھر آ پہنچا ۔ بارہ مسلمان یثرب سے بطور وکیل آئے ۔ اور انہوں نے آنحضرت کی بیعت کی اور آپ سے وفاداری کا اقرار کیا ۔ یہ بیعت عقبہ اوّل کہلاتی ہے ۔ اور اسکو بیعۃ النساء بھی کہتے ہیں ۔ کیونکہ یہ بیعت ان الفاظ میں لیگئی جنمیں حکم قتال کے بعد مسلمان عورتوں سے بیعت لی گئی ۔ یعنی یہ کہ ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرینگے ۔ ہم چوری نہیں کرینگے ۔ زنا نہیں کرینگے ۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کرینگے ۔ اس بیعت میں کوئی ذکر دشمن کی مدافعت یا اس سے حفاظت کا نہیں ہے ۔ یہانتک کہ آیندہ سال ۷۳ مرد اور دو عورتیں جن میں سے کچھ قوم اوس سے تھے ۔ اور کچھ خزرج سے پھر موسم حج میں یثرب سے آئے +

اِس اثناء میں مسلمانان مکّہ کیلئے قریش کی دشمنی کا خطرہ بہت بڑھ گیا ۔ اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی زندگی خطرہ میں تھی ۔ چنانچہ اس موقعہ پر آنحضرت نے اِس وفد سے پھر بیعت لی جو بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے ۔ اور یہ عہد لیا گیا کہ اہل مدینہ آنحضرت اور آپکے صحابہ کی اسی طرح حفاظت دشمن سے کرینگے جس طرح

صرف یہی لفظ نکلتے احد احد یعنی ایک ہی خدا ہے۔ یہی معاملہ اُن کے ساتھ کئی دن تک ہوتا رہا یہانتک کہ وہ ادھ مُوا سے ہو گئے۔ ابوبکرؓ کو یہ حالت معلوم ہوئی تو انہوں نے بلالؓ کو آزاد کرا یا۔ اور اسیطرح چھ اور مصیبت زدہ غلاموں کو اُن کی وجہ سے رہائی ملی یاسر اور اُن کی بی بی سمیّہ کو سخت ایذا کے ساتھ اور نہایت بیرحمی سے قتل کیا گیا۔ اور ان کے بیٹے عمار کو بھی سخت ایذا دی گئی۔ آنحضرتؐ بسا اوقات اپنی آنکھوں سے اپنے اصحاب کی ان تکالیف کو دیکھتے۔ بعد کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کو جب سخت ایذا پہنچائی جارہی تھی تو کفار نے اُس سے پُوچھا کہ کیا تم نہیں چاہتے کہ تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں تو اُس نے جواب دیا کہ میں نہیں چاہتا کہ میں اپنے عیال اور بچّوں میں ہُوں اور میرا مال و دولت مجھے ملے اس شرط پر کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا چبھو یا جائے ۔

آنحضرت کے اصحاب کی آپ سے وفاداری اور آنحضرتؐ کے اپنے اخلاق جن کے متعلق تمام مسلمان مورخین گواہی دیتے ہیں۔ کہ آپ ہر ایک مخلوق کیلئے نہایت ہی رحیم اور مہربان تھے اس زمانہ کے آپکے حالات کو ایمان اور استقلال کا ایک عظیم الشان معجزہ ثابت کرتے ہیں۔ آپ کبھی انتقام کا خیال دل میں نہ لاتے تھے اپنے پیروؤں کیلئے آپؐ پناہ کی جگہ تلاش کی اور جو ان میں سے استطاعت رکھتے تھے ان کو اجازت دی کہ مکہ سے بھاگ کر ملک حبش میں جا بسا لیں۔ چنانچہ ان میں سے ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں ہجرت کر گئیں۔ اسکو ہجرت اولے کہا جاتا ہے ۔

اس ہجرت کا نتیجہ یہ ہوُا کہ مخالفین کے غضب کی آگ اور بھی بھڑک اُٹھی۔ اور کچھ عرصہ بعد خود آنحضرت صلعم کو مع اپنے قبیلے کے جن میں کافر اور مسلم سب شامل تھے سوائے ابولہب کے شہر کے ایک حصہ میں قید کر دیا گیا۔ یعنی آپکے ساتھ تمام تعلقات منقطع کر دیئے گئے۔ اور تین سال تک برابر یہ محاصرہ قائم رہا۔ جس عرصہ کے اندر آپ کو بہت سے مصائب برداشت کرنی پڑیں۔ مگر آخر کار قریش کا یہ محاصرہ ٹوٹ گیا۔ اور آپؐ نے اپنا تبلیغ کا کام پھر شروع کر دیا۔ بعض حبش کے مہاجرین اس عرصہ میں واپس آگئے تھے۔ قریش کی ایذا دہی

محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے جنھوں نے زندگی کے تمام تعلقات میں اعلیٰ درجہ کی راستبازی کا نمونہ دکھا کر اپنے ہموطنوں سے الامین کا خطاب حاصل کیا تھا ٹھیک چالیس سال کی عمر میں دعوت الے الحق کا کام مسیحی نمونہ پر شروع کیا یعنی آپ نے دکھوں اور تکلیفوں کے عوض کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی ۔ بلکہ صبر و استقلال سے خود بھی ہر قسم کے تکلیفیں برداشت کرتے رہے اور اپنے اصحاب کو بھی یہی ہدایت فرمائی ۔ بارہ سال تک وہ اسی طرح وعظ اور دلائل سے کام لیتے رہے ۔ اور اپنے اصحاب کو بھی یہی ہدایت فرمائی .... گو آپ کے ساتھیوں کی تعداد بڑھتی رہی کر قریش کو زیادہ فکر ہوئی ۔ اور استہزا اور معمولی بدسلوکی کی حد سے نکلکر اُنھوں نے اب آپکے پیرووں کی سخت ایذادہی شروع کی ۔ تاکہ یہ لوگ دین اسلام کو ترک کردیں ۔ اور یہ ایذائیں آپ برابر کئی سال تک برداشت کرتے رہے اور کبھی بھی ان سے انتقام لینے کا خیال نہیں کیا +

وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے دیوتاؤں کی پرستش چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت اختیار کی ۔ ان میں سے بعض کو ریگستان عرب کی جلتی ہوئی ریت پر ڈالا جاتا ۔ اور جب پیاس کی انتہائی شدت سے اُن کے ہوش وحواس قریباً مفقود ہونے لگتے تو ان سے کہا جاتا ۔ کہ تم دین اسلام کو ترک کرو اور بت پرستی کو اختیار کرو ورنہ اسی طرح مار دیئے جاؤ گے ۔ ایسی حالت میں بعض نے کچھ ایسے لفظ کہہ بھی دیئے تو اس مصیبت سے نجات پاتے ہی فوراً دوبارہ اسلام قبول کیا ۔ مگر بیشتر حصہ ان ایذاؤں کی کوئی پروا نہ کرتا تھا ۔ اور وہ اپنے ایمان پر قائم رہتے ۔ انہی میں سے بلال تھے ۔ جو اسلام کے پہلے مؤذن ہیں ۔ اُن کا مالک اُمیہ بن خلف اُن کو ہر روز بطحا میں سے جاتا ۔ جب گرمی نہایت تیز ہوتی ۔ اور اُن کی پیٹھ ننگی کرکے جلتے ہوئے پتھروں پر منہ کے بل کی طرف سے انکو لٹا دیتا ۔ اور ان کے سینہ پر بھی ایک بڑا بھاری پتھر رکھ دیتا ۔ اور پھر کہتا کہ تم اسی حالت میں رہو گے یہاں تک کہ یا اسلام کو ترک کرو یا مرجاؤ ۔ جب آپ پیاس سے بالکل بیہوش ہوجاتے اس وقت بھی آپ کے منہ سے

اسلام اور ترقی

(از مسٹر پکتھال)

(بسلسلہ ماہ گذشتہ (دیکھو صفحہ ۵۰۴)

(ماہ گذشتہ میں مسٹر پکتھال کا مضمون چوتھے عنوان تک پہنچا تھا۔ جس کا عنوان حکم قتال اس عنوان کے ماتحت بعض آیات قرآنی پچھلے نمبر میں نقل ہو چکی ہیں بقیہ مضمون اب یا جاتا ہے یہ مضمون اسلیئے قابل توجہ ہے کہ اسکے لکھنے والے مسلم نہیں) +

ان شر الدواب عند الله الذین کفروا فھم لا یومنون۔ الذین عاھدت منھم ینقضون عھدھم فی کل مرۃ وھم لا یتقون (الانفال ۵۵-۵۶) سب سے بڑے جانور اللہ کے نزدیک وہ کافر ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ وہ جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ پھر ہر بار وہ اپنا عہد توڑ دیتے ہیں۔ اور وہ (بدعہدی سے) بچتے نہیں +

واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علی سواء ان اللہ لا یحب الخائنین (الانفال ۵۸) اور اگر تم کو کسی قوم سے خیانت کرنے کا خوف ہو تو اُن کا عہد انصاف کے ساتھ اسکی طرف پھینک دو۔ اللہ خیانت کرنیوالوں سے محبّت نہیں کرتا +

الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم ان اللہ یحب المتقین (التوبہ ۴) مگر (اس حکم قتال سے) وہ مشرک مستثنٰی ہیں جن کے ساتھ تم نے معاہدہ کیا۔ پھر انھوں نے کسی طرح کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ مدت عہد تک عہد پورا کرو۔ اللہ (بدعہدی سے) بچنے والوں سے محبت رکھتا ہے +

اِن آیات کی جو قرآن شریف کے متفرق مقامات سے جمع کی گئی ہیں بحیثیت احکام مذہبی قدر و قیمت سمجھنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ آنحضرت صلعم کی زندگی پر اور آپ کے پیروؤں کے حالات کی پیش آمدہ تبدیلیوں پر ایک نظر کیجائے +

میں نے اس مضمون پر بہت لوگوں سے گفتگو کی ہے۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ زیادہ وسیع خیال اور غور سے کام لینے والے لوگوں میں مسیح کی خدائی کا عقیدہ سرعت کے ساتھ زائل ہو رہا ہے۔ لیکن بعض لوگ جن کے طبائع زیادہ تر جذبات کے اثر کے نیچے ہیں وہ اس پرانے شاعرانہ خیال کو چھوڑنے پر راضی نہیں کہ ایک مہربان خدا اپنے آسمانی گھر سے اُتر کر پر از جدال و فساد زمینی زندگی اختیار کرے۔ تا کہ کسی نا معلوم طریق سے ایک گناہوں میں مبتلا دُنیا کی نجات کا باعث ہو۔ لیکن اگر سوال کو صفائی کے ساتھ پیش کیا جائے مثلاً یہ دریافت کیا جائے کہ کیا تم دُنیا کے ایک سمجھدار اور عملی انسان ہونے کی حیثیت سے اسبات کو ذہن میں ملا سکتے ہو۔ کہ وہ غیر محدود اور اعلیٰ ہستی ایک بیٹا رکھ کر اپنے آپ کو انسانوں کے برابر کر سکتی ہے؟ تو جواب ملتا ہے بیشک یہ جسمانی رنگ میں نہیں مگر۔ یہ مگر بتاتا ہے کہ کس قدر یہ لوگ خود شک میں ہیں عیسائی مذہب کے بنیادی شک پر ہے میرا مطلب مسیح کے مذہب سے نہیں کیونکہ جو مذہب مسیح نے سکھایا تھا اسکے اصول اور ہیں اور وہی انجیل کی تعلیم میں موجود ہیں۔ جب یہ "مگر" دُور ہو جائیگا اور عیسائیوں کا عقیدہ ذات باری کے متعلق وہی صفائی اور یقین کا رنگ اختیار کر لیگا جو صفائی اور یقین ایک مسلمان کے عقیدہ میں پائے جاتے ہیں۔ تو اس وقت وہ بہتر رنگ میں اس اعلیٰ طاقت کو شناخت کر لیں گے۔ جو ساری مخلوقات پر حاکم ہے۔ اور جس کو ہم مسلمان اللہ کہتے ہیں +

لمعات

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ جن سیرت معاشرت کا خوش علمی ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت کے مختلف شعبہ زندگی کا دلکش مرقع ہیں جناب خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری جناب مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی مسلم مشنری و جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے و جناب مشیر حسین صاحب قدوائی و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت غیر مجلد ۶ مجلد ۸ ر

موسُوم کرتے ہیں - یہ لفظ اس اصل مفہوم کو ادا کرنے کیلئے ناکافی ہے - مگر چونکہ اور بہتر لفظ ہمیں نہیں ملتا اسلئے اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ طاقت تدبیر و علم کے خالق ہونے کی وجہ سے اپنے ہمہ علم ہوئے میں غیر محدود ہے ہماری بصارتیں اس قدر محدُود ہیں - کہ ہم اس ذات غیر محدود کا احاطہ نہیں کر سکتے - ہاں قریب قریب جو کچھ ہم حاصل کر سکتے ہیں - وہ اس کی صفات کا علم ہے جو دُعا کے ذریعہ سے ہمیں ملتا ہے - جو کچھ ہم جان سکتے ہیں وہ صرف اسیقدر ہے کہ وہ ایک محیط کُل ذات ہے جو قُدوسیّت اور طاقت میں غیر محدُود ہے اور اسکی صفات بھی ہماری صفات پر قیاس نہیں کیجا سکتیں - بلکہ اُن کے صحیح مفہوم کو ادا کرنے کیلئے ہماری لغات ناکافی ہے +

ہاں لغات انسانی میں ایک لفظ ہے جو ہمارے اندر ایک خاص کیفیت پیدا کرتا ہے اور وہ لفظ محبت ہے - یہ عظیم الشان طاقت ایک معنے میں محبّت کا ایک ایسا سرچشمہ ہے جس کی تہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا - خدا محبّت ہے - یہ زبردست طاقت جو سارے عالم کو خلا میں چلا رہی ہے - اور جو ہر ایک ضرورت کو مُہیّا کرتی اور اس کا انتظام کرتی ہے ان عظیم الشان کُرّوں کو اپنے اپنے فلک میں چلانے سے لیکر جو نظم عالم میں کسی قسم کی بے ترتیبی واقع نہیں ہونے دیتا - چھوٹے سے چھوٹے رینگنے والے کیڑے کو رزق مُہیّا کرنے تک - وہ محبّت ہے اور ان معنوں میں ہم کہتے ہیں کہ محبّت خُدا کا ایک اور نام ہے +

یہ مسیح کا خیال ذات باری کے متعلق تھا - اور یہی ایک مسلمان کا خیال ہے - مسیح خدا کو ایک عظیم الشان اور نہایت ہمہ گیر الٰہی محبت سمجھتا تھا - اسکی ساری زندگی خود اسی نقشہ کو پیش کرتی تھی - اور یہی وہ مقصد تھا جس کو حاصل کرنا اسکی زندگی کی اصل غرض تھی - اس نے اپنی ساری زندگی کو اسی بات میں صرف کیا کہ اس عظیم الشان محبت کو دوسروں تک پہنچائے - اور ایک حد تک وہ کامیاب ہوا - یہی معنے بظاہر اس ناقابل حل فقرہ کے ہیں - کہ باپ مجھ میں ہے - وہ خدا کو محبت ہی محبت سمجھتا تھا - اور خدا کو باپ کرکے پکارنا محض اس پاک محبّت کے اظہار کے لیے ایک استعارہ تھا جس کے لئے وہ خود بھی بھرا پڑا تھا +

رسالہ کی خریداری کے لئے مجبور کرو۔ اس وقت تمہاری تھوڑی توجہ سے اس مشن کو پورا استحکام حاصل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالے چاہتا ہے کہ اسلام میں ایک گروہ دعوت الی الاسلام کرنیوالا رہے۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس گروہ کا معاون بنے +

یسوع مسیح کے خیالات ذات باری کے متعلق

(ایک انگریز نو مسلم عبدالعزیز بریچ کی قلم سے)

کیا یسوع مسیح خدا تھا؟ کیا اس نے کبھی یہ کہا کہ میں خدا ہوں یا خدائی کا دعوے کیا ان دونوں سوالوں کا جواب میں زور کے ساتھ نفی میں دونگا۔ میں ایک لمحہ کیلئے بھی یہ ماننے کو تیار نہیں کہ اس نے کبھی معمولی انسانوں سے بالاتر ہونے کا ادعا کیا یا وہ چاہتا تھا کہ اسے انسان سے برتر سمجھا جائے وہ خدا کو بار بار "باپ" کہتا ہے۔ مگر اس سے منشاء اس کا یہ نہ تھا۔ کہ کچھ الوہیت مجھ میں بھی داخل ہو گئی ہے۔ بلکہ اس لفظ کے استعمال سے صرف اس کا منشاء یہ ظاہر کرنے کا تھا کہ ذات باری کا تعلق مخلوق سے کیا ہے۔ جب مسیح نے اپنے پیرووں کو دعا کرنی سکھائی تو ان کو یہی تعلیم دی کہ تم اسے "ہمارا باپ" کر کے مخاطب کرو +

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یسوع مسیح کے خیالات ذات باری کے متعلق کیا تھے؟ ذات باری کو کسی جسم میں محدود سمجھنا تو خود محال امر ہے۔ اور اس کے لئے کوئی عقلمند انسان کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ اسلامی نقطۂ خیال سے خالق عالم قیود جسمی سے آزاد۔ سب پر محیط۔ ایک ایسی طاقت ہے جس کی عظمت ہماری محدود عقل میں آ بھی نہیں سکتی جس کے قبضۂ قدرت میں ساری مخلوقات ہے۔ خدا کی ہستی کا کوئی بیوقوف ہی انکار کر سکتا ہے۔ یہ غیب در غیب طاقت ہر جگہ ظاہر اور آشکار ہے۔ اس کا اثر ہماری روزمرہ زندگی پر ہے +

مگر اس عظیم الشان طاقت کو محض ایک بے ارادہ طاقت سمجھنا بھی غلطی ہے۔ اسمیں وہ قوت بھی ہے جو ایک ناقص رنگ میں ہم کو بھی عطا ہوئی ہے۔ جس کو ہم تدبر کے نام سے

کی طاقت کا پتہ لگے۔ اور اُن کے دلوں کے اندر اسلام کی تبلیغ کیلئے احساس پیدا ہو درحقیقت یہ دو باتیں ایکدوسرے سے وابستہ ہیں تبلیغ اسلام کا کام اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ خود مسلمانوں کے دلوں میں یہ احساس پیدا نہ ہو کہ اسلام کے اندر کتنی بڑی طاقت ہے۔ اور یہ دنیا میں کیسا عظیم الشان اخلاقی اور رُوحانی انقلاب پیدا کر سکتا ہے اور اس احساس کے پیدا ہونے کیلئے اسلام کی حقیقی تعلیم سے خود مسلمانوں کو واقفیت حاصل کرنے کی اُسیقدر ضرورت ہے جس قدر غیر قوموں کو ضرورت ہے کہ وہ اسلام سے واقفیت حاصل کریں۔ اِسی غرض کیلئے علاوہ انگریزی رسالہ کے اس کا اُردو ترجمہ بھی شائع کیا گیا۔ تاکہ مسلمان تبلیغ کے کام کی طرف مُتوجہ ہو سکیں۔ اِس رسالہ کے ذریعہ سے جس قدر کام اب تک ہو چکا ہے اُس کا ذکر ان صفحات میں اس سے پہلے ہم کر چکے ہیں برادران اسلام! خوب یاد رکھو کہ تبلیغ اسلام تم سب پر ایک عظیم الشان فرض ہے چھوٹے بڑے امیر غریب اسمیں یکساں ذمہ وار ہیں۔ اس وقت تبلیغ اسلام کی راہ میں جو سب سے بڑی روک ہے اس کا علاج سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اسلام کی کما حقہ اشاعت بلاد غربیہ میں ہو اور صداقت اسلامی اپنے پورے زور کے ساتھ اس مقام پر پہنچائی جائے جو اس روک کا اصل مرکز ہے۔ اس وقت یہ کام ایک نہایت ہی چھوٹے پیمانہ پر بذریعہ اسلامک ریویو واشاعت اسلام ہو رہا ہے اسکو وسیع پیمانہ پر لانا ابھی دوسرا امر ہے۔ مگر خود اسقدر کام کے قیام کیلئے بھی آپ لوگوں کی بہت سی توجہ درکار ہے۔ اسلام کیلئے صحابہ نے بڑی بڑی قربانیاں کیں گھر بار رشتہ دار دوست اموال جائدادیں سب کچھ ترک کیا جان تک بھی دینے میں دریغ نہ کیا تو آج چالیس کروڑ مسلمانوں کا وجود نظر آتا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے پیچھے اسلام کا نام عزت سے دنیا میں قائم رہے۔ تو اس کیلئے ویسی ہی قربانیاں کرنے کی کوشش کرو۔ جو کام اس وقت ہو رہا ہے وہ گویا کچھ بھی نہیں لیکن اگر اسکی طرف پوری توجہ نہ کی گئی تو یہ ایک بڑا صدمہ اسلام کے لئے ہوگا۔ اور پھر ان لوگوں کے حوصلے جو ساری مسلمان دنیا کو عیسائی کرنا چاہتے ہیں کسقدر بڑھ جائیں گے۔ اسلیئے اسکو ترقی دینے کی کوشش کرو۔ اسکے اثر کو بڑے دائرہ میں وسیع کرو۔ اپنے دوستوں کو انگریزی اور اُردو

موزوں تھا جن کے خدا کو بھی اس مین پرواری ملے تو یہ محبوب ہی ملے۔ الگ بات ہے۔ لیکن بعض مسلمان بھی اس سے متاثر ہوگئے اور وہی اسلام سے ناواقفیت کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ انہوں نے سمجھا واقعی مہذب ممالک میں اسلام کو پھیلانے کی کوشش کرنا بیسود ہے ہندوستان میں ابھی جہالت زیادہ ہے یہاں لوگ اسے قبول بھی کرلیں گے +

ان حالات کے اندر ووکنگ مشن کی بنیاد رکھی گئی۔ اور ایک تین سال کے عرصہ میں صرف اسلام کی تبلیغ کی راہ ہی صاف ہوگئی جس اکیلے کام پر اگر تیس سال بھی لگ جاتے تو بہت تھے۔ بلکہ ایک خاصی بڑی جماعت نومسلمین کی پیدا ہوگئی۔ اسلام کے اندر اللہ تعالے نے ایک ایسی طاقت رکھی ہے کہ جو شخص اس کو صدق دل سے لیکر کھڑا ہوجاتا ہے۔ وہ تمام دنیا کا بھی مقابلہ کرسکتا ہے اسی لئے جہاں اللہ تعالے نے قرآن کریم میں تکمیل دین کا ذکر فرمایا۔ وہاں یہ بھی فرمایا کہ لوگوں سے تم کچھ خوف مت کرو۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوھم واخشون الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ۔ ۳) اب کافر تمہارے دین سے مایوس ہوگئے (یعنی اب وہ پورے مایوس ہوگئے کہ اس دین کو مٹا نہیں سکتے) پس تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرو۔ اب میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کردیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کردیا۔ اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔ منشاء یہ ہے کہ جب تمہیں ایک ایسا کامل دین دیدیا جس کے اندر کوئی نقص نہیں تو اب لوگوں کا کوئی خوف مت کرو۔ کیونکہ اسلام کے اندر ایک ایسی طاقت رکھدی گئی ہے۔ کہ اب یہ کبھی مغلوب نہ ہوگا۔ اور یہ بالکل سچ ہے۔ کہ یہ لوگوں کا خوف تھا جو انگلستان میں اسلام کی تبلیغ میں حائل ہو رہا تھا۔ اب اس بنیاد کا وہاں رکھے جانا اور اس پر ایک عمارت کا کھڑے ہوجانا بتا رہا ہے کہ دنیا میں اسلام کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں۔ کیونکہ یہ اس مقام پر بھی فتح حاصل کرسکتا ہے جہاں مخالفت کی طاقتیں سب سے بڑھکر جمع ہوں +

اسلامک ریویو کی جس کے ذریعہ سے تبلیغ اس وقت ہورہی ہے۔ اگر ایک غرض غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام ہے تو اس کے برابر ہی یہ دوسری غرض بھی ہے کہ خود مسلمانوں کو اسلام

ناپتے تھے ان کا مذہب اُن کو کہتا تھا کہ کل کی فکر مت کرو انہیں سینکڑوں سالوں کی پیش از وقت فکر کرنی پڑتی ہے۔ مذہب سکھاتا تھا۔ کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری آگے کر دو ان کا نظام ملکی چلتا نہ تھا جب تک طمانچے کے بدلے طمانچہ نہ لگائیں۔ مذہب کہتا تھا دشمن سے محبت کرو۔ ان کو دشمنوں کی بیخ کنی کی ضرورت پیش آتی تھی۔ مذہب کہتا تھا شریعت یعنی قانون لعنت ہے اور اسکی پابندی نہیں ہو سکتی۔ وہ دیکھتے تھے کہ قانون سراسر رحمت ہے اور اسکی پابندی کے بغیر آپ کا گزارا نہیں۔ مذہب کہتا تھا تمہارے گناہ دوسرا لے گیا وہ دیکھتے تھے کہ کسی کی دکھ درد کو دوسرا نہیں لیجا سکتا۔ غرض اصل میں بیزاری تو ہوئی عیسائی مذہب سے۔ مگر چونکہ دوسرے مذاہب کو وہ پہلے ہی عیسائی مذہب کے مقابل ہیچ سمجھتے تھے۔ اور اُن کا مذہب انہیں سکھا چکا تھا کہ تمام دُنیا کے مذاہب محض مجموعہ اباطیل ہیں اسلئے جب عیسائیت سے بیزار ہوئے تو ساتھ ہی مذہب سے بیزار ہوئے۔ ہمارے نوجوانوں نے جو خود اسلام سے ناواقف تھے یہی یقین کر لیا۔ کہ اب یہ لوگ مذہب کے ہی اس قدر خلاف ہیں۔ کہ ان کے سامنے کوئی اور مذہب پیش کرنا حماقت ہے۔ سو ایک گروہ اس تحریک سے ہمدردی نہ رکھنے والوں کا تو یہ تھا جو اس کوشش کو عبث اور محض تضیع مال و اوقات خیال کرتا تھا۔ اور اصل بات یہ ہے کہ وہ خود اسلام کی خوبیوں سے ناواقف تھا اور اُن کا علم اسلام خود مغربی مصنفین کی تصنیفات تک محدود تھا +

دوسرا گروہ اس تحریک کے خلاف اس سے زیادہ معقول معلوم ہوتا تھا۔ وہ تبلیغ اسلام کے کام کی ضرورت کو بیشک تسلیم کرتا تھا۔ مگر اُن کا یہ خیال تھا کہ تبلیغ اسلام کیلئے ہمیں انگلستان جانے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا ہندوستان میں تھوڑا میدان ہے۔ یہ خیال بظاہر معقول نظر آتا ہے۔ مگر در حقیقت یہاں بھی وہی کمزوری موجود تھی۔ اسلام کی ترقی کا جب عیسائیوں کو اعتراف ہی کرنا پڑا تو انہوں نے کہا بیشک اسلام ہی دُنیا میں کچھ کام کر سکتا ہے۔ مگر یہ صرف ادنے درجہ کے وحشی طبقۂ انسانی کیلئے موزوں ہے۔ اُن کو وہ اُٹھا کر تھوڑا سا بلند کر دیتا ہے۔ مگر اعلےٰ ترقی انسانی میں اسلام روک ہے۔ اور اسلئے کبھی مہذب قومیں اُسے قبول نہیں کر سکتیں۔ یہ اعتراض ایسے لوگوں کے منہ میں کسی قدر

کرو۔ اور اس کے لئے حکم تھا۔ ولتکن منکم اُمۃ یدعون الی الخیر تم میں ہر وقت ایک فوج رہنی چاہئے جو دعوت الی الاسلام کے کام میں لگی رہے۔ اسلام کے اصلی اور مستقل فوج یہی تھی۔ اور اسی فوج نے ہی اسلام کو دُنیا کے چاروں کونوں میں پھیلا دیا۔ یہانتک کہ اُن ملکوں میں بھی جہاں مسلمانوں کی کبھی حکومت نہیں ہوئی کروڑوں تک مسلمانوں کی تعداد پہنچ گئی۔ مگر کیا اب بھی ہم میں اِس جہاد کے کرنیوالے ہیں؟ تبلیغ دین کے معاملہ میں اب ہم حملہ آور نہیں۔ بلکہ دفاع اور حفاظت سے بھی غافل ہیں۔ بجائے اِس کے کہ ہمارے مبلغین دنیا کے ایک ایک شہر میں پھیلے ہوئے ہوں دوسرے مذاہب کے مبلغین ہمارے ملکوں اور شہروں میں اپنا کام کر رہے ہیں۔ اور ہماری طرف سے کوئی اِتنا انتظام نہیں۔ کہ اسلام پر جو حملے ہو رہے ہیں۔ اُن کے مقابلہ کے لئے ہی کچھ لوگ تیار رہوں بجائے اس کے کہ ہم اسلام کے پیغام حق کو دُنیا میں پھیلائیں۔ اور ہمارا مذہبی لٹریچر لوگوں کے ہاتھوں میں ہو۔ ہم میں اتنی بھی طاقت نہیں۔ کہ جو کچھ زہر دوسرے مذاہب کے لٹریچر سے پھیلایا جا رہا ہے۔ اور جو مسلمانوں کے دلوں پر اثر کر رہا ہے۔ اُسکے لئے ہی کوئی تریاق تیار کریں +

اِن حالات کے اندر اگر غور کیا جائے۔ تو ووکنگ مشن کا قیام اور اس کا کام ایک معجزہ نظر آتا ہے مسلمانوں کی اس پست ہمتی کے اندر کوئی اس قدر باہمت انسان بھی ہو۔ کہ اس مقام پر توحید کی آواز کو بلند کرے جہاں آج تک پیغام اسلام پہنچا ہی نہیں بتاتا ہے کہ ابھی مسلمانوں کی وہ ہمت مردانہ بالکل رخصت نہیں ہو گئی۔ گو وہ بہت دبی ہوئی ہے جب یہ کام شروع ہوا ہے تو دو قسم کے لوگ اس کے خلاف تھے اوّل وہ لوگ جو اسلام سے ناواقفیت کی وجہ سے مغربی تہذیب سے اس قدر متاثر ہو چکے تھے۔ کہ وہ اسکے مقابل اسلام کو ایک حقیر شے سمجھتے تھے۔ اور ان کا خیال تھا کہ یہ محض ناممکن امر ہے کہ بلاد مغربی کے لوگ اسلام کو قبول کریں۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ لوگ مذاہب سے بیزار ہو رہے ہیں۔ مگر محض سطحی نگاہ سے دیکھا اور یہ کبھی غور نہ کیا۔ کہ اس بیزاری کی کیا وجہ ہے حالانکہ انکی بیزاری فی الواقع صرف عیسائی مذہب سے تھی جس کی تعلیم کو وہ اپنے دُنیوی عمل اور سعی کے بالکل مخالف

حفاظت کی اجازت تھی۔ جہادِ کبیر کا تعلق رُوح سے ہے۔ جہادِ صغیر کا تعلق جسم سے ہے جہادِ کبیر ہر وقت جاری رہنا ضروری ہے۔ جہادِ صغیر کبھی کبھی پیش آنیوالی چیز ہے۔ جہادِ کبیر میں آلہ خود کلام الٰہی جہادِ صغیر میں تیر ترکش اور زین سامان

قرآن کریم کو غور سے پڑھا جائے تو یہ دونوں قسم کے احکام صراحت سے وہاں موجود ہیں۔ جہادِ کبیر کے متعلق تو فرمایا۔ فلا تطع الکافرین وجاھدھم بہ جھاداً کبیراً۔ کافروں کی فرمانبرداری مت کرو اور اس (قرآن) کے ساتھ ان سے جہادِ کبیر کرو۔ اور فرمایا۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر تم میں ہر وقت ایک گروہ ایسا موجود رہے جو دنیا کو دعوت الی الخیر کرتا رہے یعنی قرآن اور اسلام کی طرف لوگوں کو بلاتا رہے۔ یہاں یہ حکم نہیں کہ دوسرے تم کو اپنے دین کی طرف بلائیں تو تم اُن کو بلاؤ۔ بلکہ دعوتِ الی الخیر میں سبقت کرنے کا حکم ہے۔ اور ہر وقت اسمیں لگے رہنا ضروری قرار دیا لیکن جہاں جہادِ صغیر کا ذکر فرمایا ہے وہاں فرمایا۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا۔ اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے جنگ کرو۔ جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ اور حد سے نہ بڑھو۔ یہاں یہ شرط لگادی۔ کہ جنگ میں پہل نہ کرو۔ گویا دو قسم کی جنگیں اسلام کو درپیش ہیں ایک رُوحانی جنگ اِس میں مسلمانوں کو حکم ہے کہ ہر وقت لگے رہیں اور حملہ آور بنے رہیں اور دوسرے جسمانی جنگ اس میں صرف دفاع اور حفاظت کی حد تک اجازت ہے۔ حتیٰ لا تکون فتنۃ۔ یہاں تک کہ دین کیلئے لوگوں کو دُکھ نہ دیا جائے +

بدقسمتی سے یہاں بھی ایسے حالات پیش آگئے ہیں۔ کہ اس جہادِ کبیر کو تو ہم بالکل بھول ہی گئے۔ اور دوسری جنگوں کے متعلق ہم پر اُلٹا یہ الزام لگ گیا کہ مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ لوگوں کو کہ دین کہ دینِ اسلام میں داخل کرنے کیلئے تلوار ہاتھ میں لے کر نکل پڑیں۔ بیشک مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ دینِ اسلام کی تبلیغ کیلئے ہر وقت جہاد میں لگے رہیں۔ اور اسی میں اسلام کی قوت تھی۔ اور یہی اسکی اصل رُوح تھی۔ مگر یہ جہاد تلوار کو ہاتھ میں لے کر کرنے کا نہ تھا۔ بلکہ قرآن کو ہاتھ میں لے کر جیسے کہ جاھدھم بہ جھاداً کبیراً میں صاف طور پر رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ قرآن کو ہاتھ میں لیکر اُن کے ساتھ جہادِ کبیر

اسی طرح نماز با جماعت سے یا اذان سے مسلمانوں کا روکا جانا درحقیقت اُن کے فرائض مذہبی میں ایک بڑی بھاری رُکاوٹ ہے سکھوں کے عہد حکومت میں ایک زمانہ وہ گذرا ہے جب مسلمانوں کو اذان دینے سے روکا جاتا تھا۔ تعجب ہے کہ یہ خیال اس تعلیم اور روشنی کے زمانہ میں بھی چلا جاتا ہے۔ اذان کا کوئی کلمہ ایسا نہیں جس میں کسی دوسرے مذہب پر کوئی حملہ ہو یا اس کے کسی پیشوا کو بُرا کہا گیا ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے اظہار کے چند کلمات ہیں یا نماز کی طرف بُلایا جاتا ہے۔ تعجب ہے کہ اللہ اکبر کی آواز بلند سُننے سے کسی سکھ یا عیسائی یا ہندو کی طبیعت مکدّر ہو جائے۔ کیونکہ اصولاً یہ سب مذاہب اللہ اکبر ہی مانتے ہیں +

ایسا ہی ایک امر جس کی طرف اس موقعہ پر حارث میں توجہ دلائی گئی ہے یہ ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی معاملات غیر مسلم عدالتوں کے سامنے نہیں جانے چاہئیں بلکہ اس کیلئے ایک الگ محکمہ ہونا چاہئیے جو ایک شیخ الاسلام کے ماتحت ہو۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ انگریزی عدالتیں اسلامی قانون کو ہی مسلمانوں پر لگانے کی کوشش کرتی ہیں مگر یہاں آکر اس قانون نے ایک ایسی پیچ پیچ صورت اختیار کر لی ہے۔ کہ نام کو تو اسلامی قانون ہے مگر فی الواقع خلاف اسلام ہے مثلاً عورتوں کے طلاق حاصل کرنے کا حق ہے۔ ہندوستان میں کوئی انگریزی عدالت مسلمان عورتوں کے اس حق کو تسلیم نہیں کرتی حالانکہ قرآن کریم حدیث فقہ سب تسلیم کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ عورتیں طلاق حاصل کرنے کیلئے اسلام سے ارتداد کی راہ اختیار کرتی ہیں۔ اور عموماً عیسائی ہو جاتی ہیں۔ ایسے حالات میں انگریزی عدالتیں فسخ نکاح کا حکم صادر کرتی ہیں۔ حالانکہ مرتدین کے متعلق انگریزی عدالتوں کا رویہ یا تو یہ ہونا چاہئیے تھا۔ کہ فقہ نے جس قدر احکام مرتدین کے متعلق دیئے ہیں ان سب کو قبول کرتیں۔ اور اگر سب قبول نہیں کر سکتیں تو سب کو ہی چھوڑ دیتیں مگر ان تمام احکام میں سے صرف ایک کو باقی رکھ لیا گیا ہے جس سے اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ مسلمان خود ایسے ان امور کی طرف سے

بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور اسکے برخلاف وہ لوگ جن کے اصُول علم وتہذیب کے ترقی سے خود اسکے گھر میں متروک ہو رہے ہیں۔ مایوس ہونے کے بجائے نئی آرزوئیں پیدا کر رہے ہیں۔ اور شب وروز اِس کوشش میں ہیں۔ کہ کس طرح کل عالم پر مسیحیت پھیلجائے؛

ہندوستان میں ہم کو بیشک مذہبی آزادی بہت حدتک حاصل ہے۔ مگر بعض اُمور ایسے ہیں کہ اُن کی طرف اب تک گورنمنٹ نے توجہ نہیں کی۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ ہم خود ان امور کی طرف سے ایسے غافل ہیں کہ ہم نے توجہ نہیں دلائی۔ اور یہ اس موقعہ پر جب آیندہ اصلاحات ملکی کیلئے حکام اعلےٰ توجہ کر رہے ہیں۔ یہ نہایت ہی موزوں ہے کہ مسلمان اپنے ان حقوق پر توجہ دلائیں۔ ان اُمور میں سب سے مقدم ہمارے نزدیک جمعہ اور نماز باجماعت کی رکاوٹوں کا دُور ہونا ہے۔ جس کی طرف اور ایسا ہی احترام مساجد ومعابد کی طرف احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنے ایڈریس میں صاحب سکرٹری آف سٹیٹ اور ہز ایکسلنسی کو توجہ دلائی ہے۔ نماز جمعہ کے متعلق جو اگرچہ تھوڑی سی کارروائی ہوئی ہے۔ اس سے ادائیگی جمعہ میں مسلمانوں کو آزادی نہیں ملی۔ دفاتر میں جہاں خود اپنے اپنے کام الگ الگ طور پر کرتے ہیں بیشک مسلمانوں کو اجازت ہوجاتی ہے۔ مگر وہ بھی سب میں نہیں کہ وہ نماز جمعہ کیلئے ایک گھنٹہ غیر حاضر ہوجائیں۔ دیگر تمام کالج اور سکول اور عدالتیں اس سے باہر رہجاتی ہیں۔ اور یہی وہ امر ہے جس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ جس صورت میں اب گورنمنٹ نے بھی ایک حد تک نماز جُمعہ کی ضرورت کو مسلمانوں کیلئے تسلیم کرلیا ہے۔ تو اسکے لئے کوئی ایسا انتظام ہونا چاہئے۔ کہ سب مسلمان اس سے پُورا فائدہ اُٹھا سکیں۔ اور اسکی دو صُورتیں پیش کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ جمعہ کے دن انبجے سے ۲ بجے پُورے دو گھنٹے کیلئے سب کالج سکول اور عدالتیں بند رہا کریں۔ اور دوسرے یہ کہ جس طرح اب بعض دفاتر وغیرہ میں ہفتہ کے دن آدھے دن کی تعطیل ہوتی ہے آیندہ حکماً کل دفاتر عدالتوں وغیرہ میں جمعہ کا دن آدھا تعطیل کا رہا کریں؛

ایک جھلک مایوسی کی ہے مسیحی رسالہ مسلم ورلڈ جولائی نمبر میں رقمطراز ہے "دنیائے اسلام کا عیسائی کرنا ایسا عظیم الشان ایسا مشکل اور بعض اوقات ایسا حوصلہ پست کر دینے والا کام ہے کہ اوپر نظر اٹھانے سے اوپر چڑھنے والوں کو کچھ یقین حاصل ہوتا ہے" اسلام اسلیئے دنیا میں نہیں آیا کہ دوسرے لوگ اسکے پیروؤں کو اپنے اندر ملانے کی آرزو بھی دل میں لائیں۔ بلکہ اسلیئے آیا ہے کہ اسکے پیرو تمام دوسرے مذاہب کے پیروؤں کو اپنے اندر داخل کریں۔ یہ وہ دعویٰ ہے جو ملک عرب کے بسنے والے ایک اُمی کی زبان سے آج سے تیرہ سو سال پیشتر کرایا جاتا ہے۔ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ اسلام کا خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دیکر بھیجا ہے۔ تاکہ اسے کل دینوں پر غالب کرے۔ یہ تو اسلام کا اصل مقصد تھا۔ مگر جب خود مسلمانوں نے ہی اس مقصد کو بھلا دیا تو دوسرے لوگ بھلا اسے کیا یاد رکھیں ؛

بہرحال یہ کس قدر بڑا انقلاب ہے کہ وہ دین جو دوسروں پر غالب آنے کیلئے آیا تھا اور جس نے دنیا میں عملاً اس دعوے کی صداقت کو ثابت کر دیا۔ اس کے متعلق اب ایک وسیع پیمانے پر یہ کوشش جاری ہے کہ اس کا وجود ہی باقی نہ رہے۔ یعنی ساری اسلامی دنیا عیسائی ہو جائے یہ اس کمزوری کا نتیجہ ہے جو مسلمان اپنے اعمال میں دکھا رہے ہیں۔ اور ان کی اس پست ہمتی کی وجہ سے ہے کہ انہوں نے لیظھرہ علی الدین کلہ کے عظیم الشان مقصد کو بالکل فراموش کر دیا ہے۔ اور اسے ناممکن سمجھ رہے ہیں۔ کہ دین اسلام بھی دنیا پر غالب آ سکتا ہے ؛

تعجب یہ ہے کہ یہ پست ہمتی ان لوگوں میں پیدا ہوئی ہے جن کو الٰہی کتاب حقہ کا ایک ایک لفظ دعوت دیتی ہے کہ یہ دین تمام ادیان پر غالب کیا جائیگا۔ جن کی پاک کتاب کے اصولوں پر سب قومیں کم و بیش اختیار کرتی چلی جاتی ہیں۔ طوعاً یا کرہاً سبھی اصول اسلامی آج ایک ایک کر کے دنیا میں غالب آتے چلے جاتے ہیں۔ اسلئے اُن کے سامنے تو یہ مقصد آفتاب کی طرح روشن رہنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ جس قدر علم دنیا میں ترقی کرتا ہے اسی قدر اصول اسلامی کی فتح ہوتی

بہت مسلمان لکھے پڑھے بلکہ بہت سے علماء میں قدم رکھنے والے ان حالات سے بھی غافل ہیں۔ اور غافل رہنا ہی پسند کرتے ہیں۔ جو اس وقت مذہبی رنگ میں عالم اسلامی کو پیش آ رہے ہیں مسلمان ہمیشہ عیسائیوں کو اسلام میں لانے کی کوشش کرتے رہے اور لاکھوں کی تعداد میں لاتے بھی رہے۔ لیکن عیسائیوں کی تبلیغ میں ہمیشہ زیادہ تر بلکہ ایک دراز عرصہ تک بھی خطاب دوسری اقوام کو رہا ہے۔ اور مسلمانوں کے متعلق اُن کے دلوں میں شاید یہ خیال بھی نہ آتا ہو کہ ان کو وہ اپنے دین سے پھیر سکتے ہیں۔ کیونکہ ابوسفیان کا وہ فقرہ جو ہرقل سن چکا تھا لا یرتد احد منہم سخطۃ لدینہ ان کے لئے کافی تھا۔ مگر عیسائی مشنریوں کی یہ مایوسی آہستہ آہستہ مُبدّل بہ اُمید ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس وقت قریباً سب مسلم ممالک میں بڑے بڑے عیسائی مشن قائم ہیں۔ بلکہ شہروں اور قصبوں سے نکلکر دیہات تک ان مشنوں کا اثر پہنچ چکا ہے۔ کیا اس سے صاف نظر نہیں آتا۔ کہ عیسائیت کی وہ پرانی مایوسی اب مُبدّل بہ اُمید ہو چکی ہے۔ اور اب وہ مسلمانوں کے ایمان میں طمع کرتے ہیں +

صرف مشنوں کا قائم ہونا ہی اس تبدیلی کا نشان نہیں بلکہ ایک عالمگیر کوشش اس بات کی ہو رہی ہے کہ کس طرح ساری اسلامی دنیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے سے نکلکر تثلیث کے ظل ذی ثلث شعب کے نیچے آ جائے۔ جس کی تین شاخیں پادریوں کی زبان میں باپ بیٹا روح القدس ہیں مگر عملاً الوہیت مسیح کفارہ اور فطرت انسانی کا گناہ میں ملوث ہونا ہیں۔ مگر نہ تو الوہیت مسیح کی شاخ ظلیل یعنی راحت اور آرام اور اطمینان قلوب بخشنے والی ہے کیونکہ اطمینان قلب تو ذکر اللہ سے ہی ملتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اور نہ کفارہ گناہ سے بچانیوالا ہے ولا یغنی من اللہب بلکہ فطرت انسانی کو گناہ سے ملوث قرار دیکر ترمی بشرر کا مصداق یہ عقیدہ بن رہا ہے۔ یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی گنہگار کہا جاتا ہے +

سو ابھی وقت ہے کہ مسلمان سنبھلیں کیونکہ ابھی مسلمانوں کو عیسائی کرنے کی آرزو میں

مُرتد نہیں ہوتا۔ اس تاریخی واقعہ کو پڑھو جو بخاری کے شروع میں ہے کہ جب ابُوسفیان زبحالت کفر) ہرقل کے دربار میں گیا۔ اور ہرقل نے اس سے پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کیئے تو منجملہ اسکے دیگر سوالات کے ایک یہ سوال بھی تھا۔ ھل یرتد احد منھم سخطۃ لدینہ۔ کیا ان میں سے کوئی اپنے دین سے مُرتد بھی ہو جاتا ہے۔ اس وقت ابُوسفیان مسلمانوں کا اور محمد رسُول اللہ صلعم کا سخت ترین دشمن ہے۔ مگر دربار شاہی میں عیسائی بادشاہ کو وہ کیا جواب دیتا ہے۔ قال لا۔ ایسا نہیں ہوتا کہ جو مسلمان ہو جائے پھر اس دین سے بیزار ہو کر کبھی اس دین کو ترک بھی کرد ے۔ کفار اسباب سے مایوس ہوچکے تھے کہ کسی مسلمان کو دین اسلام سے پھیر سکیں۔ وہ ساری کوششیں کر چکے تھے مسلمانوں کو سخت ترین اذیتیں پہنچا کر تجربہ کر چکے تھے۔ عرب کی خطرناک دُھوپ میں جلتی ہُوئی ریگستان میں مسلمانوں کو لٹا کر اور اُن کے اُوپر گرم پتھر ڈال اُن کے دلوں کے اندر سے "احد احد" کی آواز نکلتی ہُوئی سُن چکے تھے اُن کی گردنوں پر تلوار رکھ کر کہ لو اب تمہاری زندگی ختم ہوتی ہے ورنہ دین اسلام کا انکار کرو ان کے استقلال پر گرد نیں اُڑا چکے تھے۔ یہ سب تاریخی واقعات ہیں۔ اسلیئے وہ خوب اسباب کو جان چکے تھے کہ مسلمان ہو کر پھر کوئی شخص اسلام کو ترک نہیں کر سکتا۔ یہ وہ ایمان تھا جس پر سارے جہان کی دولت اور حکومت کو قربان کر دینا چاہیئے +

مگر کیا آج بھی مخالفین اسلام کا یہی خیال مسلمانوں کے متعلق ہے۔ کہ وہ اسلام کو کبھی ترک نہیں کر سکتے۔ میں ان مثالوں کا ذکر کرنا نہیں چاہتا۔ کہ کس طرح آئے دن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ چند پیسوں کے لالچ سے ایک مسلمان عیسائی ہو جاتا ہے۔ اور دوبارہ مسلمان ہونے کو بھی تیار ہوتا ہے بشرطیکہ جتنے فلوس اس کو مشن میں ملجاتے ہیں اس قدر کوئی مسلمان بھی دینے کو تیار ہو۔ ان مثالوں کو گو وہ اب شاذ ہیں پھر بھی قلیل سمجھ کر نظر انداز کیا جا سکتا ہے لیکن یہ جو مخالفین اسلام کے دلوں میں ایک طمع پیدا ہو گئی ہے کہ وہ مسلمانوں کو عیسائی کر سکتے ہیں یقیناً یہ ہماری کسی کمزوری کا نتیجہ ہے۔ اور یہ وہ بات ہے جس کی فکر ہر ایک مسلمان کے دل میں ہونی چاہیئے +

اِس رسالہ میں دوسری جگہ ایک مضمون بعنوان بکیبٹی ماب ہیں درج ہے جس کی طرف ہم خصوصیت سے قارئین کرام کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہماری غفلت کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ دنیا میں ایک وہ قومیں ہیں جو ایک پتہ کے ہلنے سے سبق حاصل کرتی ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ ہمارے سامنے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں تو ہمارے مُردہ دلوں پر کوئی احساس نہیں ہوتا۔ ہمارے خیالات پستی کی طرف جا رہے ہیں کیسی عظیم الشّان کام کرنے سے ہماری طبیعت گھبراتی ہے۔ فلا اقتحم العقبۃ۔ پہاڑ کے اُوپر لیجانیوالی راہ پر چلنے کی تکلیف میں انسان پڑنا نہیں چاہتا۔ یہ تو قرآن نے کفار کے حق میں فرمایا تھا۔ مگر آج یہی الفاظ مسلمانوں پر صادق آرہے ہیں۔ بلند مقامات پر پہنچنا تکالیف شاقہ کو چاہتا ہے۔ جس طرح پہاڑ کے اُوپر چڑھنا بظاہر بڑی مصیبت کا سامنا ہے۔ کہیں راستہ خطرناک آجاتا ہے کہیں تکان محسوس ہونے لگتی ہے کہیں اُوپر بلندی کیطرف نظر کرتے ہوئے ہمت جواب دیتی نظر آتی ہے۔ مگر کاش اس حد تک بھی ہم پہنچتے تو اُوپر کی بلندی کا خوشنما منظر ہم سے قریب ہو کر بجبر ہی ہمیں اپنی طرف کھینچ لیتا افسوس تو یہ ہے کہ ہم اسکے نیچے کھڑے ہی یہ کہہ رہے ہیں کہ کون اِس مصیبت میں پڑے۔ اللہ تعالٰے نے جو کرنا ہے کریگا۔ مگر اسکی ہدایات کی طرف سے ہم آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں لقد خلقنا الانسان فی کبد کی مثالوں کو ہم نے بھلا دیا ہے۔ محنت مشقت اُٹھائے بغیر اہم نتائج پیدا کر دینا خدا تعالٰے کے قانون میں نہیں +

یہ ہماری ہمتوں کی پستی ہے۔ اسلام کی کوئی کمزوری نہیں جس نے ایک قوم کے دلوں میں یہ طمع پیدا کر دی ہے۔ کہ وہ ہم مسلمانوں کو ایک خدا۔ الرحمٰن سے الگ کر کے نیر خدا اُن کا قائل کر سکتے ہیں۔ وہ خود تو دنیا میں اصُول سعی پر عمل کرتے۔ اور لیس للانسان الا ما سعی کے عملاً قائل مگر ہماری حالت کسل کو دیکھ کر اسباب کے آرزُومند ہو گئے ہیں کہ وہ اس پاک اصُول سعی سے ہمیں ہمیشہ کیلئے محروم کر کے کفارہ کے بیکار کر دینے والی تعلیم پر قائم کر دینگے +

مسلمانوں کا ایمان وہ تھا کہ کفار بھی اسباب کو جانتے تھے۔ کہ جو مسلمان ہو جاتا ہے وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰ [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۴) ——— بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۶ء ——— نمبر (۱۲)

شذرات

اللہ تعالےٰ کا احسان ہے کہ نئی ڈاک سے دو اور انگریزوں کے خواجہ صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہونے کی خبر پہنچی ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ اصل چٹھیاں دوسری جگہ درج ہیں +

جیسا کہ گذشتہ رسالہ میں اطلاع دیجا چکی ہے قرآن کریم ترجمۂ انگریزی کی کچھ کاپیاں یہاں پہنچ گئی ہیں۔ جلد کی پہنچ چکی ہیں اس کتاب کی ظاہری اور باطنی خوبصورتی غیر مسلموں پر یہ اثر کر رہی ہے کہ مشہور مصنف مس ایچ لیڈر ایک خط میں خواجہ صاحب کو لکھتے ہیں۔ کہ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ کی مقدس کتاب ایسی اعلےٰ درجہ کی خوبصورت اور پاکیزہ صورت میں نکلی ہے اس کتاب کو ہاتھ میں لینے سے ہی کمال فرحت پیدا ہوتی ہے لیکن جب پڑھنے والا اس کے نور اور ہدایت کے خزانوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ شکرگذاری اور احسانمندی سے بھر جاتا ہے کہ کسقدر محنت اس پر لگائی گئی ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ یہ محنت محض محبت کی محنت ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ قرآن کریم میری اپنی زبان میں نکلا ہے۔ اور اسکی تفسیر ایک نہایت ہی فاضل اور دیندار مسلمان کے ہاتھ سے ہوئی ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کتاب کے ساتھ دنیا مذہبی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوگا

اعلےٰ جلد کا قرآن شریف بھی خواجہ صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ ۵ انومبر کو روانہ ہو گیا ہوگا۔ اور



Mr. Charles (Salman) Schleich

فہرست اردو کتب اشاعت اسلام بک ڈپو لاہور

قیمتی جواہر ریزے

۱۷۔ حوران جنت	۱۴ر		۱۔ جام عرفان (دلپسند نظموں کا مجموعہ)	۱ر	
۱۸۔ فیصل [illegible] حساب کتاب کیلئے نہایت مفید ہے	۹ر		۲۔ رسول عربی (حضرت آنحضرت صلعم کی سوانح عمری)	۸ر	
۱۹۔ مجموعہ وظائف	۳ر		۳۔ چڑیا چڑے کی کہانی	۳ر	
۲۰۔ خورشید جہاں	۴ر		۴۔ آداب نسواں	۶ر	
۲۱۔ اخلاقی کہانیاں	۴ر		۵۔ لاڈلا بیٹا	۳ر	
۲۲۔ انشائے نسواں	۴ر		۶۔ عقیلہ بیگم	۲ر	
۲۳۔ تصویر یتیمی	۴ر		۷۔ حمیدہ خاتون	۳ر	
۲۴۔ کلام شبلی	۴ر		۸۔ [illegible]	۵ر	
۲۵۔ مادہ فانی	۱ر		۹۔ [illegible]	۴ر	
۲۶۔ التوحید	۱ر		۱۰۔ خوش انجام	۲ر	
۲۷۔ سوانح عمری حضرت امام مالک	۲ر		۱۱۔ ناصح مشفق	۳ر	
۲۸۔ " " " امام مسلم	۴ر		۱۲۔ نوری نالہ	۲ر	
۲۹۔ " " " امام حسن	۲ر		۱۳۔ تعلیم الصبیان	۲ر	
۳۰۔ " " " امام حسین	۲ر		۱۴۔ حجاب نسواں	۳ر	
۳۱۔ " " " عربی بولچال	عہ		۱۵۔ زینت النساء	۵ر	
۳۲۔ تائید حق	۸ر		۱۶۔ تاثیر صحبت	۸ر	

۳۳۔ اسرار سلیمانی۔ روحانیت کا اصل مفہوم مجلد ۸ر

میں سمجھتا کہ یہ میرے قوائے عقلی میں کسی سنے ترتیبی کا نتیجہ ہیں ۔ مگر حالت یہ ہے کہ یہ کیا مصیبت اور غم میں اور کیا ٹھنڈے دل سے غور کے موقعوں میں میرے لئے ایک پیغام کی طرح تھے خواہ کچھ بھی ہو ۔ میں نے ان کی یادداشت تحریر میں اور حافظہ میں مکمل طور پر رکھی ہے اور یہ کوئی بے جوڑ باتیں نہیں +

اگر ہم ہر چیز کے لئے جو ہمارے سامنے آئے خدا کا شکریہ کریں اور ان مصائب کے وقت جو تاریک اور ناقابل تشریح ہوں اُسکی حمد کریں تو ہم وقت پر یہ محسوس کرینگے کہ یہ مصائب ہم کو سمجھانے کیلئے اور ہماری ترقی کیلئے ہیں ۔ کیونکہ خدا جس سے محبت کرتا ہے اُسے مصائب میں ڈالکے ٹھیک کرتا ہے ۔ اور جس بیٹے کو وہ قبول کرتا ہے اسے تکلیفوں میں بھی ڈالتا ہے +

نوٹ ۔ میں جانتا ہوں کہ بہت لوگ میری اس قدر صفائی سے ان امور کو بیان کرنے کی موزونیت پر سوال کرینگے ۔ مگر ان دنوں میں جب کہ ہماری قوم کے بہترین لوگ اپنے کو قربان کر رہے ہیں ۔ اسلیئے کہ حق غالب ہو اور ہم زندہ رہیں ۔ فخر یا خوف کے تمام ذاتی خیالات کو ترک کرنا ضروری ہے ۔ کسی فرد کو یہ مناسب نہیں کہ جس چیز سے اس کے ملک کو نفع پہنچ سکتا ہے ۔ اسے محض اپنے آپ کو بچانے کیلئے رکھ چھوڑے +

سر جن نے اپنے ایک لیکچر کی تمہید ان الفاظ میں شروع کی تھی کہ کسی شخص نے کبھی ایک گلاس شراب کا نہیں پیا جس کے ساتھ دوسرے کے پینے کی خواہش اس میں پیدا نہ ہوئی ہو۔ اور ہر قسم کے مسکرات کے نقصانوں کو بتاتے ہوئے انہوں نے شراب سے پُورے پرہیز کی تائید کی +

ایک نہایت ہی ضروری بات کی طرف سے عموماً بے توجہی کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شراب کا مجموعی اثر بعض طبائع پر دوسروں کی نسبت بہت زیادہ نمایاں ہوتا ہے اسلئے بار بار کی شراب پینے سے جو اثر دماغ پر اور پٹھوں پر پیدا ہوتا ہے اسکے ٹھیک نتیجہ کا تمام افراد کی حالت میں یکساں اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے تمام مشتبہ حالات میں انسان اپنی ضروریات کا فیصلہ کرنے کا بدترین جج ہوگا۔ اور گو اس کا منشاء یہی ہو کہ وہ ٹھیک کام کرے لیکن اس کا خاص نقطۂ نگاہ چونکہ اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلئے نہ وہ صحیح طور پر تشخیص کر سکتا ہے نہ صحیح نسخہ تجویز کر سکتا ہے۔ یہ میں ذاتی تجربہ سے جانتا ہوں جو دلائل میں اعتدال سے شراب پینے کے متعلق دیا کرتا تھا وہ اس وقت مجھے بہت واضح معلوم ہوتی تھیں۔ لیکن اس سوال کے دوسرے پہلو پر توجہ نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ ذاتی تجربہ نے مجھے اسبات کے ماننے پر مجبور کیا۔ پس اب یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ شراب کے حد اعتدال کے اندر استعمال کا اثر بھی خاص حالات میں اور خاص طبائع پر خطرناک ہو سکتا ہے۔ اور اسلئے میں نے ہر قسم کی شراب کا استعمال ترک کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ جو کی شراب کا بھی اس اُمید پر کرتا۔ یہ دوسروں کیلئے ایک نیک مثال ہو۔ اور کسی کو میری وجہ سے تکلیف نہ پہنچے۔ چاہئے کہ وہ شخص جو کھڑا ہے احتیاط کرے۔ کہ کہیں وہ گر نہ پڑے" +

کسی آیندہ لیکچر میں میں آپ کے سامنے ایک مختصر تاریخ ان تجربوں کی بیان کرونگا جو بہت سالوں پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور جو عام روزمرہ کی باتوں سے اس قدر ممتاز ہیں کہ ان کی طرف سنجیدگی سے توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ واقعات مجھ پر صرف دماغی جوش۔ پریشانی بیخوابی یا کسی دوسرے تلخ طبع امور پر پیش کرنے ہوتے تو

لوگ ہمارے متعلق ایسی ایسی باتیں کہیں یا وہ لوگ خود ہمارے متعلق کوئی بُرا خیال کہیں بالفاظ دیگر وہ اپنے طور پر ایک شخص کو ہر طرح بُرا کہتے ہیں لیکن جب نفس الواقع کوئی مفید کام کرنے کا موقع آتا ہے۔ تو وہ اپنے خاص فوائد کے سامنے ملک و قوم کے فوائد کو قربان کر دیتے ہیں۔ اس بات کو یقیناً جان لو کہ ایسے موقعوں پر دیانتداری سے سیدھا طریق عمل اختیار کرنے سے بہت زیادہ اور دیرپا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے، جہاں کسی مُبہم امر کو صاف کرنے کا موقعہ ہو بہ نسبت اس کے جو تحقیقات سے اور پبلک میں آنے سے بُزدلانہ بچاؤ سے کوئی فائدہ ہو سکتا ہو +

بہت سالوں سے میں دوسرے لوگوں پر جو شراب سے کامل پرہیز کے قائل ہیں ہنسی کرتا رہا ہوں۔ اور اعتدال کے اندر رہ کر شراب پینے کی اجازت پر میں یہ دلیل دیتا رہا ہوں "ضبط نفس کی مشق کرو اور وہ تمام اچھی چیزیں جو تم کو دی گئی ہیں ان کو اعتدال کے اندر استعمال کرو شراب پینے کے خلاف اقرار کرنے کے یہ معنے نہیں کہ تمہارا دل تو شراب پینے کو چاہتا ہے۔ مگر تم نے وہ اخلاقی قوت جو تم کو اپنے نفس پر حاصل ہے اسے کھو دیا ہے" اب بظاہر یہ بات غیر معقول معلوم نہ ہوتی تھی۔ اور اگر کوئی ایسی ہستیاں ہوتیں جو تمام کی تمام ایک خاص نمونہ پر بنی ہوئی ہوتیں اور تمام کی دماغی اور جسمانی ساخت بالکل یکساں ہو تو کام چل سکتا ہے لیکن ہم اپنے گرد و پیش کیا دیکھتے ہیں؟ کوئی دو دل یا جسم بھی یکساں نہیں۔ اور اس بارہ میں لمبی شہادت کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں کہ دنیا میں نصف سے زیادہ جرائم کی موجب شراب کی بد استعمالی ہے۔ اور کروڑہا انسان ہر سال اس سے مصیبت کا مُنہ دیکھتے ہیں +

شراب عارضی طور انسان کے دل میں فرحت پیدا کر سکتی ہے۔ مگر کوئی چیز ایسی دھوکا دینے والی یا خوشی کو سفاہت میں تبدیل کرنے والی نہیں۔ یہ حالت بالخصوص وہاں پیدا ہوتی ہے جہاں دماغ میں احساس زیادہ ہو۔ تب ہم کو سلیمان کے ساتھ اتفاق کرنا پڑتا ہے۔ کہ شراب ایک مخول کرنے والی چیز ہے۔ سر جیمس پیجٹ متعلق مشہور

کا اظہار کرتا ہے جو اپنی استعداد کو ایک رومال میں لپیٹے لئے پھرتی ہے۔ اور اُس کو کسی کام پر نہیں لگاتی نہ اچھے پر نہ بُرے پر +

میں یقین رکھتا ہوں کہ دُنیا کی نصف مصیبتیں خوف کی وجہ سے ہیں۔ اور باقی نصف شریروں اور بیوقوفوں کے افعال کا نتیجہ۔ کوئی شخص پسند نہیں کرتا کہ اسے کسی قسم کی بدتمیزی کے ارتکاب میں دوسرے لوگ دیکھیں اور اسبات کا خوف کہ لوگ کیا کہیں گے اکثر اوقات ان لوگوں پر ایک فالج کا سا اثر پیدا کر دیتا ہے جو اسبات کو شناخت نہیں کر سکتے۔ کہ ٹھیک اسی غلطی میں دوسروں کی ہدایت کا بڑا بھاری موقعہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس طرح ہر وہ زندگی کی راہ میں جو گڑھے ہیں اُن کا پتہ بتا دیتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے آنسو پونچھ سکتے اور ان کے غم و تاسّف کو ہلکا کر سکتے ہیں۔ جن کا مائوسی کے دیو کے پنجہ میں گرفتار ہو جانا اغلب ہے وہ دیو جو ترقی کا سخت ترین مخالف ہے +

میں نے اکثر اوقات اِس ضرب المثل کو نقل کیا ہے۔ جو میں نے سب سے پہلے اپنے قابل ترین فلسفی وزیر مسٹر بالفور کے مُنہ سے سُنی اور یہ اس وقت بھی موقعہ کے مناسب ہے "غیبت سے بدتر ایک ہی مشیر ہے۔ اور وہ مشیر مائوسی ہے" خوف اور مائوسی دو توام بھائی ہیں۔ اور وہ انگلستان میں پیدا نہیں ہوئے۔ مگر میں نے سخت رنج کے ساتھ ایک قسم کی اخلاقی بُزدلی کے نشانات دیکھے ہیں۔ جب ایسے اہم معاملات پر جو مُلک کی بہتری سے تعلق رکھتے ہیں بولنے کا موقعہ ہو مثلاً تم اکثر اچھے مرتبہ کے لوگوں کو پاؤ گے کہ وہ دوسروں کی نسبت جو کسی اعلےٰ عہدہ پر ہیں نہایت ہی سخت الفاظ میں ذکر کرتے ہیں کہ ایسے شخص کو گولی مار دینی چاہئے یا وہ دغا باز ہے یا اُس کو پھانسی دینا عین نیکی کا کام ہے۔ لیکن اگر ایک عام محضر نامہ تیار کرنا مقصود ہو کہ ایسے اشخاص کو اختتام جنگ تک مُلکی کاروبار سے مستعفی کرایا جائے تو یہی لوگ ایسے محضر نامہ پر دستخط کرنے سے انکار کر دینگے اور جب ان سے انکار کی وجہ دریافت کی جائیگی تو کہہ دیں گے کہ ہم نہیں چاہتے کہ

یکساں ہیں۔ بدی کیونکر پیدا ہوئی۔ بدی کی روح کب تک رہیگی۔ کبتک شیطان کو یہ اجازت ہے کہ وہ دنیا کو خونریزی سے بھرے۔ یہ ایسے سوال ہیں جو ہم پوچھ نہیں سکتے بت پرست جو اپنے ہاتھ سے بُت بناکر زندہ اور ابدی خدا زمین و آسمان کے مالک خدا کے بجائے ان کی پرستش کرتے ہیں۔ اور اسے سائنس کہتے ہیں بیشک ابلیس کے کہنے پر چل رہے ہیں۔ اور ان کیلئے نمونہ شیطان ہے۔ جو دشمنی کرنیوالا ہے۔ اے بغض و عداوت کے خیال! یہ محض کوئی اتفاق نہیں ہوگا جو تمہاری مجنونانہ بڑوں کو خاموش کردیگا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ خدا سب باتوں پر قدرت رکھتا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ آسمان و زمین پر خدا کی ہی سلطنت ہے +

شیطان کی ذریت ہر طرف چھوٹوں بڑوں کو بہکانے کے کام میں لگی ہوئی ہے۔ مگر مجھے تو یہ بھی صاف نظر آتا ہے کہ خدا کے فرشتے بہت زیادہ تعداد میں ان بداثروں کو ملیامیٹ کرنے اور ان کا مقابلہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ میں یہ باتیں بغیر علم کے نہیں کہتا۔ کیونکہ بہت دفعہ میں ایسے حالات میں رہ چکا ہوں جن سے مجھے صاف اور صحیح رائے لگانے کا موقعہ ملتا ہے۔ خواہ وہ مصائب اور امتحانات جو گذشتہ چند سال سے میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں میرے کسی قصور کا نتیجہ ہوں یا کسی ورثہ میں پائی ہوئی کمزوری کا۔ یا اصلی گناہ کا یا شیطان کی چالوں کا یا اور کسی ایک بہت اسباب جن کی طرف ہم اپنی کامیابی کو منسوب کیا کرتے ہیں میں ان تمام کو فوائد ہی سمجھونگا۔ بلکہ قابل قدر انعام سمجھونگا۔ اگر ان کا نتیجہ دوسروں کیلئے ٹھیک وقت پر ایک مفید نتیجہ ہو۔ کالی ہنڈیا ہونا بھی ایک برکت ہے۔ اگر اسی طریق سے کوئی شخص اپنے بھائیوں کو شیطان کے پنجہ سے بچاسکے +

میں نے اکثر اوقات یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص پرلے درجہ کا ہشیار اور دستکار ہو تو اس سے دوسرے درجہ پر یہ بات ہے کہ ایک شخص میں اپنی حماقت اور جہالت کو چھپانے کیلئے کافی احساس موجود ہو اور اسی مثل کو ایک دو قدم اور آگے بڑھا کر میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اگر ایک شخص نیک اور راستباز نہیں تو یہ بھی اس کیلئے کافی ہے کہ وہ ایسا گنہگار ہو جس کی مثال دوسروں کیلئے عبرت کا موجب ہو۔ بہرحال کچھ نہ ہونے کے بجائے کچھ نہ کچھ ہونا بہتر ہے۔ کیونکہ جس نے اپنی ہستی کو کچھ بھی نہیں بنایا۔ اس کے لئے نیچے دوزخ میں جانا یا اوپر آسمان پر جانا یکساں غیر اغلب ہے۔ اسی تصویر پر غور کرو کہ کس طرح شیطان بھی اس نوع پر حقارت

کی زندگیاں دل پر زہر کے اثر کر جانے کے ایک ہی فعل یا چند متواتر فعلوں سے تباہ ہوگئیں۔ اسی ضمن میں میں شراب افیون اور بعض دوسری چیزوں کو رکھتا ہوں جن کو مرد اور عورتیں پوشیدہ طور پر استعمال کرتے ہیں مصیبت اور امتحان کے وقت میں لوگ دواؤں کے ذریعہ سے پٹھوں پر ایک سستی اور کاہلی وارد کر کے اس تکلیف سے راحت پاتے ہیں اور اسی قسم کی عادت بالخصوص عورتوں میں شراب کی بدمستی سے بھی زیادہ خطرناک نتائج پیدا کرتی ہے۔ بہت سے آدمی شراب کو چھوڑ سکتے ہیں اگر ان کو یہ اچھی طرح سمجھ آجائے کہ وہ اُن کیلئے بُری ہے۔ مگر زہریلی ادویہ کا ترک کرنا بہت زیادہ مشکل ہے۔ کوئی شخص جو اس قسم کی ادویہ کا عادی ہو گیا ہو کسی ذمہ داری کے عُہدہ پر رکھا جانے کے قابل نہیں ہو سکتا اسکی خطرناک کمزوری اسے تنہائی پسند بنا دیتی ہے۔ اور اس کے اخلاق تنزل کے ساتھ قوت ارادی کمزور ہو جاتی ہے۔ اور اس پر اس قدر اعتبار بھی نہیں کیا جا سکتا جس قدر ایک معمولی شرابنوشی پر۔ ایسی دواؤں کے اثر کے نیچے جو اثر ذہن میں پیدا ہوتی ہے اس سے ایک قسم کا جنون ہو جاتا ہے۔ اور اس جنون کے اثر کے نیچے بعض وقت بیمار (کیونکہ ایسے شخص کو میں مجرم کہنا پسند نہیں کرتا) قتل اور خطرناک جرائم کا ارتکاب کر دیتا ہے۔ اور اگر وہ ان لوگوں سے جو میانہ روی کے طریق سے پھر چکے ہوں صرف ایسے ذرا افعال ہی سرزد ہوں تو انہیں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھنا چاہئے +

ہم کو یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہئے کہ شیطان کی چالیں بڑی بڑی گہری ہوتی ہیں۔ وہ ہم کو گناہوں کیلئے تیار کرنے کیلئے اور ہم کو دھوکا دینے کیلئے خطرناک چالبازیوں کا سب بڑا ذخیرہ جو کبھی ختم ہونیوالا نہیں اور جن سے اُس کا کام نکلتا ہے استعمال کرتا رہتا ہے اور خواہ وہ ہمیں ایک نارنگی کے چھلکے سے نیچے گرا دے جس کا نتیجہ ایک ٹوٹا ہوا عُضو ہو یا ایک شراب کے پیالہ سے جو ہماری عقل کے توازن کو درہم برہم کر دیتا ہے اور ہم سے جرم یا بیوقوفی کے کام کراتا ہے۔ بہرحال نتیجہ ہم کو ٹوٹے ہوئے عُضو یا موت یا ذلت کی شکل میں ملا دیا جاتا ہے

میں اسبات کو نہیں مانتا کہ اتفاق سے کوئی کام ہو جایا کرتے ہیں تمام واقعات جو دنیا میں ہوتے ہیں وہ خُدا کے ارادہ کے ماتحت ہوتے ہیں جس کے لئے ماضی حال مستقبل سب

طور پر ایک قسم کا اختلال سا پیدا ہو جاتا ہے اور یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ایسے حالات میں ایک چھوٹا سا سبب بھی یعنی گو شراب کا استعمال تھوڑی مقدار میں ہو دماغی توازن جس سے اچھے اور برے میں انسان تمیز کرنے کے قابل ہوتا ہے درہم برہم ہو جاتا ہے +

بہت سے لوگوں میں پیدائش سے ہی دماغ کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ کسی تحریک کے اثر کو جلد قبول کر لیتا ہے یا اس میں حس تیز ہوتی ہے ایسے دماغوں پر تھوڑی شراب کا اثر بھی بہت خطرناک ہوتا ہے ۔ اور ان حالات کی طرف میں خاص طور پر متوجہ کرنا چاہتا ہوں بہت ہی کم لوگ ہیں جن کو اپنے سب بزرگوں کی خصوصیات کا پتہ ہوتا ہو ۔ اور ان سے بھی تھوڑے ہیں جو یہ غور کرنا پسند کرتے ہوں کہ انھوں نے ان لوگوں سے جن کی وہ عزت کرتے ہیں بعض کمزوریوں کو بھی ورثہ میں لیا ہے مگر اس بات کا انکار نہیں ہو سکتا کہ ہم میں سے ہر ایک بہت قسم کی نسبات اور طبائع کا مجموعی نتیجہ ہے ۔ یہ تو بلا شبہ ناممکن ہے کہ ایک فرد پر جو جو اثر بزرگوں کے ہیں ان کا پورا موازنہ کیا جائے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ اگر کچھ بھی وجوہات اس امر کے موجود ہوں کہ کوئی خاص قسم کی کمزوری تین یا چار نسلوں سے ورثہ میں چلی آئی ہے تو اس کے خلاف مزید احتیاط سے کام لینا ضروری ہے ۔ میں کئی ایسے معتدل طبیعت کے لوگوں کو جانتا ہوں جن کے والدین یا والدین کے والدین اعتدال سے بالکل گزرے ہوئے تھے ۔ اور ایسے غیر اعتدال والوں کو بھی جانتا ہوں جن کی پہلی یا دوسری نسل کے بزرگ کسی قسم کے الزام سے بالاتر تھے +

ہم صرف اسقدر کہہ سکتے ہیں کہ اگر بعض برے میلانوں کے ورثہ میں لینے کی ادنیٰ شہادت بھی موجود ہو تو تمام قسم کے تحریکات محض زہر سمجھنے چاہئیں ۔ اور ان سے پورا پورا پرہیز کرنا چاہئے ۔ ہمیں کوئی دقت نہیں کیونکہ یہی بات بعض غذاؤں کے اثر کے متعلق بھی معلوم ہوتی ہے ۔ جو عام طبائع پر کوئی برا اثر پیدا نہیں کرتیں لیکن خاص حالات میں ان کا اثر برا ہوتا ہے ہاں یہ فرق ہے کہ غذاؤں کا اثر صرف ہاضمہ پر ہے ۔ اور ان سے تکلیف اور بیماری پیدا ہوتی ہے مگر شراب کی زہر انسان کے دل پر بھی اثر کرتی ہے ۔ اور اسلئے یہ ہزاروں گنا زیادہ خطرناک ہے ۔ کیا ہم کو چاروں طرف ایسی مثالیں نظر نہیں آتیں کہ کس طرح پر اعلیٰ درجہ

ہیں معمولی طور پر ہم میں سے کوئی بھی الٰہی نظاروں کی کامل خوبصورتی کو ادراک میں نہیں لاسکتا نہ خدا کی مخلوق کے وسیع نظم کو نہ ابدیت اور ابدی حکمت اور محبت کی تصویر کو ہر ایک شخص صرف اس چھوٹے سے ٹکڑہ زمین کو دیکھتا ہے جو اس کے سامنے ہے۔ اور وہ بھی میلے شیشوں کی مدد سے پس جب ہمارے سامنے کوئی ایسا عجیب سا نظارہ آتا ہے کہ ایک عقلمند اور اچھا آدمی کوئی بیوقوفی کا یا بُرا کام کر رہا ہے تو ہماری توجہ مجبوراً اپنی طبیعت کے دو رنگوں کی طرف ہوتی ہے۔ اور یہ خیال آتا ہے کہ شیطان نے اپنا زہریلا اثر اس پر ڈال دیا ہے۔ یہ ہمارے پیش نظر زمین کا نقشہ ہے دور فاصلہ پر خدا کے فرشتے اس حکم کے انتظار میں ہیں کہ مصیبت زدہ کی مدد کی جائے۔ اور اسے تسلی دیجائے +

آپ کو خطاب کرتے ہوئے میں یہ چاہتا ہوں کہ شراب کے متعلق کچھ عرض کردوں شراب ہرگز ضروریات انسانی میں سے کوئی ضرورت نہیں۔ اور جب ایک شخص یہ خیال کرتا ہے کہ ایک بے احتیاطی سے کیسے خطرناک نتائج پیدا ہوسکتے ہیں۔ تو شراب سے پرہیز میں جو تھوڑی بہت تکلیف محسوس ہوسکتی ہے۔ وہ ان نتائج کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ بہت سے بڑے بڑے خطرناک واقعات جو اس عالم میں ظہور پذیر ہوتے ہیں وہ بسا اوقات چھوٹے چھوٹے اسباب سے پیدا ہوتے ہیں کتنی دفعہ ایک چھوٹے سے نارنجی کے چھلکے سے جو بے احتیاطی سے کسی شخص نے فرش پر پھینکدیا ہو ناگفتہ بہ مصیبت اور موت کے واقعات ہوگئے ہیں ہر ایک شخص اسبات کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ لوگوں کو اس خطرہ سے آگاہ کرنا چاہئے کہ ایک نارنجی کا چھلکا بے احتیاطی سے پھینکا ہوا ایک شخص کو زخمی کرسکتا یا اسکی موت کا باعث ہوسکتا ہے۔ اسی طرح ایک شراب کا گلاس جو نے ضرر سمجھ کر ایک بچہ کو اپنے والدین کا جام صحت پینے کیلئے دیا جاتا ہے مخفی اور موروثی استعدادوں کو جگا سکتا ہے۔ اور تھوڑی شراب کے پینے کا شوق پھر دوبارہ پیدا ہوسکتا ہے۔ پھر جب نوے نشوونما پائیں تو یہی طریق انسان کو شراب کا عادی بنا سکتا ہے۔ اور ایسے حالات جب انسان پر کوئی مصیبت یا تفکرات کا ہجوم ہو تب مسکرات کا مجموعی اثر بعض مخفی استعدادوں کو بیدار کردیتا ہے اور بعض باتیں جو ساری عمر دبی رہ سکتی تھیں ظہور پذیر ہوجاتی ہیں۔ اور دماغ میں عارضی

مصیبت میں مُبتلا ہوگیا۔ وہ کسی طرح پر ان لوگوں کے ساتھ مبتلا ہوگیا جو اچھے [illegible] نہیں اور اس سے روپیہ وصول کرنے کی کوشش کی گئی۔ چونکہ وہ جُرأت والا انسان تھا اور اس نے واقعی کوئی جُرم نہ کیا تھا۔ اس نے مقدمہ میں جوابدہی کی اور مقدمہ جیت لیا۔ جج نے فیصلہ دینے کے بعد اس امتحان کا مقابلہ کرنے میں جُرأت دکھانے پر اسکی تعریف کی مگر ساتھ ہی کہا کہ افسوس ہے کہ میں تمہارے اخلاق کی تعریف نہیں کرسکتا۔ آیندہ میں خوف کے مضمون پر کچھ کہوں گا۔ لیکن سردست میں اس قدر کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ میں یہ ایمان رکھتا ہوں کہ ان تینوں صورتوں میں جن کا ذکر میں نے اُوپر کیا ہے۔ ان تینوں شخصوں نے جن کے حالات پر یہ تیز روشنی ڈالی گئی خدا اور انسان کی نظر میں زیادہ فائدہ اُٹھایا۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ اپنے نام کو بچانے کیلئے مکاریوں اور حیلوں سے کام لیتے +

اب میں چند لفظ ایک ایسے مضمون پر لکھونگا۔ جس کا خیال ہی خوف جیسی کمینہ چیز کو دُور کرنے کیلئے کافی ہے۔ میرا مطلب ان وحیوں اور مکاشفات سے ہے جن کو خارق عادت کہا جاتا ہے۔ اِسلئے نہیں کہ وہ قانون قدرت سے باہر ہیں یا خود خلقِ جسمانی کے عجائبات سے بڑھ کر ہیں جن کا ہم ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں۔ بلکہ اسلئے کہ اُن کا وقوع بہت کم ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ جن کو ان کے سمجھنے کی طاقت دیجئی ہے بہت تھوڑے ہیں۔ رویا اور کشف [illegible] عالم غیب اور شہادت کے درمیان تعلق کی زنجیروں کا کام دیتی رہی ہیں۔ اور وقتاً فوقتاً برگزیدہ انسانوں کو ایک خاص روشنی دیگئی ہے۔ اور ان کو خاص [illegible] کیا گیا ہے اور فہم کی تمام علوم طاقتیں انہیں الہام کی گئی ہیں +

وحی یوحنا اپنے مکاشفات کو [illegible] میں [illegible] تھا۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اپنی عبادت وفکر کے لمبے زمانوں میں عالم روحانیت میں تھے۔ اور اپنے معراج میں بھی حضرت موسیٰ بھی عالم روحانیت میں تھے جب خدا نے ان کو دس حکم دیئے مسیح بھی عالم روحانیت میں تھے جب شیطان نے ان کو بیابان میں آزمایا۔ اور جب آپ نے باغ میں رو رو کر دُعائیں کیں۔ جب حجاب اور پردہ درمیان سے اُٹھ جاتا ہے تو ہم دیکھتے

ہوتی +

ایک سال سے کچھ بہت زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ ایک مشہور لارڈ کو شراب نوشی نے بدمست ہونے کی وجہ سے عدالت میں کھینچا گیا اور اس پر جرمانہ ہوا - اس کے تھوڑے عرصہ اس بدقسمتی میں میں گرفتار ہوا اور مجھ پر بھی جرمانہ ہوا - ان دو مقدمات پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے ہوئے جو کہ ان واقعات پر کچھ وقت گذر جانے کا لازمی نتیجہ ہے اور انصاف کے ساتھ ان پر نظر ڈالتے ہوئے جیسا کہ میرے نام فاروق کے شایاں ہے میں خیال کرتا ہوں کہ دونوں صورتوں میں بدقسمتی نے - یا جیسا میں ترجیح دیتا ہوں شیطان کے ورغلانے نے ہم پر ایک مصیبت ڈالی تاکہ اس جماعت پر ایک دھبہ لگے جس نے نئے الجمل ملک کیلئے کوئی کوتاہی نہیں کی - یا ممکن ہے کہ میری ایک انگریز نومسلم ہونے کی حیثیت نچلے درجہ کے لئے ایک ایسے حملہ کی محرک ہوگئی جس کو وہ ضبط نہیں کر سکے +

ان دونوں صورتوں میں کسی کو جہاں تک مجھے علم ہے قطعاً کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا اور اگر مجسٹریٹ نے اپنے انصاف کو رحم کے ساتھ ملا کر زیادہ اعتدال کی طرف لے آتے - تو اس سے اخلاقاً کسی پر ظلم نہ ہوتا تھا - بہت لوگوں کو اس قسم کا جرمانہ جب ایک شریف آدمی پر ہو قتل ہو جانے کے برابر ہے - میں جانتا ہوں کہ مجھے اس وقت سخت رنج تھا - اور میں نے مجسٹریٹ کے فیصلہ کے خلاف اپیل کی - کیونکہ یہ مقدمہ نے الحقیقت ایک بیماری اور بیخوابی کا مقدمہ تھا نہ کہ بدمستی کا - مگر میری اپیل خارج ہوئی - میں اس سارے عرصہ میں اسباب کا قائل رہا ہوں اور اب بھی ہوں کہ پولیس ایک غلطی میں پڑ گئی - بیشک بحیثیت جماعت یہ ایک قابل گروہ ہے مگر غلطیاں ان سے بھی ہو جاتی ہیں - وہ غلطی میں پڑ گئے - اور انہوں نے میری خطرناک بیخوابی کی حالت کو غلطی سے بدمستی کی حالت سمجھ لیا - یہ ایک ایسی صورت تھی کہ اس کے اخباروں میں آنے کی کوئی ضرورت نہ تھی - مگر میں اپنی بیگناہی کا اس قدر یقین رکھتا تھا کہ میں نے ان باتوں کے روکنے کی کوئی کوشش کرنا ضروری نہ سمجھا - اور یہی خیال کیا کہ ہرچہ آید برسر فرزند آدم بگذرد والا معاملہ ہے - اس نے مجھے ایک بڑے ذی مرتبہ انسان کا قصہ یاد دلا دیا ہے جواب زندہ نہیں - پچاس یا ساٹھ سال ہوئے وہ ایک سخت

میں ناکامی کا اقرار پر عائد ہوتی ہے۔ بلکہ اسلئے کہ یہ ممکن ہے کہ مجھ میں وہ قابلیت نہ ہو جس کے ساتھ اس موقع پر جو ہمارے پاک مذہب کی تائید میں اہم امور کو پیش کیا جا سکتا ہے یہ امر فرض سے عہدہ برا ہو سکوں تمام دنیوی معاملات میں جس قدر نمایاں موقعہ یا ایک شخص ہو اسی قدر زیادہ توجہ اسکی فروگذاشتوں کمزوریوں یا نقصوں پر ہوتی ہے یہاں تک کہ ایک بے اعتیاطی اس قدر عظمت اختیار کر لیتی ہے جو کسی طرح پر جائز نہیں۔ مگر یہ امر خوشگوار بھی ہے کیونکہ اس سے ان لوگوں کو جن کے حالات پر کسی قدر سختی سے نکتہ چینی ہوتی ہے زیادہ محتاط اور محفوظ ہونا پڑتا ہے۔ جن لوگوں کو دوسرے ایک نمونہ سمجھنے ہیں ان کو ہر موقعہ پر محتاط ہونا ضروری ہے اگرچہ ایک ایسے انسان کیلئے جس کی طبیعت میں زندہ دلی کا رنگ زیادہ ہو ہر موقعہ پر اپنے پیش و پس دیکھتے رہنا تکلیف دہ ہے۔ ایک میرا قریبی رشتہ دار جس سے مجھے محبت ہے ایک انگریزی گرجا کا پیش امام تھا۔ اور کہانی مشہور ہے کہ اس کے اشغال میں سے ایک شغل یہ تھا کہ جو سڑک اسکے گرجا کو جاتی تھی۔ اس پر وہ ایک شراب سے بدمست آدمی کی حالت کی نقل کیا کرتا تھا۔ وہ بہت ہی چالاک آدمی تھا۔ اور جماعت کے وہ آدمی جو اس بارہ میں بہت زیادہ ملامت کرتے تھے وہ بھی اس نقل کو اول درجہ کے تسلیم کیا کرتے تھے۔ اور جو لوگ اپنے آپ کو زیادہ پابندیوں میں ڈالنا نہیں چاہتے وہ اس سے بہت ہی حظ اٹھاتے۔ جب وعظ کا وقت آتا تو بدمستی کے خلاف خطرناک وعظ کرتے ہوئے اس نظارہ کو وہ بطور ایک مثال کے استعمال کرتا تم نے دیکھا کہ میری حالت کیسی نظر آتی تھی جب سڑک پر ادھر ادھر گرتا پڑتا تھا۔ کیا تم بھی چاہتے ہو کہ تم لوگوں کے سامنے اسی طرح نظر آؤ؟ قبل اس کے کہ وقت ... [illegible] میرا پیارا چچا فی الواقع ایک نیک آدمی اور مہربان باپ تھا مگر اس کی طبیعت میں اس قدر ... تھا کہ جو لوگ اس سے اچھی طرح واقف نہ تھے وہ اسکی ان حالات سے بسا اوقات دھوکا کھاتے تھے مجھ پر یہ الزام دیا جاتا ہے کہ میں اپنے اس چچا کے نقش قدم پر چلا ہوں۔ اور میں اسے تعریفی کلمہ ہی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اگر اس کی چادر مجھ کو اوڑھائی جائے تو ممکن ہے کہ میں اسکی اعلیٰ صفات اور اسکی مزاحی خیالات میں اس کے مشابہ ہو جاؤں وہ کیمبرج کا سکینڈ رنگلر اپنے سال میں تھا کاش کہ میری بھی خوش قسمتی ہوتی۔ کہ مجھ میں ریاضی دانی کی اس قدر قابلیت

عورت اگر خوبصورت ہو مگر عفت کی صفت نہیں رکھتی تو وہ ایک مصیبت ہے۔ اور اُسے طلاق دینی چاہیئے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص محض حسن و جمال یا دولت کیلئے بی بی کی تلاش کرتا ہے دونوں کو کھو دیگا۔ دوسری صفت خوش اخلاقی ہے۔ ایک بدمزاج یا ناشکر یا جھگڑالو بی بی زندگی کو ناقابل برداشت بنا دیتی ہے۔ اور ایک پاک زندگی بسر کرنے میں روک ہو جاتی ہے تیسری صفت خوبصورتی ہے۔ کیونکہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ اسلیئے شادی سے پہلے عورت کو دیکھ لینا چاہیئے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا تھا کہ فلاں قوم کی عورتوں کی آنکھوں میں کچھ نقص ہوتا ہے۔ اسلیئے بہتر ہے کہ شادی سے پہلے تم عورت کو دیکھ لو۔ داناؤں نے کہا ہے کہ جو شخص بغیر دیکھے شادی کر لیتا ہے وہ بعد میں پچھتائیگا۔ یہ سچ ہے کہ محض حسن کیلئے شادی کرنا نہیں چاہیئے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ حسن و جمال کی کوئی قدر نہیں کرنی چاہیئے۔ چوتھی ضروری بات یہ ہے کہ مہر کی رقم زیادہ نہ ہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بہترین بی بی وہ ہے جس کا مہر کم اور جس کی خوبصورتی زیادہ ہو۔ پانچویں یہ ہے کہ وہ بانجھ نہ ہو۔ اور اچھی نسل سے ہو اور خاوند کے بہت قریبی رشتہ داروں سے نہ ہو +

یہ اسلامی معیار بی بی کے انتخاب کا ہے جو امام غزالی نے پیش کیا ہے اور اس سے بہتر معیار آج بھی کوئی پیش نہیں کر سکتا +

تنبیہ

(از لارڈ ہیڈلے)

بہت سے مہینوں کے بعد جن میں میری صحت کی حالت قابل اطمینان نہیں رہی میں خوشی اور رنج سے ملے جلے خیالات سے آپ سے مخاطب ہوتا ہوں۔ تاہم یہ موقعہ میرے اسلامی بھائیوں کے لئے اور خود میرے لئے کسی قدر تسکین کا موجب ہوگا۔ کیونکہ تمام تکالیف اور تفکرات اور نقصانوں کے بعد جو اٹھائے گئے ہیں اب ایک ایسا موقع تشریحات کا ہے جو دوسروں کیلئے مفید ہو سکتا ہے + میں کسی قدر ہچکچاتا ہوا اس مضمون کی طرف آتا ہوں نہ ذلت کے کسی ذاتی خوف سے جو کسی شاخ

اور کسی صورت میں وہ اُن سے نکاح نہیں کر سکتے۔ حق حضانتہ محض بچے کے فائدے کیلئے ہے اور ماں کو بحیثیت ماں ہونے کے حاصل ہے۔ اور پھر اسلامی شریعت میں اس قدر وسعت ہے کہ اگر ماں غیر مسلم ہو تو اس کو حق حضانتہ اسی طرح حاصل ہے جس طرح مسلم ماں کو۔ البتہ ارتداد اور بدچلنی چونکہ بچہ کے فوائد کو نقصان پہنچانیوالے ہیں اسلئے ان حالات میں بچہ ماں کی حفاظت میں نہیں رہیگا +

وہ صفات جو حق حضانتہ کیلئے ضروری ہیں حسب ذیل ہیں۔ اوّل یہ کہ ایسی عورت صحیح الدماغ ہو۔ دوسرے یہ کہ اسکی عمر ایسی ہو کہ جن باتوں کی بچہ کی حفاظت میں ضرورت ہے اُن کو وہ پورا کر سکے تیسرے یہ کہ اُس کا چال چلن اچھا ہو۔ چوتھے یہ کہ وہ ایسی جگہ میں رہتی ہو جہاں بچہ کو اخلاقی یا جسمانی رنگ میں کوئی نقصان پہنچنے کا خطرہ نہ ہو۔ حق حضانتہ ذیل کی صورتوں میں زائل ہو جاتا ہے۔ اوّل یہ کہ حاضنتہ غیر محرم سے نکاح کرے۔ دوسرے بدچلن ہو جائے تیسرے اپنی جائے سکونت ایسی بدل لے کہ وہاں باپ یا کوئی دوسرا نگران نگرانی نہ کر سکے۔ چونکہ قانون اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ ایک عورت جو کسی اجنبی مرد سے شادی کر لے اسے بچہ سے وہ محبت نہیں رہ سکتی۔ جو پہلے تھی۔ اسلئے اس صورت میں حق حضانتہ زائل ہو جاتا ہے لیکن اگر بچہ کے رشتہ داروں میں سے کسی سے وہ شادی کرے تو حق حضانتہ باقی رہتا ہے +

اگر ایک ماں جو طلاق حاصل کر چکی ہے بچہ کی بہتری کیلئے دوسری جگہ شادی کرے تو محض اتنی بات سے حق حضانتہ زائل نہیں ہوتا۔ ماں نہ ہو تو حق حضانتہ اسکی عورت رشتہ داروں کو پہنچتا ہے لو جو عورت رشتہ دار ماں کی طرف سے ہوں ان کا حق باپ کی طرف کے رشتہ دار عورتوں پر فائق ہے حضانتہ کے معاملہ میں عورت کو عورت ہونے کی حیثیت سے مرد سے بڑھ کر حق دیا گیا ہے جب تک ایک عورت رشتہ دار بچے کی حفاظت کیلئے ہو اس وقت تک مرد کو حفاظت کا حق نہیں پس شریعت اسلامی نے بعین قانون قدرت کے مطابق مردوں اور عورتوں کے حقوق تجویز کئے ہیں۔ جس طرح حق حضانتہ میں عورت کی مرد پر فوقیت تسلیم کی گئی ہے بعض حالات میں مرد کی عورت پر فوقیت تسلیم کی گئی ہے اور اس طرح یہ حقوق میں ایک موازنہ قائم کیا گیا ہے۔ جو انصاف پر مبنی اور قانون قدرت کے مطابق ہے +

بی بی کیلئے صفات ضروری

امام غزالی نے کیمیائے سعادت میں آج سے صدیوں پیشتر یہ لکھا ہے کہ جس کو بی بی بنانا مقصود ہو اس میں کتنی صفات کی تلاش کرنی چاہیئے۔ وہ کہتے ہیں کہ سب سے ضروری صفت عفت ہے۔ ایک

بڑے قانون ساز کے سامنے ان قوانین کے بنانے کے وقت جو کتاب تھی وہ فطرت انسان یا قلب انسانی کی کھلی کتاب تھی۔ اسلئے اُمّی نبی سب سے بڑا قانون ساز اور مصلح بنا۔ قانون قدرت کی کتاب آپ کے سامنے کھلی تھی۔ اور اس قانون قدرت میں وہ ہستی جس کی زندگی عجیب و غریب مرکبات کا مجموعہ ہے یعنی خود انسان اس کی فطرت کے ہر پہلو پر آپ کی نگاہ اس کی تمام تر باریکیوں تک پہنچی ہوئی نظر آتی ہے۔ آپؐ کے قوانین وراثت قوانین نکاح وغیرہ تمام کی تمام میں فطرت انسانی کی گہری واقفیت نظر آتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ قوانین جو تیرہ سو سال پیشتر آپؐ نے تجویز کیئے تھے۔ وہ جس طرح عرب کی دُھوپ میں جلتے ہوئے جنگلوں میں موزوں تھے۔ اسی طرح وہ برفانی مُلکوں میں اور ٹھنڈے سبزہ زاروں میں بھی موزوں ہیں۔ اور اگر وہ بدوی عرب کے لیئے موجب ہدایت ہو سکتے تھے تو آج مہذب یورپین کیلئے بھی نور ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ فطرت انسانی پر آپؐ کی نظر کیسی وسیع ہے کہ عورتوں کے حقوق جائداد کا فیصلہ بھی آپؐ نے اس بیابان کے اندر بیٹھ کر کر دیا جہاں عورتوں کی کوئی حیثیت ہی نہ سمجھی جاتی تھی۔ حالانکہ اس مسئلہ پر مہذب ممالک بھی آج سے چند سال پیشتر ہی قانون بنانے کی جرأت ہوئی ہے۔ اسی طرح پر حفاظت اولاد کا مسئلہ ہے جس پر ابھی ان لوگوں کو توجہ بھی نہیں ہوئی۔ آپؐ نے جبر اور حضانت کے اندر نہایت صاف اور قدرتی امتیاز رکھ دیا ہے۔ حق جبر مرد کو دیا گیا اور حق حضانت عورت کو چنانچہ فتاوے عالمگیری میں ہے کہ نکاح کے اندر یا طلاق وغیرہ کے بعد ماں سب سے بہتر شخص ہے جس کی حفاظت میں بچے رہنے چاہئیں۔ حق جبر باپ کو اس وقت حاصل ہوتا ہے جب ماں کی تربیت کی اولاد کیلئے ضرورت باقی نہ رہے تا کہ باپ اپنی نگرانی میں رکھ کر اُنکی تعلیم وغیرہ کر سکے۔ اور اُنمیں خاندانی رُوح پیدا کر سکے۔ ڈی اوہم کہتا ہے کہ نو برس کی عمر میں بچہ اپنی عورت رشتہ داروں کے ہاتھوں سے باپ کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے تا کہ یعنی باپ اپنے خاندانی حالات اور حیثیت کے مطابق اُنکی تعلیم کر سکے۔ لڑکیوں کی حفاظت ماں کے سپرد رہتی ہے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں اور نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں بعض حالات میں اس وقت تک کہ اُنکی شادی ہو جائے اُنکی حفاظت کسی مرد کے سپرد نہیں کیجاتی جبتک کہ وہ ان رشتہ داروں میں سے نہ ہو جو محرم ہیں

نہ کوئی جائداد تقسیم ہو سکتی ہے جب تک کہ مہر ادا نہ ہو جائے۔ عورت زندہ ہو تو وہ خود خاوند کی جائداد میں سے حصہ لے سکتی ہے۔ اگر وہ مرگئی ہو تو اس کے ورثا اس کے قائمقام ہو کر وہی حصہ وصول کر سکتے ہیں۔ ایک بیوہ کو واجب الوصول مہر کے عوض خاوند کے کسی حصہ جائداد پر قابض ہو تو بغیر ادائیگی مہر اسے اس سے بیدخل نہیں کیا جا سکتا۔ مہر ان مراعات میں سے جو عورتوں کو دیگئی ہیں صرف ایک ہے۔ کسی قانون نے عورتوں کے ساتھ اس قدر مراعات ملحوظ نہیں رکھیں جس قدر شریعت اسلامی نے ملحوظ رکھی ہیں +

اسلام کے وہ قوانین جو انسانی میل جول سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسلئے وسیع رکھے گئے ہیں۔ کہ تا مختلف زمانوں میں مختلف انسانوں کے حالات پر عائد ہو سکیں۔ یہ مہر کا قانون آج کل کے یوریین سوشیل طریقوں کے بھی مطابق ہو سکتا ہے۔ یورپ میں بھی ایک قاعدہ ہے بعض اوقات نکاح کے وقت کچھ جائداد دے دی جاتی ہے۔ مہر معجل اسکی جگہ لے سکتا ہے۔ اور ایک رقم مہر کی طلاق پر روک دینے کیلئے موجل قرار دیجا سکتی ہے اس سے یورپین سوسائٹی کی شادیوں میں بھی اصلاح ہو سکتی ہے مہر معجل نقد بھی ہو سکتا ہے جو عورت کے فائدہ کیلئے کسی کام پر بطور راس المال لگایا جا سکتا ہے۔ اور جائداد کی صورت میں بھی دیا جا سکتا ہے یہ فوراً اسکی ذاتی جائداد بن جائیگی جو اس سے لی نہیں جا سکتی۔ اور اگر اس کا خاوند اس سے اچھا سلوک نہ کرے تو یہ اسکی تکلیف کو ہلکا کرنے کا موجب ہو جائیگا +

بچوں کی حفاظت

ایک اور معاملہ میں اسلام نے عورتوں کو مردوں سے بڑھ کر حقوق دیئے ہیں اور یہ حفاظت اولاد ہے۔ جو اصطلاح میں الحصانۃ کے نام سے موسوم ہے۔ اس مضمون پر جولائی ۱۹۱۵ء کے اسلامک ریویو میں میںنے حسب ذیل لکھا تھا +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام دنیا کے بڑے بڑے اشخاص میں بحیثیت ایک قانون ساز کے بھی سب سے اوپر ہے۔ چونکہ آپ کی وحی کا سرچشمہ خود خدا تھا۔ جو قانون قدرت کا بنانیوالا ہے۔ اسلئے جو قوانین آپ کے ذریعہ سے ہم کو ملے ہیں وہ اعلٰے درجہ کی حکمت پر مبنی ہیں۔ وہ انسانی فطرت کی کمزوریوں میں قوت دینے والے ہیں۔ اس دنیا کے سب سے

کرکے بہت لوگ اسبات کو صفائی سے دیکھ سکتے ہیں کہ وہ شاندار وعدہ جو حضرت موسیٰ کے ذریعہ سے دیا گیا تھا۔ وہ عرب میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود میں پورا ہوا +

اسلام میں عورت کی حیثیت

از شیخ ایچ ایم قدوائی

بتسلسل صفحہ ۳۲۵ اشاعت اسلام جلد ۳ نمبر

مہر اسلامی شادی کے ساتھ اموال میں سے ایک ہو گیا یہاں تک کہ اگر نکاح کے وقت اس کا ذکر نہ بھی کیا جائے یا معاہدہ نکاح میں اسکی کوئی تعین نہ ہو تو محض نکاح کا ہو جانا ہی مہر کو ضروری ٹھیراویگا۔ اسلامی شریعت میں عورت کو مہر حاصل کرنے کیلئے طلاق پر ایک بڑی بھاری روک ہے۔ چونکہ مہر کے معاملہ میں حدبندی کوئی نہیں اور بعض وقت بڑی بڑی رقوم مہر کی باندھی جاتی ہیں۔ اسلئے خود مہر ہی اکثر حالات میں طلاق کے ناجائز استعمال کے لئے بڑی روک ہو جاتی ہے۔ عورت کو پورا اختیار حاصل ہے۔ کہ خاوند کے حین حیات مہر کا مطالبہ کرے۔ یہ اس کا اختیار ہے جب چاہے اسے وصول کرے بلکہ اسے یہ بھی حق ہے کہ وہ خاوند کے گھر جانے سے اس وقت تک انکار کرے جب کہ مہر معجل اسے وصول نہ ہو جائے۔ یہ بھی اسے اختیار ہے کہ کسی حصہ مہر کو موجل رہنے دے جو وفات پر یا طلاق کے وقت اسے ملسکتا ہے +

مہر کے متعلق جو حق عورت کا ہے۔ جب وہ ایکدفعہ پیدا ہو جائے تو کسی صورت میں وہ اس سے محروم نہیں کیجا سکتی۔ خاوند کو قتل بھی کردے۔ اس کا حق چھن نہیں سکتا۔ اسے یہ اختیار ہے کہ وہ خاوند کو بطور ہبہ کوئی حصہ مہر کا دیدے لیکن اگر نکاح سے پہلے کوئی ایسی شرط کرلی جائے۔ کہ عورت کا حق مہر زائل ہو جائیگا۔ تو وہ شرط باطل ہے اور باوجود اس شرط کے عورت کو مہر مثل کا حق حاصل ہوگا۔ مہر جب تک ادا نہ ہو خاوند کے اوپر ایک قرضہ کی صورت میں رہتا ہے اور تمام قرضوں پر اور ورثا کے حقوق پر اسے فوقیت حاصل ہے

جو لوگ اس بیداری کا احساس رکھتے ہیں اُن کے نزدیک سب سے بڑا فیصلہ کُن عنصر نئے مذہب کا اخوت عام ہے۔ پُرانے تنگدل اور تعصبات قدرتی موت مر رہے ہیں۔ اور انکی بجائے ایک وسیع اخوت انسانی کا خیال جو اسلام کا اصل الاصُول ہے جگہ لے رہا ہے۔ بہت سی تحریکات جنہوں نے اس امر کو مدّنظر رکھا ہے انہوں نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ مذہبی رنگ میں ذیل کے نام لیئے جا سکتے ہیں۔ دی ریلیجس مُووُمنٹ۔ برادرہڈ مُومنٹ تھیوسافیکل برادرہڈ۔ سپریچوئلزم اور ایسی سوسائٹیاں جن کو مذہب سے تعلق نہیں ہے وہ وسیع اخوت انسانی کے قیام کا مقصد اُن کے مدّنظر ہے۔ مختلف سوشلسٹ تحریکات اور اسپرنٹو تحریک ہے۔ یہ تمام تحریکات عام ہمدردی انسانی کے رنگ میں کام کرتی ہوئی تدریجاً تعصب اور تنگدلی کو دُور کر رہی ہیں۔ لیکن یہ ترقّی بہت آہستہ ہو رہی ہے۔ اور سوال کہ اس وسیع اخوت انسانی کو کس طرح قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت ایک پُختہ فیصلہ چاہتا ہے۔ اگر ہم سب لوگ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر بیٹھ سکیں اور اس بات کو دیکھ سکیں کہ کس طرح اسکی شاندار تعلیم نے ہمیشہ کیلئے سفید و سیاہ عرب و عجم کو ایک کر دیا اور ہر قسم کی تفریقات قومی کو مٹا دیا۔ اور عیسائیت میں بھی جو اس قسم کے خیالات کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں درحقیقت اسی کی تعلیم سے اخذ کئے گئے ہیں تو وہ فیصلہ ہم کو آسانی سے ملجاتا ہے۔ جہاں کہیں اسلام نے کام کیا ہے۔ وہاں ہمیں مختلف اقوام کے اندر ایک ایسی اخوت پیدا ہوئی ہوئی نظر آتی ہے۔ جس کی نظیر دنیا میں کوئی نہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ دوسرے مذاہب نے اپنے کام کو زیادہ تک مسائل اور خیال کے رنگ میں قید رکھا اور اسلام نے انسان کی ضروریات کیلئے ایک عملی رہنما کا کام کیا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اس قدر کامیاب ہو رہی ہیں۔ کوئی بدی جو سوسائٹی سے تعلق رکھتی ہو یا تمدن سے یا مذہب سے اور جس کے دُور کرنے کی ضرورت ہو۔ قرآن کو پڑھو اور اس میں اس کا علاج پاؤ گے۔ ہاں اگر مغرب ایک دفعہ بھی اپنی اصل آنکھ سے اور ہر قسم کی چمکدار عینکوں کو اُتار کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرے۔ تو ان نتائج کے مشاہدہ سے جو پیدا ہو چکے ہیں آج کل کی پیش آمدہ مشکلات کو قرآنی تعلیمات پر عرض

بھی بدتر یہ بات ہے کہ بعض عیسائی قوموں نے بڑے بڑے مظالم اس جنگ میں کیئے ہیں مسلمان جنگوں میں اس قسم کے مظالم سے عموماً ہمیشہ بچے رہے ہیں۔ کیونکہ اُن کے ہاتھ میں ایک صحیح قانون ہے جس کی وہ پیروی کرتے ہیں۔ جنگ کے اندر دشمن کے جس حصۂ ملک پر قبضہ ہو جائے اُس کی غیر فوجی آبادی سے کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ جنگ کے قیدیوں سے کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ یہ اور اس قسم کے تمام امور پر قرآن شریف یا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے اندر صاف ہدایات موجود ہیں۔ کیا اسلام کے سوائے کسی دوسرے مذہب کیا محمد رسول اللہ صلے اللہ کے سوائے کسی دوسرے نبی نے اس خطرناک انسانی بیماری جنگ کے لیئے کوئی تریاق تجویز کیا ہے؟

وہ بدیاں جو ہماری سوسائٹی میں مروّج ہیں اُن کی نسبت میں زیادہ نہیں کہنا چاہتا سوائے اس کے کہ یہ بتادوں کہ دنیا کے اُس حصّہ میں جہاں زندگی اور قوت کی ہر ایک چنگاری کی جو میسر آسکے ضرورت ہے یہ بدیاں اُس زندگی اور قوت کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہی ہیں۔ اس جنگ نے بہت لوگوں کی آنکھیں کھول دی ہیں۔ اور اُن کو اب محسوس ہوا ہے کہ کس قسم کے خطرناک مضرات ان بدیوں سے پیدا ہو رہے ہیں۔ مگر اب تک اس کا اگر عملاً کوئی حل معلوم ہوا ہے۔ تو وہ صرف یہ ہے جس کی تعلیم قرآن نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر دی تھی مغرب کے رہنے والوں کو یہ بات ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ اس پر غور کرنا بھی نہیں چاہتے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو جس قدر علاج اب تک تجویز ہوئے ہیں ان میں عملی علاج سوائے اس کے ایک بھی نہیں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ مردوں اور عورتوں میں بغیر ایکدوسرے کے حقوق کو تلف کرنے کے کس طرح علیحدگی ہوسکتی ہے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ ہمارے عزیز ایڈیٹر صاحب اس مضمون پر کچھ روشنی ڈالیں اگر ایک کامل بحث اس مضمون پر ہو کہ قرآن آج کل کی سوسائٹی کی بدیوں کا کیا علاج پیش کرتا ہے۔ تو ان لوگوں کے لئے جو آج ان حالات پر غور کر رہے ہیں۔ یہ غالباً بہت مفید ہوگا۔ میری رائے میں دُنیا اس وقت ایک بڑے مذہبی انقلاب کے کنارے پر کھڑی ہے۔ مختلف مذاہب پرانے عقائد سے بیزار ہو رہے ہیں جو اُن کی ترقی میں مانع ہیں۔

طور پر اجازت ہے۔ ان حالات کو دیکھ کر قرآن کریم کی ذیل کی آیت کی قدر معلوم ہوتی ہے یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس و اثمھما اکبر من نفعھما۔ تم سے شراب اور جوئے کی نسبت سوال کرتے ہیں کہو ان دونوں میں بھاری نقصان ہے اور کچھ لوگوں کے لئے نفع بھی ہے اور ان کا نقصان اُن کے نفع سے بہت بڑھ کر ہے۔ یہ آیت سورۃ البقرہ کے درمیان میں آتی ہے۔ اور اس سورۃ میں احکام جنگ کا ذکر ہے۔ اس میں جو ذکر ہے کہ کچھ نفع بھی لوگوں کیلئے ہے اسمیں اشارہ اس وقتی بہلاوٹ کی طرف ہے جو کہ ایک سپاہی کو اس قسم کے قابل نفرت اشغال میں ملجاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن کریم کی وحی کرنیوالا اسبات کو جانتا تھا کہ یہ دو بدیاں فوجی سپاہیوں میں ہر زمانہ میں پائی جاتی ہیں۔ بالخصوص جب وہ میدان جنگ میں ہوں۔ قرآن کریم کے ایک دوسرے موقعہ پر ہے۔ یا یھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ اے ایمان والو شراب اور جوا اور بُت اور پاسے پلید باں میں شیطانی کاموں سے پس اس سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ جو کچھ آج ہمارے حکم کو امتناعی احکام سے۔ خود حکومت کے ذخیرے خرید لینے سے یا دوسری تجاویز سے کرنا پڑتا ہے وہ اسلام میں اِس آیت کی وحی سے ایک ہفتہ کے اندر اندر ہمیشہ کیلئے ترک کیا۔ پھر کیا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم النّبی (دی پرافٹ) کے نام کے حقدار نہیں؟

پہلے قتل سے جو دُنیا میں واقع ہوا جنگ ایک انسانی مجبوری ہو گئی ہے جس کو کوئی مذہب یا فلسفہ آج تک نیست و نابود نہیں کر سکی لیکن ایک شخص جو کتب مقدسہ کو غور سے پڑھتا ہے کہ جنگ کے اخلاق کے حقیقی صحیح اور عملی ضابطہ کیلئے ہمیں قرآن کی طرف ہی متوجہ ہونا پڑتا ہے۔ یہ بھی عجائبات میں سے ہے کہ اِس جنگ میں جو دُنیا کی سب سے بڑی جنگ ہے۔ جہاں بڑی بڑی ہتھیار بند قومیں اس مذہب کی پیرو ہیں جس نے اخلاق کیلئے ایک اعلیٰ درجہ کا ضابطہ قائم کیا ہے۔ بلکہ ایک ایسے مذہب کو تسلیم کرتی ہیں جس نے جنگ کی ضرورت کو یہ کہہ کر ٹال دیا ہے کہ تم بدی کا مقابلہ مت کرو۔ اِس سے

سب یہ وعظ کر رہے ہیں کہ اس جنگ کو جاری رکھنا چاہیئے اور ظالم کو اس کی کرتوتوں
کی سزا دینی چاہیئے تاکہ وہ پھر ظلم نہ کرے۔ کیسی سچی تعلیم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ
وسلم نے دی ہے۔ کہ جب زمین پر چاروں طرف جدوجہد اور جنگ بھی بھڑک رہی ہے تو جنگ کا
مقابلہ نہ کرنے کی تعلیم دینا بیمعنی تعلیم ہے وہاں آپ ہمیں حکم فرما دیتے ہیں کہ تم اعلے
کرو۔ اور دوسروں پر پہلے حملہ مت کرو۔ مگر ساتھ ہی یہ فرماتے ہیں کہ اپنے گھروں کو بچا
عورتوں کو اپنے بچوں کو۔ ہر قوم کی مذہبی عبادتگاہوں کو اپنے معبدوں کو ظالموں اور
حملہ آوروں سے بچاؤ اور ایسی صورت میں خوب اُن کا مقابلہ کرو۔ کون شخص ہے جس کے
اندر ضمیر موجود ہو اور وہ اسبات پر اعتراض کرے کہ اپنے بال بچوں اور معبدوں اور گھروں
کی حفاظت کا کیوں حکم دیا گیا ہے۔ پس ہمارے مذہبی پیشوایان مسیحی اس دنیا کی عظیم الشان
مصیبت میں بجائے انجیل کی تعلیم کا وعظ کرنے کے قرآن کی تعلیم کا وعظ کر رہے ہیں
اور عیسائیت کی بجائے اسلام کی اشاعت کر رہے ہیں +

پھر جنگ کے ساتھ ایک اور رفیق بدی ہے یعنی شراب۔ یہ ایک ثابت شدہ امر ہے
شرابی سپاہیوں کے معنے حد درجہ کا ظلم ہے۔ اب حضرت مسیح شراب کے متعلق کیا حکم دیتے
ہیں۔ کیا ہم مسیحی سپاہیوں کو مسیح کے نام کا وعظ دے کر شراب کی اپیل کر سکتے ہیں۔ جب
انجیلوں میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح کا سب سے پہلا معجزہ یہ تھا کہ پانی کی شراب بنا دی اور
ایک برات کو بدمست ہونے میں مدد دی مگر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم شراب کو رجس اور
قابل نفرت قرار دیتے ہیں۔ مجھے اس جنگ کے اندر بطور ایک سپاہی کے فرانس کی خندقوں
میں کام کرنا پڑا ہے۔ میں ہرگز اپنے پہلے رفقاء کے نام پر کوئی دھبہ لگانا پسند نہیں کرتا مگر
یہ کہنے پر مجبور ہوں۔ کہ ہمارے سپاہیوں کی بڑی تفریح شرابنوشی اور جوا ہے۔ چھوٹے چھوٹے
دیہات میں جن کو ٹولیوں کے گولوں نے تباہ کر دیا ہے کہیں کہیں ایک گھر ایسا بھی ملجاتا ہے
جس میں اب تک ایک فرانسیسی عورت موجود ہے جو موت کا خطرہ لے کر کچھ روپیہ کمانے کیلئے
ہمارے سپاہیوں کے ہاتھ شراب فروخت کرتی ہے۔ بہت لوگ اسبات سے بیخبر ہیں کہ فرانس
میں ہمارے اجتماعی مرکزوں میں ایک قسم کی قمار بازی کی جس کا نام "ہوس" ہے سرکاری

نبی کہلانے کے مستحق ہیں۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ آپ کے کاموں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ کا دعویٰ نبی ہونے کا بالکل سچا ہے اور آپ نے نہ صرف اپنے زمانہ کی بیماریوں کا ہی علاج کیا بلکہ آج جو بیماریاں دُنیا میں پائی جاتی ہیں ان کا علاج بھی آپ کی اس کتاب کامل قرآن میں پایا جاتا ہے۔ جو آپ دُنیا کی ہدایت کے لئے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ قرآن کریم ہماری زندگیوں کا صحیح تعلق اللہ تعالیٰ سے پیدا کرتا ہے۔ اور جو ہدایات اس کتاب میں دی گئی ہیں اُن کی پیروی ہی ایک ایسا طریق ہے۔ جس پر چلکر ہم صرف دقیق سوالات کو حل کر سکتے اور اُن عظیم الشان مشکلات پر غالب آ سکتے ہیں جو آج مغربی دنیا کے سامنے آ رہی ہیں۔ اسلام صرف عقیدوں کا مذہب نہیں جن میں کوئی عمل نہ ہوں یا صرف سبت کے دن کا مذہب ہے۔ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ ایسا مذہب جو ہماری زندگی کے ہر لمحہ میں کام دینے والا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ ہم بدی کے مقابلہ میں نا دہندگی سے کام لیں قرآن ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ بدی کے خلاف شب و روز جد و جہد میں لگے رہو اور اسکو کلیتہً نیست و نابود کرنے پر زور لگاؤ۔ وہ بدیاں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نیست و نابود ہوئیں وہ اس طریق کی کامیابی کی مثالیں ہیں کیونکہ پھر اسلام میں انہوں نے زور نہیں پکڑا ؛

سب سے پہلے ہم جنگ کا سوال لیتے ہیں جو اس زمانہ میں اس قدر عیسائیوں کے دلوں میں تشویش پیدا کر رہا ہے حضرت عیسیٰ قصاص یا بدلہ لینے سے بالکل روکتے ہیں یہ ایک بیہودہ تفسیر ہے کہ آج ہم یہ کہیں کہ ہمیں اُن کی تعلیم کی اصل روح کو دیکھنا چاہئے اور بعض آیات کے صریح الفاظ کی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ یہ تفسیر القول بما لا یرضیٰ قائلہ ہے۔ پہاڑی وعظ کے الفاظ بہت صاف ہیں۔ اور ان میں کوئی ابہام نہیں کہ روح کو معلوم کرنے کیلئے ہمیں کسی اور بات کی ضرورت ہو۔ یہ الفاظ کسی تشریح کے محتاج نہیں اور اُن کی روح اُن کے جسم میں کام کرتی ہوئی صاف نظر آتی ہے۔ "تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا" (متی ۵ - ۳۸) مگر اسکے خلاف آج بشپ اور پادری دعوائے اس

مُبتلا ہو گئے۔ ہاں اب کچھ حالات میں تغیر ہے۔ اور انسان کا دل تعلیم اور غور و فکر کی عادت پیدا کرنے کی وجہ سے وسیع ہو گیا ہے۔ اب سوائے بعض تنگدل افراد کے جن کی تعداد خوش قسمتی سے بہت تھوڑی ہے۔ انگریزی لٹریچر میں نبی اسلام کا ذکر ان ناپاک اور قبیح الفاظ میں نہیں ہوتا۔ جس طرح پہلے ہوتا تھا۔ گو میں بوڑھا آدمی نہیں ہوں مجھے یاد ہے کہ آٹھ یا نو سال ہوئے ہمارے سکولوں میں جب اُستاد مصر یا ہندوستان کا ذکر کرتے تھے تو مسلمانوں کو جھوٹے نبی کے پیرو کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ اگر کسی اخبار یا رسالہ میں لفظ النّبی استعمال ہوتا ہے تو اس سے مُراد صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں اور اس خطاب سے اور کوئی شخص مُراد نہیں لیا جاتا۔ کوپر کہتا ہے کہ خدا کے کام مخفی طور سے ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ کیا یہ تعجّب کی بات نہیں کہ اس عیسائی ملک میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے غیر مُسلم بھی آپ کا نام استعمال نہیں کرتے بلکہ صرف لفظ دی پرافٹ یا النبی استعمال کرتے ہیں۔ اور اس طرح پر گویا من وجہ آپ کے دعوے کو تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ کا دعویٰ تھا کہ میں وہ نبی یا النّبی ہوں +

لیکن آپ صرف دعوے کی وجہ سے ہی النّبی نہیں بلکہ واقعات آپ کے اس دعوے کو صحیح ثابت کرتے ہیں۔ نبی وہ ہے جو خدا تعالیٰ سے وحی اور الہام پا کر لوگوں کی بعض بیماریوں کیلئے جو زہر کا حکم رکھتی ہیں ایک تریاق مُہیّا کرتا ہے۔ نبی وہ ہے جس کو ہماری رُوحانی اور جسمانی بہتری کیلئے بعض احکام منجانب اللہ دیئے جاتے ہیں۔ اگر ہم کسی نبی کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اسکے زمانہ میں انسان شرفِ انسانیت سے بہت نیچے گر گئے تھے۔ اور بعض خطرناک بدکاریوں میں مُبتلا ہو گئے تھے۔ نبی ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ جو اس کی پیروی کرتے اور اسکی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ ان بُرائیوں سے نجات پا جاتے ہیں۔ القصہ نبی ایک روشنی ہے جس کو اللہ تعالیٰ اسلئے بھیجتا رہا ہے تاکہ وہ لوگوں کو تاریکی اور جہالت کے دلدل سے باہر نکالے۔ اب اس حقیقت کو مدنظر رکھ کر ہم نے یہ غور کرنا ہے کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مروجہ مسیحی عقیدہ اسبات کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ کہ حضرت عیسیٰ کے پیرو تین الگ الگ شخصیتوں کے آنے کے قائل تھے۔ اور حالانکہ عیسائی الیاس کی دوبارہ آمد کی پیشگوئی کو تسلیم کرتے ہوئے یہ اقرار کرتے ہیں۔ کہ حضرت یحییٰ ہی الیاس کی روحانی طاقت میں ہو کر آنے کی وجہ سے الیاس کی پیشگوئی کے پورا کرنیوالے تھے۔ اپنے آپ کو دوسری دو پیشگوئیوں کے متعلق یوں تسلی دے لیتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ ہی المسیح بھی تھے اور النبی بھی تھے۔ مگر جب ہم اس کی تحقیق کرتے ہیں۔ کہ یہ صرف تین الگ الگ نام ہی نہیں بلکہ ان کے لئے تین علیحدہ علیحدہ کام بھی پیشگوئیوں میں تجویز کئے گئے ہیں حضرت یحییٰ کا کام مسیح کیلئے لوگوں کو تیار کرنا ہے۔ حضرت مسیح کا کام یہودیوں کو لامذہبی سے نکالکر ان کی جسمانی اور روحانی حالتوں کا درست کرنا ہے۔ اسی لئے ان کی تعلیم کا سارا زور یہودیوں کی اصلاح اور ان کا موسوی شریعت پر قائم کرنا ہے۔ وہ خود شریعت موسوی کے پابند تھے۔ اور ان کی تعلیم میں کہیں اشارہ تک بھی نہیں پایا جاتا کہ میں موسیٰ کی طرح ایک شارع ہوں۔ جو تم کو نئی شریعت دیتا ہوں لیکن خدائی وعدہ پورا ہونا تھا اور حضرت مسیح سے چھ سو برس بعد مکہ میں وہ نبی ظاہر ہوا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھلے کھلے الفاظ میں یہ دعویٰ کیا کہ میں وہ موسیٰ کا مثیل نبی ہوں جس کی منتظر یہودی اور عیسائی دونوں قومیں چلی آتی ہیں۔ چونکہ وہ خود شارع تھے اسلئے وہ فی الواقع مثیل موسیٰ تھے۔ وہ اسرائیل کے بھائیوں میں سے تھے کیونکہ وہ حضرت اسمعیل کے خاندان میں سے تھے جو بحیثیت قوم بنی اسرائیل کے بھائی ہیں۔ یہاں صدیاں گذر گئی ہیں اور اب تک دنیا نے اُسے پورے زور سے محسوس نہیں کیا۔ کہ یہ خدائی وعدہ پورا ہو گیا ہے۔ اور وہ موعود شریعت جو قرآن کے نام سے آئی سہتیرے اُسے بُرا کہنے میں مشغول ہیں۔ قرون وسطیٰ میں اسلام کے متعلق جس قدر اطلاع بہم پہنچی تھی وہ سخت متعصب اور اسلام کے دشمنوں کے ذریعہ سے پہنچی تھی سبب جسکا اس مذہب کو تعصب اور عداوت کی رنگدار عینک لگا کر دیکھا گیا۔ اسلئے نبی اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کی زندگی کے متعلق سخت غلط فہمیوں میں لوگ

النبی

(ایک انگریز نومسلم کے قلم سے)

کوئی تین ہزار سال کے قریب گذرے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام کرتے ہوئے اُسے ایک وعدہ دیا جو استثناء ۱۸-۱۸ میں پایا جاتا ہے "میں اُن کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا"۔ اُس وقت سے بنی اسرائیل کو ایک ایسے نبی کا انتظار رہا جو موسیٰ کی مانند ہو یعنے شریعت لائے۔ اُس کے علاوہ اِن کو پیشگوئیوں میں بعض بڑے بڑے انبیاؤں کے ظہور کے وعدے بھی دئے گئے تھے۔ چنانچہ قریباً دو ہزار سال کا عرصہ ہوتا ہے جب ایک شخص نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تو اُس سے یہ سوال کیا گیا۔ کیا تو وہ نبی ہے۔ اُس نے کہا نہیں (یوحنا باب ۱ ورس ۲۰ و ۲۱) اِس سے ہم نتیجہ نکالتے ہیں کہ وہ تین مختلف انبیاء کے ظاہر ہونے کے منتظر تھے۔ جنمیں سے ایک الیاس کا آنا بھی تھا۔ مگر الیاس تو پہلے آچکا تھا۔ اِسلئے اُن کا خیال تھا کہ وہ دوبارہ آئیگا۔ مگر اُس کی تشریح خود حضرت مسیح نے کی۔ اور اُنھوں نے بتایا کہ الیاس کی آمد سے مُراد اُس کا جسمانی طور پر آنا نہیں بلکہ رُوحانی طور پر آنا ہے۔ چنانچہ متی ۱۱-۱۴ میں یوحنا بپتسمہ دینے والے یعنی حضرت یحییٰ کا ذکر کرتے ہوئے مسیح فرماتے ہیں "اور الیاس جو آنیوالا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو"۔ حضرت عیسیٰ کا دعویٰ صرف مسیح ہونے کا تھا۔ اور اُس نے کبھی یہودیوں کو یہ نہیں کہا کہ میں وہ نبی ہُوں جس کا وعدہ موسیٰ کی زبانی دیا گیا تھا۔ اُس کے پیرو‌ؤں نے بھی اُسے صرف مسیح جان کر ہی قبول کیا۔ اور وہ بھی اس آنیوالے نبی کے انتظار میں رہے بلکہ اُن یہودیوں کی نسبت جنہوں نے مسیح کو قبول نہیں کیا زیادہ شوق سے اُن کو انتظار رہا کیونکہ تین پیشگوئیوں میں سے دو کے پورا ہونے پر وہ ایمان لائے یعنی مسیح اور الیاس کی دوبارہ آمد کو انھوں نے مان لیا تو ظاہر ہے کہ تیسری پیشگوئی پر ان کا ایمان اور بھی قوی ہوگیا۔ مگر نئے عہدنامہ پر جو کلیسیا نے حواشی چڑھائے ہیں۔ اُن میں المسیح اور النبی کی علیحدہ علیحدہ شخصیتوں کو جدا کردیا ہے۔

ولیا و جعل لنا من لدنك نصیرا - اور کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور کمزوروں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر جنگ نہ کرو جو ظالموں کے ظلم سے تنگ آ کر پکار رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور اپنی جناب سے ہمارے لیئے کوئی کارساز پیدا کر دے - اور اپنی جناب سے ہمیں کوئی مددگار عطا فرما +

اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا وان اللہ علی نصرهم لقدیر - اُن لوگوں کو جنگ کرنے کی اجازت دیجاتی ہے - جن کے ساتھ جنگ کیجاتی ہے - اسلیئے کہ ان پر ظلم ہوئے ہیں اور اللہ اُن کی مدد پر قادر ہے +

ولولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبیع و صلوات ومساجد یذکر فیها اسم اللہ کثیرا - اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعہ سے بعض کی مدافعت نہ کرتا (یہ صلح پسندوں کے خلاف دلیل ہے) تو عبادت خانے اور کوٹھڑیاں اور معبد اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے تباہ کر دیئے جاتے - ولینصرن اللہ من ینصره ان اللہ لقوی عزیز - اور اللہ ضرور اسکی مدد کرتا ہے جو اس کی مدد کرتا ہے اللہ قوی غالب ہے +

ولکم فی القصاص حیاة یا اولی الالباب لعلکم تتقون اور تمہارے لئے خون کا بدلہ لینے میں زندگی ہے اے عقل والو تا کہ تم بچو +

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین - اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرو جو تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں - اور پہل کر کے زیادتی نہ کرو اللہ زیادتی کرنیوالوں کو اچھا نہیں سمجھتا +

وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین للہ فان انتهوا فلا عدوان الا علی الظالمین - اور ان کے ساتھ جنگ کرو یہاں تک کہ مذہب کیلئے ایذا رسانی باقی نہ رہے اور دین صرف خدا کیلئے ہو - پس اگر وہ رک جائیں تو سزا ظالموں کے سوائے اور کسی کے لئے نہیں + (باقی آیندہ)

خواہش کو نہیں رکھنا جو وہ اپنے آپ کو آگے بڑھانے اور ذاتی فوائد حاصل کرنے کی رکھتا ہے۔ اور جس کے حصول کے لیئے ایک شخص کو اپنا سارا وقت اسی پر خرچ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے لیئے غور و فکر گفتگو۔ مذہبی عبادات کے لئے کوئی وقت باقی نہیں رہتا۔ وہ اس قسم کی مشغولیت کو اچھا نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس کو بیدینی سمجھتے ہیں۔ اور اسے اس قابل ہی نہیں سمجھتے کہ اس کی طرف توجہ کریں +

لیکن اِس ساری محنت کے سوال کو ایک انسان کے ذاتی کاروبار کے تنگ دائرہ سے نکال کر جہاد کے وسیع دائرہ میں منتقل کرو۔ اگر ایکدفعہ کروڑہا مسلمانوں کو یہ یقین ہو جائے کہ یورو پین تجارت کی غرض مشرق کو اپنا غلام بنانا اور اُن کے مذہب اخلاق اور عزت کے معیار کو گرا دینا ہے۔ تو وہ کاہلی اور غفلت غائب ہو جائیگی۔ تجارت اور صنعت و حرفت پھر پاک اغراض بنجائینگے جن کیلیئے کوشش کرنا ثواب میں داخل ہوگا۔ کروڑوں مزدور اس میدان میں کام کرنیوالے پیدا ہو جائینگے۔ مسلمانوں میں ہمت اور عاقبت اندیشی کی کمی نہیں جبکہ غرض ایسی ہو جس پر اپنی ساری ہمت کا لگا دینا وہ ضروری سمجھیں۔ محض ذاتی اغراض اور منفعت کیلیئے ہمت تک وہ وانکے نزدیک کوئی قابل تعریف امر نہیں بلکہ اس قسم کی خود غرضی اخوت اسلامی میں جائز بھی نہیں +

نمبر ۴ حکم قتال

عیسائی مدعیان اخلاق کا بڑا اعتراض اسلام کے خلاف یہ ہے کہ حق کی حمایت میں یہ مذہب خونریزی کی پروا نہیں کرتا۔ قرآن نے جنگ کو انسانی زندگی کی ضروریات میں سے ایک سمجھا ہے۔ اور اس کے قواعد مزہبین کی ہدایت کے لئے مرتب کر دیئے گئے ہیں۔ وہ قومیں یا افراد جو مسلمانوں کو اذیت پہنچاتے ہیں اور اسلام میں فتنہ پھیلانے اور اسکو تلوار سے نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں اُن کے خلاف جنگ کا حکم ہے +

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا۔ واجعل لنا من لدنک

بات ہے جو مسلمان میں موجود نہیں۔ اور وہ اس کا محتاج ہے۔ گویا ایک ڈھیلا پُرزہ ہے جس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ جہاں تک اسکی بنیاد اصُول پر ہے۔ اس سے اخلاق کی قوت کی شہادت ملتی ہے۔ اور فی الحقیقت یہ ایک جوہر ہے جو ان لوگوں میں نہیں پایا جاتا۔ جو اسے تحقیر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں +

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ تقریباً دو صدیوں سے مسلمانوں کی ہمت کم از کم ان ممالک میں جہاں اسلامی حکومت ہے جنگ پر مصرُوف رہی ہے۔ مگر اس میں ان کا کوئی قصور نہیں بلکہ اس کی وجہ وہ حملے ہیں جو ان پر عیسائی طاقتوں نے کیئے ہیں۔ ان کو بہت کم فرصت ملی ہے کہ وہ تجارت یا امن کے کاموں پر توجہ کریں۔ حالانکہ ان کی عیسائی رعایا جنگی خدمات سے مستثنے ہونے کی وجہ سے ترقی کے پُرامن فنون پر متوجہ رہی ہے۔ پُرانے زمانہ میں قبل اس کے کہ تجارتوں میں بڑے بڑے راس المال کی صُورت یورپ میں پیدا ہوئی تھی اسلام کی تجارت کم از کم مسیحی ممالک کی تجارت کے برابر تھی۔ یہ ایک قاعدہ اور ضبط کے ماتحت تھی جیسا کہ اس زمانہ میں یوُرپی تجارت تھی یعنی مختلف شہروں میں تاجروں اور پیشہ وروں کی جماعتیں بنی ہوئی تھیں اور اس باقاعدگی کا کچھ حصہ اب بھی باقی ہے جو ایک بڑی عمارت کیلئے ایک مضبوط بنیاد کا کام دے سکتا ہے۔ مگر اس میں مقابلہ کی رُوح نہیں اور یوُرپین تجارت کے اصُول سے جو دوسروں کا گلا کاٹنے کی پروا نہیں کرتا یہ مخالف ہے۔ ہمارے آج کل کے تاجر اور صنعتی اشغال بہت سے مسلمان تاجروں کی نفرت اور اُن کا ان حالات سے بہرہ نکلنا جو اہل یوُرپ کو پیدا کرنے اور غیر مفید معلوم ہوتے ہیں ایسا تعجّب کی بات ہے۔ اور اگر ان کو کہا جائے کہ تم ہمّت سے کام نہیں لیتے تو اپنی دینی قوم کے محاورہ کے مطابق وہ جواب دیتے ہیں۔ قسمت۔ تقدیر۔ مکتوب۔ اس طرح ہر وہ اپنے آپ کو مغربی منتقدین کی نگاہ میں جو اپنے فوائد کو ترقی دینے کے سوائے اور کسی معیار کا قائل ہی نہیں ایک مایوسی پیدا کرنے والے مسئلہ قسمت کے ماننے والے قرار دیتے ہیں۔ یہ امر ایک امر واقع ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ایک عیسائی کی اس

کرنا سخاوت ہے"۔ یہ آپ کا فرمان اس قابل ہے کہ ہر عرب کے شہر اور بستی میں اس کا وعظ کیا جائے"۔ مزدور کو اس کا اجر دو قبل اس کے کہ اس کا پسینہ خشک ہو جائے" اپنے اونٹ کے زانو کو رسّی سے باندھو پھر توکّل کرو"۔ "ایک مسلم جو دوسرے لوگوں کے ساتھ ملتا ...... اور ان کی تکلیفات میں اُن کا شامل حال ہوتا ہے۔ اس سے بہتر ہے۔ جو خلوت میں رہتا اور عبادت میں لگا رہتا ہے۔ وہ مال جو مناسب طریق پر انسانوں کی بہتری میں صرف ہوتا ہے ایک برکت ہے۔ اور ایک شخص کو اختیار ہے کہ اُسے جائز طور پر بڑھائے"۔ جو شخص دُنیا اور اس کے مال کو جائز طریق پر چاہتا ہے تاکہ وہ بھیک مانگنے سے بچے اور اپنے عیال کے لئے معاش پیدا کرے اور اپنے ہمسایہ پر مہربانی کرے وہ خدا کے سامنے ایسی حالت میں آئیگا کہ اس کا مُنہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا ہو"۔ اسلام میں رُہبانیت یعنی دُنیا کو ترک کر کے عبادت میں مصروف ہونے کی اجازت نہیں ہے"۔ "سخاوت ہر مُسلم کا فرض ہے جس کے پاس مال نہ ہو وہ کوئی بھلائی کا کام ہی کر دے یا بُرائی سے ہی بچا رہے اس کی سخاوت یہی ہے"۔ "جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان لاتا ہے۔ وہ اپنے ہمسایہ کو نقصان نہ پہنچائے"۔ "اللہ تعالےٰ اس مسلمان سے محبت کرتا ہے۔ جو غریب ہو اور عیالدار ہو۔ بھر نا جائز طریق سے اور بھیک مانگنے سے اپنے آپ کو بچائے" "اُمرا سے مال بطور ٹیکس لیکر غربا میں تقسیم کرنا چاہئے"۔ وہ مسلم نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھاتا ہے مگر اپنے ہمسایہ کو بھوکا چھوڑتا ہے۔

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ دولت کی خواہش محض دولتمند ہونے کے لئے یا صرف اپنی ذات کی اغراض کے لئے جو آج عیسائی ممالک میں سب خواہشات پر غالب ہے۔ اسکو اسلام نفرت کی نگہ سے دیکھتا ہے۔ اور یہ اسلام کی اصل روح اور تعلیم کے خلاف ہے۔ کیونکہ اسلام کی اصل مقابلہ نہیں بلکہ اخوت کا پیدا کرنا ہے۔ اور مسلمانوں کی یہ خواہش کہ وہ خود بھی زندہ رہیں اور دوسروں کو بھی زندہ رہنے میں مدد دیں۔ روپیہ کمانے والے یورو پین کے نزدیک نقص اخلاقی ہے گویا کوئی ایسی

عام طور پر لوگوں کے جو کچھ خیالات اسلام کے متعلق ہیں ان کو یہ بات خواہ کیسی ہی عجیب معلوم ہو مگر حق یہی ہے۔ کہ اگر ان حالات میں آنحضرت زندہ ہوتے تو وہ وہی کچھ کہتے۔ جو اُس نے کہا +

نمبر ۳ قسمت

اپنے آپ کو کامل طور پر رضائے الٰہی کے ماتحت کر دینا یہ ہر ایک مسلمان کا اصل مقصد ہے مگر یہ خیال کر لینا صریح غلطی ہے کہ رضائے الٰہی کے اپنے آپ کو ماتحت کر دینے کے یہ معنے ہیں کہ انسان اس کمال کو حاصل کر کے امور دنیا میں ہاتھ پاؤں نہ ہلائے۔ اور نہ کوئی تدبیر کرے۔ کیونکہ خدا کی رضا جیسی کہ وہ قرآن میں ظاہر کی گئی ہے۔ اور جیسا کہ آپ کی تعلیم سُنّت نبوی سے ملتی ہے یہ ہے کہ انسان اس چیز کے حاصل کرنے کیلئے جو اچھی ہے اور جو نقصان اور مُضرت سے بچاتی ہے پُر زور زور لگائیں کہ وہ دُنیا سے الگ نہ ہوں بلکہ اسکے امور سے حصہ لیتے رہیں۔ اور اپنے روزمرہ کے کاموں میں یا اپنے کاروبار کے سرانجام دینے میں سُست اور غافل نہ ہوں۔ بلکہ اپنے فرض کا پورا احساس رکھتے ہوں۔ مگر اس سے ان کو یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ ایسا کرنے میں کہ خدا کی عبادت اس معنے میں کرتے ہیں کہ وہ خدا کا کچھ بناتے ہیں۔ ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العلمین (العنکبوت ۷) اور جو شخص کوشش کرتا ہے وہ اپنے فائدے کے لئے کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلوقات سے بے نیاز ہے +

تمام جہادوں میں سے وہ جہاد جو سب سے افضل ہے یعنی انسان کا اپنی خواہشات پر غالب آنے کیلئے جہاد کرنا اس کے متعلق آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔ یہ زندگی آخرت کیلئے کھیتی ہے۔ پس نیکی کرو تاکہ تم وہاں پھل پاؤ۔ کوشش پر خدا برکت دیتا ہے۔" انسان کے کام کے متعلق خدا فرماتا ہے"۔ جو شخص اپنے لئے یا دوسروں کیلئے کوئی کام نہیں کرتا وہ خدا کے اجر کا مستحق نہیں"۔ آپ نے دعا سکھائی ہے۔ رب انی اعوذ بلک من العجز والکسل اے میرے رب میں عاجزی اور کسل سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔ خدا انکو مہربان ہوتا ہے جو اپنا معاش اپنی محنت سے کماتا ہے"۔ رستہ سے روک اور کانٹے دور

خیرات کرنیوالے مرد اور خیرات کرنیوالی عورتیں - روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں - اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنیوالے مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اللہ کا بہت ذکر کرنیوالے مرد اور ذکر کرنیوالی عورتیں اللہ نے اُنکے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے +

عورتوں کے متعلق سچا اسلامی نقطۂ خیال انصاف کا خیال ہے - جو اس مدنی نظم میں جو عالم میں پایا جاتا ہے - ممکن ہے مغربی نقطۂ خیال میں اُن کی پرستش اور مخفی رنگ میں ان کی عظمت کا خیال پایا جاتا ہے - مگر یہی خیال اس کے پیرووں کو ان کے حق میں عام انصاف کے ناقابل بنا دیتا ہے - انگلستان میں ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے - عورتوں کے لئے کسی قسم کے حقوق ملکیت مُسلم نہ تھے - اسلامی سرزمین پر پیغمبر اسلام کے وقت سے یہ حقوق اُن کو حاصل چلے آئے ہیں اس سے بھی زیادہ ایک عجیب مثال میری اپنی یادداشت میں ہے - مارچ ۱۴ ۱۹ء میں ایک ترک کے ساتھ میں لندن کے ایک ہوٹل میں شام کا کھانا کھا رہا تھا - ہمارے ساتھ ہی ایک انگریزی پارلیمنٹ کا ممبر تھا جس نے کھانے کے بعد جیسا کہ اس وقت رواج تھا حقوق طلب عورتوں کے خلاف باتیں شروع کیں - ان کو اس دن ایک گروہ نے زدوکوب کی تھی اور ممبر پارلیمنٹ نے کہا کہ ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک چاہیئے مسلمانوں کے متعلق چونکہ اس کا خیال بھی وہی تھا جو عام عیسائیوں کا ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو ذلیل وحقیر جانتے ہیں - تو اس کا خیال تھا کہ ترک جنٹلمین اس کے ساتھ اتفاق کریگا - مگر اسوقت میں اس کے چہرے سے دیکھ رہا تھا کہ مسلم ترک کو اس سے سخت رنج پہنچ رہا ہے - آخر اس نے کہا " میرے دوست تم جو کہتے ہو اس پر غور نہیں کرتے - ایک عورت سے مار کھا لینا میرے نزدیک بیشک بُرا ہے - مگر ایک عورت کو مارنا اس سے بدرجہا بدتر ہے - تمہاری گورنمنٹ اس قسم کے ظلم کی اجازت دینے میں ایذا رسانی بھی کرتی ہے اور بیوقوفی بھی" - ممبر پارلیمنٹ نے حیران ہو کر پوچھا " پھر تمہاری رائے میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے" - جواب ملا - جو حقوق وہ مانگتی ہیں ان کو دو یہ عین انصاف ہے - اگر تم اپنی سوسائٹی میں ان کیلئے مردوں کی جگہ لینا جائز سمجھتے ہو تو ان کو مردوں کے حقوق بھی دو" +

اس قسم کا کوئی خیال نہ قرآن میں نہ سُنّت میں نہ کسی مُسلمان عالم کی تحریر میں جہاں تک میں واقف ہوں پایا جاتا ہے۔ قرآن تصریح کے ساتھ اس کے خلاف فرماتا ہے۔ و من یعمل من الصالحات من ذکر او انثیٰ وھو مومن فاولئک یدخلون الجنۃ ولا یظلمون نصیرًا۔ اور جو کوئی شخص اچھے کام کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو۔ تو وہ جنّت میں داخل ہونگے۔ اور ذرّہ بھر کمی نہ کیجائیگی۔ اور آنحضرت کا فاطمہؓ کی شادی کے دن یہ فرمانا کہ اس کے دائیں اور بائیں فرشتوں کے گروہ ہیں یہ ظاہر نہیں کرتا کہ آپ عورتوں میں رُوح نہ سمجھتے تھے۔ اور ایسا ہی خدیجہ کے متعلق جو واقعہ لکھا ہے۔ کہ جبرئیل نے آنحضرت سے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اور میری طرف سے خدیجہ کو سلام پہنچاؤ۔ اور اُسے کہدو کہ اس کے لئے اِس باغ میں جہاں تکلیف حزن نہیں ہے ایک چاندی کا محل تیار ہے یہ تمام باتیں ظاہر کرتی ہیں۔ کہ مسلمانوں پر جو یہ بُہتان باندھا گیا ہے اسکی کوئی بھی بنیاد نہیں ؛

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ عورتوں میں سے چار عورتوں نے اخلاقی اور رُوحانی کمال کو حاصل کیا ہے۔ یعنی آسیہ فرعون کی بی بی۔ مریم حضرت عیسیٰ کی والدہ۔ خدیجہؓ اور فاطمہؓ یہ امر کہ آپؐ نے عورتوں کے حصُول کمال کا ذکر کیا ہے اس بات کا صریح بُطلان ہوتا ہے کہ آپ سمجھتے تھے کہ ان میں رُوح نہیں ہے علاوہ بریں قرآن میں مردوں کے ہر ایک کمال کے ساتھ جس کو وہ رُوحانی طور پر حاصل کرسکتے ہیں۔ اس قسم کے عورتوں کے کمال کا ذکر موجود ہے۔ ان المسلمین والمسلمٰت والمؤمنین والمؤمنٰت والقٰنتین والقٰنتٰت والصٰدقین والصٰدقٰت والصٰبرین والصٰبرٰت والخٰشعین والخٰشعٰت والمتصدقین والمتصدقٰت والصائمین والصٰئمٰت والحٰفظین فروجھم والحٰفظٰت والذٰکرین اللہ کثیرًا والذٰکرٰت اعد اللہ لھم مغفرۃ و اجرًا عظیما (الاحزاب ۳۵) مسلم مرد اور مسلم عورتیں ایمان دار مرد اور ایمان والی عورتیں۔ فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں صادق مرد اور صادق عورتیں۔ صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنیوالی عورتیں۔ عاجزی کرنیوالے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں

میں عورتوں پر رحم پر مبنی ہے۔ اپنے زمانہ میں مخالفین آپؐ پر یہ اعتراض کرتے تھے۔ کہ عورتوں کی آپ بہت زیادہ طرفداری کرتے ہیں۔ اور اسی طرفداری پر ہے جو اس وقت بطور ایک علاج کے ضروری تھی۔ اور جس پر عورتوں کی حالت میں اصلاح کی بنیاد رکھی گئی آج تک آپ کے مخالف آپ پر اعتراض کرتے ہیں۔ آپ عیاش تھے جیسا کہ ایک دراز زمانہ تک عیسائی آپ کی تصویر کھینچتے رہے ہیں۔ آپ نے اپنا سارا شباب کا زمانہ صرف ایک بی بی خدیجہ کے ساتھ گذارا اور چوبیس سال برابر آپ کی ایک ہی بی بی رہیں۔ جن کے ساتھ آپ کو بہت محبت تھی۔ گو وہ عمر میں آپ سے بہت بڑی تھی٭۔ ایک یا دو استثناؤں کے ساتھ آپ کے بعد شادیاں یا تو ملکی مصالح پر مبنی تھیں یا عورتوں پر رحم پر۔ اور خاوند اور والد دونوں حیثیتوں میں آپ فی الواقع ایک قابل پیروی نمونہ تھے۔ جو افراط کی راہ ان معاملات میں آپؐ کے بعد آپؐ کے بعض پیرووں نے اختیار کی۔ اگر آپؐ کے سامنے وہ ایسا کرتے تو آپؐ یقیناً انھیں سزا دیتے +

ایک اور جھوٹا خیال جو مسیحی ممالک میں پھیلا ہوا ہے اسکی اصلیت معلوم کرنی زیادہ مشکل ہے۔ اور وہ جھوٹا خیال یہ ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک عورتوں میں روح نہیں ہے۔

٭۔ احمد بن یوسف لکھتے ہیں۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کے ساتھ شدید محبت رکھتے تھے۔ شادی سے پہلے آپ خدیجہؓ کیلئے تجارت کیا کرتے تھے اور خدیجہؓ کا غلام میسرہ آپکے ساتھ جایا کرتا تھا شادی کے بعد آپ نے انکے مال کو (کیونکہ وہ بڑی متمول بی بی تھیں) خدا کی راہ میں خرچ کیا۔ اور اُن کی وفات کے بعد آپ ہمیشہ اُن کا ذکر محبت سے کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کو جو جوان اور خوبصورت تھیں رشک پیدا ہوا اور انھوں نے کہا آپؐ ان کا ذکر کیوں بار بار کرتے ہیں وہ بوڑھی تھیں۔ اور خدا نے اب آپ کو ان کی جگہ بہتر بی بی عطا کی ہے آپؐ نے جواب دیا ہرگز نہیں اس سے بہتر میرا کوئی رفیق نہیں ہو سکتا وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگ میری تکذیب کرتے تھے اور مجھ پر ہنسی اڑاتے تھے۔ اور اس نے اپنا روپیہ مجھے بدریغ خرچ کرنے کیلئے دیا جب لوگ میری مخالفت کرتے تھے وہ میرے ساتھ نہایت درجہ کی مہربان اور فیاض تھی۔ عائشہؓ نے کہا میں ہمیشہ ان کو ذکر ادب سے کرونگی +

مسلمان مرد مارے جاتے رہے۔ اور اس طرح پر مدینہ کی چھوٹی سی اسلامی جماعت میں
عورتوں کی تعداد مردوں سے بہت بڑھ گئی۔ اسی طرح پر بہت سے بچے یتیم رہ گئے۔ جن کی
خبرگیری کا انتظام کرنا ضروری تھا۔ بیوہ عورتوں کی اور یتیم بچوں کی خبرگیری کیلئے
جن کا کوئی محافظ اور خبرگیر نہ تھا انتظام کرنا ضروری تھا۔ اسلئے ان حالات میں
تعداد ازواج ایک ضروری علاج تھا۔ اسلئے مسلمانوں کو پہلے ہی ہدایت کیجاتی ہے کہ
تم یتیم بچوں کی خبرگیری کرو لیکن اگر اور طرح سے ان کی خبرگیری نہ کر سکو تو پھر بیوہ
عورتوں سے شادی کر لو۔ کیونکہ اس طرح پر اُن کے یتیم بچے تمہارے اپنے بچے ہو جائینگے
اور چونکہ اس وقت عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ تھی اسلئے ایک سے زیادہ عورتوں
سے نکاح کرنے کی اجازت دیگئی۔ پس تعداد ازواج کی اجازت پہلے جو ہوئی تو ان
خاص حالات کے ماتحت ہوئی جو اس وقت اسلامی سوسائٹی میں پائے جاتے تھے۔ یہ
صرف خیال ہی نہیں بلکہ اگر یہ صفحات تاریخ کی ورق گردانی کریں تو آنحضرتؐ اور
صحابہؓ کی زندگیوں میں عملی طور پر اسی کا نقشہ نظر آتا ہے۔ کہ اُن کے گھروں میں
جب بیبیاں ایک سے زیادہ ہوئیں تو عموماً یہ بیوہ عورتیں ہی تھیں۔ تعداد ازواج
کی جس رنگ میں آنحضرتؐ نے اجازت دی تھی وہ بُرائی نہیں گو آپ کے بعض نااہل
پیروں نے دولت کے نشہ میں اِس صحیح اصُول کا ناجائز طور پر استعمال کر لیا ہو +

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل
المیل فتذروھا کالمعلقۃ وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان
غفوراً رحیماً (النساء ۱۲۹) اور تم طاقت نہیں رکھتے کہ عورتوں کے درمیان
عدل کرو گو تم کتنا بھی چاہو۔ پس ایک کی طرف سے بالکل نہ رغبت نہ ہو جاؤ کہ اُس کو
معلقہ کی طرح چھوڑ دو۔ اور اگر تم اصلاح کرو اور تقوےٰ اختیار کرو تو اللہ بخشنے والا مہربان
ہے +

اور ایک سے زیادہ بیبیوں کی صورت میں بی بی کیلئے الگ الگ مکان اور انتظام بھی ضروری ہے
جو کچھ اس پر لکھا گیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا قانون سارا

(صلے اللہ علیہ وسلم) صرف نبی ہی نہ تھے بلکہ بادشاہ بھی تھے۔ اور عملی طور پر انسانوں پر حکمران تھے۔ اور جن لوگوں کے ساتھ ان کو واسطہ پڑا وہ عرب کے تُند خو لوگ تھے +

تعدد ازدواج کا مسئلہ جس کے خلاف یُورپ میں اس قدر نفرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اسکی حالت آپ سے پہلے یہ تھی کہ ایک انسان کی شہوات پر کوئی حد بندی نہ تھی آپ نے تعدد ازدواج کو اس حالت میں پایا اور اس سے ایک نہایت شُستہ مدنی قانون بنا دیا۔ قرآن شریف کا وہ فقرہ جس میں خاص حالات میں تعدد ازواج کی اجازت دگئی ہے۔ قابل غور ہے۔ کیونکہ اسمیں نہ تو تعدد ازدواج کا کوئی حکم ہے نہ ہی بلا شرط اس کی اجازت ہے۔ یہ چوتھی صُورت کی تیسری آیت میں ہے۔ جس کی اصل غرض یتامے کی صلاح اور ان کی خبر گیری ہے۔ میں سباق کے ساتھ اس کو نقل کرتا ہوں +

ع۲ واٰتوا الیتٰمیٰ اموالھم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالھم الیٰ اموالکم انہ کان حوبًا کبیرا +

ع۳ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذٰلک ادنیٰ الا تعولوا +

اور یتیموں کو ان کے مال دیدو اور ان کے اچھے مال سے بُرا مال نہ بدل دو۔ اور اُن کا مال اپنے مال میں بڑھا کر نہ کھا جاؤ یہ بڑا جُرم ہے۔ اور اگر تم کو خوف ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہیں کر سکو گے تو ایسی عورتوں کو جو تم کو پسند ہوں دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو لیکن اگر تم کو خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک سے ہی نکاح کرو۔ یا ان سے جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہیں یہ زیادہ مناسب ہے تاکہ تم ناانصافی نہ کرو +

یہ ایک امر واقعہ ہے کہ اس سُورت کا نزول جنگ اُحد کے بعد ہؤا اور اس کی ایک غرض ان حالات میں مسلمانوں کو سیدھی راہ پر چلانا تھا جو اس جنگ کے بعد پیدا ہوئے اب اُحد کے جنگ میں ستر صحابی شہید ہو گئے تھے۔ اور یہ مسلمانوں کی اُس وقت کی تعداد کا دسواں حصہ تھا۔ اس کے بعد اور جنگیں بھی ہوئیں جن میں

نہیں کرتا نہ اُسے مارتا پیٹتا ہے نہ اس کے مقابل میں لڑکوں کی طرفداری کرتا ہے خدا اُسے جنت میں داخل کریگا" +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہر ایک قسم کے ظلم کے خلاف ہے بالخصوص عورتوں پر ظلم کے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض حالات میں قرآن نے ان کو مارنے کی بھی اجازت دی ہے۔ والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن (النساء) وہ عورتیں جن کے متعلق تم کو خوف ہو کہ وہ خاوندوں کو چھوڑ کر چلی جائیں گی اُن کو نصیحت کرو اور خوابگاہوں میں ان کو الگ کردو اور اُن کو مارو۔ اِس آیت کا رُو سے سخن صریحاً اِس ادنیٰ طبقہ کی طرف ہے جہاں عورتیں اپنے خاوندوں کو چھوڑ کر چلی جاتی ہیں۔ اور اس کے یہاں تین علاج بتائے ہیں اور مارنا جو آخری علاج ہے۔ آنحضرتؐ کے اقوال سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ پسندیدہ طریق نہیں۔ کیونکہ آپؐ نے فرمایا جو لوگ اپنی بیبیوں کو مارتے ہیں وہ اچھا نہیں کرتے۔ جب بعض عورتوں نے آپؐ کے پاس اپنے خاوندوں کے سلوک کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا۔ لا تجدون اولئك خیارکم۔ ان لوگوں کو تم اپنے میں بہت اچھا نہ پاؤ گے۔ آنحضرت نے ایک انسان کے اخلاق کا معیار بیبی سے سلوک کو قرار دیا ہے۔ خیرکم خیرکم لاھلہٖ تم میں سب سے افضل وہی ہے جو اپنے اہل سے بہترین سلوک کرتا ہے +

آپؐ کی زندگی کے تاریخی واقعات میں بیشمار مثالیں رحم کی پائی جاتی ہیں جیسے عورت نے آپؐ کے سامنے زہر یلا کھانا لا رکھا تھا۔ جس کو کھا کر آپ کے ایک صحابی شہید بھی ہوگئے۔ اور جس سے آپ کو سخت تکلیف پہنچی آپ نے اُسے بھی معاف کردیا۔ قرآن بھی کوئی سو صفحوں پر معافی اور رحم کو جب اصلاح ہو سکے سزا سے بہتر طریق بتاتا ہے یعنی جب اس معافی کا نتیجہ مُلکی طور پر خود نسل انسانی کے خلاف جرم نہ ہو۔ ایسا ہی افراد کی صورت میں جب ایک انسان قابل معافی ہو اور کوئی کینہ بغض وغیرہ باقی نہ رہے تو معافی کی سفارش ہے۔ ورنہ معافی اصل مصیبت کو اور بڑھانیوالی ثابت ہوگی۔ محمد

اے ایمان والو تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم عورتوں کے ان کے خلاف منشاء وارث بنجاؤ اور نہ ان کو اسلئے روک رکھو کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس کا کچھ حصہ لو سوائے اس صورت کے کہ انہوں نے کوئی کھلی بیحیائی کا ارتکاب کیا ہے اور ان کے ساتھ پسندیدہ طور پر معاشرت رکھو۔ پس اگر ان کو ناپسند کرو تو ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس میں بڑی بھلائی رکھی ہو +

اور آنحضرت فرماتے ہیں۔ ایک مسلمان کو نہیں چاہیئے کہ اپنی بی بی سے نفرت رکھے۔ اگر اس میں ایک بُری بات ہے جس پر وہ ناراض ہے تو چاہیئے کہ دوسری خوبی سے جو اس میں موجود ہے وہ خوش ہو +

جاہلیت کے عرب لڑکیوں کی پیدائش بڑی بھاری بد قسمتی سمجھتے تھے۔ اور انمیں یہ رواج تھا۔ کہ جب لڑکیوں کو زیادہ سمجھتے تو انہیں زندہ درگور کر دیتے تھے قرآن نے اس ظلم کی اصلاح کی اور نہایت زور سے اس بات سے روک دیا۔ اسلام عورت کو ایک خاص عزت کا مقام دیتا ہے اور لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ ان کے ساتھ احترام اور مہربانی کا سلوک کریں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ جب ایک عورت پانچ وقت کی نماز ادا کرتی ہے۔ اور رمضان کے روزے رکھتی ہے۔ اور پاکدامن ہے۔ اور اپنے خاوند کی نافرمانبرداری کی راہ اختیار نہیں کرتی تو اسے کہدو کہ جس دروازہ سے چاہے بہشت میں داخل ہو۔ "جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے" "عورتوں کے حقوق قابل عزت ہیں۔ خبردار رہو کہ عورتوں کو ان حقوق سے محروم نہ کیا جائے جو اُن کو دیئے گئے ہیں" جو شخص لڑکیوں کے ساتھ نیکی کرتا ہے وہ دوزخ سے بچایا جائیگا۔ جو شخص دو لڑکیوں کی تربیت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ جائیں وہ آخرت میں میرے ساتھ ہوگا۔ جس طرح ہاتھ کی دو انگلیاں ایکدوسرے کے ساتھ ہیں۔" حلال چیزوں میں سے جو چیز اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے وہ طلاق ہے" "کیا میں تم کو بہترین نیکی بتاؤں؟ وہ یہ ہے کہ جب تمہاری لڑکی کو طلاق دے کر تمہاری طرف لوٹایا جائے تو اُس سے نیکی اور مہربانی کا سلوک کرو۔" "جو شخص ایک لڑکی رکھتا ہے اور اسے زندہ درگور

یعنی عورت کی حیثیت مسئلہ قسمت ۔ اخوت مومنین یحکم قتال +

نمبر ۲ عورت کی حیثیت

یہ کہا گیا ہے کہ عورت کے متعلق اسلامی نقطہ خیال ایک مرد کا نقطۂ خیال ہے۔ اور مسیحی نقطۂ خیال ایک عورت کا نقطۂ خیال ہے۔ ایک شخص اس پر یہ اضافہ کر سکتا ہے کہ چونکہ مسیحی ممالک میں حکمران مرد ہیں مسیحی نقطۂ خیال حیطۂ خیال سے نکلکر کبھی دائرہ عمل میں نہیں آیا۔ اصول میں سوائے پریشانی خیال کے اس سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اور عمل خلاف اصول رہا ہے ہم لوگ جو ایک خیالی بلند مقصد کو اسپارہ میں سامنے رکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اسلامی نقطۂ خیال کے عملی طور پر انسان کیلئے مفید پہلو کی پوری قدر نہیں کر سکتے۔ اور اسلئے ہم ہمیشہ کہتے رہتے ہیں۔ کہ اسلام نے مشرقی عورتوں کی مدنی اور اخلاقی حالت کو گرا دیا ہے۔ اور عورتوں کو ذلیل کر دیا ہے۔ اور ہم کبھی اپنے متعلق اسباب کا خیال تک بھی نہیں لاتے کہ مسیحی ممالک میں عورتوں کا ایک حصہ گو وہ قلیل ہو اس حد تک ذلیل ہو گیا ہے کہ ایک دیندار مسلمان اس حالت کا خیال کر کے کانپ اٹھتا ہے۔ اور پھر ہماری بہت سی عورتیں اپنے قدرتی فرائض کے بجالانے سے محروم ہیں۔ ایک مسلمان کی نگاہ میں یہ زیادتی اور ظلم ہے +

یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ اُس ملک اور زمانہ کا لحاظ کر کے جسمیں پیغمبر اسلام ہوئے دنیا میں آپ کے برابر عورتوں کی طرفداری کرنیوالا کوئی انسان پیدا نہیں ہوا۔ ایک ذلیل سے ذلیل حالت سے اٹھا کر آپ نے عورت کو اُس اعلےٰ مقام تک پہنچایا جس سے آگے وہ محض خیال میں ہی جا سکتی ہے یعنی عملاً وہ اسکی ترقی کا آخری مقام ہے۔ اس زمانہ میں عرب کے لوگ عورت کی حد سے زیادہ تحقیر کرتے تھے۔ ان سے نکاح اور بدسلوکیاں کرتے اور ان سے دھوکہ بازیاں کرتے بلکہ ان سے ایک گونہ بغض رکھتے تھے۔ جس پر قرآن کی شہادت حسب ذیل ہے یاایھا الذین امنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھا ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما اتیتموھن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً (النساء - ۱۹)

جو اسلام کی طرف ایک تحریک تھی یہاں تک کہ دونوں طرف کے بعض دانشمندوں نے پراٹسٹنٹوں کو ایک قسم کے مسلمان سمجھا ہے۔ اس کے بعد وہی مصنف لکھتا ہے" اسلام ایک ہی مذہب ہے جس نے روایت کو بلا دلیل مان لینے کی حمایت نہیں کی ... اس کا مطالبہ یہ ہے کہ اس کے پیرو اپنے ایمان کے بنیادی اصول کو محققانہ نگاہ سے دیکھیں یہ جو بات کرتا ہے اس میں عقل کو مخاطب کرتا ہے۔ یہ صاف الفاظ میں فرماتا کہ دائمی خوشی انہیں لوگوں کو ملیگی۔ جو اپنے عقل و فکر سے کام لیتے ہیں۔ اور عذاب جہنم انہی لوگوں کیلئے ہے جو عقل و فکر سے کام نہیں لیتے۔ قالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر۔ دوزخ والے کہیں گے اگر ہم عقل سے کام لیتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے" +

ایک پکا مسلمان اپنے مذہب کے رُو سے قریباً ایسا ہی آزاد خیال ہے جیسے کہ عیسائی ممالک میں ایک اگناسٹک (ایک آزاد خیال گروہ جو عیسائی مذہب کو قبول نہیں کرتے اور خدا کا نہ انکار کرتے ہیں نہ اقرار) ہمارے درمیان اگناسٹک کثرت سے ہیں مسلمانوں میں شاذونادر اور وہ بھی اسلام کے اندر پیدا نہیں ہوئے۔ میرا منشاء یہ ہے کہ کہیں کہیں کسی ایسے فرد کو بھی ہم پاتے ہیں۔ جو اپنے مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اور یورپ کے خیال سے متاثر ہو کر ایسے شکوک کا اظہار کرتا ہے جو وہ محسوس نہ کرتا۔ اگر اس نے اپنے مذہب کا مُطالعہ اسی قدر توجہ سے کیا ہوتا جس قدر توجہ اس نے عیسائیت کی بیماریوں کو حاصل کرنے کیلئے کی ہے۔ ہمارے درمیان اگناسٹزم زیادہ تر اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ عقل کی روشنی ان غیر معقول مسائل کو جو عیسائیت ہمارے سامنے پیش کرتی ہے قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔ اور اسلئے کہ کلیسیا آزادیٔ خیال کی دشمن ہے۔ اس قسم کے وجوہات کسی روشن ضمیر مسلمان کی راہ میں نہیں۔ ان کی راہ میں اگر کوئی بات ہے تو وہ صرف اسی قدر ہے کہ بعض قسم کی توہم پرستیوں کو یا غلطیوں کو دُور کرکے اصلاح کرنے کا موقعہ ملے +

مَیں نے یہ چند اصُولی باتیں بطور تمہید بیان کر دی ہیں۔ اور اصلی مضمون میرا ان چار امُور کے متعلق ہے۔ جن کا ذکر میں آگے کرتا ہوں یہ وہ چار ہم باتیں ہیں جن میں اسلام کا نقطۂ خیال بانفس الواقع عیسائیت کے نقطۂ خیال سے مختلف ہے یا مختلف سمجھا گیا ہے

یادگار ہمیشہ رہیگی۔ بلکہ یہ تحقیق اظہار حق کے رنگ میں ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ کا ایک قول تحکلموا الناس علی قدر عقولھم لوگوں سے ان کے فہم کے مطابق بات کرو۔ اور بہت سے مسلمان ہیں جو اپنے آباؤ اجداد کی دماغی کیفیات سے آگے نکل گئے ہیں۔ پوشاک کی تمیز کا اصل مذہب پر کس قدر کم اثر ہے اس سے صرف وہی لوگ متعجب ہونگے جنہوں نے عیسائیت کے طرز عمل سے غلطی کھا کر دونوں کو ایک سمجھ رکھا ہے +

میں نے اُوپر خود قرآن کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ آنحضرت کے کئی اقوال بھی نقل کیئے ہیں۔ اور ایک قدیم مصنّف سے بھی ایک حوالہ نقل کیا ہے۔ جن سب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام اصُولاً ایک روشنی کا مذہب اور ترقی کا حامی ہے۔ اس زمانہ کا مسلمان جو مذہب کا پُورا پابند ہے لکھتا ہے "۔ اسلام صرف باپ دادوں کی روایات پر اکتفا نہیں کرتا*۔ جو شخص ایک عقیدہ کو محض اسلیئے قبوُل کرتا ہے۔ کہ وہ اسے اچھّا لگتا ہے۔ اور دلیل نے ثبوت کی پرواہ نہیں کرتا وہ اس کے متعلق کوئی یقین نہیں رکھتا۔ اور حقیقی معنے میں مومن نہیں ... جو شخص کسی تعلیم کو محض اچھّا فرض کر کے قبوُل کر لیتا ہے وہ اپنے دل کو بہانا کا عادی کرتا ہے کہ محض توہمات کو قبوُل کر لیا ... اِن فرضی باتوں کے قبوُل کرنیوالوں کی عقل فکر اور تدبّر کے مادہ سے عاری ہو جاتی ہے۔ وہ فکر کی شاہراہ پر قدم نہیں مارتے نہ وہ مشاہدہ کی راہ پر چلتے ہیں۔ اور اگر ان کی یہی حالت رہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ عقل سے بالکُل محروم ہو جائیں گے۔ اور جہالت ان میں ترقی کرتی چلی جائیگی۔ یہانتک کہ ان کا قلب اپنا اصلی کام کرنے سے بکلی مُعطّل ہو جائیگا۔ اور نیک و بد میں تمیز کرنے کے قابل نہیں رہیگا +

اِس کے بعد وہ تاریخ تہذیب یورپ سے ایک فقرہ نقل کرتا ہے جس کا منشاء یہ ہے کہ موجُودہ تہذیب کا اصل سر چشمہ خیال کی آزادی کی رُوح ہے جس کو اصلاح مذہب نے پیدا کیا

* قرآن کریم فرماتا ہے واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اٰباءنا او لو کان اٰباؤھم لا یعقلون شیئاً ولا یھتدون۔ جب انکو کہا جاتا ہے اُسکی پیروی کرو جو اللہ نے اُتارا کہتے ہیں کہ ہم اسکی پیروی کرتے ہیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا خواہ ان کے باپ دادا کچھ عقل نہ رکھتے ہوں نہ ہدایت پر ہوتے +

ین بھی عقل انسانی کی تعریف موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصولاً مسلمان عقل انسانی کو کس قدر وقعت دیتے ہیں۔ اور جب عقل انسانی کو اس قدر بلند پایہ دیا جائے۔ تو یہ یقینی امر ہے کہ بیہودہ خیالات کا دیر و زُود قلع قمع ہو جائیگا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہ باتیں جو آج کل ہمیں اس قدر بیہودہ معلوم ہوتی ہیں۔ کسی گذشتہ زمانہ کی سائنس کا لبقایا ہیں اسلام کی رُوح اِس امر کی مقتضی ہے کہ آج کا سائنس ہی اِس زمانہ میں غالب ہو۔ باقی جو قصے کہانیاں ہیں وہ صرف رنگ آمیزیاں ہیں۔

میں یہ بھی کہونگا۔ کہ ان قصے کہانیوں میں بہت سی علمی خوبیاں اور تاریخی دلچسپی کے سامان ہیں۔ اور میرا خیال یہ نہیں کہ اہل مشرق جنہوں نے اسپارہ میں خاصی ترقی کی ہُوئی ہے۔ کبھی اِن باتوں کو مذہبی رنگ میں وہ وقعت دیتے تھے جو مغربی عیسائی اُن کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ قصّوں کہانیوں میں بھی ایک صداقت ہوتی ہے۔ مگر اس رنگ میں نہیں جیسے واقعات ہیں۔ اِن قصّوں کہانیوں کو مذہبی رنگ میں کبھی قبول نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کو اپنی کتاب مقدس کے بالخصوص یہ ہدایت ہے کہ وہ کسی چیز کو آنکھیں بند کر کے قبول نہ کریں بلکہ صحیح رائے قائم کرنے کے لئے اپنی عقل کو کام میں لائیں۔ اسپارہ میں اسلام دوسرے تمام مذاہب سے کم نہیں بلکہ بہت زیادہ قابل ترقی ہے۔ یعنی نئے زمانہ کی ضروریات کو تسلیم کرنے اور ان کے پورا کرنے میں آج اِس امر واقع کو تعلیمیافتہ مسلمان خوب محسوس کرتے ہیں۔ اور یہاں بطور جملہ معترضہ میں اور کہنا چاہتا ہوں۔ کہ تعلیمیافتہ مسلمان عموماً عیسائی مذہب کے اصُول و عمل سے بہت زیادہ واقف ہیں بہ نسبت اس کے جو عیسائی اسلام کے متعلق واقفیت رکھتے ہیں۔

مسلمانوں میں ایک بڑی تحریک اِس اَمر کے متعلق جاری ہے کہ کس طرح ایک کھلا کھلا امتیاز ہمیشہ کے لئے اسکی اصل تعلیم اور ان قصّوں کہانیوں میں ہو جائے جو ایک پُرانے فیشن کے لباس کی طرح اُس کو اُڑھا دیئے گئے ہیں۔ اس سے مُراد اُن امُور کی تحقیر نہیں۔ نہ اُن سے کوئی عداوت ہے۔ کیونکہ ان باتوں سے لوگوں کو محبّت ہے۔ اور اسکی

اسبارہ میں تو جھگڑا کیا جس کا تم کو کچھ علم تھا لیکن اسبارہ میں کیوں جھگڑا کرتے ہو جس کا تم کو کچھ علم نہیں ✦

خدا تعالیٰ کی اس کتاب قدرت میں جو انسان کے سامنے کھلی ہوئی ہے کوئی عجیب بات ایسی واقع نہیں ہو سکتی نہ سائنس کی کوئی تحقیقات جدید ایسی ہو سکتی ہے۔ جو ایک سچے مسلم کے ایمان کو متزلزل کر سکے۔ وہ ہر نئے واقعہ میں ہر نئے مظہر قدرت میں اللہ تعالیٰ کی شوکت و جلال۔ اسکی قدرت اُس کی رحمانیت کی نئی شہادت پاتا ہے۔ اس کا دل اُسکی قوت متفکرہ تمام معاملات زمینی میں آزاد ہے۔ بشرطیکہ وہ بعض ان امور کی پابندی اختیار کرے جو اسکی جسمانی دماغی اور روحانی صحت کیلئے بنائے گئے ہیں۔ اُس کا فرض ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں علوم طبعی کی تحقیقات میں لگا رہے۔ اور جن باتوں کو اُسکی عقل درست بتاتی ہے انہیں قبول کرے خواہ اس سے وہ خیالات جو مسلمانوں میں دیر سے چلے آئے ہوں غلط ہی ثابت ہوں۔ اس کے مذہب کی بُنیاد کو کوئی چیز ہلا نہیں سکتی۔ نہ دُنیا کی کوئی تحقیقات لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کو غلط ثابت کر سکتی ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے جس کے متعلق گبن نے طنزاً لکھا ہے کہ اس میں ایک ازلی صداقت اور ایک فرضی امر ہے جو ضرورتاً بڑھا لیا گیا ہے۔ لیکن ہم کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اگر کبھی یہ فرضی امر تھا تو کم از کم تاریخ نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ یہ بھی ایک ضروری صداقت ہے ✦

یہ ایک امر واقع ہے کہ مسلمانوں کا کثیر حصہ توہم پرست ہے۔ اور انہوں نے بہت فرضی قصے اور غلط خیالات کو تنزل کر رکھا ہے۔ میں نے اُوپر ایک حوالہ عمداً ایک ایسی کتاب انس جلیل سے دیا ہے جس میں بہت سی فرضی کہانیاں اور قصے بھرے ہوئے ہیں۔ میری غرض اس حوالہ کے دینے سے یہ تھی کہ ایک ایسی کتاب میں بھی جس میں یہ کہا گیا ہے کہ زمین ایک فرشتے کے کندھوں پر ہے۔ فرشتہ زمرد کے ایک چٹان پر ہے۔ چٹان ایک بیل کے سینگوں پر ہے۔ بیل ایک مچھلی کے اُوپر کھڑا ہے جو ایک بڑے سمندر میں تیر رہی ہے جس کو ہوا نے اُٹھا رکھا ہوا ہے۔ اور جس کے چاروں طرف تاریکی محیط ہے۔ ایسی کتاب

ین بھی عقل اِنسانی کی تعریف موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصولاً مسلمان عقل انسانی کو کس قدر وقعت دیتے ہیں۔ اور جب عقل انسانی کو اس قدر بلند پایہ دیا جائے۔ تو یہ یقینی امر ہے کہ بیہودہ خیالات کا دیروزُود قلع قمع ہو جائیگا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہ باتیں جو آج کل ہمیں اس قدر بیہودہ معلوم ہوتی ہیں۔ کسی گذشتہ زمانہ کی سائنس کا لبقایا ہیں اسلام کی رُوح اس امر کی مقتضی ہے کہ آج کا سائنس ہی اِس زمانہ میں غالب ہو۔ باقی جو قصے کہانیاں ہیں وہ صرف رنگ آمیزیاں ہیں +

میں یہ بھی کہونگا۔ کہ ان قصے کہانیوں میں بہت سی علمی خوبیاں اور تاریخی دلچسپی کے سامان ہیں۔ اور میرا خیال یہ نہیں کہ اہل مشرق جنہوں نے اسپارہ میں خاصی ترقی کی ہوئی ہے۔ کبھی اِن باتوں کو مذہبی رنگ میں وہ وقعت دیتے تھے جو مغربی عیسائی اُن کی طرف منسُوب کرتے ہیں۔ قصّوں کہانیوں میں بھی ایک صداقت ہوتی ہے۔ مگر اس رنگ میں نہیں جیسے واقعات ہیں۔ اِن قصّوں کہانیوں کو مذہبی رنگ میں کبھی قبول نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کو اپنی کتاب مقدّس کے بالخصوص یہ ہدایت ہے کہ وہ کسی چیز کو آنکھیں بند کر کے قبول نہ کریں بلکہ صحیح رائے قائم کرنے کے لئے اپنی عقل کو کام میں لائیں۔ اسپارہ میں اسلام دوسرے تمام مذاہب سے کم نہیں بلکہ بہت زیادہ قابل ترقی ہے۔ یعنی نئے زمانہ کی ضروریات کو تسلیم کرنے اور ان کے پُورا کرنے میں آج اس امرواقع کو تعلیمیافتہ مسلمان خُوب محسُوس کرتے ہیں۔ اور یہاں بطور جملہ معترضہ میں اَور کہنا چاہتا ہوں۔ کہ تعلیمیافتہ مسلمان عموماً عیسائی مذہب کے اصُول وعمل سے بہت زیادہ واقف ہیں بہ نسبت اس کے جو عیسائی اسلام کے متعلق واقفیت رکھتے ہیں +

مسلمانوں میں ایک بڑی تحریک اس امر کے متعلق جاری ہے کہ کس طرح ایک کھُلا کھُلا امتیاز ہمیشہ کے لئے اسکی اصل تعلیم اور ان قصّوں کہانیوں میں ہو جائے جو ایک پُرانے فیشن کے لباس کی طرح اُس کو اُڑھا دیئے گئے ہیں۔ اس سے مُراد ان امور کی تحقیر نہیں۔ نہ اُن سے کوئی عداوت ہے۔ کیونکہ ان باتوں سے لوگوں کو محبّت ہے۔ اور ممکن

اِسبارہ میں تو جھگڑا کیا جس کا تم کو کچھ علم تھا لیکن اسبارہ میں کیوں جھگڑا کرتے ہو جس کا تم کو کچھ علم نہیں +

خدا تعالیٰ کی اس کتاب قدرت میں جو انسان کے سامنے کھلی ہوئی ہے کوئی عجیب بات ایسی واقع نہیں ہوسکتی نہ سائنس کی کوئی تحقیقات جدید ایسی ہوسکتی ہے۔ جو ایک سچے مسلم کے ایمان کو متزلزل کر سکے۔ وہ ہر نئے واقعہ میں ہر نئے مظہر قدرت میں اللہ تعالیٰ کی شوکت و جلال۔ اسکی قدرت اُس کی رحمانیت کی نئی شہادت پاتا ہے۔ اس کا دل اُسکی قوت متفکرہ تمام معاملات زمینی میں آزاد ہے۔ بشرطیکہ وہ بعض ان امور کی پابندی اختیار کرے جو اسکی جسمانی دماغی اور روحانی صحت کیلئے بنائے گئے ہیں۔ اُس کا فرض ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں علوم طبعی کی تحقیقات میں لگا رہے۔ اور جن باتوں کو اُسکی عقل درست بتاتی ہے انہیں قبول کرے خواہ اس سے وہ خیالات جو مسلمانوں میں دیر سے چلے آتے ہوں غلط ہی ثابت ہوں۔ اس کے مذہب کی بُنیاد کو کوئی چیز ہلا نہیں سکتی۔ نہ دُنیا کی کوئی تحقیقات لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو غلط ثابت کر سکتی ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے جس کے متعلق گبن نے طنزاً لکھا ہے کہ اس میں ایک ازلی صداقت اور ایک فرضی امر ہے جو ضرورتاً بڑھا لیا گیا ہے۔ لیکن ہم کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اگر کبھی یہ فرضی امر تھا تو کم از کم تاریخ نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ یہ بھی ایک ضروری صداقت ہے +

یہ ایک امر واقع ہے کہ مسلمانوں کا کثیر حصہ توہم پرست ہے۔ اور اُنہوں نے بہت فرضی قصے اور غلط خیالات کو قبول کر رکھا ہے۔ میں نے اُوپر ایک حوالہ عمداً ایک ایسی کتاب انس جلیل سے دیا ہے جس میں بہت سی فرضی کہانیاں اور قصے بھرے ہوئے ہیں۔ میری غرض اس حوالہ کے دینے سے یہ تھی کہ ایک ایسی کتاب میں بھی جس میں یہ لکھا گیا ہے کہ زمین ایک فرشتے کے کندھوں پر ہے۔ فرشتہ زمرد کے ایک چٹان پر ہے۔ چٹان ایک بیل کے سینگوں پر ہے۔ بیل ایک مچھلی کے اُوپر کھڑا ہے جو ایک بڑے سمندر میں تیر رہی ہے جس کو ہوا نے اُٹھا یا ہوا ہے۔ اور جس کے چاروں طرف تاریکی محیط ہے۔ ایسی کتاب

کرو اور اس نے علم حاصل کیا تب اللہ نے اُس سے کہا کہ عظیم اُمور کی قابلیت کو لیلو اور ایسا ہی ہُوا تب خدا نے کہا سب چیزوں میں سے جو میں نے اپنی قدرت اور جلال سے پیدا کی ہیں میں سوائے تیرے کسی سے محبّت نہیں کرتا۔ تیری وجہ سے محروم کرونگا تیری وجہ سے دونگا۔ تیرے سبب سے بچاؤنگا اور تیرے سبب سے سزا دونگا اسلئے اللہ نے اپنے پاک پیغمبرؐ کی زبان سے فرمایا ہے عقلمند وہ ہے جو راستباز اور صابر ہے۔ اور یہ دِل ہے جو انسانوں کو بدی سے نجات دیتا ہے'' +

یہ بالکل صحیح ہے کہ اسلام میں ہر ایک فرد کے قلب کو وہ اختیار اور وسعت حاصل ہے جو عیسائیت میں صرف مذہبی پیشواؤں کے لئے مخصُوص ہے۔ انسان کا دل ہی زمین پر خدا کا خلیفہ ہے۔ اور اس کو ہر ایک امر کے متعلق جس کو یہ سمجھنے کے قابل ہے رائے لگانے کا پُورا اختیار حاصل ہے۔ صرف خدا کی ذات ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی کُنہ تک عقل انسانی نہیں پہنچ سکتی۔ اسلئے ایمان کا نام اسی پر صادق آسکتا ہے۔ ایک مسلمان خدا کی ہستی کو علّت و معلول کے سلسلہ سے ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ جب ہر معلول کے لئے کوئی علّت چاہیئے تو اس سلسلہ کی ابتدا ایک سبب اوّل کو چاہتی ہے پھر وہ اسے اُن صفات سے متّصف کرتا ہے جو ایک مہربان خالق میں ہونی چاہئیں۔ اگر اس کے لئے کوئی بات جائز نہیں تو وہ صرف یہ ہے کہ خدا کو انسانی اصطلاحات کی حد بندی کے اندر لائے۔ ہاں وہ صرف توحید الٰہی پر زور دیتا ہے۔ مشرک کا انسانی صفات سے خدا کو متصف کرنا اس کے نزدیک کفر ہے۔ اور عیسائیوں کی تثلیث اس کے نزدیک قابل افسوس ہے کیونکہ تثلیث کا عقیدہ ایک غیب الغیب ہستی کو ایک محدود شے کی طرح تقسیم کے ماتحت کرنا چاہتا ہے +

پھر یہ کہنا کہ یسوع مسیح خدا کا پیدا شدہ بیٹا ہے۔ اس ازلی ذات میں انسانی انفعال کا ہونا تسلیم کرنا ہے۔ اور یہ کفر ہے اور انسان کے خیال کی یہ حد بندی ہے اس سے آگے گذرنا ہے ھا نتم ھؤلاء حاججتم فیما لکم بہ علم فلم تحاجون فیما لیس لکم بہ علم ویکھرتم (اہل کتاب یا عیسائی) وہ لوگ ہو جنہوں نے

آتی ہے۔" جو عالم کی عزت کرتا ہے وہ میری عزت کرتا ہے۔" "علم کا حاصل کرنا ہر مسلم مرد اور مسلم عورت پر فرض ہے۔" "پہلی چیز جو خدا نے پیدا کی وہ عقل ہے۔" "اللہ تعالیٰ نے عقل سے بہتر کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ دیتا ہے وہ اسی کے سبب سے ہیں۔ اور اسی سے فہم ہے۔ اسی سے اللہ کی نارضگی پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی سے ثواب و عقابات ہے۔ ایک شخص نماز روزہ زکوٰۃ حج اور دوسرے اعمال صالحہ بجا لاتا ہے۔ مگر اس کا اجر اسی کے مطابق ہے جس قدر وہ فہم سے کام لیتا ہے۔" "عالم کی بات سننا اور اس کو دوسرے کے دل میں ڈالنا مذہبی عبادت سے بہتر ہے۔" "وہ سیاہی جس کو ایک عالم کام میں لاتا ہے وہ شہید کے خون سے زیادہ پاک ہے۔ جو شخص علم کی تلاش میں گھر چھوڑتا ہے۔ وہ خدا کی راہ میں نکلتا ہے۔" "علم حاصل کرو کیونکہ علم صاحب کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ حق و باطل میں تمیز کرے۔ یہ بہشت کا رستہ روشن کرتا ہے۔ یہ جنگل میں ہمارا دوست ہے۔ تنہائی میں ہمارا خویش ہے۔ جب کوئی دوست نہ ہو تو یہ ہمارا رفیق ہے۔ یہ ہمیں راحت کی طرف لیجاتا ہے۔ یہ مصیبت میں ہمارا سہارا ہوتا ہے۔ یہ دوستوں میں ایک زیور اور دشمنوں کے خلاف ایک ہتھیار ہے۔"

(ماخوذ از اقوال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بزبان انگریزی) +

یہ وہ تعلیم تھی جو پیغمبر خدا نے اپنے پیرووں کو دی۔ اور آپ کے اقوال قرآن سے جو خدا کی وحی ہے دوسرے درجہ پر ہیں۔ خود قرآن میں کافروں اور مومنوں دونوں کو بار بار نصیحت کی گئی ہے۔ کہ وہ تاریخ عالم کا مطالعہ کریں۔ قدرت کے مناظر اور واقعات پر غور کریں۔ اور مذاہب کے اصول پر محققانہ نگاہ دوڑائیں۔ "رب زدنی علما۔ اے میرے رب میرے علم کو بڑھاتے رہیو" وہ دعا ہے جو خود خدا نے اپنے پیغمبر کو سکھائی ہے اور جو قرآن میں موجود ہے۔ جن امور کو انسان حیطہ عقل میں لا سکتا ہے۔ ان تمام کے متعلق ایک مسلمان کو خیال کی کامل آزادی اور آزادانہ تحقیقات کا اختیار دیا گیا ہے۔ ایک قدیم مسلمان مصنف خلق عالم کے متعلق لکھتا ہوا کہتا ہے۔ "جب ساری مخلوقات کو پیدا کر کے اللہ تعالے نے عقل کو پیدا کیا۔ اور اس کو کہا کہ تم علم حاصل

اِسلام اور ترقی

(از مارماڈیوک پکتھال)

(نمبر ۱)

عیسائی ممالک میں اسلام کے متعلق عام طور پر یہ خیال مُروّج ہے کہ عیسائیت کے مقابلہ میں یہ مذہب اصولاً ناقابل ترقی ہے۔ اور انسان کی عقل اور ذہانت کی تحقیر کرنیوالا ہے اِس سے بڑھ کر کوئی امر صداقت سے بعید نہیں ہوسکتا۔ وہ غفلت کی خواب جس نے گذشتہ تین صدیوں میں عوام اہل اسلام پر اثر ڈالکر جہالت اور توہم پرستی اُن میں پیدا کر دی ہے وہ تاریخی واقعات کا نتیجہ ہے جو بہت کچھ اِن واقعات سے ملتے جلتے ہیں جنہوں نے موجودہ تہذیب کی روشنی سے پہلے مغربی یورپ کو تاریک کر رکھا تھا۔ مذہب اسلام کے ساتھ اس کا تعلق محض جغرافیہ کی حیثیت سے ہے یعنی جہاں یہ غفلت ظہور پذیر ہوئی ہے وہ ممالک اسلامی آبادی کے ہیں۔ اور اب سائنس کی تعلیم کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوتا جا رہا ہے۔ اِسی وجہ سے کہ موجودہ اسلامی دُنیا تعلیم اور ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئی ہے یہ فرض کر لینا کہ خود اسلام ہی مانع ترقی ہے۔ اِس لحاظ سے جو ترقی کا مفہوم آج کل مانا گیا ہے خطرناک غلطی ہے۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے جب ایک یہ غور کیا جائے کہ موجودہ ترقی کسی عیسائی عقیدہ سے پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ خیال کی آزادی کا نتیجہ ہے اور کہ اسلام نے مسلمانوں کیلئے خیال کی آزادی کو ایک ضروری فرض ٹھیرایا ہے برخلاف عیسائیت کے جو خیال کی آزادی کو روکتی ہے +

"علم کو تلاش کرو گو چین میں ملے۔ یہ بانیٔ اسلام کا پیغام ہے جو اس نے اپنے پیرؤں کو پہنچایا۔ اور اِس طرح پر انہیں یہ بتا دیا کہ علم کا حصُول فی نفسہٖ ایک اعلےٰ درجہ کا مقصد ہے۔ جس پر جس قدر محنت صرف کیجائے تھوڑی ہے۔ اور خواہ وہ علم ایک غیر اسلامی قوم سے ہی کیوں نہ ملے۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا۔ "کہ ایک ساعت خدا کی مخلوق میں فکر کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ جو علم کے حصُول میں لگ جاتا ہے۔ اس پر موت نہیں

سُنادہ اُن کو کہاں تک ایک صُوفی صافی زندگی کیلئے تیار کرسکتے ہیں +

ان کی لغزش پر جو سلوک ہمارے نااہل بھائیوں نے ہندوستان میں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری قوم کس قدر پستی میں پڑی ہوئی ہے۔ بہرحال جو ہُوا سو ہُوا لیکن اسلام کی قوت احیا کا ثبوت لارڈ موصوف کے اس اعلان میں ظاہر ہوتا ہے جو انہوں نے پبلک میں کیا وہ اپنی غلطیوں کا نہ صرف اعتراف کرتے ہیں بلکہ آیندہ کے لئے ایک حتمی وعدہ کے ساتھ ہر قسم کی مشروبات ممنوعہ سے قطع تعلّق فرماتے ہیں۔ خدا تعالےٰ انہیں استقامت عطا فرمائے مجھے تو اس عالی نژاد انسان کی جُراٰتِ ایمان پر رشک آتا ہے۔ ایک تو وہ جُراٰت تھی جس نے ہر قسم کے مفاد پر لات مار کر آپ سے اعلانِ اسلام کرایا۔ اور اب یہ قوتِ ایمان کہ جس سے وہ اپنے قصُوروں کا اعتراف کرکے ایک توبۃ النصُوح کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس نیک نیت اور صادق عاشق خاتم النبیّین کو اپنے ارادوں میں کامیاب کرے۔ اُنہوں نے اپنے آیندہ پروگرام میں شراب کے خلاف عَلم اُٹھانے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے" +

اِس رسالہ میں دوسری جگہ وہ مضمون درج ہے جو مارٹن کیکیٹھال صاحب نے اسلام اور ترقی کے عنوان سے لکھا ہے۔ یہ صاحب مسلمان نہیں ہیں۔ مگر اس مضمون کو پڑھ کر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام کس طرح ان لوگوں کے دلوں میں گھر کر رہا ہے جو تعصب کی عینک کو اُتار کر اسے دیکھتے ہیں۔ اسلام کے متعلق پہلے تو یہ اثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ کہ یہ ایک بُت پرستی کا مذہب ہے۔ چنانچہ بعض نومسلموں نے اسبات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ مسجد کو بُتخانہ سمجھتے تھے۔ اب جُوں جُوں اصلیت کھلتی جاتی ہے۔ اس رنگ میں اسلام کی طرف سے لوگوں کو روکا جاتا ہے۔ کہ اسلام بیشک کچھ اچھا مذہب ہے لیکن ترقی یافتہ قوموں کے لئے یہ موزُوں نہیں۔ کیونکہ تعلیم اور ترقی سے یہ روکتا ہے۔ اِسی کا جواب اس مضمون میں ہے +

اہل اسلام تک پہنچانا چاہتے ہیں یہ ہے کہ لارڈ ہیڈلے نے حال میں بڑی جوانمردی سے جو انکی غیرت اسلامی کے بالکل شایاں ہے شراب کے خلاف علم اٹھانے کا عزم کر لیا ہے چنانچہ اس پر ان کا ایک لیکچر کسی دوسری جگہ درج ہے ذیل میں وہ چٹھی درج ہے جو اس بارہ میں ولایت سے ہم کو موصول ہوئی ہے +

"خدا کا احسان ہے کہ دن بدن رو بصحت ہو رہا ہوں۔ میں نے کسی گزشتہ چٹھی میں لارڈ ہیڈلے بالقابہ کے متعلق ایک دلخوش کن خبر لکھی تھی۔ سو آج ان کا پہلا لیکچر پیپر میں چلا گیا۔ یہ لیکچر کیا ہے ؎

کردم ز شراب ناب توبہ — وز کردۂ ناخراب توبہ

ان سے جو لغزش گزشتہ نومبر میں ہوئی اس کے ذمہ وار غالباً زیادہ تر ان کے دماغی عوارض تھے بہرحال آج وہ دنیا کے سامنے علی الاعلان اس ام الخبائث سے ہمیشہ کیلئے الگ ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کو اسلام کی قوت احیا میں تامل ہو وہ لارڈ موصوف کی اس تبدیلی پر غور کریں اور ساتھ ہی وہ مغربی تمدن کو سامنے رکھ لیں۔ ایک عالی نژاد و لندن جو کل کا لارڈ نہیں بلکہ جس کا خاندان ہزار سال سے اوپر اپنی تاریخ رکھتا ہے پھر ایک ایسے ملک کا باشندہ جہاں شراب کا شغل عیب نہیں سمجھا جاتا۔ جہاں ([illegible] as a lord) لارڈ کی طرح مخمور ایک ضرب المثل ہے۔ پھر جس کی پرورش ایک طرح بیر اور سٹوٹ پر ہوتی ہو۔ وہ اٹھاون سال کی عمر میں ایک ایسا مذہب اختیار کرتا ہے جس میں اپنی عادت ثانی چھوڑ کر ایک جدوجہد کی زندگی شروع کرتا ہے۔ مگر وہ اپنے اردگرد خود ملت بیضا کے علمبرداران میں شراب کا تعلق دیکھتا ہے۔ جو اسے تواضع میں بعض وقت شراب پیش کرتے ہیں۔ اس کے کان میں یہ بھی آواز آتی ہے کہ قرآن کریم میں قطعی حرمت خمر کا حکم نہیں بلکہ اعتدال کی طرف اشارہ ہے۔ ہمارے دو لاکھ ایران قوم جو لارڈ موصوف سے ملتی جلتی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور طبقہ وسطیٰ کے لوگ جو کھلے پیتے ہیں وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ اور جن انگریز و لارڈ [illegible] بعض مصری اور ہندی مسلمانوں کو یہاں اور یورپ سے باہر [illegible]

جو ہمارے ... اوّل انہیں جلدوں کا کام شروع کیا۔ اسلئے پہلی قسط میں جس قدر کاپیاں آئی ہیں ... قسم کی ہیں۔ لیکن چونکہ یہ تعداد بھی بہت زیادہ نہیں اسلئے طالب علم یا دوسرے ... روپیہ قیمت نہ دے سکتے ہوں وہ بہت جلد اس رعایت سے فائدہ اُٹھائیں بعد دو کاپیاں ... جانے کے بعد یہ رعایت نہ ہوسکیگی۔ جو اصحاب انڈیا پیپر ایڈیشن خریدنا چاہتے ہیں ... ہونے کے علاوہ نہایت خوبصورت ہے اور نہایت اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر ہے وہ اس وقت تک انتظار کریں جب دوسری قسط شائع ہو۔

جناب خواجہ کمال الدین صاحب کی بیماری سے کام میں بھی ایک گونہ رکاوٹ پیدا ہوگئی تھی۔ مگر خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ اب حضرت خواجہ صاحب کی حالت قدرے رو بصحت ہوگئی ... ذیل کا اعلان ہم بجنسہ درج کرتے ہیں جو حال میں ووکنگ سے ... ہے:

... میں ... تحریک تبلیغ اسلام ہو رہی ہے اس کا ثمرہ بھی عنقریب ... مسلم ... میدان جنگ ... مسلم سپاہی اور افسر اپنے مشنری ... واقف ... سارجنٹ ... متاثر ہو کر مشرف باسلام ہوئے ... انہوں نے خود اپنے نام میں لفظ ... اسلام ایزاد کرنا پسند کیا۔ اس عید میں ... مفصل رپورٹ ملک عبد القیوم صاحب نے لکھی ... سارجنٹ ... بغرض نماز آئے ... تعالیٰ نے اس نومسلم بھائی کو استقامت عطا فرمائے۔ جس بات کی سخت ضرورت ہے وہ ... لٹریچر ہے ... یہاں کے لوگ اسلام سے ناواقف ہی نہیں بلکہ غلط فہمیوں میں ... لیکن یہ ہمارا فرض ہے ... الله تعالیٰ ہم مسلمانوں کو ... کہ ہم اس فرض کو ادا کریں ... خواجہ کمال الدین از مسجد ووکنگ

ان دو خوشخبریوں کے ساتھ ایک تیسری ... جو اس رسالہ کے ذریعہ سے ہم قارئین کرام اور عام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۳) بابت ماہ نومبر ۱۹۱۷ء نمبر (۱۱)

شذرات

گذشتہ رسالہ میں اعلان کیا گیا تھا۔ کہ قرآن کریم ترجمہ و تفسیر بزبان انگریزی کی کچھ کاپیاں ولایت سے روانہ ہو چکی ہیں۔ سو الحمد للہ کہ اب وہ ہندوستان میں پہنچ گئی ہیں۔ عالمگیر جنگ کی مشکلات نے اس کام کی تکمیل میں بہت سی رکاوٹیں پیدا کر رکھی تھیں۔ مگر یہ خدا کا شکر ہے کہ اس قدر مشکلات کے اندر یہ کام ہو گیا۔ اور آج وہ پاک کتاب جس کے لئے مدت سے انتظار میں تھے ہمارے ہاتھوں میں پہنچ گئی ہے جیسا کہ پہلے اطلاع دی جا چکی ہے۔ اس کتاب کی کسی قدر کاپیاں دوسری قسم کے کاغذ پر چھپوائی گئی تھیں۔ اور ان کی جلد بھی کپڑے کی ہے۔ گو اس سے اس خرچ پر جو اس گرانی کے زمانہ میں کرنا پڑا ہے چنداں اثر نہیں پڑا۔ مگر اصل غرض چونکہ صرف یہی تھی۔ کہ کسی طرح پر یہ قرآن کریم تمام انگریزی خوان مسلمانوں کے ہاتھوں میں پہنچ جائے اسلئے محض ایک رعایت کے ساتھ اس جلد کی قیمت صرف دس عـہ روپے رکھی گئی۔ اتفاق سے



تصنیفات خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ووکنگ ایڈیٹر اسلامک ریویو

مروارید ثلاثہ ۔ مجلد ۱۲/ بلا جلد ۱۰/ ۔ یہ تینوں کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں +

براہین نیّرہ حصہ اوّل (معروف بہ زندہ و کامل الہام) **قیمت** ۱۲/

اسمیں دکھلایا گیا ہے کہ قرآن خاتم اور ناطق ایک الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں

اُمّ الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان) **قیمت** ۱۲/

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے ۔ اپنی نوع کی پہلی کتاب ہے جو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے ۔ اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں ۔ کہ ابتدا میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے +

اُسوۂ حسنہ (معروف بہ زندہ و کامل نبی) **قیمت** ۸/

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے ۔ یہ کتاب معتبر لیت عامہ حاصل کر چکی ہے ۔ اسکو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں +

خطبات غربیہ ۔ قیمت فی خطبہ تین آنے ۳/

یہ وہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں آشنایان اسلام کو اسلام سے معروف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرنے کیلئے انگلستان و آئرلینڈ اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں لکچر دیئے ۔ اور بعض کی درخواست پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے ہیں ذیل میں درج ہیں

(۱) سلسلہ خطبات غربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات (۲) توحید ۔ دعا ۔ تصوف
(۳) خطبات عید ین (۴) دہریہ اور مذہبی کوتعلیم (۵) اسلام اور دیگر مذاہب (۶) حقوق نسواں

نوٹ ۔ چھ خطبات کے مکمل سٹ کے خریدار سے ۱۲/ مجلد کیلئے ۱/

لندن میں جلسۂ میلاد النبی صلعم ، اس کتاب میں اس جلسہ کی مفصل روئداد ہے جو زیر سرپرستی سنٹرل اسلامک سوسائٹی مورخہ ۶ جنوری ۱۹۱۵ء کو سیسل ہوٹل میں بتقریب ولادت آنحضرت منعقد ہوا ۔ دیگر مشاہیر کے علاوہ مزید تفصیل تقریر ۔ علاوہ ایک انگریزی معزز کی زبردست تقریر آنحضرت صلعم کے خلق عظیم کے متعلق نہایت قابل مطالعہ ہے ۳/

المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام بکڈپو ۔ عزیز منزل لاہور

[illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی۔اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — و مولوی صدر الدین بی۔اے بی۔ٹی

قیمت سالانہ تین روپے

اس سے بڑھ کر کوئی اور نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۳) | بابت ماہ نومبر ۱۹۱۷ء | نمبر (۱۰)

فہرست مضامین

۱۔ شذرات ۴۸۱
۲۔ اسلام اور ترقی (از مارماڈیوک پکتھال) ۴۸۵
۳۔ النبی (ایک انگریز نو مسلم کے قلم سے) ۵۰۵
۴۔ اسلام میں عورت کی حیثیت (از شیخ ایچ ایم لئیدرڈیل) ۵۱۳
۵۔ تنقید (از لارڈ ہیڈلے) ۵۱۷

یونین سٹیم پریس لاہور میں لالہ دیوالچند پرنٹر کے اہتمام سے چھپوا کر مرزا یعقوب بیگ آنریری سکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

جینا کیا ہے جو ایک دوسرے کو آرام نہ پہنچا سکے

لال شربت - لال شربت - لال شربت



قیمت فی شیشی بارہ آنہ ۱۲/ محصولڈاک چار آنہ (۴)

لال شربت

اگر آپ اپنے بچوں اور عزیزوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں تو
پلاویں کلیجہ کی کمزوری کھانسی اور لاغری کو دور کرنا چاہتے
ہیں تو لال شربت پلاویں بچے سے ضعیف تک کو
دوا یکسان فائدہ کرتی ہے پینے میں شیرین اور رنگ سرخ
ہونے کیوجہ سے بچے خاصکر بہت ہی خوشی سے پیتے
ہیں آپ بھی اپنے بچوں اور عزیزوں کو پلا کر آزمایش کیجیے۔ قیمت فی شیشی بارہ آنہ ۱۲/
محصولڈاک چار آنہ ۳ تین شیشی کی قیمت دو روپیہ ۲/ محصولڈاک دس آنہ ۱۰/

ڈاکٹر ایس کے برمن - نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ

دوا بیوں ہر جگہ کے دکاندار فروخت کرتے

ممکن نہ تھا ایسی رُوحانی گڑبڑ اور اخلاقی بے ترتیبی میں کوئی شخص ایسی اعلیٰ قابلیت پیدا
نہ کر سکتا تھا۔ کہ وہ مذہبی یا صرف اخلاقی زندگی کو ہی نبھا سکے +
ذیل میں ہم مذکورہ بالا واقعات کے چند نتائج کو جمع کرتے ہیں سنہ ۳۲۱ء میں کونسل آف
نائس نے آریس کے خلاف فیصلہ صادر کیا۔ کہ مسیح حقیقت میں خود خداوند ہے۔ جو برابری
اور ہمیشگی میں اپنے باپ کا شریک ہے۔ گویا وہ اس سے جُدا تو ہے لیکن تاہم یہ دونوں ایک ہی ہیں +
سنہ ۳۸۱ء میں قسطنطنیہ کی کونسل نے اپولینیرس کے خلاف فیصلہ کیا کہ وہ حقیقتاً انسان بھی ہے +
سنہ ۴۳۱ء میں کونسل آف ایفیس نے یہ اصُول قائم کیا۔ کہ یہ دو قسم کی فطرتیں درحقیقت ایک
ہی ہیں۔ اور ان کو ایک دوسری سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا +
سنہ ۴۵۱ء میں کونسل شیلسیڈون نے یہ رائے قائم کی۔ کہ یہ دونوں اگرچہ ایک ہی ہیں مگر
تاہم ایک دوسرے سے کُلی طور پر علیحدہ ہیں +
الیسی معنی تعلیمات اور عقائد کی اُلجھن میں عیسائی مذہب پھنسا ہُوا تھا۔ کوئی
الیسی توضیح اور تفسیر نہ تھی۔ جو عقدہ کُشائی کر سکے۔ ہر ایک فریق اپنے ہی راستہ پر چلا جا رہا
تھا۔ اور اپنے ہی عقائد کو بار بار دُہراتا چلا جاتا تھا نسطوریزم نے مشرقی مملکت کو دو حصوں میں
تقسیم کر دیا تھا۔ اور اسی طرح شام میں سلطنت کے دو ٹکڑے ہو کر زوال پذیر ہو جانے کیلئے راستہ
صاف کر دیا تھا۔ [illegible] نے بیشک سنہ [illegible] کے فیصلہ کی رُو سے یہ مان کر کہ مسیح میں خاصیت
تو دو ہی قسم کی تھیں لیکن اُنکی مرضی ایک ہی تھی اس طغیانی کو روکنے اور فریقین کو ایک ہی خطہ
[illegible] اکٹھا کرنے کی کوشش کی۔ اور اس طرح سے مؤرخین کیلئے ایک سہولت پیدا
[illegible] تھی لیکن [illegible] ایک فرقہ نے فیصلہ کیا۔ کہ انکی خواہشات بھی دو ہی
[illegible] اگرچہ ہمیشہ ایک دوسرے کے مطابق و موافق رہتی تھیں اس طرح سے یہ جنگ و
جدال [illegible] ہوگئی +
سنہ [illegible] میں کانسٹنٹائن ثانی نے بالآخر اس عقیدہ کو تسلیم کر لیا۔ کہ مسیح کی دونوں خواہشات
ایک دوسری سے ملتی جُلتی تھیں۔ اور اس طرح سے ایک اور لغو از عقل عقیدہ اسمیں آ داخل ہُوا۔
حقیقتی عیسائیت اپنے ابتدائی عقائد کے لحاظ سے بے بُنیاد خرافات کا ایک ناقابل فہم مذہب بن گئی۔

تو وہ دشمنی اور جھگڑا ہی تھا۔ اور جوش زیادہ بڑھ گیا جب منکرین نے ہنسی اُڑانی شروع کردی۔ اور تھیٹروں میں اُنھوں نے تشنیع و تضحیک سے کام لیا +

۳۲۵ء میں کونسل آف نائس نے ابتدائی اصول کے سوال کا فیصلہ کردیا لیکن اسکندریہ کے اریس نے اس میں اس عقیدہ کا اعلان کیا۔ کہ بیٹا کُلی طور پر اور لازماً باپ سے مختلف اور علیحدہ ہے۔ اس اعلان پر دوبارہ ان میں ہیبتناک جنگ چھڑ گئی۔ اسکندریہ کی دو کونسلوں میں بشپ لیگزنڈر نے اریس کو کلیسیا سے خارج کردیا۔ کونسل آف نائس نے اسے پاس کیا کہ بیٹا باپ ہی کے اصلی جوہر سے ہے۔ اور تاہم وہ بالکل جُدا انسان ہے۔ اور باپ سے پیدا ہوا ہے اریس کو جلاوطن کردیا گیا لیکن پانچ برس کے بعد کانسٹنٹائن نے اسے دوبارہ واپس بلالیا اور اس کے بعد یروشلم کی ایک کونسل نے آرینزم کے عقاید کو دوبارہ رائج کردیا۔ اور ۳۳۶ء میں پیشتر اس کے کہ پھر اسے مسند نشین کیا جائے وہ قسطنطنیہ میں مرگیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُسے زہر دیکر ماردیا گیا ہے۔ لیکن اس کی وفات سے بھی بحث ومباحثہ ختم ہونے میں نہ آئے +

دن بدن نئے فرقے بنتے چلے گئے۔ اور ہر ایک پہلے فرقوں سے بڑھ بڑھ کر پوری دانائی اور عقلمندی کے ساتھ مسائل متنازعہ فیہ کو نئی طرز سے حل کرتا تھا۔ مباحثات کا ایک اور سلسلہ یسُوع میں انسانی اور خدائی خاصیات کے اکٹھے ہونے کے متعلق شروع ہوگیا۔ نیز ایک اور سلسلہ مباحث میں اس مسئلہ پر بھی بڑے زور شور سے بحث شروع ہوگئی۔ کہ روح القدس کی حیثیت اس سے بالاتر ہے۔ یا نہیں۔ اس سے بالکل گڑبڑ واقع ہوگئی۔ اور اتھا [illegible] بالکل سمجھتے تھے +

ادھر میلیٹینیزم اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس نے یسُوع کو منصرازم کے عقاید کے ساتھ [illegible] جو ابن اللہ کا عقیدہ مانتے تھے۔ یہ مذہب آہستہ آہستہ پھیلا۔ اس کا [illegible] ہم عصر دیکھنے کیلئے تھا۔ اور اُسے کوئی دُکھ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اسے [illegible]

ساری عیسائی دُنیا بحث و جھگڑے میں مشغول تھی۔ خود گرجاؤں [illegible] حیوانیت پسند طبائع میں قتل وخونریزی واقع ہوئی۔ اور ایک دوسرے کو دُکھ [illegible] کلیسیا نیکی سکھانے میں کُلی طور پر بے اختیار تھا۔ روحانی مُردگی اور اخلاقی تنزل کے خلاف کوئی آواز بلند نہ کی گئی۔ ایسی الجھن اور گورکھ دھندوں میں کوئی [illegible] ملنا

پولوس یقیناً تمام تعلیمات اور اس اعجاز نما منجی سے کُلّی طور پر بے خبر معلوم ہوتا ہے اس کی نسبت ایک ڈچ متعلم وان مینین نے بہت قابلیت سے اس مضمون پر روشنی ڈالی ہے کہ اس کے تمام خطوط فرضی اور جعلی ہیں +

اول ترین عیسائی یہودیوں کے گروہ میں بہت سادہ موحد لوگ تھے۔ جب انجیل چہارم کی تعلیم عیسائی خیالات پر غالب آنی شروع ہو گئی۔ تو اس وقت کے بعد بُت پرست لوگ ان کا مقابلہ کرنے کے اس طرح قابل ہو گئے۔ کہ انہوں نے یہ سوال کرنے شروع کر دیئے۔ کہ اگر مسیح انسان تھا۔ تو اس کی پرستش کیوں کی جاتی ہے؟ اور اگر وہ خدا تھا تو اس کی مصائب برداشت کیوں ہوئے؟ بعض مصلحین نے اس مشکل کو اس اعتقاد کے ذریعہ حل کر دینا چاہا کہ باپ۔ بیٹا اور روح القدس تینوں علیحدہ علیحدہ نہیں۔ بلکہ ایک ہی خدا کے مختلف مناصب اور حیثیتیں ہیں۔ بعض لوگوں نے یوں بھی اس دقت کو رفع کرنے کی کوشش کی۔ کہ وہ انسان نہیں۔ بلکہ الوہیت کی مختلف اشکال اور صفات ہیں۔ مثلاً طاقت۔ عقل۔ نیکی وغیرہ لیکن تاہم دوسرے لوگوں کا اعتقاد یہی تھا کہ یسوع صرف ایک اعلےٰ انسان تھا۔ اور وہ خارق عادت کے طور پر پیدا ہوا تھا۔ غرضیکہ اسی طرح سے اس ناقابل حل معمہ کو حل کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور جھگڑے کی لہر تمام مسیحی دُنیا پر پھیل گئی۔ جس سے نزاع پیدا ہو گئی۔ اور نفرت بہت بڑھ گئی۔ ایک فرقہ دوسرے کی صرف دلیل سے ہی مشتعل ہو جاتا تھا۔ اور نہ تو اس کا قائل ہوتا تھا۔ اور نہ ہی اس کا رد کرتا تھا۔ جذبات بھڑک اُٹھتے تھے۔ اور عیسائی مذہب باہم دست و گریبان ہونیوالے فرقوں کی ایک کھولتی ہوئی دیگ بن گیا تھا۔ اس وقت نظام سلسلۂ خود اس مذہب کے ذریعہ سے ٹوٹ بچا نہیں رہا۔ بلکہ حکومت کے ذریعہ سے اس کا بچاؤ ہو گیا۔ کانسٹینٹائن کی فتوحات عظیمہ خود عیسائیت کی فتح تھی۔ اور جیولین کی زیر سرپرستی بُت پرست اس کے کچھ بھی مزاحم نہ ہوئے۔ بالآخر تھیوڈوسیس کے فرامین نے اسے بہت سی مالی تقویت دیکر مضبوط پاؤں پر کھڑا کر دیا لیکن سب سے ممبران کلیسیا کا مسائل پر جھگڑا اور نزاع ختم نہ ہوا۔ اور اگر کوئی چیز زیادہ مستند ہو گئی

ناظرین کو معلوم ہونگے جو اس مضمون سے دلچسپی رکھتے ہیں +

ایک انقلاب عظیم سے بائیبل کی تحقیق و تدقیق کا زور خاص طور پر بڑھ گیا کیونکہ کلیسیا کا یہ دعویٰ کہ وہی کتاب مقدس کی شرح کرنے کا واحد حقدار ہے بالکل ملیا میٹ کر دیا گیا۔ اور اس طرح سے لوگوں کو بائیبل کا خود مطالعہ کرنے اور خود اُس سے استدلال اور نتائج اخذ کرنے پر کمر بستہ کیا گیا۔ بس پھر کیا تھا فی الفور اختلاف رائے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تبادلۂ خیالات نے بحث مباحثات فرقہ بندی کے تنازعات نے خیالات کو متحرک اور نظروں کو بہت وسیع کر دیا۔ لوگوں نے اپنے مذہبی معلّمین کی اطاعت سے باہر ہو کر خود سوچ و بچار کر کے رائیں قائم کرنی شروع کر دیں۔ اس حالت کو پہنچتے پہنچتے صدیاں گذر گئیں اور آج جن باتوں کے ساتھ ہمارا زیادہ تر تعلق ہے۔ یہ اس وقت سے پہلے کے خیالات ہیں۔ جبکہ قوت تحقیق و تدقیق نے لوگوں پر اپنا اثر ڈالنا شروع کیا تھا +

مُتعلّمین بائیبل نے عام طور پر اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ پولُوس کے خطوط عبادات و اطاعت انسانی کی پرانی پند و نصائح ہیں۔ اور انہیں زمانۂ مابعد میں غلطی سے بائیبل کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔ جسٹن مارٹر کو دوسری صدی کے وسطی زمانہ کا حال لکھتے ہوئے ان کا کچھ بھی حال معلوم نہیں ہوا حالانکہ اس کے مذہب کی بُنیاد بہت حد تک مسیح کی صلیبی موت پر ہے۔ جس پر ایمان لانے سے اس کے نزدیک نجات پالینا یقینی امر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہم مان لیتے ہیں۔ کہ پولوس کی تحریرات اگر وہ ویسے ہی صحیح اور اصلی حالت میں محفوظ بھی ہیں۔ تو بھی ان خطوط کا علم بتدریج حاصل ہوا۔ کلیمنٹ۔ پولیکارپ۔ برنباس اور اگنیٹیس کے خطوط کے لکھنے والوں کو مسیح کے آباؤ اجداد کی ہی داستان معلوم نہیں۔ پولوس کے خطوط میں کسی ایسی تعلیم کا ذکر اور حوالہ تک نہیں۔ جو کہ اناجیل میں مسیح کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ اگر

بہت حد تک زمانہ متوسط میں اسلامی تہذیب کے ساتھ ٹکرانے اور اسلامی مذہب فلسفہ۔ لٹریچر۔ سائنس اور موجودہ مغربی علوم سے جو مسلمانوں سے ہی حاصل کئے گئے ہیں۔ صدیوں متاثر ہوتے رہنے کی وجہ سے پیدا ہوا۔ ان دنوں عیسائی حلقوں میں نہ تو بڑے بڑے باریک بین۔ دقیقہ سنج اور محقق تھے اور نہ ہی چھوٹے۔ ان کیلئے عیسائیت میں کوئی گنجائش نہ تھی۔ اور اس میں وہ ہرگز زندہ نہ رہ سکتے تھے ہاں زمانہ متوسط میں عہد نامہ عتیق و نکتہ چینی۔ اور اس کی چھان بین اس حد تک ہونی شروع ہوگئی۔ جہاں تک کہ اس سے عیسائی لٹریچر کا تعلق تھا۔ ہر ایک قسم کی قیمتی تحقیق یہودیوں کی تصنیف میں کی گئی۔ اور اسکے کرنیوالے وہ لوگ تھے جو خود عربی۔ سائنس اور لٹریچر کے سکولوں اور اندلس۔ سسلی۔ شمالی افریقہ اور وسطی ایشیا کے کالجوں میں پڑھ کر پختہ ہوچکے تھے۔ انہوں نے اسلامی علم ادویات ہیئت اور کیمیا کی ترقی سے فائدہ اٹھایا۔ اور مسلمان مدرسین سے علم مناظرہ کے قواعد کو سیکھا۔ ان مدرسوں اور کالجوں کے متعلمین میں بڑے بڑے جلیل القدر انسان شامل تھے۔ سب سے بڑھ کر قابل تذکرہ متعلمین میں کارڈوو اسکے مشہور یہودی طالبعلم موسیٰ ابن میمون جرمنی کے جان ون روچین اور اس کے مشہور و معروف داماد فلپ میلینا ھتن مارٹن لوتھر جیسے عالم علم الٰہیات جو کہ مصلحین زمانہ کی رہنمائی کر سکتا تھا کے نام لئے جا سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں مونا سٹک فلاسفر سپینوزا بھی جس کی تصانیف تمام فلسفی خیالات پر خاص طور پر اثر انداز ہوئیں یہودی ہی تھا یہ سب لوگ اور ان کے معاصرین ہی وہ انسان ہیں۔ کہ جنہوں نے زمانہ متوسط میں ان بڑے بڑے جت خسکن متاخرین کے راستہ کو صاف کیا جنہوں نے آج کل عہد نامہ عتیق اور جدید میں تحقیق و تدقیق کے باعث ایک انقلاب برپا کر دیا ہے اور دین عیسوی کی شکل و صورت کو ہی بالکل ایک نئے قالب میں ڈھال دیا ہے۔ وہ ڈی لاگارڈ۔ ویلہاس کیونن۔ ہوٹ۔ رلوالڈ۔ یور۔ سٹراس۔ رینن اور اس انبوہ کثیر کے پیشرو تھے۔ جو آج ہمارے زمانہ میں موجود ہے۔ اور جن کے نام ان سب

عیسائی علم دینیات کی تصویر

قبل از
بعثت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم

(از یحییٰ النصر پارکنسن)

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ترقی اور کامیابی اور آپ کے مواحدانہ خیال کی۔ پاکیزگی کو سمجھنے کیلئے یہ نہایت ضروری امر ہے۔ کہ اس کا مقابلہ ان خیالات سے کیا جائے۔ جو آپ کے وقت میں اور آپ سے چند صدیاں پیشتر اس ملک میں رائج تھے۔ جہاں کہ آپ پیدا ہوئے (یعنے عرب میں) نیز ان بڑے بڑے خیالات ان اصلی عقائد کے مقابلہ میں اس کو رکھا جائے۔ جو اس وقت مشرق اور مغرب کے تمام ممالک میں عیسائی مذہب میں موجود تھے۔ میں اس مضمون میں ان خیالات کا مختصراً نقشہ کھینچنا چاہتا ہوں۔ جو عیسائی مذہب کا اس وقت اصل الاصول تھے تاکہ ہم اس تبدیلی کو زیادہ عمدگی کے ساتھ سمجھ سکیں جو مذہب کے بنیادی اصولوں میں اسلام نے کر دکھائی۔ قطع نظر اس اعجازی اثر کے جو اس نے لوگوں کے اخلاق پر کیا۔ جس پر میں اس مضمون میں بحث کرنا نہیں چاہتا +

عیسائی مشنری علم دینیات کے ان خیالات کے ساتھ جو آج یورپین دانشوروں کے ترقی یافتہ حلقوں میں رائج ہیں ہمیشہ اسلام کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔ جس میں اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ کہ بیسویں صدی کے اعلے عیسائی خیالات ساتویں صدی کے عیسوی اعتقاد سے اصولاً بالکل مختلف ہیں بلکہ وہ سمجھ اور فراست میں بھی ایک ہی جیسی سطح پر قائم نہیں۔ کلھوف نے اپنی کتاب رائمز آف کرسچنٹی میں لکھا ہے۔ کہ "آج ایک مذہبی انسان کا عیسائیت کی نسبت یہ خیال کہ یہ ایک شخصی مذہب ہے۔ اور شخصی شفاعت کا حامی۔ متقدمین عیسائیوں کو بیوقوفانہ خیال معلوم ہوتا" +

اسلامی نقطۂ خیال سے یہ بات بالکل درست ہے۔ کہ موجودہ عیسوی اعتقاد

نے دکھائے قرآن خود معجزات کے وجود یا اُن کے اِمکان کا انکار نہیں کرتا معجزہ کیا ہے بعض قوانین قدرت کا اظہار ہے جو اس وقت کے لوگوں کو معلوم نہیں ہوتے لیکن معجزہ دکھانیوالے پر اللہ تعالیٰ اُن کو ظاہر کر دیتا ہے ۔ یہ تشریح ایک شکی طبیعت کو بھی قائل کر سکتی ہے ۔ گو جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے ۔ قرآن اپنی صداقت کا انحصار معجزات پر نہیں رکھتا ۔ مگر یہ بعض معجزات انبیائے سابقین اور بعض معجزات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتا ہے ؟

ماحصل اس سب کا یہ ہے کہ خدا کی طرف سے جو وحی ہو وہ ایسی ہونی چاہیئے جو ہر زمانہ کے لیئے ہو ۔ اور ہر زمانہ میں اسکی صداقت قائم رہے ۔ معجزات صرف اس وقت تک معجزات ہیں جب تک کہ اُن کی تشریح نہ کی جا سکے ۔ جبھی کہ وہ اور معمولی انسانی تجربہ میں آجاتے ہیں ۔ تو اُن میں لوگوں کو قائل کرنے کی طاقت باقی نہیں رہتی ۔ اِسی لیئے قرآن کریم نے اپنی صداقت کے ثبوت میں عقلی دلائل کو پیش کیا ہے ۔ اور گو اس زمانہ کے خیالات اور ترقیات بائبل کی وقعت کو ضائع کر سکتی ہیں ۔ کیونکہ وہ عقلی تنقید کا مقابلہ نہیں کر سکتی ۔ جس طرح کہ دوسری کتابوں کی وقعت اسی وجہ سے جاتی رہی ہے ۔ مگر قرآن ہمیشہ کے لیئے صداقت دلائل ہدایت اور علم الٰہی کے روشن منارہ کا کام دیگا ۔ جس کی روشنی سارے عالم کو منور کرتی رہیگی +

آلہی صداقتیں ہونگی جو ان کتابوں میں پائی جاتی ہیں نہ معجزات کے قصے +

کارلائل نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو جو موجودہ زمانہ کا نبی کہا ہے تو بالکل سچ کہا ہے۔ گو آپ کا ظہور مسیح سے صرف چھ صدیاں بعد ہوا ہے۔ مگر آپ کے ذریعہ سے جو کتاب ہم کو دیگئی یعنی قرآن کریم اسکے دلائل کے اندر آج بھی وہی قوت ہے جو آج سے تیرہ سو سال بیشتر تھی۔ وہ اب بھی کفر اور دہریت کی رو کے خلاف ایسی ہی زبردست طاقت ہیں اور تمام مخالفین پر اسی طرح اتمام حجّت کرتی ہیں۔ جیسی اس وقت جب خدا کے پاک پیغمبر کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے۔ اور یہ کیوں ہے ؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور کوئی امر ناگہانی تھا ؟ کیا اس کا نام کسی گہرے راز میں مخفی ہے ؟ کیا اس کے نام کے ساتھ کوئی بڑے بڑے عجائب کاموں کی کہانیوں کا سلسلہ لگا ہوا ہے ؟ یا اس نے اپنے مشن کا ثبوت یہ دیا تھا۔ کہ وہ مردوں کو زندہ کرے اور بیماروں کو شفا دے ؟ ہرگز نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معقولیت اور ضمیر انسانی کو اپیل کی وہ ہر ایک صداقت کے ثبوت میں خارج میں مظاہر قدرت اور انسان کے اپنے مشاہدات کی طرف توجہ دلاتے تھے۔ کتنا عظیم الشان فرق قرآن کی طرز تعلیم اور دوسری کتاب کی طرز تعلیم میں ہمیں نظر آتا ہے ! یہاں کوئی آنکھیں بند کر کے قبول کرنے والا عقیدہ نہیں بلکہ عقلی دلائل ہیں جو عقل اور تجربہ کو اپیل کرتی ہیں یقیناً ایسا ایمان سخت کمزوری کی حالت میں ہے جو عقلی دلائل سے تو خالی ہو اور اس کا سارا انحصار معجزات پر ہو۔ بیشک قرآن کریم بھی معجزات کا ذکر کرتا ہے لیکن اس کے معجزات کے ذکر اور دوسری کتابوں کے معجزات کے ذکر میں ایک فرق ہے۔ اور وہ یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات دکھانے کو بطور دلیل صداقت پیش نہیں کرتا قرآن کریم کے دلائل سب ایسے ہیں جو ہر زمانہ کیلئے یکساں دلائل کا کام دینے والی ہیں اور ہم یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں۔ کہ معجزات جو کچھ دلائل کا کام دیتے ہیں تو وہ صرف اس نبی کی زندگی تک محدود ہوتا ہے۔ ایسی کتابیں جو انجیل سے بہرحال بہت بڑھ کر معتبر ہیں ایسے معجزات کا ذکر کرتی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

میرا مدعا اس مضمون میں صرف یہ دکھانے کا ہے کہ معجزات آخرکار ایک معقول انسان کیلئے کوئی ایسی چیز نہیں کہ وہ ان پر اپنے مذہب کی اور اپنے ایمان کی بنیاد رکھے۔ اس سوال کو چھوڑ کر بھی کہ ان دو مذہبوں میں سے کونسا اخلاقی نگاہ میں زیادہ قابل وقعت ہے، وہ مذہب جس کی بنیاد الٰہی قوانین اور خدائی احکام کے درست طور پر سمجھ لینے پر ہے یا وہ جس کی بنیاد محض چند عجیب و غریب کام دیکھ لینے پر ہے یہ ماننا پڑتا ہے کہ معجزات کا اثر روز بروز زائل ہو رہا ہے۔ اس زمانہ میں جب علوم بہت ترقی کر چکے ہیں بہت سے پرانے زمانہ کے معجزات معمولی باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ نشانات جو پرانے زمانہ سے انبیاء کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں آج ایک علمی آدمی ان کو معمولی طور پر دکھا سکتا ہے۔ اور جن کو آج ہم عجائبات سمجھتے ہیں وہ کل کو معمولی واقعات سمجھے جائیں گے پھر ایک اور سوال معجزات کے متعلق یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کے وقوع کی شہادت کیا ہے اور کس حد تک وہ محفوظ ہم کو پہنچی ہے موجودہ تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ بہت سی باتیں جو پرانے انبیاء کے نام سے وابستہ ہیں اور جن میں مسیح بھی شامل ہیں۔ وہ محض افسانے ہیں جو بعض نادانوں نے گھڑ لیے ہیں یا کچھ بناوٹ سے جو پرجوش متبعین کی محبت کا نتیجہ ہے +

ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ مسیح کو خدا مان لو۔ اور اس کے لئے دلیل وہ معجزات پیش کیے جاتے ہیں جن کا ذکر انجیل نویسوں نے کیا ہے۔ لیکن اول تو خود ان کتابوں پر ہی سوال ہے۔ کیا آج کوئی شخص اسلئے منصفی کی روشنی میں ان کتابوں کی صحت کو تسلیم کر سکتا ہے۔ اگر بالفرض کوئی شخص تقلید کی طرف سے آنکھیں بند کر کے ان کتابوں کی صحت کو مانتا ہے تو اس کا اختیار ہے لیکن وہ لوگ جو معقولیت اور تحقیق کے شیدا ہیں وہ اب اس بات کو امر واقع کی طرح مانتے ہیں کہ وہ کتابیں جو اناجیل کے نام سے ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ وہ درحقیقت ان لوگوں کی تصنیف نہیں ہیں جن کی طرف وہ منسوب کی جاتی ہیں۔ بلکہ بعد کے زمانہ کے عیسائیوں کی تصنیف ہیں۔ ایک ایسی دنیا میں جہاں ضعیف الاعتقادی غالب ہو ابتدائی عیسائی بزرگوں کیلئے یہ کوئی مشکل کام نہ تھا۔ ان لوگوں کے ماننے کیلئے جو بات پر آمنا و صدقنا کہتے کوئی ایسے اناجیل کو پیش کر سکتے ان کے دلوں پر خاص اثر ہوتا۔ اگر لیجئے جہاں دلائل کی جگہ معجزات کی کہانیاں بار بار دہرائی گئی ہوں۔ مگر اس حکمت عملی کی طاقت اب زائل ہو چکی ہے۔ اور پرانے اور نئے عہد نامہ میں نئی نسلوں کے نزدیک جو باتیں قابل قدر ہوں گی وہ

کھُلے نشان دیکھ کر چاہئے تھا کہ سارا مُلک مسیح کے قدموں میں گر گیا ہوتا لیکن تاریخ اُس کے خلاف کہتی ہے بعض لوگ تسلّی طبع ہوتے ہیں جو معجزات کو دیکھ کر انہیں محض جادوگری یا کہانت کی طرف منسُوب کرتے ہیں۔ مَیں یہ تو نہیں کہتا۔ کہ معجزات مذہب کے معاملہ میں بالکُل نا قابل التفات ہیں۔ مگر مَیں یہ ضرور کہونگا کہ جس مذہب کی بنیاد معجزات پر ہو جیسا کہ اکثر مذاہب کی ہے۔ وہ خطرات کا باعث ہوسکتا ہے۔ فرض کرو کہ جس نسل نے وہ معجزات دیکھے ہیں اُن کا ایمان بڑے بلند پایہ کا ہے مگر ان نسلوں کے جو پیچھے آئیں گے کیا حالت ہوگی۔ اِنسان کی طبیعت ایسی واقع ہوئی ہے کہ جس بات کو گذشتہ کی طرف منسُوب کیا جائے۔ وہ اس پر اثر پیدا نہیں کر سکتی بلکہ وہ پھر اس بات کی ٹوہ میں رہتا ہے کہ جو عجائبات پہلے ہوئے تھے وہی اب پھر ہوں +

ابتدائی عیسائی بزرگوں نے اس مشکل کو خُوب سمجھا تھا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ان بزرگوں کی طرف ایسے معجزات منسُوب کیئے گئے ہیں جو حضرت مسیح کے معجزات سے بھی بہت بڑھے ہُوئے ہیں۔ کوئی سی فہرست عیسائی سینٹوں یعنی بزرگوں کی لیلو اور کلیسیا نے جو کچھ تاریخ ان بزرگوں کی لکھی ہے اسے ایک دفعہ پڑھ جاؤ اور تم حیران ہوگے۔ کہ کس طرح ضعیف الاعتقادی ابتدائی عیسائیت میں ایک مجنونانہ حد تک پہنچ گئی تھی۔ یہاں تک کہ اسلام کا اثر یورپ میں محسوس ہُوا۔ اور اس کے ذریعہ سے علُوم کو دوبارہ زندگی ملی جس نے یورپ میں اس قسم کے عجائبات کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا جو عیسائی بزرگ محض ایک متزلزل عقیدہ کے قیام کیلئے جس کی بنا معجزات پر تھی بڑے فخر سے بیان کیا کرتے تھے +

مجھے معجزات کے امکان سے بحث نہیں ہے۔ عام زبان میں جس چیز کو ہم فوق العادت یا خارق عادت کہتے ہیں وہ صرف اس زمانہ کے علم سے بالا ہوتی ہے۔ لیکن ہمارا علم کامل نہیں اور وہ بڑھتا ہے۔ اور ہماری زندگی کے ہر دن کے ساتھ بڑھتا ہے۔ اور جو کچھ آج ہم اپنی علمی ترقی کی وجہ سے کر سکتے ہیں۔ آج سے پچاس سال پیشتر معجزات میں شمار ہوتا۔ اگر اس کے موجد اس کو مخفی رکھتے۔ اور صرف نتیجہ کا اظہار دُنیا پر کرتے

علم نہیں رکھنا جو نیکو کاروں کیلئے مخفی رکھے گئے ہیں۔ اصل حقیقت کو ظاہر کرنے کے لیئے میں نے دو لفظوں پر خط کھینچ دیا ہے +

آئندہ کسی پرچہ میں میں ارادہ کرتا ہوں کہ ایمان سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس کا ذکر کروں +

مُعجزات

(ایک نومسلم انگریز سلیمان کے قلم سے)

تمام پُرانی مقدس کتابیں معجزات سے بھری ہوئی ہیں خواہ وہ یہودیوں کی کتب مقدسہ ہوں یا عیسائیوں کی یا بُدّھ مذہب کے پیروؤں کی یا ہندوؤں کے یا دوسرے مذہب کے جب کبھی کوئی بڑا مذہبی معلم ظاہر ہُوا ہے یا بعض حالات میں کوئی خاص سپاہی یا بڑا بادشاہ ہی ہُوا ہے۔ تو اُس انسان کی تاریخ کے اوراق ہم بڑے بڑے معجزات اور عجائبات سے پُر پاتے ہیں۔ پُرانے نوشتوں میں قریباً یہ طرز یکساں پائی جاتی ہے جب کسی شخص نے خدا کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کیا تو اپنے دعوے کی تائید میں معجزات کو پیش کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معقول اور مُدلّل باتوں کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ اور خدا کے فرستادہ کو دوسرے انسانوں پر اپنی فوقیت ثابت کرنے کیلئے کوئی کھلا کھلا امر اختیار کرنا پڑتا تھا۔ یہاں سے معجزات پیدا ہوتے ہیں۔ مگر باایں ہمہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان معجزات پر بھی شُبہات منقطع نہیں ہوئے دشمنوں کو تو چھوڑو انجیل کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح کے دوبارہ اُٹھنے کے معجزہ پر خود حواریوں تک کو شک پیدا ہُوا۔ چنانچہ متی ۲۸ : ۱۶ و ۱۷ میں یہ ذکر ہے کہ گیارہ حواری جلیل میں ایک پہاڑی میں چلے گئے جو یسوع نے ان کے ساتھ ملاقات کے لئے مقرر کی تھی۔ جب انہوں نے اس کو دیکھا تو انہوں نے اُس کی تعظیم کی مگر بعض نے شک کیا۔ اب اگر ہم یسُوع مسیح کے معجزات کو پڑھیں تو ایسا خیال گذرتا ہے کہ ایسے ویسے

جانتے ہیں کہ آنکھ کو آسانی سے دھوکا لگ جاتا ہے۔ آلہ تصویر متحرک بار بار ایک تصویر کو آنکھ کے سامنے لاکر آنکھ کو دھوکا دیدیتا ہے۔ نیز اگر ہم کسی چیز کی طرف بہت دیر تک دیکھتے رہیں تو قوائے بصارت پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ اس چیز کو دور بھی کر دیا جائے اور ہم دوسری جگہ بھی اُٹھ کر چلے جائیں تب بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اسکو دیکھ رہے ہیں۔ مثلاً یہ سیدھا سادہ تجربہ کرو۔ ایک سیاہ زمین پر سفید نقوش میں ایک رُوح کی تصویر بنالو جیسی کہ عموماً دکھائی جاتی ہیں اسکو اچھی روشنی میں رکھو اور چند منٹوں تک نظر جماکر اس کی طرف دیکھتے رہو۔ پھر اس تصویر کو اُٹھا دو اور سفید چھت کی طرف نظر کرو تو وہی شکل وہاں نظر آئیگی۔ اگر تصویر پر زیادہ دیر نظر جمائے رکھو تو دوسرے کمرے میں چلے جاؤ پھر بھی وہی تصویر آنکھ کے سامنے رہیگی۔ کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ دماغ میں ایک چیز کے متعلق مدت تک غور کر کے یہی کیفیت پیدا ہو جائے بالخصوص جب دل میں ایک زبردست خواہش بھی اس کے دیکھنے کی ہو علاوہ بریں جو کچھ دیکھا جاتا ہے اس کا جو نقشہ کھینچا جاتا ہے وہ بھی یقین دلانے کے لئے کافی نہیں مثلاً سر آسورلاج کا اپنے بیٹے کو دیکھنا جس کا انہوں نے یہ نقشہ کھینچا ہے کہ وہ اپنا معمولی لباس پہنے ہوئے تھا اور سگرٹ پی رہا تھا۔ اس بیان کی صحت کا یقین پیدا نہیں کرتا۔ یہ بات کہ دماغ پر ایسا اثر ہو جائے کہ وہ بعض اشیاء کو دیکھنے لگے بلاشُبہ درست ہے۔ میں نے اپنے تجارب میں اسے بارہا ثابت کر کے دکھایا ہے۔ مگر یہ محض ایک دھوکا ہوتا ہے۔ اور جو چیز دیکھی جاتی ہے وہ محض وہی ہوتی ہے جس کو انسان دیکھنا چاہتا ہے اور اسی شکل میں ہوتی ہے جس شکل میں وہ اسے دیکھنا چاہتا ہے +

باقی رہے وہ پیغام جو وسائط انسانی کے ذریعہ سے یا دروازوں کے کھٹکھٹانے کے ذریعہ سے یا ارواح کے لکھنے کے ذریعہ سے پہنچائے جاتے ہیں یہ تمام سخت مشتبہ امور ہیں۔ اور بالکل سنجیدگی سے خالی ہیں اور ایسے پیچدار اور بے سر و پا ہوتے ہیں کہ اُن رُوحوں سے جو عالم بالا میں منتقل ہو چکی ہیں۔ ہم ایسی لغویتوں کی امید نہیں

وہ آپ کو اگر چاہیں بعض عجیب نظارے بتا سکتے ہیں - میں ان مُدعیوں کو دو قسموں پر تقسیم کرتا ہوں +

اوّل وہ جن کے متعلق یہ خیال ہے کہ ان پر فریب دہی کا شُبہ نہیں ہو سکتا نہ انکی نیت لوگوں کو غلطی میں ڈالنے کی ہے مگر میں ان کے بیانات کو قبول نہیں کر سکتا اور خیال کرتا ہوں کہ وہ خود دھوکہ خوردہ ہیں اور ان کی خواہش نے ایک تصویر بنا کر اُن کی آنکھوں کے سامنے رکھ دی ہے - میں سوال کے اس حصہ پر مؤدبانہ اور ایک کھلے دل سے گذارش کرتا ہوں - کیونکہ جب ہم اس مُلک انگلستان میں ایسے نام پاتے ہیں - جیسے جان ویزلے پروفیسر کروکس - اور زیادہ قریب زمانہ میں پروفیسر سر آلور لاج اور بعض اور لوگ ہیں جو ایسے مشہور نہیں - مگر جن کو میں جانتا ہوں جیسے جان لیمونٹ - اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی زندگی اور چال چلن پر فریب دہی کا الزام دینا ناممکن ہے - تو یہ عقلمندی کی بات نہیں کہ ان پر ہم دھوکہ کا الزام لگائیں یا اُن کی باتوں کو بلا توجہ چھوڑ دیں - ہاں ایک بات میں کہنی چاہتا ہوں جس کو شاید عوام الناس کلمۂ کُفر سمجھیں - کیا ایسا تو نہیں ہوتا کہ جب دماغ کے قویٰ کے ایک حصہ کو بعض خاص علوم پر مخصوص کر دیا جائے تو اس سے باقی قولے دماغی کمزور حالت میں رہ جاتے ہیں - یا پورے طور پر نشو ونما نہیں پاتے ؟ اور اس طرح پر بیرونی تاثرات سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں - اور ایک قسم کی ہسٹیریا کی حالت پیدا ہو جاتی ہے - جس سے بعض نظارے جو حقیقت کچھ نہیں رکھتے نظر آنے لگتے ہیں - یہ ایک خیالی بات نہیں - کیونکہ ہم جانتے ہیں - کہ بعض اعصاب کے حد سے زیادہ نشو ونما پا جانے سے جیسے مثلاً پہلوانوں میں دوسرے اعصاب کمزور رہ جاتے ہیں - کیا کوئی وجہ ہے کہ دماغ کے متعلق یہی بات درست نہ ہو بالخصوص موجودہ واقعات کی روشنی میں جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ دماغ کے مختلف حصص مختلف پٹھوں سے تعلق رکھتے ہیں - اور انسان کا دماغ ایک اور ناقابل تقسیم چیز نہیں ہے ؟ ایک اور بات بھی میں پیش کرنی چاہتا ہوں ہم

ہوئے ہیں۔ ہر ایک چیز جو دولت کی محبت اور اس محبت کی شان و شوکت کے رنگ میں اظہار کو دکھانیوالی ہے جو اس قوم کا خاص امتیاز ہے اور جو ان کی اعلیٰ سے اعلیٰ آرزوں کا مقصد اعلیٰ ہے۔ اور ان کے لیئے طاقت اور خوشی کا سب سے اونچا مقام ہے۔

سوم۔ عربوں کا یا مشرقی خیال۔ ایک باغ (فردوس فارسی لفظ ہے۔ اور اس کے معنے باغ ہیں) سایہ دار درخت۔ ٹھنڈی زمین آرام کے لیئے سبز مقام جو ایک گرم اور خشک ملک کے رہنے والے کے لیئے اعلیٰ سے اعلیٰ خوشی کا مقام ہیں۔ مختصر یہ کہ ہر قوم نے ایک ایسا نقشہ کھینچا ہے جو اُن کی اعلیٰ سے اعلیٰ خواہشات کے مُطابق ہے۔ اور اس زندگی کی خوشیوں کو ہی انتہا تک پہنچا کر اُن کو نعمائے بہشت جتایا ہے۔ ایک غور کرنیوالا انسان ان کو بوجہ انسان کے علم سے باہر ہونے کے استعارات پر ہی محمول کر سکتا ہے۔ یا بعض باتوں کو جن کو عقل انسانی کسی صورت میں بھی قبول نہیں کر سکتی لغو قرار دیا جائیگا +

اب میں ان لوگوں کے خیالات کو لیتا ہوں جو میرے خیالات کے ساتھ متفق نہیں کہ ہمیں ان چیزوں کا واقعی کچھ علم نہیں۔ اور جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا تعلق ان ارواح سے ہے جو اس عالم سے گذر چکی ہیں۔ اور انکو ایسی صورت میں وہ نظر آگئی ہیں۔ کہ پہچانی جا سکتی ہیں لیکن میں یہاں پھر اس بات کو دوہرانا چاہتا ہوں کہ میرا فیصلہ قطعی ہے۔ بلکہ اختلافات کی گنجائش ہے۔ ہاں جن نتائج کو میں بیان کرتا ہوں میں ان تک اس مضمون پر بہت سالہ مطالعہ اور تجربہ کے بعد پہنچا ہوں۔ یہ مطالعہ آج سے کوئی پچاس سال پیشتر شروع ہوتا ہے۔ اور ان امور میں سے بعض میں مجھے ایک مشہور آدمی سے مدد ملی ہے جس کے نام سے اس اخبار کے پڑھنے والے آشنا ہیں یعنی ڈاکٹر ہاردن مصطفےٰ بیون۔ ہم اس وقت دونوں چھوٹی عمر کے تھے۔ اور

* مضمون لکھنے والے کی مراد صرف ان لوگوں سے ہے جو کہ ان جنوں کی قسم سے آج کل یورپ میں پیدا ہو گئے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ارواح سے ملتے اور دوسروں کو ان سے ملا سکتے ہیں کشفی رنگ میں یا روحانی رنگ میں کسی گذشتہ روح کا آنا ایک عام تجربہ ہے جس کا انکار کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ ایڈیٹر

سمجھ میں آتی ہے کہ یہ ان اشیاء کی طرح نہیں ہو سکتا۔ جن کا ہم کو یہاں علم حاصل ہوتا ہے قرآن کریم السجدہ آیت ۱۷ میں فرماتا ہے۔ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین۔ کوئی شخص ان نعماء کو نہیں جانتا جو اسکے لئے پوشیدہ رکھی گئی ہیں اس پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بڑی خوبی سے لکھتے ہیں "۔ اللہ تعالے ان بہشتی نعمتوں کے متعلق جو راستبازوں کو آئندہ زندگی میں ملیں گی فرماتا ہے۔ کہ وہ مخفی رکھی گئی ہیں۔ کیونکہ جب وہ اس دنیا کی کسی چیز کی مثل نہیں تو کوئی شخص ان کے متعلق کچھ نہیں جان سکتا۔ یہ ظاہر ہے کہ اس دنیا کی چیزیں ہمارے لئے مخفی نہیں ہیں ہم انار کھجور دودھ وغیرہ کو جانتے ہیں اور بار بار اُن کا مزہ چکھتے رہتے ہیں۔ اسلیئے ان چیزوں کو مخفی نہیں کہا جا سکتا۔ اسلیئے بہشت کے ثمرات کا ان چیزوں کے ساتھ سوائے نام کے اور کوئی اشتراک نہیں ہے"۔ اور میں کہوں گا کہ اس میں بھی شبہ ہے کہ نام وہی ہیں۔ اسلیئے چونکہ ہمارے ہاتھ میں کوئی معیار مقابلہ نہیں ہم نہیں کہہ سکتے کہ ایسی ہیں یا ویسی۔ ہم صرف ایک بات جانتے ہیں اور وہ بھی قیاس سے کہ یہ چیزیں بہر حال اس دُنیا کی چیزوں سے بہتر اور زیادہ دلکش ہونگی مگر تین قسم کے نقشے ایسے ہیں جنہیں دنیا نے بہ قبول کیئے گئے ہیں۔ کہ ان کا مختصراً ذکر کرنا ضروری ہے +

اوّل سب سے نیچے درجہ پر۔ وحشیانہ حالت کے انسان کا نقشہ ہے۔ جیسے مثلاً ایک امریکہ کا اصلی باشندہ جو شکاری لوگ تھے۔ اس کے نزدیک یہ ایک دلخوش کن شکار کی جگہ ہے جس میں بہت سا شکار ملتا ہے۔ یہ مختصراً مگر اس کے نزدیک سب سے کن نقشہ ہے کیونکہ سب سے اعلےٰ درجہ کی خوشی جس کا انکو علم ہے یہی ہے کہ شکار کا تعاقب کرے۔ اور بافراط کھانے کو ملے +

دوسرا۔ جس کو میں یہودی نقشہ لکھتا ہوں (دیکھو مکاشفات یوحنا باب ۲۱ ۲۱ – ۲۲ گو سب یہودی اسے تسلیم نہیں کرتے) یہاں ہم ایک شان وشوکت اور مال و دولت کی سرزمین پاتے ہیں۔ سونے کا شہر موتیوں کے دروازے۔ سنگ یشب کی دیواریں جن میں قیمتی پتھر جڑے

کوئی مشرق کوئی مغرب لیکن ایک کے لئے دوسرے سے بڑھ کر کوئی شہادت نہیں اور کوئی اس قابل نہیں کہ اس پر غور کیا جائے۔ ایک دلچسپی کی بات ہے کہ عموماً سب نے بہشت یا نیکوں کی جگہ کو اوپر کہا ہے اور دوزخ یا بدوں کی جگہ کو نیچے قرار دیا ہے میں خیال کرتا ہوں کہ اصل میں یہ بھی ایک استعارہ تھا۔ کیونکہ نیک عمل انسان کو اپنے ہمچشموں کی نگاہ میں بلند کرتے ہیں۔ اور برائیاں اس کو نیچا کرتی ہیں۔ اس پر ایک استعارہ کے رنگ میں نیکی کا مقام اوپر کی طرف ہو گیا۔ اور بدی کا نیچے کی طرف لیکن ان الفاظ کو حقیقت پر محمول کرنا بالکل بیہودہ بات ہے مثلاً جو جگہ دوپہر کو ہمارے اوپر کی طرف ہے وہی آدھی رات کو نیچے کی طرف ہو گی۔ کیونکہ زمین اپنے محور پر گھومتی ہے۔ یا مثلاً جو چیز انگلستان میں اوپر کو ہے وہی آسٹریلیا میں نیچے کی طرف ہے۔ اس کے جواب میں ایک دفعہ مجھے کہا گیا کہ خواہ کچھ بھی ہو جب آدمی نیچے کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ زمین کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اس صورت میں بھی یہ استعارہ ہی بنتا ہے۔ کیونکہ زمین کی طرف سے مراد زمینی چیز ہے جو پستی ذلت وغیرہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ حالانکہ نیکی کا سرچشمہ ارفع و اعلےٰ ہے یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ دوزخ اس زمین کے عین وسط میں واقع ہے اور وہ بدوں کا مقام ہو گا۔ مگر یہ تمام خیالات ہی خیالات ہیں جو امر مجھے زیادہ پسندیدہ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بہشت کل عالم پر محیط ہے۔ شاید یہ اسلیئے اچھا لگتا ہے کہ کسی دوسرے کو یہ موقع کم ملیگا کہ اسمیں کوئی لغو بات بنا سکے لیکن اگر اس میں ابہام ہے تو ایک دلخوش کن ابہام ہے۔ اور بالکل خیالی فلسفہ میں وسیع نقطۂ خیال بہتر ہوتا ہے

لیکن سب سے زیادہ جو سوال مجھ سے پوچھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ کیسا ہو گا قصبہ یا شہر یا ملک ؟ مختلف مذاہب بلکہ ایک ہی مذہب کے مختلف لوگ اس بارہ میں مختلف خیال رکھتے ہیں بعض کتابوں کے الفاظوں کو ان کے سطحی معنوں میں لیتے ہیں بعض اس سے بھی آگے نکل جاتے ہیں۔ اور اپنے خیال کو کچھ تفصیلات بڑھا کر ایک نقشہ بنا لیتے ہیں لیکن اس کا کوئی نقشہ کھینچنا نا واقع محال ہے۔ کیونکہ یہ بات صاف

جن کا یہ خیال ہے کہ یہ کوئی جگہ نہیں بلکہ صرف زندگی کی ایک حالت ہے۔ مجھے اس خیال سے ساتھ کبھی ہمدردی نہیں ہوئی۔ مجھے اس بیان کے اندر اجتماع ضدین نظر آتا ہے۔ کوئی ہستی ایسی نہیں ہو سکتی۔ جس کے رہنے کے لیئے جگہ نہ ہو۔ اور چونکہ ہماری زندگی اس دنیا میں مختصر ہے۔ پھر اس کے بعد موت ہے۔ اور وہ لوگ جو اس دروازے میں سے گذرتے ہیں۔ یہاں واپس نہیں آتے تاہم وہ موجود ہوتے ہیں۔ کہاں؟ ہم صرف خیال کر سکتے ہیں۔ اور گو اختلاف کی اس بارہ میں بہت گنجائش ہے۔ میں یہ نہیں مانتا کہ کوئی مر کر بھی واپس آیا ہے کہ ہم کو آیندہ کے متعلق کچھ بتائے +

میں اس کے وجوہات بعد میں بیان کرونگا۔ تاہم گو ہمارے محدود علم کی وجہ اور استعارہ کی زبان کے ہماری ناتکمل سمجھ کے سبب سے ٹھیک طور پر بیان کرنا ہمارے لئے مشکل ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ بہشت یا فردوس جو نام اُسے چاہو دو ایک جگہ کے ہونے کو چاہتا ہے۔ پروفیسر ڈگلس کہتا ہے۔ ہمارا خیال ان کے متعلق گو موٹا اور ناتراشیدہ ہو بلکہ غلط بھی ہو لیکن جگہ کا ہونا ضروری ہے۔ خدا آسمان پر یا دنیا میں سکونت کرتا ہے۔ وہ خصوصیت سے وہاں موجود ہے وہ وہاں رہتا ہے تمام پیغمبر آدم سے لے کر حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تک ایسی باتیں کہتے رہے ہیں۔ مثلاً دیکھو یسعیاہ ۵۷: ۱۵-۶۶: ۱- سب موقعوں کا گننا ناممکن ہے۔ کیونکہ بارہا یہ بیان کیا گیا ہے۔ بگر پیدائش باب ۲۲ بہت قابل غور ہے بالخصوص ورس ۱۱ و ۱۵ حضرت محمد مصطفٰے صلعم فرماتے ہیں۔ "مومن کبھی نہیں مرتے وہ اس عالم فانی سے ایک ابدی زندگی کی طرف منتقل کیئے جاتے ہیں"۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ نعمتوں کے باغ میں داخل ہونگے۔ جو سچیا پاک اور رحم والا دل رکھتے ہیں" +

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بہشت کہاں ہے؟ اس کے بہت سے جواب دئے گئے ہیں بعض مُبہم ہیں بعض نے سرو پا بھی ہیں۔ کوئی کہتا ہے شمال کوئی جنوب

جہاں وہ لوگ ہیں جو گذر چکے ہیں۔ اور جو مہذب ہیں وہ اس کا نام بہشت یا دار النعیم رکھ لیتے ہیں۔ میں نے ایک دفعہ ایک فاضل عالم سائنس کو اس طرح دلیل دیتے سُنا۔" اِسبات کو یقیناً جان لو کہ جب معقول انسانوں کی ایک بڑی بھاری جماعت جن کا ایک دوسرے سے کچھ تعلق بھی نہ ہو اور دُنیا میں وہ مختلف مقامات میں جو ایک دوسرے سے بالکل الگ واقع ہیں پھیلے ہوئے ہوں ایک متفقہ نتیجہ پر پہنچیں کہ ایک چیز یوں ہے تو اغلباً یہ صحیح ہوگا۔ اور اگر یہ یقین یا عقیدہ برابر کچھ نسلوں میں چلا جائے تو ہم اس کو ایک ثابت شدہ واقعہ تسلیم کر سکتے ہیں بلکہ ہم کو تسلیم کرنا چاہئیے۔ گو کوئی یقینی علم ہم کو اسبات کا حاصل نہ ہو کہ وہ واقعی اس طرح پر ہے" میں خیال کرتا ہوں۔ یہ ایک اچھی دلیل ہے۔ بہرحال میں اسی رنگ میں اسبات کو لیتا ہوں۔ تم نے دیکھا ہے کہ میں نے وحیِ الٰہی کے متعلق کوئی ذکر نہیں کیا۔ اسلئے کہ یہ بھی علم بذریعہ ایمان ہی ہے۔ اور جو ایمان نہیں لاتا اس کے نزدیک اس کے نہ کچھ معنے ہیں اور نہ کوئی وقعت۔ میں یہ بھی کہونگا کہ ایک اور وجہ یہ ہے کہ میں اس سوال پر بحیثیت ایک طالب علم کے بحث کرنا چاہتا ہوں نہ بحیثیت ایک ماہر علم الٰہیات کے۔ میں اگر کچھ سیکھ سکوں تو سیکھنا چاہتا ہوں۔ مگر پوری صفائی سے یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ میں کس بات کو مانتا ہوں۔ میری کیا کیا مشکلات ہیں کہاں شبہات میرے معیار پر پوری نہیں اُترتی۔ اسکو میں سب سے بہتر طریق پر بذریعہ سوال و جواب ادا کر سکتا ہوں ✦

اول میں کس بات پر ایمان لاتا ہوں؟ میں خدا پر اور موت کے بعد جی اُٹھنے پر ایمان لاتا ہوں۔ اِس لئے ایک بہشت پر بھی میں ایمان لاتا ہوں۔ مگر یہ کہاں ہوگا۔ اس کے متعلق میرے دل میں کوئی کھٹکا پیدا نہیں ہوتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ آخری فتویٰ ہے کیونکہ سائنس اپنی تمام شاخوں میں گو سن رسیدہ ہو مگر اسبارہ میں نوجوان ہے کہ کیا کیا ممکنات آیندہ اس سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور علم ایک ایسی بحر ناپیدا کنار ہے۔ جس کی حدود کوئی مقرر نہیں کر سکتا ✦

دوسرا سوال طبعاً پیدا ہوتا ہے۔ کیا کوئی جگہ بھی ہے؟ یا آیندہ کی زندگی صرف ایک دماغی یا جسمانی حالت کا نام ہے۔ میں نے بہت سے صاحب علم و فضل لوگوں کو دیکھا ہے

میں بالکل متفق ہوں اور کہتا ہوں کہ میری رائے میں اس مضمون پر کوئی واقعہ معلوم نہیں پایا جاتا۔ گو یا بعض لوگ اسکے خلاف دعویٰ کرتے ہیں کہ اُنہوں نے خواب میں یُوں دیکھا ہے یا ایک کشفی نظارہ دیکھا ہے یا ارواح سے ملاقات کی ہے وغیرہ مگر یہ تمام باتیں یا ایمان کی دلیل میں آتی ہیں یا فریب کی اور ان میں سے کوئی بھی ایک قطعی اور ثابت شدہ واقعہ کی حیثیت نہیں رکھتی۔ الغرض ان معاملات میں اگر ایمان کو مستثنیٰ کر لیں تو ہم علم کی دنیا کو چھوڑ کر خیال کی دُنیا میں داخل ہو جاتے ہیں مگر یہ عالم خیال بھی کیسا دلچسپ عالم ہے۔ کیا تم کہتے ہو کہ ہاں یہ دلچسپ تو ہے مگر مفید نہیں؟ ممکن ہے ایسا ہی ہو۔ مگر ایک لمحہ جو خیال میں خرچ ہوتا ہے ایمان کو مضبوط کر سکتا ہے اور اس شک کے زمانہ میں بھی جب تمام عقائد ایک کٹھالی کے اندر پڑے ہوئے ہیں ایمان بہت سی خوشی کا مُوجب ہوتا ہے۔ پھر مجھے کسی طرف سے ایک ہلکی سی آواز سُنائی دیتی ہے۔ کیا ممکن نہیں کہ عالم خیال میں پڑنے سے ایمان کسی قدر کمزور بھی ہو جائے۔ ہاں بالشُبہ کیونکہ ایمان دو قسم کا ہے ایک تو وہ جو صرف بطور تقلید حاصل ہوتا ہے۔ یا رسم و رواج کے طور پر "میں ایسا مانتا ہوں کیونکہ میرے باپ دادا اسی بات کو مانتے تھے میں اس پر غور کرنے کی تکلیف نہیں اُٹھا سکتا" یہ ایک نہایت کمزور شے ہے۔ جس پر ایمان کے لفظ کا اطلاق بھی جائز ہے تھوڑا سا خیال اسکو جگہ سے اکھیڑ دیتا ہے سوائے اسکے کہ اس ایمان نے ایک نئی زندگی حاصل کی ہو اور اس صُورت میں ایمان ایسا ہو جاتا ہے جو دل کے اندر راسخ ہوتا ہے۔ یہ ایک بڑے اعلے درجہ کا ہوتا ہے جو آگ کے امتحان کے نیچے ثابت قدم رہیگا اور بالکل پاک صاف ہو کر کٹھالی میں سے نکلیگا۔ یہ ایک ایسے پختہ یقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے جو حق الیقین کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ مگر پھر بھی تم کہتے ہو کہ یہ علم نہیں۔ اسلیئے چلو اسبات کو مان لیتے ہیں کہ ہم کو کوئی علم نہیں اور خیال کے عالم میں داخل ہوتے ہیں +

یہ موت نہیں جس کا خوف ہے۔ بلکہ بعد الموت ہے۔ اور اس کا عقیدہ عام ہے مگر علم نہیں ایک وحشیانہ حالت کا انسان بھی اسبات کو مانتا ہے کہ کوئی مقام ہے

بعد الموت

از پروفیسر نور الدین سٹیفن

نہایت ابتدائی زمانہ سے لیکر اس بیسویں صدی تک ان تمام لوگوں کو جو ایک آیندہ زندگی پر ایمان رکھتے ہیں یا اسکی اُمید ہی رکھتے ہیں۔ کہ ایک خواہش رہی ہے کہ جو کچھ آیندہ پیش آتا ہے۔ اس کا ہم کو علم ہو جائے۔ یہ علم تو عام رہا ہے کہ تمام زندہ اشیاء زندگی سے موت کی طرف انتقال کرتی ہیں۔ یہ سفر لمبا ہو یا چھوٹا خوشگوار ہو یا تکلیف دہ مگر جہاں تک اس دنیا کا تعلق ہے اس کا انجام یقینی ہے اور وہ سب کے نزدیک یکساں یقینی ہے یعنی کہ زندگی کا انجام موت ہے مگر اس کے بعد کیا ہے؟

جب سے میں نے اپنا مضمون "موت زندگی کا دروازہ ہے" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ اور بالخصوص جب سے میں نے اسے اپنے چند لیکچروں کے مضمون کی بنیاد بنایا ہے مجھ سے عجیب عجیب قسم کے سوالات پوچھے گئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے "کیا تم کو اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی کا پورا یقین ہے اسکی کیفیت بیان کرو۔ تاکہ ہم کو یہ معلوم ہو کہ ہمیں کس چیز کی انتظار رکھنی چاہیئے تم کو کیا علم ہے؟ یہی ایک بات ہے۔ بہت سی باتیں ہیں جن کا علم ہمکو تجربہ سے حاصل ہوتا ہے۔ بہت چیزوں کو ہم علم سے معلوم کر لیتے ہیں۔ بہت کو استقراء سے مگر بعض چیزیں ہیں۔ کہ اُن کو ہم ایمان سے ہی جان سکتے ہیں۔ اور لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ کوئی علم نہیں۔ کیونکہ ایمان کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ یہ وہ قوت ہے جس کے ذریعہ سے ہم اپنے عام علم سے ورے کی بلکہ اس کی مخالف چیزوں کو قبول کر سکتے اور مان سکتے ہیں۔ اسلیئے میرا موٹا جواب تو یہی ہے جو ایک لڑکا تھا ٹک نے بستر مرگ پر دیا تھا "میں نہیں جانتا کہ میں کس حالت میں جا رہا ہوں مجھے اسکے متعلق کچھ بھی خیال نہیں مگر یہ میں جانتا ہوں کہ میں جیسا اب ہوں اس سے بہتر حالت میں ہونگا جس حالت میں کل تھا اس سے بہتر حالت میں ہونگا" غالباً اس کے جواب میں یہ کہا جائیگا کہ یہ کوئی علم نہیں کوئی واقعہ معلومہ نہیں۔ بلکہ صرف ایمان یا عقیدہ کا اظہار ہے

ہدایت کے کھلے دلائل ہیں۔ اور حق و باطل میں فرق کر دینے والا ہے۔ پس جو کوئی تم میں سے اس ماہ میں حاضر ہو تو چاہئیے کہ اسکے روزے رکھے۔ اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو وہ دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے۔ اور تمہارے لئے تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔ اور تاکہ تم گنتی کو پورا کرو اور اللہ کی بڑائی کرو ان پر جو تم کو ہدایت دی۔ اور تاکہ تم شکرگزار رہو" (البقرہ رکوع ۲۳)

"یہ تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے کہ روزہ کی راتوں میں اپنی بیبیوں کے پاس جاؤ وہ تمہارے لئے لباس ہیں۔ اور تم اُن کے لئے لباس ہو۔ اللہ جانتا ہے کہ تم اپنی جانوں کے حق میں خیانت کرتے تھے۔ سو اس نے تم پر رجوع برحمت کیا۔ اور تم کو معاف کیا۔ سو اب ان کو چھوؤ۔ اور جو اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے لکھا ہے اُسے چاہو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ فجر کے وقت دن کی سفید دھاری رات کی سیاہ دھاری سے الگ ہو جائے تب روزوں کو رات تک پورا کرو"

آیات جن کا یہاں ترجمہ دیا گیا ہے خود اپنے مطلب کی وضاحت کر رہی ہیں۔ روزہ صبح کے وقت شروع ہوتا ہے۔ اور غروب آفتاب کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے مسافر اور جو لوگ بیمار ہوں وہ مستثنےٰ ہیں۔ ہر ایک شخص خود اپنے لئے اندازہ کر سکتا ہے کہ آیا وہ روزہ رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ اگر روزہ رکھنے سے علاج میں حرج واقع ہو تو جو شخص تکلیف میں ہے اسے روزہ رکھنا نہیں چاہئیے۔ انہی آیات میں ان اعتراضات کا بھی جواب ہو جاتا ہے۔ جو کئے جاتے ہیں کہ ممالک قطبی میں جہاں مہینوں تک سورج نظر نہیں آتا روزہ کس طرح رکھا جا سکتا ہے۔ رمضان ایک قمری مہینہ ہے اور ایسے مقامات پر جو انسان کی رہائش کے لئے موزوں نہیں اس کے رکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص ایسے خطرناک اور ویران مقامات پر اپنی زندگی کو ضائع کرنا چاہتا ہے۔ اور دنیا کے مہذب ممالک کی برکات اور فوائد سے اپنے آپ کو محروم کرتا ہے۔ تو وہ تہذیب انسانی دائرہ سے باہر ہے۔ اور اس پر روزہ کا حکم بھی نہیں"

بھی جو شریعت کا ایک جُز تھا ترک کر دیا +

روزہ کے معنے بھوکا رہنا نہیں

اور یہ یہ مُراد ہے کہ ایک شخص اوقات مخصوصہ کے اندر بعض خواہشات کے تقاضا کو پُورا نہ کرے۔ بلکہ یہ صرف ایک ظاہری صُورت روزہ کی ہے۔ امام غزالی یہ کہتے ہیں کہ اس ظاہری صُورت کو ہی ساری وقعت نہ دینی چاہیئے۔ اور اگر صرف یہ ظاہری صُورت ہی ہوتی تو یہ کچھ بھی نہ تھا۔ روزہ کے ذریعہ ہم نے یہ سیکھنا ہے کہ کس طرح اپنی بُری خواہشات کو دبائیں اور اپنے جذبات پر قابو پائیں۔ اور اپنے ہاتھ اور دل کو ناجائز استعمال سے پاک رکھیں۔ غرض رمضان کے مہینہ کے دن رُوحانی تربیت کی تیاری کے ایّام ہیں۔ جب اپنی ضروریات اور خواہشات کو جائز طریق پر پُورا کرنے سے رُک کر بھی ہم درحقیقت یہ سیکھتے ہیں کہ کس طرح پر اُس کے ناجائز تقاضوں کو روکا جا سکتا ہے یہ ماہ مقدّس عبادت سخاوت اور رجوع الی اللہ میں خرچ ہونا چاہیئے۔ چغلی اور جھوٹ سے بچنا چاہیئے۔ غرض ہمارا دل اور ہمارے ہاتھ ہمارے قلوب اور ہمارے اجسام سب کے سب خدا کی خدمت میں لگ جانے چاہئیں اور اس کے طریقوں کے ماتحت ہونے چاہئیں +

ضروری احکام

روزہ کے متعلّق ضروری احکام کھول کر قرآن کریم میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ ذیل کا ترجمہ آیات قرآنی کا ان کی وضاحت کے لئے کافی ہے +

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے لئے روزے مُقرر کیے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلوں کے لئے مقرر کیئے گئے تھے۔ تاکہ تم بچو" +

"گنتی کے دن لیکن جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو۔ وہ دوسرے دنوں سے گنتی (پُوری کرے) اور جو لوگ یہ طاقت رکھتے ہوں وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں۔ سو جو شخص برضا و رغبت نیکی کرتا ہے۔ وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تم مانو" +

"رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کیلئے ہدایت ہے اور

یہ لمبا اوقات کہا گیا ہے۔ کہ بڑی غرض مذہبی عبادات یا اس قسم کے دیگر طریقوں کی یہ ہے کہ انسان کے اندر انسان کی خدمت کا مادہ پیدا کریں۔ اس قسم کی خدمت کامیابی کے ساتھ وہی انسان کر سکتا ہے جس میں ایثار کی روح پیدا ہو چکی ہو۔ نسل انسانی پر امن بقا کے لئے اسباب کے محتاج ہے کہ مختلف لوگ کچھ کچھ قربانی کریں۔ لیکن ایک شخص جو خود کبھی بھوکا نہیں رہا۔ اس شخص کی تکلیف کو محسوس نہیں کر سکتا جو افلاس کی وجہ سے بھوک کا شکار ہو رہا ہے۔ اور اسلئے اس میں قربانی کی نیکی کی پیدا ہونے کا کوئی میلان نہیں ہو سکتا لیکن روزہ سے ہم ان تکالیف سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ جن کا شکار دوسرے لوگ ہو رہے ہیں جیسا کہ ابھی کہا جا چکا ہے۔ مذہب کا کام اس حد تک ختم نہیں ہو جاتا کہ وہ اعلیٰ زندگی کے چند اصول بیان کر کے خاموش ہو رہے۔ بلکہ اس کا بڑا کام یہ ہے۔ کہ ہمیں ان قواعد کی طرف رہنمائی کرے۔ جن پر چلکر وہ اصول عمل میں آ سکتے ہیں۔ اسی مجموعہ قواعد کا نام درحقیقت شریعت ہے۔ وہ لوگ جن کا یہ خیال ہے کہ خدا کا منشاء شریعت دینے سے صرف یہ ہے کہ وہ دیکھے کہ کون اسکے احکام کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ اور کون نافرمانی اور پھر نافرمانی کرنیوالوں کو سزا دے یا اُن کی جگہ کسی اور کو سزا دے کر ان کو کفارہ کے ذریعہ سے احکام شریعت کی پابندی سے آزاد کر دے سخت غلطی میں ہیں۔ اسی طرح پر وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ خدا انسانوں کو بھوکا رکھ کر خوش ہوتا ہے اُن کو روزہ رکھنے کا کچھ فائدہ نہیں لیکن وہ لوگ جو سمجھتے اور جانتے ہیں۔ کہ انسان کا سب سے اعلےٰ اخلاقی فرض یہ ہے کہ جو نیکی کی قوتیں اُس کے اندر مرکوز ہیں اُن کا نشوونما مناسب طریق پر ہو وہ اس سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ روزہ اس غرض کو حاصل کرنے کا ایک بڑا بھاری ذریعہ ہے +

مسیح اور روزہ

حضرت مسیح علیہ السلام کے نزدیک بھی روزہ ایک بڑی طاقت تھی۔ اس کے ذریعہ سے انسان عجائبات دکھا سکتا ہے۔ جب اس کے ساتھ دعا اور احکام کی فرمانبرداری ہو۔ لیکن آپ کے پیروؤں نے جب کفارہ کی تعلیم کو قبول کر کے شریعت کو جواب دیا تو روزہ کو

غریب بن سکیں ۔ اور ان ضوابط میں روزہ ایک جزو اعظم ہے +

صحت جسمانی

ہم اکثر اوقات اپنے آپ کو بیماریوں کا شکار پاتے ہیں ۔ ان کا بڑا علاج اس مضر مادہ کو دور کرنا ہے جو کھانے اور پینے میں بے اعتدالی کی وجہ سے ہمارے جسم میں جمع ہو کر باعث تکلیف ہوتا ہے مغرب میں لوگ ایسے ملیں اور قبض کشا ادویہ کے عادی ہو گئے ہیں کہ ان میں سے بعضوں کے لئے یہ ایک اٹل ضرورت ہوگئی ہے کہ کوئی ملین دوائی ان کے بستر کے پاس موجود رہے ۔ مگر یہ صحیح علاج نہیں ہے ۔ قدرت کی امداد ایسے رنگ میں کرنی چاہیئے کہ انسان کا جسم ہمیشہ ایک اچھی حالت میں رہے اور روزہ کے ساتھ ایسے تمام مضر مادے انسان کے جسم سے خود بخود دور ہوتے رہتے ہیں جو کھانے پینے میں بے اعتدالی سے جمع ہو جاتے ہیں +

بدی کا میلان

ان اخلاقی قوانین کے علاوہ جو ہمیں اپنے جذبات پر قابو حاصل کرنا اور ان کو ایک حد کے اندر رکھنا سکھاتے ہیں روزہ کا ایک اور اثر یہ ہے ۔ کہ اس سے ہمارے اندر ایک صحیح اخلاقی زندگی پیدا ہوتی ہے ۔ شکم پروری عیاشی کو اور عیاشی ناراستی کی زندگی کو لاتی ہے خون میں گرمی کا ہونا معتدل عادات کے پیدا کرنے میں معاون ہیں ۔ حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاں ایک طرف تقویٰ کو قائم رکھنے کے لئے نکاح کر لینا ضروری قرار دیا ہے ایسے شخص کو جس کے ذرائع ایسے نہ ہوں کہ وہ نکاح کر سکے یہ حکم دیا ہے کہ وہ روزہ رکھے ۔ خالی معدہ خون کے اندر وہ حرارت پیدا نہیں کرتا جو شہوانی جذبات کی تحریک پیدا کرتی ہے ۔ اور یہ حرارت شہوانی خیالات کے محرک ہو کر خواہشات کو ابھارتی ہے ۔ عقل کو اندھا کر دیتی ہے ۔ اور انسان شیطان کے ہاتھ میں ایک کھلونا ہو جاتا ہے اسی لئے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رمضان میں شیطان پر سب دروازے بند ہو جاتے ہیں ۔ یہ الفاظ مزید تشریح کے محتاج نہیں +

ایثار اور روزہ

کے سرانجام دینے کیلئے تیار رہنا چاہیئے تو یہ غرض حاصل نہیں ہوسکتی۔ اگر افراد قومی میں جنگی روح نہ ہو یا میدان جنگ کی ضروریات موجود نہ ہوں صبر استقلال برداشت اسکی بڑی بڑی ضروریات ہیں۔ اور سپاہیوں میں ان ضروریات کے پورا کرنے کیلئے یہ بہت مفید ثابت ہوسکتا ہے۔ اگر فوجی تربیت کا ایک جزو سال کے ایک حصے میں روزہ رکھنا قرار دیا جائے۔ کیا یہ امر واقع نہیں کہ مسلمان سپاہیوں نے میدان جنگ میں اس وقت اپنے ضبط کو قائم رکھا ہے۔ جب بھوک کی وجہ سے دوسرے سپاہیوں نے نامردانگی دکھائی ہے؟ ترک بغیر ایک لقمہ خوراک کے اڑتالیس گھنٹے شتلجہ میں مقابلہ پر ڈٹے رہے یہ اسبات کا نتیجہ ہے کہ وہ ہر سال ماہ رمضان میں روزے رکھ کر بھوک برداشت کرنیکے عادی ہوگئے ہیں

تعمیم عزم

ان فوجی ضروریات کو الگ چھوڑ کر ہم کسی انسانی حصول غرض کا حوالہ نہیں دے سکتے جس میں کامیابی کیلئے صبر اور استقلال کی ضرورت نہو۔ مگر یہ دونوں صفات کو بھوک اور پیاس سے مغلوب ہوجانے سے سخت نقصان پہنچتا ہے۔ انسان کھانے اور پینے کے لئے نہیں بنایا گیا۔ بلکہ وہ اپنے اندر اعلےٰ اخلاق پیدا کرنے کے لئے اور عزم کی پختگی دکھانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ غرض اگر اخلاق کے بنانے میں صبر ایک ضروری عنصر ہے تو روزہ سے بڑھ کر اور کوئی چیز اسکی معاون نہیں ہوسکتی۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی صفائی سے اس صداقت کی طرف ان الفاظ میں توجہ دلائی ہے۔ الصوم نصف الصبر یا روزہ نصف صبر ہے۔ یعنے روزہ انسان میں صبر کے پیدا کرنے میں نصف کام کرتا ہے اور صبر سے اعلیٰ اخلاق انسان میں پیدا ہوتے ہیں۔ مذہب کی غرض صرف یہی نہیں کہ لوگوں کو بتا دے کہ وہ اخلاق فاضلہ اپنے اندر پیدا کریں۔ بلکہ اسکی اہم غرض اخلاقی تربیت کا دینا ہے۔ اور وہ قواعد اور ضوابط بتانا جن سے اعلےٰ اخلاق انسان کے اندر پیدا ہوں اسلئے اسلام نے صرف اس قدر کہہ دینے پر کفایت نہیں کی کہ مبارک وے ہیں جو دل کے غریب اور صابر ہیں۔ بلکہ اس نے اپنا قدم آگے اٹھایا ہے۔ اس نے ایسے قواعد اور ضوابط انسان کی رہنمائی کے لئے پیدا کر دیئے ہیں جن پر عمل کرکے انسان صابر اور دل کے

خلاف محتاط اور مضبوط کرنا تھا ہمارے اندر کئی قسم کی بھوک اور خواہشات رکھی گئی ہیں ہماری یہ خواہشات طبعی تمام تحریکات کا سرچشمہ ہے۔ ان خواہشات کے پورا کرنے میں ہم بسا اوقات ناجائز طریق استعمال کرنے پر مائل ہو جاتے ہیں۔ جس سے ظلم اور بدی پیدا ہوتے ہیں لیکن اس رمضان کے مہینہ میں ایک مسلمان کو حکم ہوتا ہے۔ کہ وہ اس عرصہ میں جب کہ روزہ رکھ رہا ہو ان طبعی خواہشات کا جائز طریق پر پورا کرنا بھی چھوڑ دے ہمارے طبعی تقاضے ایک ہزار امتحان ہیں۔ بعض اوقات ان لوگوں کیلئے بھی جو نیک ہوں۔ اور اس امتحان میں ناکامی کے معنے راستبازی کا جاتے رہنا ہے۔ انہی طبعی تقاضوں کو ضبط میں رکھنے کے لیئے اسلامی طریق روزہ کا جاری کیا گیا۔ کیونکہ نیکی یہی ہے کہ انسان اپنے طبعی تقاضوں پر پورا ضبط رکھے +

صبر اور روزہ

صبر اور استقلال انسان کے اندر دو اعلیٰ جوہر ہیں جن کو مناسب طور پر کام میں لگانے سے قرآن کریم کی تعلیم کی رُو سے انسان کو اپنے کاروبار میں کامیابی ہوتی ہے۔ قرآن کریم کی رُو سے صبر صرف اسی کا نام نہیں کہ مصیبت کے وقت انسان طریق تسلیم کو اختیار کرے۔ بلکہ صبر کا اصل مفہوم یہ ہے کہ انسان ہمت کے ساتھ مصیبت کا مقابلہ کرے اور ترغیب کے وقت اپنے جذبات کو دبائے۔ ان معنوں میں صبر ایک بڑا عظیم الشان اخلاقی جوہر ہے۔ جس کے حاصل کرنے کیلئے روزہ سے زیادہ طاقتور کوئی ذریعہ نہیں ہوسکتا۔ بشرطیکہ روزہ کے اصل مفہوم کو جیسا کہ اسلام نے اسکی تعلیم دی ہے مدنظر رکھا جائے۔ تھوڑا غور کرنے سے یہ معلوم ہو جائیگا۔ کہ صبر و استقلال کا جوہر اسی کے اندر نشوونما پاسکتا ہے جو اپنی مختلف خواہشات کے تقاضوں پر پورا قابو رکھتا ہو +

قومی ضبط اور روزہ

اگر ایک قوم میں بقائے قومی کا خیال ایک فوج کے قائم رکھنے کو ضروری قرار دیتا ہے جیسا کہ موجودہ جنگ نے دکھا دیا ہے۔ اور ایک بڑی قوم کے ہر ممبر کو ہمیشہ فوجی خدمات

کھلا قانون۔ ایک کتاب جو آسمان سے نازل ہوئی ہے میرے لفظوں کو سنو اور اُن کو اپنے دلوں میں مضبوط پکڑ لو۔ یاد رکھو کہ سب مسلمان بھائی ہیں۔ ایک اخوت میں منسلک ہیں۔ پس وہ چیز جو تمہارے بھائی کی ہے تم نہ لو یہاں تک کہ وہ خود اپنی مرضی سے تمہیں وہ نہ دے دیکھو ایکدوسرے سے نااتفاقی اور ایکدوسرے کی حق تلفی مت کرو +

یہ ہدایات صرف کتابوں میں لکھنے کے لئے نہ تھیں۔ بلکہ انہوں نے عملی جامہ پہنا۔ بدقسمتی سے مسلمان اس زمانہ میں اُس اعلیٰ مقام سے بہت گر گئے ہیں۔ وہ اس راہ سے دور جا پڑے ہیں جو آخری بشارت اور آخری نبی نے بتائی تھی۔ تاہم دُنیا کی وہ ایک ہی قوم ہے جو آقا اور غلام۔ مخدوم اور خادم کو ایک ہی نظر سے دیکھتی ہے جو ان لوگوں کی تحقیر نہیں کرتی جو دل کے مسکین ہیں یا جن کے ظاہری حالات اچھے نہیں جو قوم مُلک اور رنگ کے تمام تعصبات سے پاک ہے جن میں کوئی ذات نہیں۔ کوئی اُونچا نیچا طبقہ نہیں۔ یہ مسلمان قوم ہے +

رمضان

(رمضان کا اسلامی مہینہ ۱۱ دن گذشتہ کو شروع ہوا۔ اس مہینہ میں تمام مسلمان روزہ رکھتے ہیں اور بہ نسبت دیگر اوقات کے ان ایام میں عبادت اور سخاوت زیادہ اختیار کرتے ہیں اس کے قائم کرنے کی یہ غرض نہ تھی کہ لوگوں کو بیفائدہ تکلیف میں ڈالا جائے بلکہ اصل غرض کیر یکٹر یعنی اخلاق انسانی کا بنانا ہے۔ مندرجہ ذیل مضمون جو ایک مشہور مصنف کے قلم سے ہے ہمارے قارئین اور مغرب کی مسلم جماعت کو رمضان کی اصل غرض اور اسکی ضروریات کا صحیح صحیح علم دیگا)

کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون تمہارے لئے روزے مقرر کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلی قوموں کیلئے مقرر کئے گئے۔ غرض یہ ہے کہ تم متقی بنو +

قرآن کریم کی یہ آیت صاف بتاتی ہے کہ روزے مقرر کرنے میں اسلام کی غرض لوگوں کو بیفائدہ تکلیف میں ڈالنا نہ تھا۔ بلکہ تقویٰ اور راستی پیدا کرنا اور بدی کے

بہت ظن سے بچو کیونکہ بعض ظن گناہ ہوتا ہے اور تجسس مت کرو۔ اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو تم اس سے کراہت کرتے ہو۔ اور حقوق اللہ کی حفاظت کرو۔ بیشک اللہ بہت رجوع برحمت کرنیوالا مہربان ہے +

ساری نسل انسانی کی اخوت کو بھی اسی صورت میں وضاحت سے بیان فرمایا ہے جہاں سب کو ایک ہی خاندان کے ممبروں سے تشبیہ دی ہے سیاہ ہوں یا سپید شرقی ہوں یا غربی بڑے ہوں یا چھوٹے امیر ہوں یا غریب فرماتا ہے یا یھا النّاس انا خلقنٰکم من ذکرٍ و انثیٰ و جعلنٰکم شعوبًا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ان اللہ علیم خبیر۔ اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور تم کو قومیں اور قبیلے بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ ہاں خُدا کے نزدیک تم میں سب سے مُعزّز وہ ہے جو سب سے بڑھ کر اپنے حقوق کی حفاظت کرتا ہے بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری خُطبہ آزادی کی سب سے بڑی سند ہے۔ اے لوگو! میری باتوں کو سُنو۔ میں نہیں جانتا کہ پھر مجھے تمکو اس طرح پر کچھ کہنے کا موقعہ ملیگا یا نہیں تمہاری زندگیاں اور تمہارے اموال قیامت کے دن تک تمہارے درمیان ایکدوسرے پر حرام ہیں۔ تم سب ایک دن اللہ کے سامنے اپنے اعمال کی جوابدہی کے لئے حاضر ہو گے چاہیئے کہ ہر ایک شخص اپنے عہد پر ثابت قدم رہے۔ جاہلیت میں جو تم نے ایکدوسرے کی خونریزیاں کی ہیں اُن کا بدلہ لینا اب تمہارے لئے حرام کر دیا گیا ہے۔ تم خاوند بھی حقوق رکھتے ہو اور تم عورتیں بھی حقوق رکھتی ہو۔ تم جو خاوند ہو اپنی عورتوں سے محبت کرو۔ اور ان کی عزّت کرو۔ تم نے اُن کو خدا کی ضمانت پر بیبیاں بنایا ہے۔ ان سے اچھا سلوک کرو۔ تمہارے غلام مرد ہوں یا عورتیں۔ تم ان کو وہ کھانے کو دو جو تم خود کھاتے ہو۔ اور وہ پہننے کو دو جو تم خود پہنتے ہو۔ اگر تم ان کو رکھ نہیں سکتے۔ یا وہ کوئی تصور کرتے ہیں تو اُن کو چھوڑ دو۔ وہ تمہاری طرح خدا کی مخلوق ہیں۔ اور تمہیں چاہئے کہ ان پر مہربانی کرو میں تمہارے درمیاں ایک شریعت چھوڑتا ہوں جو تمہیں غلطی سے بچائیگی۔ ایک صاف اور

اور تمام نسل انسانی ایک قوم ہے پھر غلاموں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا بعضکم من
بعض۔ تم سب ایک دوسرے سے ہو۔ اور اس طرح پر غلاموں اور آزاد انسانوں کو حقوق
انسانی کے معاملہ میں مساوات عطا فرمائی۔ آزاد اور غلام کے درمیان نکاح کے متعلق ہدایات
دیتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات
المومنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات واللہ
اعلم بایمانکم بعضکم من بعض (النساء۔ ۲۵) اور جو شخص تم میں اس قدر وسعت
نہ رکھتا ہو۔ کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرے۔ تو ان مومن لونڈیوں سے کرے جن کے
تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہیں۔ اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے تم سب
ایکدوسرے سے نکلے ہوئے ہو +

اسلامی اخوت کے نقشہ کو سورۃ الحجرات میں کمال تک پہنچایا ہے۔ انما المومنون
اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون
مومن سب ایکدوسرے کے بھائی ہیں۔ پس اپنے بھائیوں کے درمیان صلاح کرادو اور
حقوق اللہ کی حفاظت کرو کہ تا تم پر رحم کیا جائے +

پھر فرماتا ہے۔ یا یھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان
یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیرا منھن
ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان
ومن لم یتب فاولئک ھم الظالمون ۰ یا یھا الذین امنوا اجتنبوا
کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم
بعضاً ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ واتقوا اللہ
ان اللہ تواب رحیم۔ اے ایمان والو ایک قوم دوسری قوم پر ہنسی نہ کرے۔ شاید
وہی ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں عورتوں پر ہنسی کریں شاید وہی ان سے بہتر ہوں
اور اپنے لوگوں کی عیب چینی مت کرو۔ اور ایکدوسرے کے نام مت دھرو۔ ایمان کے بعد
برا نام بری بات ہے۔ اور جو شخص توبہ نہیں کرتا وہی ظالم ہیں۔ اے ایمان والو!

[illegible] موقوف کر سکے۔

روئے زمین پر ایسا نہیں جو اسے موقوف کر سکے۔ اور اسلئے وہ خدمت کے اصول کو موقوف نہ کر سکتے تھے مگر آپ نے خدمت گاری کے اصول کو موقوف کر دیا۔ جس کی رُو سے خدمت کرنے والے ایسے انسان سمجھے جاتے تھے جن کو کوئی حقوق حاصل نہ ہوں۔ آپ نے اُن کو آزاد انسانوں کے سارے حقوق عطا فرمائے مدنی بھی مُلکی بھی اور مذہبی بھی۔ آپ کو اپنے ایک آزاد کردہ غلام سے اس قدر شدید محبت تھی کہ لوگ اُسے آپ کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ اس اپنی بڑائی پر فخر کرنے والی سرزمین میں بھی ایسے سفید رنگ کے لوگ موجود ہیں جو اپنے بیٹوں کا نام بلال رکھ کر خوش ہوتے ہیں جو ایک حبشی غُلام کا نام تھا۔ مگر جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عزت و احترام کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچایا۔ مسلمانوں میں ایسے ایسے غلام بھی گذرے ہیں جنھوں نے بحیثیت جرنیل مسلم افواج کی کمانڈ کی ہے۔ ایسی افواج کی جن میں بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ موجود تھے۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ مسلمانوں کے ایک خاندان غلامان نے ہندوستان پر چھیاسی سال تک حکومت کی ہے۔ آٹھ بادشاہوں نے جن میں سے بہت سے قطب الدین بانئ خاندان کی طرح اپنی جوانی میں غلام تھے ہندوستان پر زبردست سے زبردست بادشاہوں کی شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی ہے۔ اور دہلی کی ایک ہی ملکہ رضیہ بیگم اسی خاندان میں سے تھی۔ ان میں سے بعض بادشاہ بڑے مشہور لیڈر تھے۔ اور بعض اپنے علم و فضل کیلئے شہرت رکھتے تھے۔ دہلی میں قطب صاحب کی لاٹ جس کو تیرھویں صدی کے آغاز میں پہلے غلام بادشاہ نے بنوایا آج بھی اسلام کی مساوات حقوقِ انسانی کا ایک زندہ نمونہ موجود ہے جو اسلامی غُلامی کے یورپین غُصّہ کرنیوالوں کی جہالت پر خندہ زن ہے۔ یہ ایک شاندار اعلان اس بات کا ہے کہ اسلام نے غلاموں کو کیا مرتبہ دیا +

کان الناس اُمّۃ واحدۃ کیسے خوبصورت اور پیارے الفاظ ہیں جنھوں نے دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ سب لوگ یورپ کے ہوں یا ایشیا کے یا افریقہ کے یا امریکہ کے سفید ہوں یا گندم گوں یا سیاہ۔ ایک ہی جماعت ہیں

کی طرح کام لیتے ہیں۔ قانون بین الاقوام شاید اُسکو روکتا ہے۔ مگر جنگ کے موقعہ پر قانون بین الاقوام کو بالائے طاق رکھا جاتا ہے۔ صرف مذہبی ہدایات ہیں جو ایسے موقعہ پر کام دے سکتی ہیں لیکن عیسائیت نے کہاں ایسی کوئی ہدایات دی ہیں جو عیسائی اقوام میں سے محاربین کی رہنمائی کر سکیں یا جن میں قیدیوں سے سلوک اور مفتوحہ علاقوں کی آبادی سے سلوک کا کوئی نمونہ ہو۔ وہ کون خُدائی قانون عیسائی محارب اقوام کے ہاتھ میں ہے جو خُدا کا دیا ہُوا ہونے کی وجہ سے خود ساختہ قانونوں اور معاہدات سے بڑھ کر قابل عزت ہو؟ کیا مسیح نے ایسا کوئی قانون خُدا کی طرف سے پاکر پیچھے چھوڑا جس سے جنگی قیدیوں کی حالت میں جن کو پچھلے زمانہ میں غُلام سمجھا جاتا تھا کوئی اصلاح ہو سکے؟ مسیح نے ایسا کوئی قانون چھوڑا نہیں۔ اور قانون بین الاقوام خود اقوام کے ہاتھ میں ہے۔ اور قومیں جب جنگ کرتی ہیں۔ تو اپنے سے کمزور قوموں کے حق میں قوانین بین الاقوام کو توڑنے کی پروا نہیں کرتیں۔ پھر ایک دوسری کو ملزم کرتی ہے کہ تم نے بھی فلاں موقعہ پر فلاں قانون کو توڑ دیا تھا۔ نسل انسانی کو ایک قانون کی ضرورت ہے۔ جس کے ساتھ طاقتور اور کمزور یکساں طور پر جھکے رہیں۔ ایسا قانون صرف مذہب دے سکتا ہے۔ مگر عیسائیت نے کوئی ایسا قانون نہیں دیا +

لیکن تیرہ سو سال سے زائد عرصہ ہو گیا۔ ایک اُمّی یتیم نے جو ایک وسیع سے وسیع جمہوریت اور وسیع سے وسیع قومیت کا بانی ہے۔ خُدا سے وحی پاکر وہ قانون قائم کیئے جو تمام عالم پر یکساں حاوی ہیں۔ اور سب کے لیئے رحمت کا پیغام اپنے اندر لیئے ہُوئے ہیں۔ خود قرآن کریم میں یہ ہدایات موجود ہیں۔ کہ جنگی قیدیوں سے کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ اور جن کو غلام سمجھا جاتا ہے۔ ان سے کیسا سلوک کرنا چاہیئے۔ محض انسان کا ایک مدنی مخلوق ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ غلامی کسی رنگ میں جاری رہی۔ بہترین منتظم مُلک خود حاکم ملک سب سے پہلا غلام ہے۔ یا یہ لفظ ناپسند ہو تو اُسے خادم کہہ لو۔ پس اس معنی میں کہ غلامی سے منشاء خدمت لینا ہے۔ کوئی شخص

کیلئے ایک تنکا بھی نہ ہلایا۔ انگلستان میں غلامی کی موقوفی کی اصل محرک سوسائٹی آف فرینڈز تھی جن کو کویکر کہتے ہیں۔ مگر اب بھی گو غلامی اس خاص صورت کی موقوف ہو گئی ہے۔ تاہم دوسرے ناموں کے نیچے یہ برابر مروج ہے۔ بلجیم کے عیسائی بادشاہ کے ماتحت کانگو میں مزدوروں کی حالت سن بیسویں صدی عیسوی میں پرانے غلاموں سے کسی صورت میں بہتر نہیں۔ ہاں کچھ بدتر ہو تو ہو۔ ہندوستانی مزدوروں کی حالت جو سرکاری طور پر حاصل کیئے جاتے ہیں انسانیت کیلئے ذلت کا موجب ہے۔ ہندوستان میں یہ طریق مزدور مہیا کرنے کا اب موقوف ہونیوالا ہے۔ مگر یہ ہندوستان کے حامیان اصلاح کی وجہ سے ہے عیسائی عہدیداروں کی وجہ سے نہیں جنھوں نے ایک مرتبہ ایک بل کی مخالفت کر کے اُسے امپیریل لیجسلیٹو کونسل میں نامنظور کرایا جس کی غرض یہ تھی کہ مزدور حاصل کرنے کا یہ طریق موقوف کیا جائے۔ اور جس کا پیش کرنے والا ایک ہندوستانی تھا اور ہندوستانی ممبران کونسل اس کے مؤید تھے +

انسانی حقوق کی مساوات ابھی پورے طور پر عیسائی ممالک میں مسلّم نہیں ہوئی۔ تھوڑا سا رنگ کا فرق یا تھوڑا سا قومیت کا فرق ایک انسان کو حقوق اور اختیارات میں یورپ کے عیسائیوں سے کمتر ٹھیراتا ہے۔ گو حضرت مسیح خود بوجہ ایشیائی ہونے کے سفید رنگ نہ تھے۔ مگر ان کا ایک یوروپین پیرو اپنے ایشیائی بھائی کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کیا یہ اس مذہبی تعلیم کا نتیجہ ہے جو ناصرہ کے غریب دل اور منکسر المزاج واعظ کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ موجودہ جنگ عالم سے پہلے یورپ کے سب لوگ غیر یوروپین کو اپنے سے کمتر مرتبہ پر سمجھنے میں متفق تھے۔ مگر اس جنگ نے تو ان محدود برادرانہ خیالات کو بھی ملیا میٹ کر دیا ہے۔ جو پہلے پائے جاتے تھے۔ ایک جرمن جس تنفر اور حقارت کا اظہار اپنے ہی ہمسایہ انگریز سے کرتا ہے وہ بتاتا ہے کہ عیسائی ممالک میں اخوت اور مساوات حقوق انسانی کا اصول ابھی تک مسلم نہیں۔ یہ کہا گیا ہے کہ جرمن مفتوحہ ممالک کی آبادیوں اور جنگی قیدیوں سے غلاموں

کا بھی نہیں کرسکتے جن کے وہ مسیح کہلاتے ہیں۔ فی الجملہ مسیح کا زمانہ تبلیغ بہت تھوڑا تھا اور آپکی باقی زندگی کو چھوڑ کر باوجود تھوڑا ہونے کے بھی زیادہ حصہ اسرائیلیوں کے متعلق تھا۔ آپنے بعض باتوں میں یہودیت کی اصلاح کرنے کی کوشش ضرور کی۔ مگر جب تک انکی اپنی قوم یہود نے ان کو بالکل رد نہیں کردیا اُس وقت تک انہوں نے دوسروں کی طرف رُخ بھی نہیں کیا۔ اپنی زندگی کے کم از کم ایک موقعہ پر غیر اسرائیلی لوگونکو آپنے کتوں سے تشبیہ دی جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح نے غیر اسرائیلی عورت کو کتا محض اس لئے کہا تھا کہ اسکے ایمان کا امتحان کریں وہ بحیثیت ایک انسان ہونے کے اور اس سے بڑھ کر بحیثیت ایک خدا ہونے کے آپکے ساتھ ناانصافی کرتے ہیں۔ اگر بائبل کے حصہ کو درست مانا جائے تو وہ عورت جس کو مسیح نے کتے سے تشبیہ دی اور پھر بھی وہ راستبازی کی راہ کو طلب کرتی رہی اپنے اندر خدا کے بیٹے سے بھی بڑھ کر خدا کو رکھتی تھی۔ بہرحال سوائے انجیل کے حضرت مسیح کی زندگی کی کوئی اور تاریخ نہیں۔ اور اناجیل میں ایسی کوئی بات ہمیں نہیں ملتی جس کے یہ معنے کیئے جاسکیں کہ مسیح نے کسی طرح پر غلاموں کی حالت کی اصلاح کی۔ ایک وقت انگلستان میں یہ عام خیال تھا کہ بتپسمہ انسان کو آزادی کا مالک بنا دیتا ہے۔ اور بہت سے غلام جو جزائر غرب الہند سے انگلستان میں لائے جاتے بپتسمہ کی رسم کو ادا کر کے معزز اور معقول شہریونکو اپنے مذہبی باپ بنا لیتے جو ان غلاموں کے مالکوں کا اپنے مذہبی بیٹوں کو پکڑنے اور پھر باہر بھیجنے پر مقابلہ کرنے میں مجبور ۱۷۲۹ء میں اس وقت کے اٹارنی جنرل کی رائے حاصل کی گئی جس نے یہ فتویٰ دیا کہ نہ برطانیہ کلاں کی رہائش اور نہ ہی بپتسمہ ایک غلام کو آزاد کرسکتا ہے اور کہ باوجود اس کے کہ ایسا غلام کسی با اثر شہری کو اپنا مذہبی باپ بنائے اسکے مالک کو اختیار ہے کہ اسے پکڑ کر پھر باہر بھیجدے اور غلامی کی حالت میں زندگی بسر کرنے پر مجبور کرے +

قسطنطین نے اپنے ابتدائی مذہبی جوش میں یہ حکم دیا تھا کہ کوئی یہودی عیسائی غلام نہیں رکھ سکتا۔ مگر اس حکم کی وجہ یہ نہ تھی کہ عیسائیت نے غلامی کے خلاف کوئی ہدایات دی تھیں۔ غلامی بغیر کسی حدبندی کے اور نہایت ہی ظالمانہ قسم کی غلامی عیسائیت کے عین عنفوان شباب میں تمام عیسائی ممالک میں مروج رہی۔ مسیح کی کلیسیا نے غلاموں کی حالت میں اصلاح کرنے

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو غلامی کا رواج ساری دُنیا پر عام تھا۔ اور غلاموں کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا تھا وہ اس سے بہتر نہ تھا جو باربرداری کے حیوانات سے کیا جاتا تھا۔ کوئی شخص جو کسی طرح پر اپنے مال و دولت کو کھو بیٹھتا۔ نوجوان بچے جن کے ماں باپ انھیں نہ رکھ سکتے۔ وہ بہادر نوجوان جو اپنے ملک یا قوم کیلئے جنگ کرتے اور بدقسمتی سے قید ہو جاتے۔ یہ تمام غلام بن جاتے اور غلام بھی ایسے کہ وہ اُن تمام حقوق کو جو بحیثیت ایک انسان ہونے کے انسان کو حاصل ہیں کھو چکے ہیں گویا کہ وہ اب انسان ہی نہیں رہے بعض قوانین کے ماتحت آزادی ان کی تکلیفات کو کم کر دیتی مگر بحیثیت انسان ہونے کے ان کے وہ حقوق ان کو واپس نہ ملے جو ہر مرد و عورت کو حاصل ہونے چاہئیں +

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک عظیم الشان شارع گذرے ہیں مگر غلاموں کی حالت میں اصلاح کیلئے انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام ایسی حالت کے ماتحت رہے کہ وہ غلاموں کو حقوق انسانی دینے کے لئے کوئی نمونہ قائم نہ کر سکے۔ انجیل کی تعلیم سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ عملی انسان نہ تھے اور ان کی تعلیم خیالی تھی۔ آپ کے وعظ کا زور زیادہ تر خدا کی اس سلطنت پر تھا جو آسمان پر ہے نہ اس پر جو زمین پر ہے۔ جہانتک انسان کے حقوق کا سوال ہے روسو نے اس سے بہت بڑھ کر کیا ہے جو پُرانا عہدنامہ موسیٰ کی طرف یا نیا عہدنامہ عیسیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ مگر اُسی روسو کا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقابلہ کیا جاتے تو اس نے حقوق انسانی کے متعلق اس کا ہزارواں یا لاکھواں حصہ بھی نہیں کیا جو محمد رسُول اللہ صلعم نے کیا۔ ہاں حضرت موسےٰ کے کارناموں میں یہ بیشک ایک عظیم الشان کارنامہ ہے کہ جو آپ نے کم ازکم ایک بڑی قوم کو غلامی کے جُوئے سے آزاد کیا۔ مگر عام انسانی آزادی کے متعلق آپ کی تعلیمات میں زیادہ روشنی نہیں پائی جاتی +

حقُوق انسانی کے متعلق حضرت مسیح کے خیالات گو اتنے محدود نہوں مگر وہ بھی محدود پائے جاتے ہیں حضرت مسیح ایک قوم کے آزاد کرنے کا بھی دعویٰ نہیں کر سکتے۔ جتنے کہ اس قوم کے آزاد کرنیکا

غُلامی

(از قدوائی)

اس مُلک میں اب بھی کچھ ایسے لوگ ہیں بعض مشہور پبلک آدمی ہیں جو ناول اور مضمون اور نظمیں لکھتے ہیں جو یا تو بوجہ جہالت اور یا لالچ سے عوام النّاس کے جاہلانہ اور متعصبانہ خیالات کو جو وہ اسلام کے خلاف رکھتے ہیں ایسی ایسی باتیں لکھ کر بھڑکاتے ہیں۔ کہ اسلام کی تعلیم کے رُو سے عورتوں کی کوئی رُوح نہیں اور کہ اسلام نے عورت کی حیثیت کو گرا دیا ہے اور اسے ذلیل کر دیا ہے۔ اس جزیرہ میں اب بھی بعض آدمی ایسے ہیں جو عمداً اور محض بدنیتی سے اسلام کی اس تعلیم کو کہ ایک خدائے متصرف اور مُدبّر کے ماتحت انسان ایک آزاد ہستی ہے بگاڑ کر یُوں بیان کرتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جو قسمت میں ہے ہو رہیگا اور انسان کو گویا ہاتھ پر ہلانے کی ضرورت نہیں۔ اس سرزمین میں وہ لوگ بھی ہیں جو دن رات اس پاک انسان کی زندگی کو آلودہ ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ جو ان تمام انسانوں میں جو اس زمین پر پیدا ہوئے یا ہونگے سب سے بڑا ہے جو کرشن بُدھ موسیٰ مسیح جیسے معلموں سے بھی بڑا ہے۔ بلکہ دُنیا کے تمام مصلحین اور مصلحین کے مجموعہ میں جو دُنیا نے پیدا کیئے ہیں یا کریگی بڑا ہے۔ مگر بعض حالات انسانی زندگی کے اور اسلام کے ساتھ ان کے تعلقات ایسے ہیں جن کے متعلق غلط بیانی قریباً بند ہو چکی ہے مثلاً اب شاید ہی کوئی تاریخ کا علم رکھنے والا انسان ایسا ہے جو اس جھوٹے قصہ کو دوہرائے کہ مسلمانوں نے سکندریہ کے کتب خانہ کو جلایا تھا۔ اب مشکل سے کوئی آدمی جو علم کا دعویٰ رکھتا ہو ایسا ہو گا جو یہ کہنے کی جُرات کر سکے کہ اسلام نے تلوار کو عیسائیت سے بڑھ کر استعمال کیا ہے۔ اسی طرح کوئی تعلیمیافتہ انسان آج ایسا نہیں ملیگا جو یہ کہے کہ اسلام نے غلامی کو رواج دیا مگر بہت کم یورپین ایسے ہونگے جو اس بات کو تسلیم کرنے کی امانت ادا کر سکیں کہ اسلام ہی تھا جس نے پہلے غلاموں کو آزاد آدمیوں کے حقوق اور اختیارات دیئے جنہوں نے ان زنجیروں کو جو دُنیا نے ان کے گلے میں ڈال رکھی تھیں ہمیشہ کے لیئے توڑ دیا ✦

اور بھلائی چاہئے پر منحصر ہے۔ اور یہی خدائے برحق کے احکام کی اصلی اور حقیقی تعمیل ہے۔ اس خطبہ سے حاضرین کو ایک طرف اس زمانہ کی اِس اعلیٰ درجہ کی انسانی تہذیب کے ذکر سے جو مغرب میں مادی ترقی پر منحصر سمجھی جاتی ہے۔ اور جس پر مغربین کو بہت بڑا ناز ہے۔ اور دوسری جانب قرآن کریم کی نہایت اعلیٰ اور انسانیت کے نہایت بلند مقام تک پہنچا دینے والی تعلیم کو سُن کر ایک دوسرے کے متقابلہ حالات کا بخوبی اندازہ ہو گیا۔ اور انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ اسلام ہی کی تعلیم نسل انسانی کو نہ صرف بلند کر دینے والی بلکہ امن و اطمینان کی زندگی بہم پہنچانیوالی ہے۔ نماز کے بعد نمازیوں میں باہم "عید مبارک" "عید مبارک" کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اور سب ایک دوسرے سے بڑی محبت اور برادرانہ شفقت کے ساتھ بغلگیر ہوتے ہوئے نظر آئے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد عید کی دعوت کا اہتمام شروع ہوا۔ جو خاص مشرقی طرز پر تیار کی گئی تھی۔ اسلامی خوان لغما بچھایا گیا۔ اور پلاؤ کی رکابیاں تمام میز پر چُنی گئیں۔ چاول جن سے یہ پلاؤ تیار ہوا خاص اس غرض کیلئے حضرت مولینا صدرالدین صاحب نے لاہور سے ارسال فرمائے تھے +

سہ پہر کے وقت چائے پی گئی۔ جس کے بعد نماز عصر ادا ہوئی۔ اور پھر ہمارے مصری بھائی سعید بے نے نہایت خوش الحانی سے عربی لہجہ میں نہایت بلند آواز سے قرآن کریم کی چند آیات تلاوت کیں۔ اس دلچسپ تقریب کے بعد چند احباب تو اسی وقت روانہ ہو گئے۔ لیکن ایک بڑی تعداد شام کے کھانا اور نماز مغرب تک وہیں رہی۔ نماز مغرب کے بعد حاضرین زیادہ تر رخصت ہونے شروع ہو گئے۔ اور عید کا یہ تمام دن یُونہی خوشیاں مناتے ہوئے گذرا +

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
وہ چلتی ہے ہوا اور خس رہ کو اُڑاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
غرض رُکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے

جب آتی ہے تو پھر عالم کو اِک عالم دکھاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی اُن پہ اِک طوفان لاتی ہے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

اس متعصب عقیدہ کی صاف طور پر تکذیب کرنیوالا تھا۔ جو مشرق و مغرب کے افتراق کے متعلق بعض تنگخیال لوگوں کے قلوب میں موجزن رہا کرتا تھا۔ گویا یہ اسبات کا زندہ ثبوت تھا کہ مشرق و مغرب اب باہم مل چکے ہیں اور نفاق و انشقاق کی خلیج اسلام کے پیغام واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً کے توسط سے ملتی چلی جا رہی ہے۔

ٹھیک سوا گیارہ بجے اللہ اکبر اللہ اکبر کے نعروں سے فضائے آسمانی گونج اٹھی۔ مُکبّر نے تکبیر کہی۔ اور تمام حضار مجلس بلاتخصیص مدارج اور بغیر تمیز رنگ و قومیت جہاں کہیں اور جس کسی کے ساتھ کھڑا ہونے کی جگہ ملی بیک قرینے کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب کی اقتداء میں خدائے برحق کے حضور میں نہایت ہی جوش و خلوص کے ساتھ نماز کی دو رکعتیں گذرانیں اللہ اللہ وہ کیا ہی دلنشین اور دلچسپ منظر تھا۔ جب ایک لفٹنٹ اور سپاہی ایک لارڈ اور ایک معمولی حیثیت کا ہندوستانی ایک یوروپین اور ایک افریقی بغیر کسی اظہار تنفر و حقارت کے ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کھڑے تھے۔ اسلام کی یہ سادگی یہ مساوات انسانی جو خدائے برحق کے سامنے سب کو ایک ہی رنگ میں رنگین بنا دیتی ہے۔ جسے دیکھ کر طبائع خود بخود اسکی طرف کھنچی چلی آتی ہیں۔ بخلاف اسکے ملک میں گرجے میں بڑے چھوٹے اور امیر و غریب وغیرہم کے لئے حد درجہ کے امتیازات سے کام لیا گیا ہو اسکے سچا اور فطری مذہب ہونے پر دال ہے۔ الغرض نماز ختم ہوئی۔ اور پھر سب لوگ اُسی طرح فرش کے اوپر بیٹھے رہے۔ یہاں تک کہ امام نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ اور قرآن کریم کی آیات قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین تلاوت کرکے ثابت کیا کہ مغرب میں کسی کی بڑائی کا معیار تو وہ ہے جس کے آج خطرناک نتائج ظاہر ہو رہے ہیں لیکن اس کے خلاف قرآن کریم جس بات کو کسی کی بڑائی کا معیار قرار دیتا ہے وہ کوئی کسی کی بہادری اور شہ زوری نہیں نہ ہی مادیات کے زور سے نسل انسانی پر تباہی وارد کرنا ہے۔ بلکہ اس کے نزدیک بڑائی اگر ہے تو صرف مخلوق خدا کی بہتری

دکھتی ہے۔ سالہائے ماقبل میں ہماری اس تقریب میں صرف وہی لوگ شامل ہوتے تھے جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اور اُن میں بھی زیادہ تر طبقہ وہ تھا جو اس فطری مذہب کی دلنشین سادگی کے شکار ہو گئے تھے۔ لیکن تین سال کے بعد آج جس عید الفطر کو ہم مناتے ہیں۔ اس میں شامل ہونیوالے کوئی اسلام سے ناواقف نہیں نہ ہی وہ صرف اس کی ظاہری سادگی پر ہی فریفتہ ہیں۔ بلکہ ہمارے یہ سب نئے اخوان اور خواتین اسلام کا کافی طور پر مطالعہ کر چکے ہیں۔ اور اس پر خوب غور و تدبّر رکھتے ہیں۔ اس اسلامی تقریب کی یہ شان امتیازی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ مغرب کے اس عالیشان مُلک میں اسلام کس طرح سے ہر آئے سال تیزی کے ساتھ ترقی کرتا چلا جارہا ہے۔ علاوہ ازیں دیگر مختلف مذاہب کے بھی اکثر لوگوں کا وہاں موجود ہونا اسلام کی صاف اور معقول تعلیم اور دلرُبا سادگی کا ایک زندہ ثبوت ہے +

صُبح سویرے ہی میموریل ہوس مُلحقہ مسجد ووکنگ کے سامنے کی سرزمین پر نماز عید کی تیاریاں ہوگئیں۔ اور وہ سب احباب وہاں جمع ہونے شروع ہو گئے جو ایک دن قبل خاص اسی تقریب میں شمولیت کیلئے تشریف فرما ہُوئے تھے۔ اِس اجتماع میں جو اِنسان کے ہر دو طبقات (مرد و عورت) پر مشتمل تھا۔ دُنیا کے تمام حصص مختلفہ کے افراد موجود تھے ان نومسلم انگریز مردوں اور خواتین سے شروع کر کے جو اپنی پُوری متفقہ طاقت اور جذبۂ اسلامی سے اس حقیقتِ نفسُ الامری کا ثبوت بہم پہنچا رہے تھے کہ اسلام کی محبّت اُن کے قلوب میں رچ چکی ہے۔ اور ان کے جسم کا ریشہ ریشہ اس کے پاک اصُولوں پر فدا ہو چکا ہے۔ ایران۔ عرب۔ افریقہ کے مختلف علاقہ جات اور سب سے بڑھ کر ہندوستان کی صنف ذکور و اناث یہ وہ لوگ تھے۔ جو اس اسلامی شعار کو منانے اور خدائے واحد کے آگے سربسجود ہونے کیلئے اس فرش زمین پر پہلو بہ پہلو اور زانو بہ زانو صف آرا نظر آتے تھے ہندوستانی جنس لطیف کا یہ نمایاں عنصر اسبات کا ایک نمایاں ثبوت تھا۔ کہ ان انقلاب آفرین ایام میں ہندوستان کے اندر صنف نازک کے قلوب پر مذہب کا کیا کچھ اثر ہے پھر ہندوستانیوں اور انگریزوں کا ایکدوسرے سے پہلو بہ پہلو اور شانہ بشانہ صف آرا ہونا

اسی بحث پر جس کا ذکر اوپر ہوا ہے لکھتے ہوئے اخبار پایونیر کی ایک لیڈی نامہ نگار لکھتی ہیں۔ کہ کلیسیا کے عہدیدار اخفائے جنگ میں ایسی باتیں منہ سے نکالکر اُس عزت کو جو مذہبی پیشواؤں کے متعلق عوام الناس کے دلوں میں ہے کم کر رہے ہیں۔ مذہبی پیشوا اسلیئے معذور ہیں کہ جو کچھ انجیل کی تعلیم کا منشاء اُنیس سو سال سے سمجھا جاتا رہا ہے وہ اسی کو بیان کرتے ہیں۔ شاید وہی لوگ جو مذہبی پیشواؤں کے اس قسم کے بیانات پر آج بیزار ہو رہے ہیں مزید مجبور پر اُن اصل تعلیمات سے بھی بیزار ہو جائیں جب اُن کو یہ معلوم ہو کہ یہ مذہبی پیشواؤں کا قصور نہیں۔ بلکہ اصل تعلیم کا منشاء یہی تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اصل تعلیم کو اگر ایک وقتی علاج کے مرتبہ سے نہ بڑھایا جائے جو اس کا اصل منشاء تھا تو نہ وہ تعلیم ملامت کے قابل ہے نہ وہ مذہبی پیشوا۔ نقص صرف اس قدر ہے کہ جو تعلیم حضرت مسیح نے ذہنی علاج کے طور پر دی تھی اور صاف کہدیا تھا۔ کہ کامل تعلیم میرے بعد آنیوالا لائیگا۔ اس وقتی تعلیم کو اصلی سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کامل تعلیم کی طرف جو فارقلیط یا احمد لایا پس پشت پھینکا جاتا ہے +

مسجد ووکنگ میں عید الفطر کی نماز

گذشتہ ۲۱ جولائی کو مسجد ووکنگ میں عید الفطر کی شاندار تقریب تھی محبانِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے عام اس سے کہ وہ انگریز نو مسلم ہوں یا دوسرے مسلمان یہ تقریب ایک خاص نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ اس تقریب پر نہ صرف اہل اسلام ہی کو ہر سال اکٹھے ہونے کا موقع ملتا ہے۔ بلکہ برطانیہ عظمیٰ کے غیر مسلم طبقہ میں سے بہت سی اور سعید رُوحوں کو اسلام کی طرف ایک رجوع ہو جاتا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ اسلام کے اصلی اور منور چہرہ کو دیکھ کر کس طرح سے اس علاقہ میں خیالات میں ایک انقلاب واقع ہو چکا ہے۔ اور سابقہ متعصب خیالات کی جگہ اب ہمدردی آمیز خیالات لیتے چلے جا رہے ہیں۔ اس سال کی عید الفطر کی تقریب بہت پہلوؤں کے لحاظ سے ایک خاص اہمیت

سخت پڑتی ہے کہ اسکے سامنے سوائے عجز کے چارہ نہیں +

لیکن اخبار پایونیر کا یہ بیان کہ اخلاقی طور پر اس علاج پر کچھ اعتراض ہوتے ہیں ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ اخلاقی طور پر تو اعتراض یہ ہے کہ دس لاکھ آدمیوں کو ایسی حالت میں رکھ دیا کہ یہ فرض کر لیا گیا۔ کہ نہ تو ان دس لاکھ مردوں میں سے مرد مرد ہیں اور نہ عورتیں عورتیں۔ وہ شادی شدہ بھی ہیں اور غیر شادی شدہ بھی۔ ان کے طبعی تقاضے شادی کا عملی رنگ میں آنا چاہتے ہیں۔ مگر مذہب اُن کو عمل میں آنے دینے سے مانع ہو رہا ہے ایسی حالت میں کون سے اخلاق اُن غریبوں کے باقی رہ جائیں گے۔ جو یہ کہا جاتا ہے کہ اگر اس کا علاج کیا گیا تو اخلاقی طور پر اعتراض ہوگا غالباً اخبار پایونیر کا منشاء اخلاق سے صرف وہی اخلاق ہونگے۔ جن کو عیسائی مذہب نے خلاف واقعات اخلاق قرار دے رکھا ہے +

بہرحال یہ واقعات بتاتے ہیں۔ کہ وہ لوگ جو سیدھے طور پر ایک معقول اصول کو تسلیم نہیں کرتے اُنہیں آخر مجبور ہو کر اُسے تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اسلام کی وہ تعلیم طلاق کی اور عدت کی کہ اگر اُس کے اندر مرد اور عورت رجوع نہیں کر سکتے۔ تو طلاق قطعی ہو کر وہ دونوں دوسری جگہ شادی کرنے کے مجاز ہیں۔ جس پر ایک مدت تک ہنسی ہوتی رہی۔ آج اُسی تعلیم کو اُن امراض کا علاج تسلیم کیا جاتا ہے۔ جو عیسائی مذہب کے غلط اصول نے قوموں میں پیدا کر دی ہیں۔ ہاں فرق یہ ہے کہ اسلام نے تین ماہ کی عدت مقرر کی ہے جس کے اندر تعلقات زناشوئی ملتوی ہوتے ہیں۔ اگر اس عرصہ کے اندر صورت اصلاح پیدا نہ ہو تو طلاق قطعی ہو جاتی ہے۔ اسکے بجائے یورپ کے مدبر پانچسال کی عدت تجویز کرتے ہیں۔ واقعات کا ایک اور دھکا یہ بھی ثابت کر دیگا کہ پانچسال تک مرد اور عورت کو معلق حالت میں رکھنا تقاضائے فطرت انسانی کے خلاف ہے۔ اسی لیئے قرآن کریم نے تین ماہ کی میعاد رکھی ہے۔ ہاں اس کے ساتھ یہ بھی سہولت رکھی ہے کہ اگر پھر میاں بی بی آپسمیں راضی ہو جائیں تو پھر دوبارہ نکاح بھی ہو سکتا ہے +

اسلیے اُنھوں نے اس دُعا کو شائع کر کے عیسائی مذہب کے لاٹ پادری ہونے کا ہی ثبوت دیا ہے دوسری طرف دُنیا کے لوگ اور دُنیا کی حکومتیں واقعات سے مجبور ہیں اور واقعات بھی ایسے جو قوموں کی بربادی اور سرسبزی سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ واقعات کو ترک نہیں کر سکتے۔ اُنہیں ایسے وقت مذہب کو بالائے طاق رکھنا پڑتا ہے۔ یہ عیسائی مذہب اور واقعات کی جنگ اس جنگ سے بہت زیادہ خطرناک ہے جو عیسائی مذہب اور سائنس کے درمیان پائی جاتی ہے۔

مگر اس بحث میں ایک عجیب بات جو ظاہر ہوئی وہ یہ تھی کہ ایک پادری صاحب نے لاٹ پادری کی حمایت میں اخبار پاؤنیر میں ایک مضمون لکھا۔ اور اس میں یہ لکھا کہ اخبار پاؤنیر کو ایک مذہبی بزرگ کی دُعا پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ جب یہ اخبار خود مذہب سے اس قدر دُور پڑا ہوا ہے یا مذہب کی ہتک کرتا ہے۔ کہ اپنا ایک پرچہ اتوار کے دن بھی نکالتا ہے ہمارے خیال میں یہ ایک مسکت دلیل ہے جس کا جواب اخبار پاؤنیر سے آج تک بن نہیں پڑا اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب خداوند نے ساتویں دن عیسائی مذہب کی تعلیم کے مطابق آرام کیا اور یہ حکم دیا۔ کہ انسان بھی ساتویں دن کوئی کام نہ کریں تو اب واقعات خواہ انسانوں کو کتنا ہی مجبور کریں۔ اور دنیا کا خواہ ہزاروں سالوں سے یہ تجربہ ہو کہ درمیان کا نظم ساتویں دن کام کیئے بغیر نہیں چل سکتا۔ مگر ان لوگوں کو جو ایسے مذہب کو خدائی مذہب بھی تسلیم کرتے ہیں کیا چارہ ہے۔ ساتویں دن کام کرنا عیسائی مذہب کے نقطۂ خیال سے بہر حال سخت بیدینی ہے۔ خواہ اس کا ارتکاب کوئی کرے۔ یہ ایک اور عیسائی مذہب اور واقعات کی جنگ کا نمونہ ہے۔ اس جنگ کی اگر ساری نظیریں لکھی جائیں تو عیسائی مذہب اور اُسکے حامیوں اور اُسکے پیرووں کی ایک نہایت ہی قابل رحم حالت نظر آتی ہے۔ مگر وہ خوب یاد رکھیں کہ مذہب اور سائنس کی جنگ میں عیسائی مذہب نے گول مول بیانات سے اپنے آپ کو کسی قدر بچا بھی لیا ہے۔ تو واقعات کی گولہ باری اب اس کاغذی قلعہ کو قائم نہیں رہنے دیگی۔ واقعات کی ایسی

نکلجائیگا جسمیں وہ سوائے تمدنی بدنامی اور ذلت گوگوارا کرنے کے دنیا میں بچے پیدا نہیں کرسکتے۔ اس علاج پر بحث کا نتیجہ یہ ضرور ہوگا۔ کہ مذہبی طور پر اور اخلاقی طور پر اعتراض پیدا ہونگے جو ظاہر ہیں اور جن کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر موجودہ صورت بھی ایک چیلنج پیش کررہی ہے۔ جس کی طرف سے لاپروائی نہیں کی جاسکتی۔ اور اس کا ایک گہرا اور ظاہر تعلق ان تمام تنقیحات سے ہے جو آبادی کے سوال کی وجہ سے پیش آرہی ہیں۔

اِس لمبے حوالہ سے یہ ظاہر ہے کہ عیسائی مذہب اور واقعات میں کیسی کشمکش لگی ہوئی ہے اور یہ حالت آج سے نہیں بلکہ کئی صدیوں سے ہے۔ اور واقعات کے سامنے آخر قوموں کو سر جھکانا پڑتا ہے۔ اور اپنے مذہب کے اصول کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ اس مذہب کو یک مرتبہ ہی کیوں سلام نہیں کیا جاتا جو آئے دن زندگی میں اِس قسم کی رکاوٹیں پیدا کررہا ہے۔ تعجب ہے۔ کہ عیسائی مذہب کے اصول ایک ایک کرکے مدتوں سے ترک کئے جاتے ہیں۔ مگر ابھی یہ مذہب ایسا گلے میں پڑا ہوا ہے کہ جب کبھی اصلاح کی ضرورت پیش آتی ہے تو ایک نئی دیوار مذہب درمیان میں حائل کردیتا ہے۔

ابھی چند ہی یوم کا ذکر ہے کہ کلکتہ کے لاٹ پادری صاحب نے ایک دعا جنگ کی تیسری برسی کے موقعہ پر مختلف گرجاؤں میں پڑھنے کے لئے شائع کی تھی۔ جس پر مدتوں انگریزی اخبارات میں یہ شور رہا۔ کہ اس قسم کی دعا نہایت غیر موزوں تھی۔ کیونکہ اسمیں یہ بتایا گیا تھا۔ کہ ہم کو اب بھی اپنے دشمنوں کے لئے دعا کرنی چاہیے۔ اور اس سے انتقام لینے کا خیال نہ کرنا چاہیئے۔ اب مشکل یہ ہے کہ واقعات چاہتے ہیں کہ دشمن کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ اور عیسائی مذہب کہتا ہے کہ دشمن سے بدلہ مت لو۔ بلکہ اسکے ساتھ محبت کرو۔ اسلیئے لاٹ پادری صاحب اگر اس دعا کو پیش کریں تو وہ مجبور ہیں کیونکہ وہ تو جس کا کھائیں گے اس کا گائیں گے۔ جب وہ مذہب کے لاٹ پادری ہیں تو انہیں واقعات سے کیا تعلق۔ واقعات پر تو انجیل کی تعلیم نہ پہلے کبھی پوری اتری نہ آیندہ اترے گی

کے سامنے نہیں آتا لیکن اس کا ایک پہلو جو مردم شماری سے تعلق رکھتا ہے اور جس کو موجودہ ضروریات جنگ نے ایک نمایاں امتیاز دیدیا ہے اس وقت زیر بحث ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ دس لاکھ مرد اور عورت اگر تعلقات زناشوی قائم کر سکیں تو اس سے ملک کی آبادی پر کیسا اچھا اثر پڑ سکتا ہے۔ اور کم از کم دو تین لاکھ انسانوں کا سالانہ اضافہ ملک کی آبادی میں ہو سکتا ہے +

چنانچہ اخبار پایونیر نے ان حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی ۳۱ اگست ۱۹۱۷ء کی اشاعت میں یہ لکھا ہے۔ بیس سال کا عرصہ ہوا کہ قانون میں ایک تبدیلی کے ذریعہ سے شادی شدہ لوگوں کی نا اتفاقی کی صورتوں میں ایک علاج یہ تجویز کیا گیا۔ کہ قانونی علیحدگی کے لئے بہت سی سہولتیں پیدا کر دی گئیں۔ ان سہولتوں سے لوگوں نے بہت فائدہ اٹھایا کیونکہ لارڈ سڈنہم اور ان کے ساتھی اس مضمون کی حمایت میں لکھتے ہوئے یہ حیرت انگیز انکشافات کرتے ہیں کہ سلطنت متحدہ میں دس لاکھ انسان ایک ایسی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں جو نہ نکاح کی حالت ہے نہ تجرد کی عملی طور پر ان کا نکاح کا تعلق قطعی طور پر ٹوٹ چکا ہے۔ اور ساتھ ہی ان کو اس بات کی قانوناً ممانعت ہے۔ کہ وہ نئے اور جائز تعلقات پیدا کریں اس ناقابل بیان حالت کی مکروہ نتائج کی طرف ججوں اور مذہبی پلیٹ فارم پر لیکچر دینے والوں نے بسا اوقات اشارہ کیا ہے۔ ایک اہم غور طلب معاملہ اس بارہ میں یہ ہے کہ ان لاکھوں انسانوں کا عین ابتدائے جوانی میں اس طرح پر نکاح کے فوائد سے محروم کیا جانا اس رقبہ کو خطرناک طور پر کم کرنے کا موجب ہے جہاں سے معروف طریق پر اور گھر کی پرورش کے حالات کو مدنظر رکھ کر آبادی بڑھائی جا سکتی ہے۔ یہ تمام پہلوؤں سے ایک منحوس حالت ہے جو مدنی ضمیر کے ارتقاع کے ماتحت اس طرح پیدا کر دی گئی ہے۔ اور اس کا نسل کی آئندہ بہبودی پر صریحاً ایک مضر اثر واقع ہو رہا ہے۔ اس کا جو حل ان لوگوں نے پیش کیا ہے جنہوں نے پچھلے ہفتہ ہوم سکرٹری سے ملاقات کی وہ یہ ہے کہ قانونی علیحدگی پر جہاں پانچ سال گذر گئے ہوں اسے خود بخود یا نہایت سہل طریق پر قطعی طلاق کی صورت میں تبدیل کر دیا جائے۔ اس طرح پر قانونی پابندیاں قوانین قدرت کے ساتھ مطابق ہو جائیں گے۔ اور قوم کا ایک خاص حصہ اس بری حالت سے

تعلیم کے سراسر خلاف تھا +

انگریزی عدالتوں نے ایک صورت مرد اور عورت میں قانونی علیحدگی کی قائم کی جسکا منشاء یہ تھا کہ گو بعض حالات میں ایک بیاہا ہُوا مرد اور عورت اس تعلق کو نباہ نہ سکنے کی وجہ اس قابل تو نہیں کہ ایک گھر میں رہ سکیں۔ تاہم اُن کو یہ بھی اجازت نہیں دے سکتے کہ قطعی طور سے ایکدوسرے سے قطع کر کے نیا تعلق قائم کر لیں۔ واقعات کی رُو سے وہ تعلق قائم نہیں رہ سکتا۔ مگر ابھی جذبات چونکہ ایک غلط تعلیم کے جُوئے کے ماتحت تھے۔ اسلیئے ایک ایسی صورت پیدا کر دیگئی جو کچھ رعایت واقعات کی کرے اور کچھ رعایت جذبات کی۔ مگر درحقیقت یہ صورت فطرت انسانی کے تقاضوں سے اِس قدر بعید واقع ہوئی تھی کہ اُسکو قرار نہ رہ سکتا تھا +

موجودہ جنگ عالم نے جہاں اسلام کے بڑے بڑے اصُول کی صداقت کے سامنے بڑے بڑے متکبّروں کی گردنیں جُھکا دی ہیں۔ مرد اور عورت کے تعلّقات کو بھی واقعات کی روشنی میں دیکھنے کے لئے مجبور کر دیا ہے۔ اور قانونی علیحدگی کو جو صورت اُوپر مذکور ہُوئی ہے۔ اسکی بیہودگی اب عقلمندوں پر خود بخود روشن ہوتی چلی جاتی ہے۔ قانونی علیحدگی کے اصُول کو اختیار کیئے ابھی بیس سال کا عرصہ ہی گذرا ہے۔ مگر اس قلیل عرصہ میں یہ اصُول اس قدر مقبول ہؤا ہے۔ کہ اس وقت صرف جزائر برطانیہ کے اندر دس لاکھ انسان ایسے ہیں جو اس نئے قانون سے فائدہ اُٹھا کر نکاح کے تعلق سے اس حد تک آزادی حاصل کر چکے ہیں۔ کہ میاں بی بی کے تعلّقات عملاً اُن میں باقی نہیں رہے مگر قانون کی نظر میں اِس حد تک وہ پابند بھی ہیں کہ وہ اب بھی مرد و عورت ہی سمجھے جائیں اور اس لیئے نئے تعلّقات نہ ایک فریق جائز طور پر پیدا کر سکتا ہے نہ دوسرا فریق +

یہ دس لاکھ مرد و زن فطرتِ انسانی کے طبعی تقاضوں سے مجبور ہو کر کس قدر رذیل اخلاق کو سوسائٹی میں مروّج کرنے کا موجب ہو رہے ہونگے۔ یہ سوال اب بھی ظاہر پرست آنکھوں

اسلامک ریویو انگریزی بابت ستمبر ۱۹۱۷ء کے ساتھ شائع ہو گیا ہے۔ جو صاحب اس نمونہ کو دیکھنا چاہیں رسالہ مذکور منگوا کر دیکھ سکتے ہیں +

قرآن کریم کیوں دُنیا کی آخری کتاب ہے؟ اسلیئے کہ اسکی تعلیم اقتضائے فطرت انسانی اور واقعات حقہ کے مُطابق ہے۔ اور آخر عقلمند انسانوں کو اسکی طرف رجوع کرنا پڑیگا۔ اس تعلیم کی قبولیت میں سینکڑوں برس لگ جائیں یا ہزاروں۔ دُنیا کی تاریخ میں ہزاروں سال بھی ایک دن کی طرح ہیں۔ خُدا کی یہ پاک کتاب فرماتی ہے۔ اِنّ یوماً عند ربّک کالف سنة مما تعدّون ان ہزاروں سالوں کی کچھ وقعت نہ سمجھو یہ تو ایک دن کی طرح ہیں جو آیا اور گذر گیا۔ مادی علوم کو دُنیا میں ترقی کرتے کتنا زمانہ لگا۔ اور کس قدر اُن کی مخالفت ہوئی علوم مذہب اور اصولِ اخلاق تو اُن سے بدرجہا بڑھ کر لطیف ہیں۔ اسلیئے اگر اسلام کی ساری صداقتوں کو دُنیا آج قبول نہیں کرتی۔ تو یہ ایک مُسلم کے لیئے جس کی نظر کے دائرہ کو اللہ تعالےٰ نے آخرت تک وسیع کر دیا ہے۔ یہ کوئی مایُوسی کی بات نہیں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا ان تیرہ سَو سالوں میں دُنیا نے۔ ہاں سمجھدار دُنیا نے اسلام کی اُن بہت سی باتوں کو جن کو پہلے قابل اعتراض ٹھیرایا تھا قبول کر لیا ہے یا نہیں +

آئے دن ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی اصُولِ اِسلامی جس پر پہلے دُنیا کو اعتراض تھا آخر مانا جانے لگا۔ اور اسی میں دُنیا کی نجات سمجھی گئی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ صرف یہی کہ اسلام کی تعلیم جذبات پر مبنی نہیں بلکہ واقعات پر مبنی ہے۔ اور جذبات اِنسان پر غالب آکر اگر ایک وقت کیلیئے اسکو واقعات کی طرف سے بالکل لاپرواہی کر دیں۔ مگر واقعات آخر اپنے آپ کو منوا لیتے ہیں مثلاً عیسائیت کا یہ مسئلہ کہ نکاح ایک ایسا تعلق ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور اسلیئے طلاق کوئی شئے نہیں بظاہر بڑا دلخوش کن تھا۔ مگر آخر واقعات نے عیسائی دُنیا کا سر اپنے سامنے جھکوا کر چھوڑا۔ اور مسئلہ طلاق اسلامی جس پر ایک مدت تک اعتراض ہوتے رہے ایک نہ ایک رنگ میں ہر ایک عیسائی مُلک میں مروّج ہوا حالانکہ وہ انجیل کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علے رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا محررئہ لنڈن

جلد ۱۳ ــــــ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۷ء ــــــ نمبر ۱۰

شذرات

مژدہ الحمد للہ کہ انگریزی ترجمۃ القرآن ولایت میں شائع ہوگیا۔اور ہندوستان میں بھی بہت جلد پہنچ جائیگا۔اسکی کئی سو کاپیاں کوئی ڈیڑھ ماہ سے انگلستان سے روانہ ہوچکی ہیں۔اور اُمید ہے کہ جب تک یہ رسالہ قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچا ہوگا وہ کاپیاں لاہور پہنچ چکی ہونگی۔بوجہ مشکلاتِ جنگ تھوڑی تھوڑی کاپیاں اقساط میں آتی رہینگی۔اسلیئے جو صاحب اسکی خریداری کے شائق ہوں وہ بہت جلد اپنی درخواستیں بنام سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور بھیجدیں۔دو قسم کی کاپیاں ہیں۔ایک اعلیٰ درجہ کے انڈیا پیپر پر اور چمڑے کی جلد جس کی قیمت پندرہ روپے ہے۔اور دوسرے معمولی کاغذ جس کی قیمت دس روپے ہے محصولڈاک علاوہ ہے۔درخواست میں وضاحت ہونی چاہئے۔انڈیا پیپر کا نمونہ رسالہ

بلادِ غربیہ میں اسلام کا مشعل بردار

اسلامک ریویو مجریہ لندن قیمت سالانہ للعہ

اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام قیمت سالانہ سے ایڈیٹر خواجہ کمال الدین و مولوی صدر الدین صاحبان مُسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی مُعرّف کرانے کا محتاج نہیں صرف ہم برادرانِ اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ اس وقت اسی کے منافع پر انگلستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں۔ اس کا ہر ایک خریدار گویا بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔ اگر برادرانِ ملت کوشش کر کے انگریزی رسالہ کے پانچ ہزار اور اُردو کے دس ہزار خریدار پیدا کر دیں تو ان کا منافع ہمارے ووکنگ اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلادِ غربیہ میں مُفت تقسیم ہو۔ اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں پانچ روپے سالانہ بھیجے تو ہم اُن کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یُورپ میں مفت تقسیم کر دینگے۔ کیا ملت بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں نہیں؟

دوستو اُٹھو! جاگو!! وقت کو غنیمت سمجھو!!! اسلامک ریویو ہی ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہؤا ہے۔ اور بفضلہ تعالیٰ اس نے اپنی عزت کو یُورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے اس کو مضبُوط کرنے کی کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ سے اجر جزیل پاؤگے + والسلام

نوٹ:- نمونہ ۲ر کے ٹکٹ آنے پر مفت رسالہ خدمت کیا جائیگا۔ کل درخواستہائے خریداری بتبدیل پتہ آنی چاہئیں +

المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت اسلام۔ عزیز منزل لاہور

لندن میں جلسۂ میلاد النبی (صلعم)

قیمت ۳ر

اس کتاب میں اس مقدس جلسہ کی مفصل روئداد ہے۔ جو زیر سرپرستی سنٹرل اسلامک سوسائٹی مورخہ ۶ جنوری ۱۹۱۶ء کو سیسل ہوٹل میں بتقریب ولادت آنحضرت منعقد ہؤا۔ دیگر مشاہیر قوم و پریزیڈنشل تقریر کے ایک انگریز قابل مصنفہ کی ایک زبردست تقریر آنحضرت صلعم کے خلق عظیم کے متعلق نہایت ہی قابل مطالعہ ہے۔ ہمارے ناظرین کرام ضرور اس کتاب کی متعدد کاپیاں خرید فرما کر مسلم [illegible] میں تقسیم فرمائیں +

المشتہر

منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو

عزیز منزل - احمدیہ بلڈنگس لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولئک ہم المفلحون

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری و مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپے

اس سے بڑھکر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ۱/۳ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد ۳ | بابت ماہ ۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۰

فہرست مضامین

۱۔ شذرات ۴۳۳
۲۔ مسجد ووکنگ میں عید الفطر کی نماز ۴۴۰
۳۔ غلامی (از قدوائی) ۴۴۴
۴۔ رمضان ۴۵۲
۵۔ بعد الموت (از پروفیسر نور الدین سٹیفن) ۴۵۹
۶۔ معجزات ۴۷۰
۷۔ عیسائی علم دینیات کی تصویر قبل از بعثت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم از جیمز پارکنسن ۴۷۵

یونین سٹیم پریس لاہور میں بدرگاہ اللہ الحمید دیوان پرنٹر کے اہتمام سے چھپوا کر مرزا یعقوب بیگ آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

مروارید ثلاثہ

یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں

یہ سہ سہ کتب مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ہیں
جو تین خاص مضامین پر نایاب اور بیمثل کتابیں ہیں۔ جو
بہ تفصیل ذیل درج ہیں۔ آپکے مطالعہ کے قابل ہیں +

براہین مشرقیہ حصہ اول (معروف بہ زندہ و کامل الہام)
قیمت ۱۲ار۔ اسمیں دکھایا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور
ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب تمدن کے کامل
قوانین موجود ہیں اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث
میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر
کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے +

ام الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان) قیمت ۱۲ار
یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے
اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے
اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے
اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں۔ اور
ابتداء سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے
یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے +

اسوۂ حسنہ (معروف بہ زندہ و کامل نبی) قیمت ۸/
اس میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل
پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے
اس کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا
کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل
نبی ہو سکتا ہے تو آپ کی ذات پاک ہی ہے +

نوٹ۔ محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا +

خطبات غریبہ

فی خطبہ (۱۳؍) اردو محصولڈاک بذمہ خریدار
خطبات چھپ کر تیار ہیں۔ کاغذ کی قلت کی وجہ سے
بہت ہی قلیل تعداد میں چھپوائے گئے ہیں۔ جو
ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہے ہیں۔ احباب فرمائش میں عجلت
سے کام لیں ورنہ بعد میں مایوس ہونا پڑیگا +

مصنفہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے۔ ایل ایل بی
مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو۔ مجریہ ووکنگ انگلینڈ
یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے
اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرف
کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرنے کیلئے انگلستان
فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر خطبے لیکچر اور
تقریروں کی شکل میں دیئے۔ اسکے پڑھنے سے ہر ایک شخص
نہ صرف اسلام کی خوبیوں اور اس کے اصولوں سے ہی واقف
ہو جاتا ہے۔ بلکہ دیگر مذاہب کے مقابل اسے اسلام کی فضیلت
کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ ان خطبوں میں سے خطبات ہم نے
بعض احباب کی بار بار فرمائش پر اردو میں ترجمہ کرائے ہیں
ان خطبات کے مضامین کے لحاظ سے انہیں چھ جلدوں
میں حسب ذیل ترتیب دیا ہے :-

(۱) سلسلہ خطبات غریبہ ۱ موسوم منبر ووکنگ کے ابتدائی خطبات
(۲) " " ۲ " توحید۔ دعا۔ تصوف
(۳) " " ۳ " خطبات عیدین
(۴) " " ۴ " دہریوں اور ملحدین کو خطاب
(۵) " " ۵ " اسلام اور دیگر مذاہب
(۶) " " ۶ " حقوق نسوان

نوٹ۔ چھ خطبات کے مکمل سٹ کے خریدار
سے [illegible]

المشتہر خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور

نہ تھے۔ بلکہ آپ سچے دل سے ایسے حقیر امتیازات کو لاپروائی کی نظر سے دیکھتے تھے آپکے کپڑے بعض وقت اُون کے بنے ہوئے بعض وقت یمن کے دھاری دار سُوتی کپڑوں کے اور بیشتر اُن میں پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے۔ پرائیویٹ معاملات میں آپ انصاف پسند تھے۔ آپ دوستوں اور اجنبیوں دولتمندوں اور غربا طاقتوروں اور کمزوروں سے عدل کا سلوک کرتے تھے۔ اور عام لوگ آپ کو محبوب رکھتے تھے۔ اسلیئے کہ آپ اُن سے نہایت مہربانی سے پیش آتے۔ اور اُن کی شکایات کو سُنتے تھے۔ آپ کی جنگی فتوحات نے آپ میں کوئی فخر اور کوئی نمود پیدا نہیں کیا۔ جیسا کہ ان کا یہ نتیجہ لازمی تھا اگر وہ خودغرضی پر مبنی ہوتیں۔ ایسی اعلےٰ سے اعلےٰ طاقت کے زمانہ میں آپکے اخلاق و اطوار اور ظاہری شکل وصورت میں وہی سادگی پائی جاتی تھی۔ جیسے کہ آپ کی سخت سے سخت تکلیف اور بیکسی کے دنوں میں۔ شاہانہ شان و شوکت کو اختیار کرنا تو ایک طرف رہا۔ آپ اس بات پر بھی ناراض ہوتے کہ آپکے کمرہ میں یا کسی مجلس میں آنے میں تو کسی غیر معمولی عزت کی علامت کا اظہار کیا جائے۔ اس دُنیوی حکومت کے متعلق جس نے آپکے ہاتھوں میں نشوونما پائی۔ اگر مذہب کی عالمگیر حکومت آپکے مدنظر تھی تو دوسری طرف جس طرح آپنے اسے بغیر نمود کے استعمال کیا۔ اسی طرح اپنے خاندان میں اسکو جاری رکھنے کی کوئی تدبیر آپ نے کبھی نہیں کی +

اسلام کے دشمن آئیں اور بتائیں کہ وہ آنحضرت صلعم کے متعلق انکے کیا خیالات ہیں جب ان امور متذکرہ بالا کے ساتھ انکو یہ بھی مدنظر رہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کیسی سختی کے ساتھ سادہ تھی کس طرح آپ محض جو اور کھجوروں پر گذارہ کرلیا کرتے تھے حالانکہ آپ عمدہ بہتر سے بہتر سامان زندگی اپنے لیئے فراہم کرسکتے تھے کس طرح پر اپنی فتوحات میں آپنے حکم دے رکھا تھا کہ جو مائیں قید ہوکر آئیں اُنہیں اپنے بچوں سے علیحدہ نہ کیا جائے اور کس طرح آپنے اعلان عام کردیا کہ جس شخص کو کوئی تکلیف آپکے ہاتھ سے پہنچی ہو وہ اس کا قصاص آپ سے لے لے۔ حتےٰ کہ بستر مرگ پر بھی آپنے اسی بات پر اپنی رضامندی ظاہر کی +

* آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم کی زندگی کی یہ ایک نمایاں خصوصیت ہے کہ آپنے بادشاہت اور حکومت کے وقت ایک دن بھی اپنی پہلی زندگی کی عادت میں فرق نہ آنے دیا۔ اور بیت المال پر آپ کا پورا اختیار ہوتے ہوئے آپنے روپیہ اور مال کو اپنے پاس تو کیا اپنی ازواج مطہرات کے پاس تک نہیں آنے دیا۔ آپ کو دُنیا میں وہ ممتاز حیثیت دیتی ہے جس کی دوسری نظیر اس عالم کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ ایک شخص بادشاہت کو چھوڑ کر فقیر ہوجائے اور درویشانہ زندگی اختیار کرلے اسکی نظیریں تو دنیا میں مل جائیں مگر بادشاہت بھی کرے اور پھر درویش ہو۔ اور بادشاہت کے مال و دولت اسکی شان و شوکت سے اسکا قلب ایک ذرہ بھر بھی متاثر نہ ہو۔ یہ ایک بےنظیر واقعہ آپ کی زندگی کا ہے جس کی مثال کیلیئے تاریخ عالم کو تلاش کرنا عبث ورق گردانی ہے۔ اور جس طرح بادشاہت کی حالت میں فقیری آپ کی زندگی کا واقعہ ہے اسیطرح پر فقیری کی حالت میں شاہانہ استغنا آپ کی زندگی کا ایک بےنظیر واقعہ ہے مگر یہاں اسکی تفصیل کی گنجائش نہیں۔ (ایڈیٹر)

اور قربانی سکھائی۔ کلیسیا تفرقہ اور خود نمائی سکھاتی ہے۔ اگر حضرت مسیح آج زمین پر پھر آسکتے تو وہ عیسائی اقوام کو کبھی اپنا پیرو نہ مان سکتے۔ آپ کی تعلیم اس قدر محرّف و مُبدّل ہو گئی ہے کہ آپ اسے ردّ ہی کرتے۔ اسلام ہی درحقیقت وہ مذہب تھا۔ جو حضرت مسیح اور تمام انبیائے علیہم السلام نے سکھایا۔ اور آج ہم سب محقّقین کو دعوت دیتے ہیں۔ کہ وہ تعصب سے خالی ہو کر اسلام پر غور کریں مُسلمانوں کے ساتھ دوستانہ بحث کریں۔ اسلام کی کتابیں پڑھیں اور مذہب کے معاملہ میں اسی عقل سے کام لیں۔ جس سے وہ اپنے کاروبار میں کام لیتے ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ بہترین انسان وہ ہے جس سے انسانوں کو بہت نفع پہنچتا ہے۔ اور پھر فرمایا ہے۔ کہ کوئی شخص ایمان نہیں لاتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیئے وہی بات نہ چاہے جو اپنے لیئے چاہتا ہے۔ اسلامی ترقی کے لیئے روشنی کا منارہ ہے اس نے دُنیا کو صحیح تعلیم دی۔ جب عیسائیت اُسے توہم پرستی کی تاریکی کی طرف کھینچ رہی تھی۔ یہ تمام لوگوں کو رنگ اور قوم کے تفرقہ کو نظرانداز کر کے نجات کی اُمید دیتا ہے۔ یہ بُت پرستی شراب خوری۔ ناپاکی۔ زناکاری اور بازاری پیشہ کو روکتا ہے۔ مگر عیسائیت اس کے روکنے میں ناکام ثابت ہوئی ہے۔ اسلیئے یُورپ آج دو ہزار سال عیسائیت پر گذر چکے ہیں۔ ان بُرائیوں کا علاج قانون بنا کر کرنا چاہتا ہے۔ یہی امر اسکی ناکامی پر کافی شہادت ہے +

واشنگٹن ارونگ

کے خیالات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مُتعلق

(از خورشید انور بی۔ اے)

اپنی کتاب محمد (صلعم) اور اُنکے جانشین ۔ واشنگٹن ارونگ آنحضرت صلعم کی یہاں کا تصور کھینچتا ہے:

"آپ خوراک کے معاملہ میں بہت سادہ اور پرہیزگار تھے۔ اور روزوں کے بڑے پابند تھے۔ آپ کبھی فاخرہ لباس زیب تن کرتے تھے جو ہلکے لوگ نمائش کیلیئے کرلیتے ہیں۔ اور لباس کی سادگی آپ میں بے تکلف

کی شکل میں مصلوب ہؤا تو ہم نجات پا جائینگے۔ اسکی تعلیم ہے کہ بس نجات کا صرف یہی ایک دروازہ ہے یہ کسقدر تنگدلی ہے! کس طرح اسے یہ جرأت ہے کہ لوگوں کو کہے کہ اپنی عقل کو جواب دیکر چند مذہبی آدمیوں کی ایک کونسل کے فیصلہ کے سامنے سر جھکا دے جنہوں نے عیسائیت کے عقیدہ کو انیس صدیوں سے خونریزی اور قتل اور شدت کے ساتھ پختہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور ایک ایسی مذہبی تکلیف دہی کی بنیاد رکھی جس نے ملکوں کو جنہوں نے پیش کردہ عقیدہ سے ایک بال کے برابر بھی انحراف کرنا چاہا موت کا پیالہ پلایا ہے۔

عیسائیت نسلِ انسانی کو روحانی اور اخلاقی طور پر بلند مقام پر پہنچانے پر ناکام ہوئی ہے اور یہ انسانی خوشی کے سوال کا منطقی جواب ہے۔ عیسائیت چار سو نوے سے زیادہ یعنی قریباً پانچسو فرقوں میں تقسیم شدہ ہے! اور یہ دیکھنے والے کیلئے ایک افسوسناک منظر ہے کہ کسطرح ایک غلط راہ پر پڑ کر باہم لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ اور اگر طاقت ہوتی تو اب بھی انسانوں کو اختلاف رائے کیلئے جلایا جاتا جیسا پہلے جلایا جاتا تھا۔ دو ہزار سال تک اسے موقع دیا گیا کہ زمین کو خوشنما بنائے۔ نسل انسانی کو حقیقی طور پر مہذب بنائے۔ دنیا میں خوشی اور امن لائے مگر یہ بہت بری طرح اور بالکل ناکام ہوئی ہے۔ یہ ترازو میں تولی گئی! اور ناقص پائی گئی ہے۔ دنیا کی سخت ترین مصائب کے وقت ایسے پاس سے گذر گئی ہے جس طرح لاوی مصیبت زدہ انسان کے پاس سے گذر گیا تھا۔ حضرت مسیح جو خدا کے ایک نبی تھے انہوں نے تمثیل میں عیسائیت کی اس حالت کا نقشہ کھینچ دیا۔ اور یہ پیشگوئی کر دی۔ کہ ایسی مصیبت کی حالت میں نسل انسانی کو مدد ایک ایسی قوم کی طرف سے پہنچیگی جسے کاہن اور لاوی یہودی اور عیسائی دائرہ سے باہر سمجھتے اور رد کردہ خیال کرتے ہیں۔ سامری نے زخموں پر مرہم پٹی کی بیمار کی جہانتک ممکن تھا مدد کی اور اسکی جان کو بچا لیا۔ یہ سامری اسلام ہے جو صلح اور امن کا مذہب ہے۔ اس کا پاک پیغام ساری نسل انسانی کے نام یکساں ہے۔ یہ مصیبت زدہ نسل انسانی کی مصیبت کے اصل وجوہات پر غور کرتا ہے! اور اسکی مصیبت کے موجبات کا علاج کرتا ہے۔ یہ جبر کی تعلیم نہیں دیتا۔ اور نہ کسی قوم کو اپنے دائرہ سے خارج کرتا ہے۔ یہ نجات کا مدار اعمال صالحہ کو ٹھیراتا ہے۔ نہ اس یا اُس عقیدہ کے صرف مان لینے کو۔ اگر ہمارے اعمال میں صلاحیت ہوتی تو یہ عظیم الشان جنگ نہ ہوئی ہوتی۔ مگر مسیحیت یورپ کا سرکاری مذہب تھا مسیح کی مسیحیت نہیں بلکہ کلیسیا کی مسیحیت جو بالکل الگ چیز ہے۔ حضرت مسیح نے اخوت

وہ شخص جو ڈاکوؤں میں پڑا وہ آج دُنیا کی مثال ہے۔ وہ اس نسل انسانی کے قائم مقام ہے جو امن اور خوشی کی حالت سے نکل گئی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو مار رہے ہیں۔ اور اس طرح پر ان کی حالت اس شخص کی ہے جو ڈاکوؤں کے ہاتھ سے زخمی اور ادھموا ہو گیا ہو۔ اسکی مدد کس طرح ہو سکتی ہے؟ رُوحانی اور اخلاقی رنگ میں دُنیا آرام اور مدد کی محتاج ہے۔ اور اس احتیاج میں تمام قومیں خواہ کسی مذہب یا رنگ یا مُلک کی ہوں شامل ہیں۔ مذہب کیا راہ دکھاتا ہے۔ اور تمثیل کو دیکھیں +

اوّل ایک کاہن اس تکلیف رسیدہ شخص کو دیکھتا ہے۔ اور دیکھ کر آگے گُذر جاتا ہے کاہن یہُودی مذہب کا قائم مقام ہے۔ جو صرف ایک قوم تک محدُود ہے ساری دُنیا کے لیئے اُس کے پاس نہ کوئی پیغام ہے اور نہ مدد۔ وہ اپنے آپ کو برگزیدہ قوم کے نام سے موسُوم کر کے نسل انسانی کی رُوحانی روشنی کی مانگ کی طرف سے غافل ہیں اور اپنے عقائد میں جکڑے ہوئے ہیں۔ دُنیا یہُودی مذہب سے کچھ حاصل نہیں کر سکتی +

اسکے بعد لاوی گُذرتا ہے۔ لاوی عیسائیت کے قائم مقام ہے۔ یہ مذہب جس نے ظاہر خوشنما نشانات بنائے ہُوئے ہیں۔ اور چند خیالات کے اندر جکڑا ہوُا ہے نسل انسانی کی حالت پر غور نہیں کرتا۔ اور کسی کو بہشت میں جانے کے قابل نہیں سمجھتا سوائے اُس کے جو عیسائی ہو یہ دُنیا میں یہ وعظ کرتا پھرتا ہے۔ کہ ساری بیماریوں کی تریاق اُس کے عقائد کے قبُول کرنے میں ہے اسبات پر ایمان لے آؤ تم نجات پا جاؤ گے۔ یہ ایک خوشنما مجموعۂ مُغلقات ہے۔ مگر اسمیں قوت فعلی کو عمل میں لانیوالی کوئی چیز نہیں + اس میں "کچھ کرو" کی رُوح نہیں۔ مگر صرف "کچھ مان لو" کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص بالفرض اسبات کو مان لے کہ چاند پنیر ہے تو ایک معمُولی آدمی اُسکو بیوقوف سمجھ کر اس پر ہنسیگا۔ اگر ایک شخص ایک بڑے عظیم الشان محل کے متعلق یہ یقین دلائے۔ کہ اسمیں ایک ہی راستہ ایک خاص دروازہ میں سے ہے۔ مگر اندر دیکھنے والے کو دوسرے راستے بھی نظر آتے ہوں۔ تو ہم اسکے بیان کی پروا نہیں کرینگے بلکہ اپنی عقل کو کام میں لائیں گے یہی اصل ہے یعنی عقل سے کام لینا اسکے بغیر ہم ایک اندھے کی طرح ہیں عیسائیت ہم کو سکھاتی ہے کہ تین ایک ہیں اور ایک تین ہے۔ اور کہ اگر ہم اسبات کو مان لیں کہ خدا انسان

عیسائیت کو جب غور کی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ عیسائی اقوام کی موجودہ ترقی اصول عیسائیت پر عمل کرنے کا نتیجہ نہیں بلکہ ان اصول کو ترک کرنے کا نتیجہ ہے۔ دوسری طرف واقعات ان نتائج کے مؤید ہیں یعنی اسلام کی ترقی کے ساتھ تہذیب و تعلیم کی ترقی۔ اور عیسائیت کی ترقی کے ساتھ تہذیب کا تنزل۔ اسلئے چونکہ عملاً عیسائی دُنیا اب بھی اصول اسلام کی پیرو ہے نہ اصول عیسائیت کی۔ یہ یقینی امر ہے کہ اسلام کے اصول آخر کار دُنیا پر غالب ہوں اسلام علی الاعلان کثیر حصہ مہذب اقوام کو اپنا گرویدہ بنا لے +

نیک سامری

(از خالد سیلڈریک)

ہر شخص نیک سامری کی تمثیل سے واقف ہے لیکن کتنے تھوڑے ہیں جنہوں نے لوقا کے دسویں باب کے ۳۰ سے ۳۷ تک آیات کو پڑھا ہو گا۔ اور یسوع مسیح کے الفاظ کے حقیقی معنے کو سمجھنے کی کوشش کی ہو گی۔ یہ خوبصورت کہانی ایک سوال کے جواب میں بیان کی گئی ہے جو حضرت مسیح پر کیا گیا تھا کہ میرا پڑوسی کون ہے؟ اور اس فقرہ کے اس طریق عمل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جو اس شخص کے متعلق برتنا چاہئیے جس کی حالت امداد اور مہربانی کی مقتضی ہے۔

ایک شخص سفر کی حالت میں تھا کہ اس پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔ جو اسے زخمی اور گھائل کر کے ادھمؤا چھوڑ گئے۔ جب وہ اس حال میں تھا۔ تو اس راستہ سے پہلے ایک کاہن گذرا۔ اس کے بعد ایک لاوی آیا۔ اور یہ دونوں صرف اُسکو دیکھ کر ایک کنارہ ہو کر گذر گئے۔ آخر کار ایک اور شخص آیا۔ جو سامری تھا جسے بنی اسرائیل کی برادری سے خارج سمجھا جاتا تھا۔ اور گو وہ ایک خدا کی عبادت کرتا تھا لیکن چونکہ وہ شریعت موسیٰ کی بعض باتوں پر عمل نہ کرتا تھا اسلئے اسے اجنبی کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ اس نے کیا کیا؟ اس نے باوجود اجنبی ہونے کے اس بدقسمت انسان پر رحم کھایا جو زخمی پڑا تھا۔ اس کے زخموں کو باندھا اسکو اپنے گدھے پر سوار کیا۔ اسکو ایک سرائے میں لے گیا۔ اسکی خبر گیری کی۔ اس کے اخراجات کو ادا کیا۔ اور اور جو اخراجات ہوں ان کو ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ آؤ اس پر غور کریں +

تنزل اور علم و تہذیب کی ترقی۔ اور عیسائیت کی ترقی کے ساتھ پہلی تہذیب کا بھی انحطاط شروع ہو جاتا اور بالآخر اُس کا بالکل تباہ ہو جاتا۔ اسلام نے علوم اور سائنس کو جو ترقی دی وہ بھی ایک نمایاں واقعہ اُس کی ترقی کے نتائج میں سے ہے۔ اسلام نے عیسائیت کی طرح کسی راز سربستہ کی تعلیم نہیں دی جس کو سمجھنے سے انسان کی عقل عاجز ہو۔ بلکہ اُس نے بار بار عقل انسانی کو اپیل کی ہے۔ اور اِس طرح پر گویا انسان کو بتایا ہے کہ اُس کا سب سے پہلا فرض ہے کہ اپنی قوت عقلی سے کام لے۔ پھر اسلام کی نظر تمام معاملات کی تہ تک پہنچتی ہے۔ کوئی چیز جو فی الحقیقت نقصان دہ ہو محض اپنی ظاہری خوشنمائی کی وجہ سے اسلام کو اپنا گرویدہ نہیں بنا سکی۔ نہ ہی مفید بات۔ اسلیئے کہ سطحی نگاہ کو اس میں کچھ نقص نظر آتا تھا۔ اسلام کی نگاہ میں قابل نفرت ہوئی۔ اُس نے چیزوں کی ظاہر صورت پر دھوکا نہیں کھایا۔ بلکہ اُن کی اندرونی حالت اور ان کے حقیقی فائدہ یا نقصان کے لحاظ سے اُن کو اچھا یا بُرا کہا۔ اور ہر ایک امر کی تہ تک پہنچ کر حکمت اور فلسفۂ اشیاء کا سچا سبق اپنے پیرووں کو سکھایا۔ شراب ایک وقت کے لیئے طبیعت میں سرور پیدا کرتی اور اسلیئے ظاہر بینوں کو اچھی لگتی ہے قمار بازی تفریح کی صورت میں سامنے آکر انسان کو دھوکا دیتی ہے۔ مگر اسلام کے پُرحکمت مذہب نے ظاہری نمائش پر دھوکا نہیں کھایا اور صاف طور پر کہہ دیا اثمهما اکبر من نفعهما۔ کچھ فائدے لوگوں کو ان کے اندر نظر آتے ہیں مگر اُن کا تحقیقی نقصان ان ظاہری فوائد سے بہت بڑھ کر ہے۔ اسلیئے ایک مسلمان کو نہ چاہیئے۔ کہ ان چیزوں کے قریب جائے کیسی پُرحکمت کلام ہے۔ طلاق ان لوگوں کے نزدیک کیسی معیوب ہے جو سمجھتے ہیں کہ عقد نکاح کبھی کھل ہی نہیں سکتا۔ اسلام نے اُسے ابغض الحلال الی اللہ بھی کہا۔ مگر اسکی تہ تک بھی پہنچا۔ اور یہ جان کر کہ نسل انسانی کو جب تک اس زمین پر آباد ہے اسکے بغیر چارہ نہیں۔ اور کہ بعض اوقات ایک تعلق ایسا مضر ہو جاتا ہے کہ طلاق ہی اس کا بہترین علاج ہے۔ طلاق کی اجازت بھی دی۔ +

الغرض اصول اسلام پر ایک تحقیقی نگاہ ڈالنے سے یہ معلوم ہو گا کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت تنزل اصول اسلام میں کسی نقص کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ ان اصول کو جو ان کی دینی و دنیوی فلاح کا موجب تھے ترک کرنے کا یا بعض امور کو ناجائز استعمال کا نتیجہ ہے۔ اور اسی طرح پر اصول

کہ نجات درحقیقت اسی میں ہے کہ انسان اپنا بوجھ خود اُٹھانے کو تیار ہو جائے +

اگر قرآن کریم کی تعلیم پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اعمال صالحہ پر اُسنے بہت ہی زور دیا ہے یہانتک کہ کسی کامیابی کو صرف ایمان سے وابستہ نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ امنوا وعملوا الصلحٰت کہہ کر یہ بتا دیا ہے کہ عمل سے ہی نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ علاوہ اس کے ایک مقام پر کھلے الفاظ میں سعی اور محنت کے ساتھ نتائج کے وابستہ ہونے کا اصول بیان فرمایا ہے۔ جہاں فرمایا

ان لیس للانسان الا ما سعی وان سعیه سوف یریٰ (النجم)

انسان کے لئے کچھ نہیں مگر وہی جو وہ کوشش کرے۔ اور اسکی سعی جلد دیکھ لیجائیگی یعنی سعی کا پھل بھی وہ ضرور پالیگا۔ پس جب یہ تعلیم دلوں میں راسخ ہوگئی۔ کہ سعی کے سوائے کچھ نتیجہ نہیں ملیگا اور سعی اور محنت کبھی ضائع نہیں ہوگی۔ تو اس کا لازمی نتیجہ تھا۔ کہ اسلامی سوسائٹی میں قوت عمل پورا زور پکڑتی۔ اور ایسا ہی ہؤا کہ جب تک یہ مقدس الفاظ مسلمانوں کے مد نظر رہے۔ یہ دُنیا کی قوموں کے سر پر رہے۔ اور اُن کے ہادی اور رہبر ہوئے لیکن جب اس بُنیادی اصُول کو چھوڑ دیا۔ اور قوت عمل کو بیکار کر دیا۔ تو نتیجہ یہ ہؤا کہ انھوں نے اپنا اعلیٰ مقام بھی کھو دیا۔ اور قرآن کریم کے اصُول سے لاپروائی نے اُن کو قعر تنزّل میں گرا دیا۔ جس میں وہ اس وقت تک پڑے رہینگے۔ جب تک کہ سعی اور محنت کو اپنی زندگی کا اصول نہ بنائیں گے جس طرح ابتدائی زمانہ کے مسلمانوں نے اُسے بنایا +

اسلام اور عیسائیت کے اصُول میں فرق تو کُھلا کُھلا نظر آجاتا ہے عیسائی اقوام کو کہو کہ وہ اصُول عیسائیت کے مطابق اپنے عمل کو کریں۔ آج اُن کی تہذیب اور دُنیوی ترقی کا خاتمہ ہو جائیگا مسلمان اقوام کو کہو کہ آج وہ اسلام کے اصُول کے مطابق اپنا عمل بنائیں اور وہ پھر قوموں میں اسی مقام عروج پر ہونگے جس پر پہلے تھے۔ یہ صرف دلخوش کرنے کیلئے لفظ نہیں کیونکہ ہم نے واقعات کی بنا پر یہ ثابت کیا ہے۔ کہ اسلام کے بُنیادی اصُول بالذات ترقی کے اصُول ہیں۔ اور عیسائیت کے بُنیادی اصُول بالذات تنزّل کے اصُول ہیں۔ اگر یہ امر واقعہ نہ ہو مانو ان دو مذہبوں کی ترقی کے ساتھ ایسے کُھلے کُھلے واقعات ایک دوسرے کے بالکل مخالف ظہور پذیر نہ ہو سکتے تھے یعنی اسلام کی ترقی کے ساتھ دُنیا سے جہالت اور وحشیانہ پن کا

نتیجہ وہ مادی ترقی ہے جو آج ہم دیکھتے ہیں +

اسلام کے آغاز اور ترقی نے جو حالات دُنیا میں پیدا کیئے وہ بالکل علیحدہ رنگ کے تھے اسکی پیدائش کے وقت ساری دُنیا سخت تاریکی میں مبتلا تھی۔ اور کیا بلحاظ مدنیت اور کیا بلحاظ اخلاق عالم پر گویا ایک موت طاری تھی۔ مگر اسلام کے داخلہ کے ساتھ ہی اس تاریکی کے منظر میں کیا عجیب تغیر نظر آتا ہے۔ کہ جہاں جہاں اسکی روشنی پہنچتی ہے۔ جہالت اور غفلت کی تاریکی کو پاش پاش کرتی چلی جاتی ہے۔ اور علم اور تہذیب اسلام کی ترقی کے دوش بدوش ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہانتک کہ ایک لمبے زمانہ کے بعد قومیں آرام اور راحت کی زندگی کو پاکر جو تہذیب کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس اصلی سبق کو بھول جاتی ہیں جس نے ان کے اندر یہ زندگی اور قوت پیدا کی تھی۔ وہ کونسی چیز تھی۔ جس نے اسلام کی پیدائش کے ساتھ ہی حامیانِ اسلام کے اندر ترقی کا جوش اور ولولہ پیدا کردیا۔ وہ درحقیقت اسلام کا بنیادی اصُول تھا جس نے کفارہ کو باطل ٹھیرایا۔ اور انسان کو بتایا کہ اسکی نجات عمل سے ہے جس شاخ میں قوت عملی سے کام لیا جائیگا۔ وہی شاخ ترقی کریگی۔ اور جس پہلو میں قُوتِ عملی بیکار ہوگی وہ پہلو آخر خود بخود جاتا رہیگا۔ ابتداءً اسے ہی یہ اصُول نہ صرف مُسلمانوں کی عملی زندگی میں کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ جنہوں نے ایک غیر معمولی ہمت اور طاقت سے کام لے کر صدیوں کا کام سالوں میں کر دکھایا۔ بلکہ اگر تعلیم اسلام پر غور کی نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ دراصل اس تعلیم کا بنیادی پتھر عمل ہے۔ اس نے کھول کر بتا دیا۔ کہ ہر ایک انسان کے سر پر اسکی اپنی ذمہ واری ہے۔ اور اسکی ذمہ واری کو دوسرا نہیں لے سکتا۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی میں (یعنی اس اصُول میں کہ کوئی بوجھ اُٹھانیوالا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا) نہ صرف کفارہ کے ہی علی الاعلان تردید کی بلکہ قوم کو ایک شاہراہ بتادی کہ اسکی نجات دینی ہو یا دُنیوی کس طرح حاصل ہوسکتی ہے۔ کوئی شخص اپنی ذمہ واری کسی دوسرے پر ڈالنے کی کوشش نہ کرے۔ بلکہ اگر وہ اپنی نجات چاہتا ہے۔ اگر اپنی قوم کی نجات چاہتا ہے۔ تو اس کا فرض ہے کہ اپنی ذمہ واری کو خود اُٹھائے۔ اسلام اس اصُول کا مخالف ہے۔ کہ ایک کا بوجھ دوسرا اُٹھا کر اسکو نجات دیدیتا ہے۔ اور یہ بتاتا ہے

بہت جلد ٹوپچے ہو جائیں گے۔ نہ ہی افراد قوم اس تعلیم پر عمل کر کے سوسائٹی کے مفید ممبر بن سکتے ہیں۔ "بدی کا مقابلہ مت کرو" کسی خاص موقعہ پر ایک اچھی صلاح ہو سکتی ہے لیکن اگر اسکو بطور قانون کے قبول کیا جائے تو اس کا کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ صرف یہی کہ ایک شخص کی عورت کی عزت پر ناپاک حملہ ہو رہا ہے۔ یا اُس کا دوست قتل کیا جا رہا ہے۔ یا اس کا مال ناجائز طور پر جا رہا ہے۔ اور وہ ان سب مناظر کو بیٹھا ہوا آرام سے دیکھے اور ظالم کی بدی کا مقابلہ نہ کرے۔ ایک جذبہ کے ماتحت انسان اس قسم کے اصول کی زبانی تعریف چاہے کرے۔ کہ یہ بڑی کامل تعلیم ہے مگر یہ ایسی تعلیم ہے کہ کسی قوم کو ترقی اور تہذیب کے معراج پر پہنچانا تو ایک طرف رہا اسکی زندگی کو بھی باقی نہیں رہنے دیگی +

جب انسانی قوتِ عمل کے اثر کو مسئلہ کفارہ نے بیکار کر دیا تحقیق و تنقید عملی کی طاقت کو تثلیث نے معطل کر دیا۔ تو اب جو کچھ ذہانت اور علم ان اصول کے پیروؤں کے اندر رہ گیا اس کا مصرف صرف یہی رہ گیا کہ یسوع مسیح کے اس عظیم الشان کارنامہ کی مدح سرائی کی جائے جس کے متعلق یوں ہی خیال کر لیا گیا کہ اس سے نسل انسانی کو نجات مل گئی۔ عیسائی سوسائٹی کے لئے بس یہی ایک علم اور یہی ایک مشغلہ رہ گیا۔ اور اسی پر ساری توجہ اور سارا زور صرف ہونے لگا۔ ایک ایماندار عیسائی کے قلب کا یہ احساس کہ مسیح میرے گناہوں کو لے گیا ہے خواہ نفس الواقع وہ انبار در انبار موجود ہوں لازماً اس کے اندر ایک ایسی راحت پیدا کر دیتا۔ کہ بجائے اپنی کمزوری کی اصلاح کے اسکی ساری توجہ اس کارنامہ کی مدح سرائی پر لگ جاتی جس نے اسکے خیال میں (اگر واقعہ میں اس کا کوئی وجود عالم میں ہوا ہو) ساری دنیا کو ایک ہی دفعہ گناہ سے پاک کر دیا۔ اور یوں عمل کی جگہ ایک جذبہ نے لے لی۔ یہی وجہ تھی کہ جب عیسائیت نے اپنی موجودہ صورت میں سلطنت روما میں اپنا قدم جما لیا تو اُس عظیم الشان تہذیب میں جو روم کے نام سے وابستہ تھی فوراً انحطاط شروع ہو گیا۔ اور آہستہ آہستہ وہ روشنی بالکل بجھ گئی۔ اور یورپ صدیوں تک جہالت اور غفلت کی تاریکی میں پڑا سوتا رہا۔ جس سے اُس نے اس وقت نکلنا شروع کیا۔ اور تب اس میں بیداری کے کچھ آثار پیدا ہوئے۔ جب اسلامی تہذیب نے ایک نئی روشنی دنیا میں پیدا کی۔ اور آخرکار جب کفارہ کے عقیدہ کا عملاً انکار شروع ہو گیا۔ تو عیسائی ممالک کی قوتِ عمل دوبارہ حرکت میں آئی۔ اور اُن کا

میں مروج کردیا۔ کفارہ کا اصول ہے جس کی جتنی کوئی چاہے تشریح کرے۔ مگر اس کا اثر عام طبائع پر لازماً یہ پڑتا ہے۔ کہ ان کا بوجھ کسی اور نے اٹھا لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس خیال کا جو اثر غیر محسوس طور پر طبیعت پر پیدا ہوگا وہ یہی ہوسکتا ہے۔ اور یہی ہوا ہے کہ انسان کی قوت عمل بیکار اور ردی کی طرح ہوجائے۔ کیونکہ جب اس کا بوجھ کسی نے اٹھا لیا تو اب اسکے اندر یہ ولولہ کیونکر پیدا ہو کہ میری بھی دنیا میں کوئی ذمہ واری ہے۔ اور مجھے خود اپنے لئے بلکہ نسل انسانی کے لئے بھی کچھ کرنا ہے۔ جب اس کا ایمان یہ ہوگیا۔ کہ میرا بوجھ دوسرے نے اٹھا لیا اور میری ذمہ واری کوئی باقی نہیں رہی۔ تو اب اس کے اندر قوت عمل کی محرک کونسی چیز ہوسکتی ہے۔ جو کچھ اس نے کرنا تھا وہ اس سے ایک بہتر انسان نے کردیا ہے۔ وہ ایک بوجھ کے اٹھانے کے ناقابل تھا مسیح نے اس کا بوجھ اٹھا لیا بس اب کیا کرنے کی حاجت ہے۔ اس طرح پر کفارہ کے عقیدہ نے انسان کی قوت عمل پر ایک مہلک اثر کیا ہے۔ اور درحقیقت انسان کی تمام قوتوں کو مار دینا چاہا ہے +

پھر تثلیث کے عقدہ لاینحل نے اسی مذہب کے پیروؤں کو پہلے علوم کی طرف سے لاپروا اور بالآخر ترقی علوم کا مخالف کردیا۔ جب وہ اصول جس پر انسان کی نجات کا دارومدار وہی ایسا ہے۔ کہ انسان دور سے اسکی عزت کر چھوڑے۔ اور علم اور تحقیق کی روشنی میں اسے نہ لائے۔ تو اس کا نتیجہ لازماً یہ ہونا چاہیے کہ قوائے عقلی اور تحقیقات کا وہ مادہ آہستہ آہستہ مرنے شروع ہوجائیں۔ کیونکہ ان کے استعمال سے کفر لازم آتا ہے۔ مسیحیت نے سادہ اور عقلی اصول کی تعلیم نہیں دی۔ اور اس کے الوہیت مسیح تثلیث اور کفارہ کے عقدہائے لاینحل نے قوائے عقلی کو ایک سخت صدمہ پہنچایا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ عیسائیت نے سینکڑوں سالوں تک اپنے پیروؤں کو ایک ذہنی تاریکی میں مبتلا رکھا۔ اور یہ اثر آخر اس وقت زائل ہوا۔ جب اسلام کے بلند منارہ پر علم کی طاقتور روشنی نمودار ہوئی۔ علاوہ بریں انجیلی تعلیم کا فلسفہ گو وہ ایک خاص قوم کیلئے اس کی رفتار ترقی میں ایک خاص مرحلہ پر کیسا ہی موزوں کیوں نہ ہو اس قابل نہ تھا کہ اس پر مستقل بنیاد کسی مہذب سوسائٹی کی رکھی جاتی۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ جو سوسائٹی ان اصول کو قبول کرکے ان پر عمل پیرا ہوگی۔ اسکی زندگی کے دن

کے اصُول کی ترقّی کے ساتھ تہذیب میں تنزّل شرُوع ہو جاتا ہے اور اُس کے اصُول کی تنزّل کے ساتھ تہذیب میں ترقّی شرُوع ہو جاتی ہے نہ ہی یہ امر نظر انداز کرنے کے قابل ہے۔ کہ اسلام کی ترقّی کے ساتھ تہذیب اور علوم نے ترقّی حاصل کی۔ اور اسلامی اصُول کے اثر میں کمی نمایاں ہونے کے ساتھ ہی ان لوگوں کی تہذیب اور علوم میں بھی تنزّل شرُوع ہو گیا +

یہ محض جھُوٹ ہے کہ اسلامی تہذیب اپنی ترقّی میں خُود بخُود ایک مرحلہ پر پہنچ کر رُک گئی۔ کیونکہ اُس کے اصُولوں میں کوئی ایسا نقص تھا جو اسکی مزید ترقّی سے مانع تھا مُسلمان قوموں کی حالت میں تنزل کی وجہ ہرگز یہ نہیں تھی۔ کہ اسلام کے اصُول میں کوئی مخفی نقص تھا جس نے پہلے اپنا اثر نہیں دکھایا۔ بلکہ خود ان اصُول کا ترک کرنا جن پر اس ترقّی کی بنیاد تھی۔ اور ان روایات کا غلط استعمال جو ابتدا میں علوم اور تہذیب کی ترقّی میں معاون ہُوئے تھے۔ مُسلمان قوموں کی تنزّل کی اصل وجہ ہے پس یہ یقینی ہے۔ کہ ان دونوں مذاہب کی ترقّی اور تنزل کا فرق اس اثر کے فرق کا نتیجہ ہے جو اُن کے اصُول نے انسان کی قوت عمل اور قوموں کے نشوونما پر ڈالا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے۔ کہ ان دونوں مذاہب کے اعظم ترین اصُول میں اہم فرق ہے۔ عیسائیت کے مُروّجہ اصُول نے جو حضرت مسیح سے کچھ عرصہ بعد پیدا ہُوئے۔ ان لوگوں کو جو ان اصُول پر عمل پیرا ہُوئے توہّم پرست زُود اعتقاد علوم سے نفرت کرنیوالے ناکارہ اور سُست بنا دیا۔ اور اُسکے بالمقابل اسلام کے اُن اصُول نے جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے۔ آپ کے پیروؤں کے اندر کام کا جوش اور محنت کی عادت پیدا کر دی۔ اور اُن کے اندر تحقیق کی رُوح پھُونک دی۔ اور اُن کے دلوں کو علم کی محبت سے معمور کر دیا۔ یہ دعاوی ان دونوں کے متعلق اُن کی پچھلی تاریخ کے مطالعہ سے ایسے صاف ہو جاتے ہیں کہ اُن دعاوی کی مزید تائید کی کوئی ضرورت نظر نہیں آتی۔ مگر اس پہلو کو چھوڑ کر جس پر واقعات شاہد ہیں ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ عقاید اور اصُول کیا تھے۔ اور جو لوگ ان کو قبول کریں ان پر کس قسم کا اثر اُن سے پیدا ہو سکتا ہے +

عیسائی مذہب کا سب سے بڑا اصُول تثلیث ہے یوں کہنا چاہئیے کہ اس کا بُنیادی اصُول۔ اس عیسائی مذہب کا نہیں جس کی طرف حضرت مسیح بلاتے تھے۔ بلکہ جو پولوس نے آپ کے پیروؤں

وحشیانہ حالت میں تھے۔ اور نہ صرف اس ملک پر ہی تاریکی اور جہالت چھائی ہوئی تھی جسمیں اسلام پیدا ہوا بلکہ قدیم دُنیا کی ہر ایک تہذیب اس وقت زوال پا چکی تھی۔ اور تمام ممالک عالم پر یکساں تاریکی محیط تھی۔ اور پھر جُوں جُوں اسلام ترقی کرتا گیا۔ دنیا پر تہذیب کی روشنی بھی پھیلتی گئی۔ اس کا پاک اثر نہ صرف اہلِ عرب پر ہی ہوا بلکہ جہاں جہاں اس کے پاک اصُول پہنچے بھی گئے۔ ان لوگوں نے بھی اس سے فائدہ اُٹھایا۔ اور تمام عالم پر سے جہالت کا پردہ اُٹھنا اور علم اور عقل کی روشنی پھیلنی شروع ہوئی پس ان دونوں مذاہب کی ترقی میں جہانتک اس کا تعلق بیرونی دُنیا سے ہے۔ ایک عجیب مقابلہ نظر آرہا ہے +

اِس مقابلہ کے ساتھ ہی ایک اور تقابل بھی ان دونوں مذاہب میں ہماری آنکھ کے سامنے خود بخود نُمایاں ہوتا ہے۔ جب تک عیسائیت کے عقائد نے اپنی پوری گرفت لوگوں پر رکھی تو وہ قوم جو ان اصُول کے ماتحت رہی جہالت میں غرق رہی لیکن جب اُسکے خاص عقائد کا اثر لوگوں کے دلوں پر سے زائل ہونا شروع ہوا تو تہذیب کی روشنی بھی تیز ہونی شروع ہوئی۔ خُود اگر گذشتہ صدی پر ایک غور کی نظر ڈالی جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ ایک طرف اگر انیسویں صدی نے عیسائی ممالک میں وہ تہذیب پیدا کردی ہے جو قدیم تہذیبوں سے بڑھ گئی ہے تو دوسری طرف اسی صدی نے عیسائیت کے خاص عقائد کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ اور وہ عقائد روز بروز کمزور ہوتے چلے گئے ہیں۔ یہاں آکر پھر اسلامی تہذیب سے ایک عجیب تقابلہ مسیحی تہذیب کا نظر آتا ہے۔ کیونکہ جس طرح اسلامی تہذیب اسلام کی ترقی کے ساتھ بڑھنی شروع ہُوئی۔ اِسی طرح اسلامی تہذیب کا زوال اُس وقت سے شروع ہوتا ہے جب لوگوں نے اسلام کے اصُول پر عمل پیرا ہونے میں غفلت کھائی اور ہر ایک مُلک میں جہاں اسلام نے اپنا قدم رکھا اور اسلامی تہذیب نے اپنا قدم جمایا۔ یہ ایک ہی نقشہ نظر آتا ہے یعنی جس قدر کوئی قوم جو اسلامی تہذیب کے نیچے آئی تھی اسلام کے اصُول سے پیچھے ہٹتی گئی اُسیقدر اس کا عروج اور اس کی تہذیب بھی کم ہوتے چلے گئے +

یہ مقابلہ ایسے واقعات کی بنا پر ہے۔ جن کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اور اس سے اسلامی اور مزعُومہ مسیحی تہذیب میں ایک اصولی فرق نظر آتا ہے۔ یہ اتفاق کی بات نہیں کہ عیسائیت

پہنائے جاتے جو لڑکی نے پہنے ہوئے تھے۔ وہ تاج کو اس کے سر پر رکھتے اور تلی کے ستّوں کا سونے کا ہار اس کے گلے میں پہنا دیتے۔ اور پروں اور سونے کے تلی کے سٹّے اسکے ہاتھوں میں"
اس کے بعد مصنّف یہ دکھاتا ہے کہ اس لڑکی کو گویا مکی کی دیوی ہی سمجھا جاتا تھا۔ جسے قربان کیا جاتا تھا۔ اور پھر پروہت کو اس کا لباس پہنانے میں گویا یہ دکھانا مقصود تھا۔ کہ دیوی دوبارہ جی اُٹھی ہے +

امریکہ یورپ افریقہ ایشیا تمام براعظموں میں ابتدائی مذاہب میں یکساں حالات پائے جاتے ہیں۔ اختلافات بھی بیشک ہیں۔ اور مطابقت کے ساتھ اختلاف کا ہونا ضروری بھی ہے آب وہوا نظاروں حالات گردوپیش کے اختلاف سے اختلاف ہوئے مگر اصول سب یکساں نظر آتے ہیں یعنی لوگوں کو گناہ سے پاک کرنا اور مصیبت سے محفوظ کرنا اور زمین کو پاک کرنا اور اسے سرسبز کرنا۔ گویا دوبارہ زندگی دینا اصل اصول ہیں +

اسلام اور عیسائیت

اور

تہذیب انسانی پر اُن کا اثر

(از مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ایل ایل۔ بی)

جو لوگ اسلام اور عیسائیت کی ترقی کی تاریخ کا مطالعہ کریں گے۔ اُن کو ایک امر ان دونوں مذہبوں کی تاریخ میں عجیب معلوم ہوگا۔ یہ ایک مُسلّم امر ہے کہ عیسائیت دُنیا میں اس وقت آئی جب دُوحی تہذیب جو قدیم دُنیا کی اعلیٰ ترین تہذیب ہے اپنے عروج پر تھی۔ اور اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ کہ عیسائیت کی پہلی فتوحات اُنہی لوگوں میں تھیں جو سلطنت روما کی رعایا تھے۔ اور پھر یہ بھی مُسلّم ہے کہ جُوں جُوں عیسائی مذہب ترقی کرتا گیا اور پھیلتا گیا اور سلطنت روما میں اُس کا رسوخ بڑھتا گیا تُوں تُوں رومی تہذیب بھی زوال پذیر ہوتی گئی۔ اُس کے برخلاف ایک اور مجموعہ واقعات کا مُسلّم ہے۔ اور وہ یہ کہ اسلام نے ایسے لوگوں میں پیدائش لی۔ اور نشوونما حاصل کیا جو ابھی تک تہذیب کی روشنی سے دُور اور ایک

اور ہر ایک گھر کے دروازہ پر چھڑکائی جاتی۔ غالباً مصیبت کو دُور رکھنے کیلئے یہ رواج ہر ایک برّاعظم میں بُت پرستوں میں عام طور پر پایا جاتا ہے +

سوماٹرا کے قدیم باشندے ایک مرغ گھوڑا یا ایک بھینسا بطور ایک قربانی کے دیتے ہیں تا کہ زمین پاک ہو اور سرسبز ہو۔ قدیم لوگوں اور وحشی قوموں کے ہاں بہت سے طریقے تھے جن کی غرض دیوتاؤں کی ناراضگی کو دُور کرنا تھا۔ تا کہ زمین سرسبز ہو اور فصل بڑھے اور بیج اچھی طرح نشوونما حاصل کریں جن پر اُن کے رزق کا انحصار تھا۔ اسی رنگ کا جادُو بھی مفقود نہیں ہؤا بلکہ بیسویں صدی کی تہذیب کی گلیوں اور کوچوں میں یہ اب بھی سرسبز ہے +

مکسیکو کی پُرانی تہذیب میں دیوتاؤں کیلئے انسان کی قربانی ایک معمولی رواج تھا۔ اور سال میں کئی دفعہ ہوتی تھی بعض موقعوں پر لوگوں کی نجات یا فصل کی بچاؤ کے لئے بہت سی قربانیاں اکٹھی کردی جاتی تھیں۔ جو لوگ اس پر تفصیل سے بحث دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ ان ہسپانوی مصنفین کی کتابوں کو دیکھیں جنہوں نے مکسیکو کے متعلق لکھا ہے۔ فریزر اپنی کتاب گولڈن باؤ" میں بہت سی تفصیلات دیتا ہے۔ اور سلیپکوٹ پر جو کتاب ہے "مکسیکو میں" دیوتا کا مارنا" کے عنوان سے اس کا خلاصہ دیا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ کس طرح اس لڑکی کو آراستہ کیا جاتا جو مکّی کی دیوی کے طور پر ہوتی کس طرح دیوی کا تاج اُس کے سر پر پہنایا جاتا اور مکّی کے سٹّے اُس کی گردن کے گرد اور اس کے ہاتھوں میں پہنائے جاتے۔ ایک سبز پر عین اس کے سر کے اُوپر ہوتا۔ تا کہ مکّی کے خوشہ کی نقل ہو کس طرح پر جلوس بنا کر اسے باہر نکالا جاتا اور انسانی خون کے نذرانوں سے اسکی عبادت کی جاتی۔ اور کس طرح اُسے مارا جاتا +

"جب مجمع اکٹھا ہو جاتا۔ تو پر دہت تمام رسُوم کے ساتھ اُس لڑکی کو جو دیوی کے قائم مقام ہوتی بخور وغیرہ سے خوشبو لگاتے تب وہ اسکو اور دانوں کے ایک ڈھیر پر پیٹھ پر لٹا دیتے۔ اس کا سر کاٹ دیتے۔ اور خون جو بہہ نکلتا اسے ایک بڑے برتن میں اکٹھا کر لیتے اور اُسے دیوی کی لکڑی کے بنے ہوئے بُت پر چھڑک دیتے۔ اور ایسا ہی کمرے کی دیواروں پر اور ہر قسم کے غلّہ اور ترکاریوں وغیرہ کے ڈھیروں پر جو فرش پر پڑے ہوئے ہوتے۔ اس کے بعد وہ سر کٹی ہوئی لاش کا چمڑا اُتارتے اور پر دہتوں میں سے ایک اس خون آلود چمڑے کے اندر گھس جاتا۔ تب وہ تمام لباس اس پر ڈالتے

اس کی رسم دوسرے گناہ کی قربانیوں کے ساتھ دلچسپ مطابقت رکھتی ہے .... کیا تمام رسوم شہر کے باہر عبادت کرنے کی پرانی رسم میں جو داؤد کے وقت تک باقی رہی اور شہر کو ایک عبادتگاہ کے ذریعہ سے پاک کرنے کی نئی رسم میں ایک قسم کی مطابقت پیدا کرنے کیلئے ہیں ..... بادشاہ بطور قاعدہ شہر کے اندر دفن کیئے جاتے تھے ۔ اور ان کے لیئے ایک بڑی آگ جلانے کا بھی رواج تھا ..... کیا قیمتی اشیاء بادشاہوں کو عزت دینے کیلئے جلائی جاتی تھیں کیا عُود اور رُموز اور بانات کا جلانا جو گائے کے ساتھ جلائے جاتے تھے اس قسم کے جلانے سے کچھ مشابہت رکھتا ہے ؟ کیا گائے کا شاہانہ تجہیز و تکفین کی رسوم کے ساتھ فیصلہ کرنا کوئی یادگار کسی پرانے مذہب کی ہے جو مقدس جانوروں کے متعلق ہو ؟ کیا زرد گائے آخری نشان گائے کو معبود بنانے کا ہے ؟ .... بہرحال گائے کی خاکستر کا اثر اس واقعہ میں ہے کہ وہ ناپاک کو پاک نہیں کرتیں بلکہ دوبارہ مقدس کر دیتی ہیں " +

ارُوقیوں کے ہاں ایک نوروز کی رسم ہے ۔ اور اس میں کچھ دلچسپی کی باتیں ہیں ۔ پہلے دن سب آگ بجھا دی جاتی ہے ۔ اور خاکستر ہوا میں اُڑا دیجاتی ہے تب از سرِ نو آگ جلائی جاتی ہے ۔ یہ مجھے ایک ایسا ہی عقیدہ یاد دلاتی ہے جو سکاٹلینڈ میں آج کل پایا جاتا ہے ۔ یہ ایک معمولی بات ہے کہ لوگوں کو یہ کہتے سنا جاتا ہے کہ سب چیزیں نئے سال کے پہلے دن صاف ہونی چاہئیں ۔ کپڑے دھوئے جاتے ہیں ۔ گھر صاف کیا جاتا ہے ۔ اور بچے کا لباس بھی نیا پہنا جاتا ہے ۔ ٹھیک اس سے پہلے جو پرانا سال رخصت ہوتا ہے ۔ سب سے آخری کام جو خادمہ کرتی ہے ۔ وہ گھر کی دہلیز کا دھونا ہے ۔ اور یہ بطور ایک تیاری کے ہوتا ہے کہ صاف کپڑے پہنے جائیں ۔ تا کہ اسے اس وقت سے پہلے پورا کر لیا جائے ۔ جب گھنٹے نئے سال کی آمد کی اطلاع ٹن ٹن سے دیں ۔ ارُوقیوں کے ہاں دوسرے دن لوگ عجیب وغریب کپڑے پہنتے اور اور سب گھروں میں لوگوں کے گناہ اکٹھے کرنے کیلئے پھر جاتے ۔ تیوہار کے آخری دن کی صبح دو سفید کتے جن پر سرخ رنگت اور پروں وغیرہ سے آرائش کیجاتی باہر نکالے جاتے ان کو پھانسی دیجاتی اور ایک لٹیرس پر ان کو لٹکا دیا جاتا ۔ بعد میں لوگوں کے گناہ اُن کی طرف منتقل کیئے جاتے ۔ اُن کی لاشیں چھت پر جلائی جاتیں ۔ چھت کی خاکستر گاؤں کے اندر سے لیجائی جاتی

یہ رسم زیتون کی پہاڑی پر ہوتی تھی۔ اور اسمیں بڑے بڑے کام کرنیوالے سردار کاہن اور اس کا سب سے بڑا بیٹا اور نائب سردار کاہن تھے۔ اور یہ تینوں پاک تیل سے مسح کیئے جاتے اور صلیب کا نشان ان کے ماتھے پر ہوتا۔ ایک بیان میں یہ ذکر ہے +

"اور رسم کی ادائیگی سے پہلے ایک حاملہ عورت ہیکل کے کمروں میں سے ایک میں لائی جاتی۔ جو اس غرض کیلیئے الگ کیا جاتا۔ اور اسے وہاں رکھا جاتا۔ جہانتک کہ بچہ پیدا ہو جاتا جو بچہ اس طرح پیدا ہو وہ پاک حُدود کے اندر لایا جاتا۔ اور اسکی حفاظت کی جاتی کہ رواجی ناپاکی اُسے چھُو نہ جائے۔ جب رسم کا وقت آتا یہ بچہ ایک لکڑی کی گاڑی پر جسے بیل کھینچتے تھے بٹھایا جاتا اور سلیوہ کے چشمہ پر لیجایا جاتا۔ وہاں پر وہ بچہ اُترتا۔ اور ایک مٹی کے برتن میں چشمہ سے پانی نکالتا جس کو اُٹھائے ہوئے اُسے واپس اسیطرح جسطرح وہ فرمایا تھا ہیکل میں لیجایا جاتا" +

ایک اور بیان میں بجائے "حاملہ عورت کے" "حاملہ عورتیں" ہے۔ اور یہ ذکر ہے کہ انہیں ایسے صحنوں میں رکھا جاتا جو چٹانوں پر بنائے گئے ہوتے اور جن کے نیچے جگہ کھُدی ہوئی ہوتی وہ اور اُن کے بچے زرد گائے کے استعمال کیلیئے رکھے جاتے۔ ابتدائی رواجوں میں غالباً یہ بچے خُود ہی قُربان کیئے جاتے تھے۔ بعد میں ان بچوں کا قائمقام زرد گائے کو کر دیا گیا +

ایک مضمون میں جو "کلین اینڈ ان کلین" (پاک اور ناپاک) کے عنوان سے جی آ سم کاکس نے لکھا ہے زرد گائے کے مُتعلّق بحث ہے لیکن اس سے اس رسم پر کچھ زیادہ روشنی نہیں پڑتی بہت سے سوالات اُٹھائے گئے ہیں جن کا جواب نہیں دیا گیا۔ مضمون نویس لکھتا ہے:

یہ رسم خود ایسی تاریکی میں ہے جیسے کہ اسکی تاریخ۔ ایک بات ضروری یہ ہے کہ اسکے پروہت ہر قدم پر پاک ہونے چاہئیں۔ اور اپنی پروہتی کے کام کرنے سے وہ ناپاک ہو جاتے۔ جو پروہت جلنے کی نگرانی کرتا ہے وہ شام تک ناپاک رہتا ہے۔ ایسا ہی جو جلاتا ہے وہ بھی۔ جو خاکستر کو اکٹھا کرتا ہے وہ بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔ گو یہ ضروری ہے کہ خاکستر پاک جگہ پر رکھی جائے ایسا ہی وہ جو پانی کو چھڑکتا بلکہ اسے چھُونا بھی ہے جو ایک ہی طریق ہے جو ان لوگوں کو ناپاک کر دیتا ہے جو پاک مُردہ کو چھُوتے ہیں۔ دو دفعہ گائے کو گناہ کی قُربانی کہا گیا ہے

اُس کے سامنے ذبح کرے گا +

۴ "- اور الیعزر کاہن اپنی انگلی کے ساتھ اس کے خُون کو لیگا - اور اس کے خون کو جماعت کے عبادتگاہ کے ٹھیک سامنے سات دفعہ چھڑکیگا +

۵ " اور ایک شخص گائے کو اسکے سامنے جلائیگا - اس کا چمڑا اور اس کا گوشت اور اُس کا خُون مع اس کے گوبر کے وہ جلا دیگا +

۶ "- اور کاہن عُود کی لکڑی اور زوفہ اور بانات لیگا - اور گائے کے جلنے کے درمیان اُس کو پھینک دیگا +

۷ "- تب کاہن اپنے کپڑے دھوئیگا - اور وہ اپنا جسم پانی میں دھوئیگا - اور اسکے بعد وہ خیمہ گاہ میں آئیگا - اور کاہن شام تک ناپاک ہوگا +

۸ " اور وہ جس نے اس کو جلایا ہے پانی میں اپنے کپڑے دھوئیگا اور اپنا جسم پانی میں دھوئیگا اور شام تک ناپاک ہوگا +

۹ "- اور ایک شخص جو کہ پاک ہے گائے کی خاکستر کو اکٹھا کریگا اور اُس کو خیمہ گاہ کے باہر ایک صاف جگہ میں رکھیگا - اور بنی اسرائیل کے فرزندوں کی جماعت کے لئے علیحدگی کے پانی کے طور رکھا جائیگا یہ گناہ سے پاک کرنے کے لئے ہے +

۱۰ "- اور وہ جو کہ گائے کی خاکستر کو اکٹھا کرتا ہے اپنے کپڑوں کو دھوئیگا - اور شام تک وہ ناپاک ہوگا - اور بنی اسرائیل کے فرزندوں کے لئے اور اجنبی کے لئے جو ان کے درمیان ٹھہرتا ہے ہمیشہ کے لئے قانون ہوگا " +

زرد گائے کے متعلق یہ رسم خطا کی قربانی کے بچھڑے سے بالکل مشابہ ہے جس کا ذکر احبار کے سولھویں باب میں ہے - یہ دونوں غالباً کسی زیادہ قدیم قربانی کی رسم کا بقیہ ہیں جب ایک انسان کی قربانی قوم کے گناہوں کیلئے ایک امن کے نذرانہ کے طور پر دیجاتی تھی - اور قربانی کی لاش یا بقیہ اغراض سحر کے لئے استعمال کیا جاتا تھا - خطا کے بچھڑے کی قربانی کی رسم سالانہ تھی - زرد گائے کی معلوم ہوتا ہے کہ شاذ تھی کم از کم اگر واقعات قابل اعتبار ہیں تو تاریخی زمانہ میں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے +

یہ رسم زیتون کی پہاڑی پر ہوتی تھی۔ اور اسمیں بڑے بڑے کام کرنیوالے سردار کاہن اور اس کا سب سے بڑا بیٹا اور نائب سردار کاہن تھے۔ اور تینوں پاک تیل سے مسح کیئے جاتے اور صلیب کا نشان ان کے ماتھے پر ہوتا۔ ایک بیان میں یہ ذکر ہے +

اور رسم کی ادائیگی سے پہلے ایک حاملہ عورت ہیکل کے کمروں میں سے ایک میں لائی جاتی۔ جو اس غرض کیلیئے الگ کیا جاتا۔ اور اسے وہاں رکھا جاتا۔ جہانتک کہ بچّہ پیدا ہوجاتا جو بچّہ اس طرح پیدا ہو وہ پاک حدود کے اندر لایا جاتا۔ اور اسکی حفاظت کی جاتی کہ رواجی ناپاکی اُسے چھُو نہ جائے۔ جب رسم کا وقت آتا یہ بچّہ ایک لکڑی کی گاڑی پر جسے بیل کھینچتے تھے بٹھایا جاتا اور سیلوہ کے چشمہ پر لیجایا جاتا۔ وہاں پر وہ بچّہ اُترتا۔ اور ایک مٹی کے برتن میں چشمہ سے پانی نکالتا جس کو اُٹھائے ہوئے اُسے واپس اسیطرح جسطرح وہ فرمایا تھا ہیکل میں لیجایا جاتا" +

ایک اور بیان میں بجائے" حاملہ عورت کے" حاملہ عورتیں" ہے۔ اور یہ ذکر ہے کہ انہیں ایسے صحنوں میں رکھا جاتا جو چٹانوں پر بنائے گئے ہوتے اور جن کے نیچے جگہ کھدی ہوئی ہوتی وہ اور اُن کے بچے زرد گائے کے استعمال کیلیئے رکھے جاتے۔ ابتدائی رواجوں میں غالباً یہ بچے خود ہی قربان کیئے جاتے تھے۔ بعد میں ان بچّوں کا قائمقام زرد گائے کو کردیا گیا +

ایک مضمون میں جو" کلین اینڈ ان کلین" (پاک اور ناپاک) کے عنوان سے جی آسم کاکس نے لکھا ہے زرد گائے کے متعلّق بحث ہے لیکن اس سے اس رسم پر کچھ زیادہ روشنی نہیں پڑتی بہت سے سوالات اُٹھائے گئے ہیں جن کا جواب نہیں دیا گیا۔ مضمون نویس لکھتا ہے" یہ رسم خود ایسی تاریکی میں ہے جیسے کہ اسکی تاریخ۔ ایک بات ضروری یہ ہے کہ اسکے پرہیت ہر قدم پر پاک ہونے چاہئیں۔ اور اپنی پروہتی کے کام کرنے سے وہ ناپاک ہوجاتے۔ جو پروہت جلنے کی نگرانی کرتا ہے وہ شام تک ناپاک رہتا ہے۔ ایسا ہی جو جلاتا ہے وہ بھی۔ جو خاکستر کو اکٹھا کرتا ہے وہ بھی ناپاک ہوجاتا ہے۔ گو یہ ضروری ہے کہ خاکستر پاک جگہ پر رکھی جائے ایسا ہی وہ جو پانی کو چھڑکتا بلکہ اسے چھُونا بھی ہے جو ایک ہی طریق ہے جو ان لوگوں کو ناپاک کردیتا ہے جو پاک مُردہ کو چھُوتے ہیں۔ دو دفعہ گائے کو گناہ کی قربانی کہا گیا ہے

اُس کے سامنے ذبح کرے گا +

۴۔ اور الیعزر کاہن اپنی انگلی کے ساتھ اس کے خون کو لیگا ۔ اور اس کے خون کو جماعت کے عبادتگاہ کے ٹھیک سامنے سات دفعہ چھڑکیگا +

۵۔ اور ایک شخص گائے کو اسکے سامنے جلائیگا ۔ اس کا چمڑا اور اس کا گوشت اور اُس کا خون مع اس کے گوبر کے وہ جلا دیگا +

۶۔ اور کاہن عُود کی لکڑی اور زوفہ اور بانات لیگا ۔ اور گائے کے جلنے کے درمیان اُس کو پھینک دیگا +

۷۔ تب کاہن اپنے کپڑے دھوئیگا ۔ اور وہ اپنا جسم پانی میں دھوئیگا ۔ اور اسکے بعد وہ خیمہ گاہ میں آئیگا ۔ اور کاہن شام تک ناپاک ہوگا +

۸۔ اور وہ جس نے اس کو جلایا ہے پانی میں اپنے کپڑے دھوئیگا اور اپنا جسم پانی میں دھوئیگا اور شام تک ناپاک ہوگا +

۹۔ اور ایک شخص جو کہ پاک ہے گائے کی خاکستر کو اکٹھا کریگا اور اُس کو خیمہ گاہ کے باہر ایک صاف جگہ میں رکھیگا ۔ اور بنی اسرائیل کے فرزندوں کی جماعت کے لیے علیحدگی کے پانی کے طور رکھا جائیگا یہ گناہ سے پاک کرنے کے لیئے ہے +

۱۰۔ اور وہ جو کہ گائے کی خاکستر کو اکٹھا کرتا ہے اپنے کپڑوں کو دھوئیگا ۔ اور شام تک وہ ناپاک ہوگا ۔ اور بنی اسرائیل کے فرزندوں کے لیئے اور اجنبی کے لیئے جو ان کے درمیان ٹھیرتا ہے ہمیشہ کیلیئے قانون ہوگا" +

زرد گائے کے متعلق یہ رسم خطا کی قربانی کے بچھڑے سے بالکل مشابہ ہے جس کا ذکر احبار کے سولھویں باب میں ہے ۔ یہ دونوں غالباً کسی زیادہ قدیم قربانی کی رسم کا بقیہ ہیں ۔ جہاں ایک انسان کی قربانی قوم کے گناہوں کیلیئے ایک امن کے نذرانہ کے طور پر دیجاتی تھی ۔ اور قربانی کی لاش یا بقیہ اغراض سحر کے لیئے استعمال کیا جاتا تھا ۔ خطا کے بچھڑے کی قربانی کی رسم سالانہ تھی ۔ زرد گائے کی معلوم ہوتا ہے کہ شاذ تھی کم از کم اگر واقعات قابل اعتبار ہیں تو تاریخی زمانہ میں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے +

بہت سے انقلابات میں سے ہو گذرا ہے۔ ایک وقت تک یہ گرجا میں باقاعدہ پڑھا جاتا تھا۔ آہستہ آہستہ یہ اپنے بلند مقام سے جو ایک تعلیم کی کتاب اور قریباً منجانب اللہ ہونے کی حیثیت سے اسے حاصل تھا گرنا شروع ہؤا یہاں تک کہ آج اس کا علم بھی بہت تھوڑے لوگوں کو ہے۔ ایک اوسط درجہ کے عیسائی کو یہ خبر بھی نہیں کہ اس قسم کا کوئی خط ہے یا کبھی تھا۔ تنقید کی چکی آہستہ پیستی ہے۔ مگر یہ پیستی ہے۔ ترقی کا قدم ہمیشہ کے لیئے اور مسلسل اُٹھتا ہے +

پرانا عقیدہ کہ یہ خط حواری برناباس کے جو پولوس کا رفیق تھا اصلی تحریر ہے اِس کا ذکر پہلے پہل کلیمنٹ آف الگزنڈریہ کرتا ہے۔ اور آرجن اس کو مُقدّس تحریر کے طور پر نقل کرتا ہے جیرومی ذکر کرتا ہے کہ غیر معتبر کتابوں میں پڑھا جاتا تھا۔ اور اس کا نام کیتھولک خط رکھتا ہے۔ یوسی بی الیس اس کو پاک تحریروں سے الگ کرتا اور جعلی تحریروں میں شامل کرتا ہے +

جو لوگ پُرانے خیال کے پیرو ہیں وہ اسکی تاریخ تصنیف ۷۰ سے ۷۳ عیسوی تک قرار دیتے ہیں کیسی زمانہ مصنّف کی یہ رائے نہیں۔ اندرونی شہادت ایسی ابتدائی تاریخ کے بالکل خلاف ہے مثلاً سولھویں باب میں "روحانی ہیکل" پر بحث ہے اور ضمناً یروشلم کی ارضی ہیکل کی تباہی کا ذکر آگیا ہے۔ اور اسکی مجوزہ تعمیر ثانی کی طرف جو سنہ ۱۳۰ عیسوی کے قریب ہیڈرین کے زمانہ کا واقعہ ہے صاف اشارہ کرتا ہے۔ اسلیئے یہ خط اس وقت کے قریب لکھا گیا ہوگا۔ اور کسی صورت میں سنہ ۱۲۰ء سے پہلے کا نہیں ہے +

جو باب اُوپر نقل کیا گیا ہے اسمیں زرد گائے کو یسوع کے لئے تمثیل یا یسوع کو زرد گائے کا نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ یہاں ایک دلچسپ مقابلہ یسوع کی فرضی قربانی اور پُرانے یہودیوں یا بُت پرستوں کی قربانیوں میں کیا گیا ہے جس کا نمونہ اس زمانہ کے اور اس سے پہلے بُت پرست مذاہب میں پایا جاتا ہے +

۱۔ "اور خُداوند نے موسیٰ سے اور ہارون سے کلام کیا اور کہا۔

۲۔ "یہ شریعت کا حکم ہے جو خداوند نے دیا ہے اور کہا ہے کہ اسرائیل کے فرزندوں کو کہو کہ وہ تیرے پاس ایک زرد گائے بغیر داغ کے لائیں جس میں کوئی داغ نہ ہو اور جس پر کبھی جوا نہیں رکھا گیا۔

۳۔ اور تم اس کو الیعزر کاہن کو دوگے۔ تا کہ وہ اسے خیمہ گاہ سے باہر لائے اور ایک شخص اُسے

زرد گائے کی تمثیل

(از یحییٰ النصر پارکنسن)

اب تم کیا سمجھتے ہو کہ یہ کس بات کی تمثیل تھی۔ کہ اسرائیل کو ایک حکم دیا گیا۔ کہ جو لوگ شرارت میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے ہوں وہ ایک گائے کی قربانی دیں۔ اور اسکو ذبح کریں اور جلائیں اور تب لڑکے اُسکی خاکستر کو لیں اور اسکو برتنوں میں ڈالیں۔ اور ایک چھڑی کے گرد قرمزی اُون زوفہ کے ساتھ باندھیں۔ اور اس طرح پر لڑکے سب لوگوں پر ایک ایک کر کے چھڑکیں تاکہ وہ اپنے گناہوں سے صاف ہو جائیں۔ غور کرو کس طرح سادگی سے وہ تمہارے ساتھ کلام کرتا ہے۔ بچھڑا یسوع ہے گنہگار جو اسے قربان کرتے ہیں وہ لوگ ہیں جو اسکو ذبح کرنے کو لے گئے مگر اب اسکے بعد لوگ مجرم نہیں۔ اس کے بعد وہ گنہگار نہیں سمجھے جاتے۔ اور لڑکے جو کہ چھڑکتے ہیں وہ ہیں جنہوں نے ہمارے لیئے گناہوں کی معافی اور دل کی پاکیزگی کی منادی کی ہے۔ ان کو اس نے یہ اختیار دیا کہ وہ انجیل کا وعظ کریں۔ ان کی تعداد بارہ ہوئی بنی اسرائیل کی بارہ قوموں کے مطابق۔ مگر جو لڑکے چھڑکتے ہیں وہ تین کیوں ہیں؟ ابراہیم اور یعقوب اور اسحٰق کی مناسبت کے لحاظ سے کیونکہ یہ خدا کے نزدیک بڑے تھے۔ اور لکڑی پر اُون کیوں ہوئی؟ کیونکہ لکڑی سے یسوع اپنی سلطنت کو لیئے ہوئے ہے تاکہ صلیب کے ذریعے سے وہ لوگ جو اس پر ایمان لائیں ہمیشہ کیلیئے زندہ رہیں۔ مگر زوفہ اون کے ساتھ کیوں لگایا گیا؟ کیونکہ اسکی سلطنت میں وہ دن بُرے اور ناپاک ہونگے جن میں ہم بچائے جائیں گے۔ کیونکہ جو شخص جسم میں مصیبت اُٹھاتا ہے۔ وہ زوفہ کے صاف کرنیوالے اثر کے ذریعہ سے اچھا کیا جاتا ہے۔ اور اس طرح پر وہ چیزیں جو اس طرح قائم ہیں ہمارے لیئے صاف ہیں۔ مگر ان کے لیئے تاریک کیونکہ انہوں نے خداوند کی آواز کو نہ سنا ۔

یہ برنباس کے خط کا آٹھواں باب ہے۔ بعض مقامات پر عبارت محرف ہے دوسرے مقامات پر کوڈکس میں ٹیکس کے قرات الگ ہے۔ مگر اختلاف بہت کم وزن والے ہیں ۔

یہ خط عیسائیت کے ابتدائی ایام کا دلچسپ لقیہ ہے۔ اور بہت سے پرانے نسخوں کی طرح

ذِرَاعًا فَاسْلُکُوْہُ ۔ یعنے اُس جہنمی کو پکڑو اسکی گردن میں طوق ڈالو پھر دوزخ میں اُس کو جلاؤ پھر ایسی زنجیر میں جو پیمائش میں ستر گز ہے اسکو داخل کرو جاننا چاہیئے کہ ان آیات میں ظاہر فرمایا ہے کہ دُنیا کا رُوحانی عذاب عالمِ معاد میں جسمانی طور پر نمودار ہوگا چنانچہ طوق گردن دُنیا کی خواہشوں کا جس نے انسان کے سر کو زمین کی طرف جُھکا رکھا تھا۔ وہ عالمِ ثانی میں ظاہری صُورت پر نظر آجائیگا۔ اور ایسا ہی دُنیا کی گرفتاریوں کی زنجیر پیروں میں پڑی ہُوئی دکھائی دیگی اور دُنیا کی خواہشوں کی سوزشوں کی آگ ظاہر ظاہر بھڑکی ہُوئی نظر آئیگی۔ فاسق انسان دُنیا کی زندگی میں ہَوا وہَوس کا ایک جہنم اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور ناکامیوں میں اس جہنم کی سوزشوں کا احساس کرتا ہے پس جبکہ اپنی فانی شہوات سے دُور ڈالا جائیگا۔ اور ہمیشہ کی نا اُمیدی طاری ہوگی تو خدا تعالے ان حسرتوں کو جسمانی آگ کے طور پر اس پر ظاہر کردیگا جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ وحیل بینھم وبین مایشتھون یعنے اُن میں اور ان کی خواہشوں کی چیزوں میں جُدائی ڈالی جائیگی۔ اور یہی عذاب کی جڑ ہوگی۔ اور پھر یہ جو فرمایا کہ ستر گز کی زنجیر میں اس کو داخل کرو۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک فاسق بسا اوقات ستر برس کی عمر پا لیتا ہے۔ بلکہ کئی دفعہ اس دُنیا میں اُس کو ایسے ستر برس بھی ملتے ہیں کہ خورد سالی کی عُمر اور پیر فرتوت ہونے کی عُمر الگ کر کے پھر اس قدر صاف اور خالص عمر کا اسکو ملتا ہے جو عقلمندی اور محنت اور کام کے لائق ہوتا ہے لیکن وہ بدبخت اپنی عُمدہ زندگی کے ستر برس دُنیا کی گرفتاریوں میں گذارتا ہے اور اس زنجیر سے آزاد ہونا نہیں چاہتا۔ سو خدا تعالے اس آیت میں فرماتا ہے کہ وہی ستّر برس جو اس نے گرفتاری دُنیا میں گذارے تھے عالمِ معاد میں ایک زنجیر کی طرح متمثّل ہو جائیں گے جو ستر گز کی ہوگی ہر ایک گز بجائے ایک سال کے ہے۔ اس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف سے بندہ پر کوئی مصیبت نہیں ڈالتا بلکہ وہ انسان کے اپنے بُرے کام اُس کے آگے رکھ دیتا ہے +

لوگوں کے بُغضوں سے اور کینوں سے کیا ہوتا ہے بے خدا کوئی بھی ساتھی نہیں تکلیف کے وقت	جس کا کوئی بھی نہیں اُس کا خُدا ہوتا ہے اپنا سایہ بھی اندھیرے میں جُدا ہوتا ہے

سے زنگ آلود ہو۔ تو جس غرض کیلئے وہ بنایا گیا تھا اُسکے حاصل کرنے میں وہ بکلّی ناکام رہا۔ اُسکی مایوسی کی مثال اس طرح دیجا سکتی ہے۔ فرض کرو کہ ایک آدمی اپنے چند دوستوں کے ساتھ ایک تاریک جنگل میں سے گذر رہا ہے۔ کہیں کہیں مختلف رنگوں کے پتھر چمکتے ہُوئے زمین پر پڑے ہیں۔ اُسکے ساتھی اُن کو اکٹھا کرتے ہیں اور لیجاتے ہیں۔ اور اسے بھی ایسا کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم نے سُنا ہے کہ اُن پتھروں کے اس جگہ جہاں ہم جارہے ہیں بڑی قیمت ہوگی۔ مگر وہ ان پر ہنستا ہے اور ان کو بیوقوف بناتا ہے کہ فائدہ کی اُمید سے وہ خواہ مخواہ بوجھ اُٹھارہے ہیں۔ حالانکہ وہ آزاد اور بغیر بوجھ کے چلتا ہے۔ جلد ہی وہ پُورے دن کی روشنی میں پہنچ جاتے ہیں اور اُن کو پتہ لگتا ہے کہ یہ رنگدار پتھر لعل زمرد اور قیمتی جواہرات ہیں۔ پس اس شخص کی مایوسی اور غصہ اسبات پر کہ اُس نے اس وقت جب ایسے قیمتی جواہرات اس کو آسانی سے مل سکتے تھے نہ لیئے کس قدر ہوگا۔ اس کا سمجھنا آسان ہے اور بیان کرنا مشکل اسی طرح بعد الموت اُن لوگوں کی حسرت کا حال ہوگا جو اس عالم میں سے گذرتے ہُوئے اس قدر تکلیف نہیں اُٹھاتے کہ نیکی کے جواہرات اور مذہب کے خزانوں کو اکٹھا کریں"۔

یہ آٹھ سو سال کی تصنیف ہے لیکن قرآن کی ان آیات کی جن میں دوزخ کے عذاب کا ذکر ہے ایسی ہی تفسیر ہم کو اس زمانہ کے ایک عظیم الشان بزرگ اور مُقدّس انسان کی تصنیف میں ملتی ہے یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے جو ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے آپ لکھتے ہیں:-

"دوسرا دقیقہ معرفت جس کو عالم معاد کے متعلق قرآن شریف نے ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ عالم معاد میں وہ تمام امور جو دنیا میں رُوحانی تھے جسمانی طور پر متمثل ہونگے خواہ عالم معاد میں برزخ کا درجہ ہو یا عالم البعث کا درجہ اس بارہ میں جو کچھ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اسمیں سے ایک یہ آیت ہے۔ من کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا یعنے جو شخص اس جہان میں اندھا ہوگا دوسرے جہان میں بھی اندھا ہوگا۔ اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اس جہان کی رُوحانی نابینائی اُس جہان میں جسمانی طور پر مشہود اور محسوس ہوگی ایسا ہی دوسری آیت میں فرماتا ہے خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ

آپ سے عرض کیا گیا۔ کہ وہ تو مُردہ ہیں اُن سے خطاب کرنے کا کیا فائدہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ تُم سے بہتر میری بات کو سُنتے ہیں* +

"بعض صوفیوں نے ایک موت کی سی بیخودی کی حالت میں بہشت اور دوزخ کی نادیدنی دنیا کو دیکھا ہے۔ دوبارہ احساس پانے پر اُن کے چہروں پر خوشی یا خوف کے نشانوں سے اُن کی وہ حالت ظاہر ہوئی ہے جو ان پر کھولی گئی۔ لیکن ہر غور کرنیوالے آدمی کیلئے ضرورت نہیں کہ خواب سے ہی اس پر یہ ثابت کیا جائے۔ کہ جب موت اس کے حواس سے اسکو محروم کر دے اور سوائے خالی شخصیت کے اس کے لیئے اور کچھ باقی نہ چھوڑے۔ تو اگر زمین پر اس کا تعلق ان اشیا سے زیادہ رہا ہے۔ جن کا تعلق حواس ظاہری سے ہے۔ جیسے عورتیں بچے دوست زمین غلام مرد یا عورتیں تو ضرور ہے کہ ان اشیاء کے علیحدہ ہونے پر اسکو الم یعنی تکلیف پہنچے اور اگر برخلاف اسکے اس نے جہانتک ممکن ہے تمام دنیوی اغراض پر پیٹھ پھیری ہے اور اپنی ساری توجہ کو ذات باری پر لگا دیا ہے تو وہ موت کو خوش آمدید کہیگا کہ دنیوی خصموں سے اسکے ذریعہ اسے نجات ملی اور اسکے ساتھ تعلق ہوا جس سے اُسے محبت تھی اس پر پیغمبر صلعم کی وہ حدیث صادق آئیگی کہ موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا، اور دُنیا کافر کے لیئے ایک باغ ہے اور مومن کیلئے ایک قیدخانہ +

اس کے برخلاف تمام وہ آلام جو رُوحیں موت کے بعد اُٹھاتی ہیں اُن کا منبع اس دُنیا کی حد سے زیادہ محبت ہے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ہر ایک کافر کو موت کے بعد ننانوے سانپ تکلیف دیں گے۔ جن میں سے ہر ایک کے نو سر ہونگے" بعض

---

*: طبری ایک بڑے اسلامی مؤرخ نے ان عبارت کو جس میں یہ لفظ بولے گئے جن کا حوالہ الغزالی نے دیا ہے اس طرح بیان کیا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسی گڑھے کے پاس کھڑے ہو گئے جو مقتولوں کی لاشوں کو دفن کرنے کیلئے کھودا گیا تھا۔ اور جوں جوں لاشیں اس میں ڈالی جاتی تھیں اُن کے نام پکارے جاتے تھے۔ اور نبی کریم صلعم نے یہ الفاظ فرمائے " اے میری قوم تم نے مجھے کذب سے مُتہم کیا جب دوستوں نے مجھے مان لیا تم نے مجھے گھر سے نکالا جب دوسروں نے مجھے جگہ دی تمہاری قسمت کیسی بری ہوئی! آہ جو کچھ خدا نے وعدہ کیا تھا وہ سچ ثابت ہوا" ظاہر ہے کہ یہ الفاظ جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بولے رحم کے جوش کے اظہار کے لئے تھے۔ مگر تنگدل نکتہ چینیوں نے انہیں بھی نبی کریم پر ایک اعتراض بنا لیا ہے +

کو مدنظر رکھا جائے۔ کہ قرآن کریم نے خود اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہشت اور دوزخ کے متعلق کہا کہا ہے۔ خدا اور اس کا رسول تو ہمیں بتاتے ہیں۔ کہ بہشت کے نعماء جو زندگی بعد الموت میں ملنے والی ہیں وہ ایسی ہیں کہ انسان کے حواس ان سے آشنا نہیں ہوتے۔ پس ہم شہد اور دودھ اور دوسری چیزوں کو جن کا ذکر نعماء بہشت میں ہے زیادہ پر کیونکر محمول کر سکتے ہیں؟ اسی رسالہ میں ہم بارہا اسلام کے نکتہ چینوں کو یہ توجہ دلا چکے ہیں۔ کہ قرآن کریم نے جو بہشت اور دوزخ کی کیفیت بیان کی ہے اسکی اصل غرض کیا ہے۔ اور اس کا حقیقی مفہوم کیا ہے۔ مگر ہمیں یہ کہا جاتا ہے۔ کہ تمہارا اسلام اصلی اسلام نہیں۔ اسلیئے قبل اس کے کہ ہم اس مضمون پر کچھ اور لکھیں دو عظیم الشان اسلامی بزرگوں کے خیالات کو جن کا اظہار اس مضمون پر انہوں نے کیا ہے ہم یہاں درج کرتے ہیں ایک آٹھ سو سال ہوئے نیشاپور میں رہتے تھے دوسرے ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے ہیں۔ الغزالی کیمیائے سعادت میں آلام نار کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں +

"جہاں تک اس کی آیندہ ہستی کا سوال ہے ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ روح انسانی بالذات جسم کی ماتحتی سے آزاد ہے پس وہ تمام اعتراض جو اس بنا پر اس کے بعد موت بقا پر کیئے جاتے ہیں۔ کہ اسکے لیئے ضروری ہے کہ اپنے پہلے جسم کو دوبارہ حاصل کرلے خود بخود دور ہو جاتے ہیں۔ بعض متکلمین کا خیال ہے کہ روح انسانی موت کے بعد فنا کردیجائیگی۔ اور پھر دوبارہ زندہ کی جائیگی مگر یہ عقل کے بھی خلاف ہے اور قرآن کے بھی عقل ہمیں بتاتی ہے کہ موت ایک انسان کی شخصیت ذاتی کو تباہ نہیں کرسکتی۔ اور قرآن کریم فرماتا ہے۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون۔ فرحین بما اتاہم اللہ من فضلہ (آل عمران ۱۶۸) اور ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیئے گئے ہیں مُردے خیال نہ کرو۔ بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں خوش اس پر جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا۔ شریعت میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے معلوم ہو کہ مرنے کے بعد خواہ وہ اچھے ہوں یا برے فناء کر دیئے جاتے ہیں۔ بلکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مقتول کفار کی روحوں کو مخاطب کرکے کہا ہے کہ کیا انہوں نے حقے الوسیع اس سزا کے وعدہ کو درست پایا یا نہیں جو انہیں دیا گیا تھا جب

اور اختیارات سے بڑھ کر کامل متابعت) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے +

یہ کوئی غلامی نہیں ۔ جسے نفرت انگیز کہا جا سکے ۔ جیسا کہ جہلاء سے خیال کیا کرتے ہیں ۔ دوسرے لوگ ہمارے لیئے قوانین نافذ کرتے ہیں ۔ ہم ہر روز ایک اپنے سے زیادہ عقلمند صاحب اختیار کے آگے جُھکتے ہیں ۔ ایک ہم سے زیادہ دانا شخص آگے نکلجاتا ہے ۔ پس اس سرچشمہ عقل اور علم کُل سے زیادہ جو کہ بڑی دانائی اور عقلمندی کے ساتھ تمام کائنات پر ایسی حکومت کرتا ہے ۔ جو اسکے لیئے سب سے زیادہ نفع رساں ہے اس سے بڑھ کر اور کون با اختیار دانا اور عقلمند ہو سکتا ہے خود اُس خالق ازلی کے سوائے اور کون ہمیں ان صحیح رستوں کا پتہ بتا سکتا ہے ۔ جن پر چلکر اس کا مقصد پُورا ہو سکے ۔ اسلیئے ہم اللہ تعالےٰ کی طرف سے الہام کے محتاج ہیں ۔ قانون اور متابعت کا مذہب زندگی کا بہترین قاعدہ ہے اور یہ سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو اس وقت الہام کیا گیا تھا ۔ جب انہیں کسی خاص درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا تھا ۔ اسی مذہب اسلام (کامل متابعت) کا کوہ سینا کی چوٹیوں سے نہایت بلند آہنگی سے اظہار کیا گیا ۔ فطرت انسانی بگڑ چکی تھی ۔ اور کوہ شعیر پر اسکی کسی قدر اصلاح کی گئی ۔ اسی مذہب نے قرآن کی تعلیم کے مطابق بنی نوع انسان کی دوسری اقوام پر بخشش اور مہربانی کی نسل انسانی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت ہر جگہ پھیل گئی تھی اور جب اسکی ایکدوسرے سے جُدا ہونیوالی شاخوں کا ایسا ملاپ ہونے والا تھا ۔ کہ جس سے تمام دُنیا ملکر ایک ہو جائے ۔ تو دین فطرت کے آخری مظہر کا کوہ فاران پر ظہور ہُوا ۔ اور اس طرح سے خداوند کے وہ الفاظ پُورے ہو گئے ۔ جو اس نے قدیم ایام میں موسیٰ کی زبان پر یُوں فرمائے تھے :-

"اور اُس نے کہا ۔ کہ خداوند سینا سے آیا ۔ اور شعیر پہ طلوع ہُوا ۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہُوا" +

حضرت مسیح نے مرتے دم تک اسی مذہب کی تعلیم دی ۔ اگر صلیب کا واقعہ ایک نئے مذہب کی تعلیم کیلیئے وقوع پذیر ہُوا تھا ۔ جو کہ اُن کو بوجہ خدا ہونے معلوم تھا ۔ اور اُن کے علم سے باہر ہو سکتا تھا ۔ تو زیتوں کے پہاڑ سے وعظ و نصیحت کرنے اور خُطبے پڑھنے کی اُن کو کیا ضرورت پیش آئی تھی ۔ کیا اس نے یہ نہ کہا تھا ؟ کہ یہ نہ سمجھو ۔ کہ میں شریعت کو منسوخ کرنے آیا ہوں ۔

اعضاء کے کاروبار کا ایک سرسری مشاہدہ بھی اسی صداقت کو ثابت کرتا ہے۔ ہمارے پاؤں آنکھیں کان اور منہ وغیرہ ہیں۔ ان سب سے ذرا دہ کام تو لو جو اس کام سے جس کیلئے وہ بنائے گئے ہیں متغائر ہو۔ وہ ناقص اور خراب ہو جائیں گے۔ وہ ہر ایک غیر فطری راہ پر چلنے سے قطعاً انکار کر دینگے۔ ہاں انہیں مقررہ راستہ پر چلاؤ۔ تو تم انہیں پورے فرمانبردار پاؤ گے۔ بلکہ ایسا کرنے سے وہ طاقت میں اور زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں۔ یہی قانون اور اطاعت کا تدبر تمام انسانی ساخت پر حاوی ہے۔ اگر ہمارے اعضاء اور جوارح کا بہترین اور فائدہ مند استعمال صرف چند ایک قوانین کی اطاعت سے ہی عمل میں آسکتا ہے تو اس استعمال کی درستگی با ضابطہ ہدایات کی بہت زیادہ محتاج ہوتی ہے۔ کیا تمام جرائم ہمارے اعضاء وجوارح اور بے شمار جذبات کے غلط استعمال کی وجہ سے ظہور پذیر نہیں ہوتے؟ اگر کسی شہر کی حکومت ہمارے ہاتھ پاؤں اور منہ کا ہم سے صحیح استعمال کرانے کیلئے قوانین جرائم کو نافذ کرتی ہے۔ تو کیا ہماری آزادی آراء اور اختیارات پر حکومت کرنے کے لئے ہمیں کسی اعلےٰ قانون کی ضرورت نہیں؟ جو کہ ہماری تمام حرکات وسکنات کو صحیح اور درست کر دے ہمیں محبت۔ رحم۔ تحمل صبر نیت اصلی غصہ۔ انتقام۔ بہادری۔ بھوک اور پیاس وغیرہ وغیرہ جیسے کئی ایک اخلاق اور خواہشات کا حامل بنایا گیا ہے۔ ان تمام میں فوائد اور نقصانات بھی کچھ ہیں۔ غصہ جب صحیح طور پر استعمال میں آئے تو وہ نیکی بن جاتا ہے۔ اور غلط محبت گناہ ہو جاتی ہے۔ ایک قاتل پر رحم کھانا سوسائٹی کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ اور قوت منتقمہ کا صحیح استعمال اسے امن اور سلامتی میں لے آتا ہے۔ کیا ہم کسی ایسے قانون کے محتاج نہیں۔ جو انسانی فطرت کی تمام ان ہدایات۔ خواہشات نفسانی خیالات اور اخلاق کو درست طریق پر قائم کرے۔ موجودہ مجالس کے کاموں میں اس ضرورت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ہم طوعاً وکرہاً تمام اخلاق اور خواہشات اور اپنے نفسانی خیالات کو پورا کرنے میں ان کو استعمال میں لاتے ہوئے ان قوانین پر عملدرآمد کرتے ہیں۔ یہی بات جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ ہمارے اعضاء وجوارح کی بابت بھی صادق آتی ہے۔ پس انسان فطرتاً عملی طور پر قانون وشرائع کے مذہب پر ایمان رکھتا ہے۔ جو کہ اسلام (یعنی خدا تعالےٰ کی رضا کو تسلیم کرنا۔ اس کی اعلیٰ مرضی کی متابعت اور اسکی حکومت کی اپنی تمام آرائے شعور

دین فطرت

فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا

جو کچھ ہم یہاں بیان کرینگے ۔ اگر وہ ہمارے مخاطب عیسائی کی ضمیر اور عقل سے داد انصاف طلب کرنیوالا ہو ۔ تو اُسے فوراً شرائع اور رضا و تسلیم کے مذہب پر جو کہ اپنی اُن خصوصیات کے باعث دینِ فطرت ہے ۔ اور سائنس اس کی صداقت کو تسلیم کرتی ہے ایمان لے آنا چاہیئے ۔ کیا ہم ایسے مذہب کو ترک کر سکتے ہیں ؟ عیسائیت میں کلیسیا کا مذہبی اصول یہی ہیں ان قواعد و شرائع کی پابندی ہی سے جھٹکارا دینا ہے ۔ پولوس کی تعلیم کے مطابق شریعت کو (نعوذ باللہ) لعنت خیال کیا جاتا ہے ۔ اور انسان کو اسبات کے ناقابل یقین کیا جاتا ہے کہ وہ شریعت کی لعنت کا بوجھ اُٹھا سکے ۔ اور اس ناقابلیت کے باعث کفارہ کو نجات کا ذریعہ خیال کیا جاتا ہے ۔ مگر کیا بہر حال انسان خلاصہ موجودات اور اشرف المخلوقات اور نظام عالم کا بہترین ماحصل نہیں ؟ کائناتِ عالم میں اعلےٰ سے اعلےٰ ساخت کی ہر ایک چیز اس کے اندر موجود ہے ۔ ان کی خوشگوار ترکیب اس میں نفس دل عقل و خرد ۔ پاک جذبات اور ضمیر کو پیدا کرتی ہے ۔ اور اُن سب کو بحیثیت مجموعی رُوح کے نام سے پکارا جاتا ہے عناصر کی شکل و صورت تو بظاہر تبدیل ہو ہی جاتی ہے لیکن انکے خواص میں تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی ۔ قانون کی کُلی طور پر پیروی کرنا اور اسلیئے عجیب و غریب اور حسب خواہش نتائج پیدا کرنا عناصر کی خاصیت ہے ۔ کیا وہ انسانی شکل میں آ کے اپنی خاص حالت کو چھوڑ دیں گے ؟ پولوسی مذہب اور اس کی کلیسیائی طریقت خواہ کتنا ہی ایک انسان کی الوہیت اور کفارہ کے عقیدہ کو سچا ثابت کرنے کے لیئے زور لگائے لیکن سائنس کا رویہ اس کے بالکل برخلاف ہے ۔ اگر قوانین اور شرائع پر چلنے کی قابلیت یقینی نہ ہوتی ۔ تو کوئی شخص طبی علوم کا انکشاف نہ کر سکتا ۔ اور نہ ہی انکو ترتیب ہی دے سکتا ۔ رشتوں اور تعلقات کے ضوابط ۔ دوستی کے قواعد اور اعضاء کے کام کاج کے قوانین جب باقاعدہ طور پر ترتیب دیئے جائیں ۔ تو وہ ایک علم بن جاتے ہیں ۔ انسانی

مقرر کردی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی شاخ کی مانند پھر واپس لوٹتا ہے سورج اس قابل نہیں ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن کے آگے نکل سکتی ہے اور یہ تمام اپنے اپنے دوائر میں گھوم رہے ہیں۔ قرآن کریم (۳۶-۳۷-۴۱) کیا ہی عجیب صدقت ہے۔ کہ ہر ایک چیز اپنے اپنے حلقوں میں راستہ طے کر رہی ہے۔ قدرت کا ہر ایک ذرہ اپنے مقررہ راستہ پر ہی چل رہا ہے۔ وہ اپنے مقررہ اور لاتبدیل قوانین سے ذرہ بھر انحراف یا مداخلت بیجا کا مرتکب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے برخلاف ان کی کامل متابعت میں تسلیم خم کیئے ہوئے چلا جا رہا ہے۔ یہی ایک امر ہے۔ جو متضاد عناصر کو بے ترتیبی اور ہنگامہ گر بڑے نکال کر ایک باترتیب دنیا کی شکل میں خوش اسلوب بنا دیتا ہے۔ اور یہی ایک نظام ہے۔ جس سے تمام علمی انکشافات کا راستہ کھلتا ہے۔ سائنس کچھ پیدا نہیں کرتی۔ اور نہ ہی کچھ بناتی ہے۔ بلکہ اس کے علمی ممالک کی وسعت صرف ان قوانین کے انکشاف اور واقفیت تک محدود ہے۔ جو قدرت کے اعضاء و جوارح ہیں۔ یا نیچرل طاقتوں کو کام میں لا رہے ہیں لیکن اگر قوانین قدرت کی لاتبدیل خاصیت یقینی نہ ہوتی اور نہ ہی ان قوانین کی پیروی نظام عالم کے لیئے ضروری ہوتی۔ تو یہ انکشافات ناممکن اور نیز بالکل بے سود ٹھہرتے +

کیا یہ کوئی اتفاقی امر ہے؟ کیا نظام عالم ایک مقررہ قانون پر نہیں چل رہا کیا مادہ پر کوئی قانون حکمران نہیں؟ کیا اس کی حالت ارتقائی میں کوئی بے ترتیبی یا بے ضابطگی بھی واقع ہوتی ہے؟ ایک نادان انسان اس کارخانہ قدرت کو محض اتفاق پر محمول کریگا اور قانون اور ضوابط کو بھی اسی کا ایک نتیجہ قرار دیگا۔ مگر سائنس نے ہمیشہ ضابطہ ترتیب اور باقاعدگی کو ہی تمام دنیا و مافیہا کے منتظم اصول سمجھا ہے۔ اور اس کے انکشاف ہمیشہ وہ قواعد اور ضوابط ہی ہوا کرتے ہیں۔ جو مادہ پر حکومت کرنے کیلئے وضع کیئے گئے ہیں۔ یہ ایک نظام اور ترتیب کو ظاہر کرتا ہے۔ قانون مادہ پر سبقت رکھتا ہے۔ اور اسلیئے اس میں کوئی بناوٹ یا اتفاق کی بات نہیں +

نمبر ۲

انتظامِ قدرت میں ایک نہایت زبردست اور مؤثر نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ جو کہ ایک سطحی نظر سے دیکھنے والے شخص سے بھی پنہاں نہیں رہ سکتا۔ نظامِ عالم میں ہر ایک چیز بتدریج ترقی کر رہی ہے لیکن اُس کی ترقی کا راستہ مُعیّن اور محدود ہے۔ اسے چند ایک قوانین کی پیروی کرنی پڑتی ہے۔ اور اس طرح وہ آزادانہ ترقی کرتی چلی جارہی ہے۔ ہاں وہ اپنے اردگرد کی دنیا کے لئے اسی صورت میں فائدہ مند ہو سکتی ہے جب وہ اپنے مقررہ دستور العمل پر گامزن ہو۔ ورنہ بصورت دیگر اس کا قوانین سے منہ موڑنا اسکی تباہی اور نقصان کے ہم معنی ہے سورج ہر روز طلوع ہوتا اور پھر غروب ہو جاتا ہے لیکن اس روزانہ طرزِ عمل میں وہ اپنے مقررہ راستہ سے ذرا بھی اِدھر اُدھر نہیں ہوتا تمام نظامِ شمسی کرۂ ہوائی زمین اور جو کچھ اس پر ہے۔ یہ تمام کے تمام ترقی کے راستہ پر چکر لگاتے چلے جارہے ہیں مگر اُن کا یہ تمام فعل صرف مقررہ قواعد وضوابط کے ماتحت ہی ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ دن اور رات کبھی ایکدوسرے کی اقلیم پر قبضہ نہیں جما سکتے۔ یا یوں کہو کہ ایکدوسرے کی حدود کے کے اندر داخل نہیں ہو سکتے۔ چاند اور ستارے کیسی اطاعت اور فرمانبرداری کے ساتھ اپنے اپنے راستوں پر چلے جارہے ہیں۔ قرآن کریم نے قانونِ قدرت کے ان عجیب وغریب دنیوی مناظر اور تمام نظامِ عالم کی اس قابلِ غور اطاعت و فرمانبرداری کا نقشہ ذیل کے الفاظ میں کیا ہی عجیب کھینچا ہے +

وآية لهم الليل نسلخ منه النهار فاذا هم مظلمون۔ والشمس تجري لمستقر لها۔ ذلك تقدير العزيز العليم۔ والقمر قدرنه منازل حتى عاد كالعرجون القديم۔ لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر ولا الليل سابق النهار وكل في فلك يسبحون۔ اور ان کے لئے رات میں نشان ہے کہ ہم اس سے دن کو کھینچ کر نکال لیتے ہیں۔ اور دیکھو وہ اندھیرے میں پڑے ہوئے ہیں اور سورج اپنے قرارگاہ پر چل رہا ہے۔ یہ اس عزیز وعلیم یعنے غالب جاننے والے خُدا کا اندازہ ہے (جو کبھی غلط نہیں ہو سکتا) اور ہم نے چاند کے لئے اس کی منزلیں

کیا ہمارے ارد گرد کا نظامِ عالم ہی ہماری خوشیوں کا منبع اور سرچشمہ نہیں؟ کیا دُنیا کے ایک چھوٹے سے ذرے سے بھی خوبصورتی اور فیاضی کا اظہار نہیں ہوتا؟ کیا اسکی گونا گوں خوبیاں ہمارے حمد و ثنا کرنے والے خیال کو نہیں اُبھارتیں۔ تو پھر کیا یہ امر خلافِ قانونِ قدرت ہے کہ کسی چیز کی خوبیوں سے فائدہ اُٹھا کر اُس کے شکریہ کا اظہار کیا جائے۔ مگر ہم کبھی گونگی اور بیجان و مُردہ اشیاء کا شکریہ ادا نہیں کیا کرتے۔ بلکہ ہم ہمیشہ اپنے شکریہ کا تحفہ کسی ذیعقل ہستی کے آگے ہی پیش کیا کرتے ہیں۔ جو اس ہماری خوشیوں میں اضافہ کرنیوالی شے کو بنانے یا مُہیّا کرنیوالی ہو۔ پس ان حالات میں اگر ہم اپنے چاروں طرف کی اشیاء سے مستفید ہو رہے ہوں۔ تو ہمیں اس استفادہ کے شکریہ کے لیئے کس کو مخاطب کرنا چاہیئے۔ شکر گذار ہونا انسانیت کا تقاضا ہے۔ اور کسی ایسی چیز کو تلاش کرنا جس پر اپنے شکریہ کا اظہار کیا جاسکے ایک فطرتی امر ہے۔ کیا ہمیں گونگی دُنیا کی تعریف کرنی چاہیئے۔ اور مردہ و بیجان مادہ کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے؟ اگر ہم ایسا کرینگے۔ تو گویا ہم اپنی اسی فطرت کے خلاف کارروائی کرینگے پس ہمیں کسی ذی رُوح ہستی کی ضرورت ہے، جو ہماری حمد و ثنا اور شکریہ کی مستحق ہو۔ یہ صرف ایک فطرتی خواہش ہے۔ ہاں ہماری فطرت کسی عقلمند فیّاض کو ڈھونڈتی ہے جس سے کچھ فائدہ اٹھانے پر اس کے آگے ہم اپنے شکریہ کا ہدیہ پیش کرسکیں۔ خدا تعالےٰ کی بیشمار رحمتیں اور برکات حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں۔ جس پر انسانی فطرت کے تمام راز کھول دیئے گئے۔ اسلام کی پاک کتاب قرآن مجید کیا ہی شاندار پیرایہ میں خدا تعالیٰ کی ہستی کو ذیل کے الفاظ میں ہمیں منواتی ہے۔ اس نے خوبصورتی اور فیّاضی کے متعلق جو فطرت انسانی میں ودیعت کی گئی ہے نہایت لطیف پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ اور اس طرح ہماری تعریف اور شکریہ کرنے والے جذبات کے۔ جو بالضرور کسی عقلمند ہستی اور فاطرِ کُل یعنے خداوند تعالےٰ کے سامنے ہی آشکارا ہونے چاہئیں یوں اپیل کی ہے :-

الحمد للہ ربّ العٰلمین۔ تمام محامد اور صفات صرف اللہ ہی کے لیئے ہیں۔ جو کہ تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا۔ پالنے والا اور قائم رکھنے والا ہے۔ جن کی موجودگی ہماری پیدائش قیام اور پرورش کے لیئے نہایت ضروری ہے ◆

طرف خرچ کرنے سے ہی پیدا ہوئے ہیں خوشی و خوشحالی کا حصول اور دکھ اور تکلیف کا دفعیہ زندگی کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے مگر کیا پوری رضامندی اور خوشی ہماری قدرتی خواہشات کی مناسب تکمیل نہیں ؟ ہم قانون قدرت میں دو چیزوں کی ہستی کا انکار نہیں کر سکتے جنمیں سے ایک تو ہماری ضروریات ہیں - اور دوسری نظام عالم میں اُن کو پورا کرنیوالے ذرائع کی موجودگی ہمیں کان اور آنکھ عنایت کیئے گئے ہیں - اسلیئے ہمیں نغمہ ہائے شیریں اور خوشگوار نظاروں کی ضرورت ہے ، پس ان کی ان ضروریات کو پورا کرنے کیلیئے نفیس اور اچھے اچھے علوم و فنون کا استعمال کیا جائیگا - ہمیں شرب و نوش کے لیئے عمدہ پانی اور نفیس کھانوں کی ضرورت ہے جس کی تکمیل کے لیئے ہم نے دنیا چھان ماری ہمیں اس سے بھی زیادہ بڑی بڑی خواہشات لاحق ہو جاتی ہیں مگر اُن کے پورا کرنے کیلیئے بھی ہمیں کوئی دکھ اور تکلیف اُٹھانی نہیں پڑتی - ہم محبت رحم اور فیاضی کے گرویدہ ہو جاتے ہیں پس ہمیں اُن کی نمائش کیلیئے کوئی نہ کوئی موقعہ ضرور تلاش کرنا چاہیئے - چاہے وہ کچھ خرچ کرنے سے ہی ہاتھ آئے - اسی طرح کیا ہم میں تعریف - مدح اور شکریہ کی قابلیت نہیں - پھر کیا ہم اس وقت جبکہ ہمارے سینہ میں اُن کا جوش پیدا ہو - ان موثر باتوں کا اظہار نہیں کرتے - ان شریفانہ خصائل کے اظہار کے موجبات کرم گستری اور خوبصورتی کے سوائے اور کچھ نہیں - کیونکہ اُن سے خوشی اور خوشحالی نتیجہ ہو جاتی ہے - ایک سخت سنگدل اور بے رحم آدمی بھی اس سے اختلاف نہیں کر سکتا - پس ہم خوبصورتی اور فیاضی کی صفات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں - اور جب وہ صفات ہم میں پیدا ہو جائینگی - تو ہماری تعریف اور شکریہ کا احساس جوش میں آئیگا - اور بالآخر ظاہر ہو کر رہیگا مگر خوبصورتی اور فیاضی کی صفات ہم کو بیجان چیزوں کے ذریعہ ہی حاصل ہوتی ہیں - کیا ایسی حالت میں ہمیں ان کی بھی تعریف کرنی چاہیئے - اور اُن کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے ؟ نہیں بلکہ ایسا کرنا سراسر بیوقوفی کا کام متصور ہو گا - اگر کسی علم و فن کی چیز کی خوبصورتی نے ہماری خوشی میں اضافہ کیا ہے - تو ہمیں شکریہ یا تعریف کا مستحق اس چیز کو نہ ٹھیرانا چاہیئے بلکہ اس امر کیلیئے اس ہستی کی طرف ہی نگاہ رکھنی چاہیئے - جس نے اس چیز کو ہمارے لیئے عیاں کیا - یا اسے مہیا کیا ہے +

اور اپنی جنگیں آپ کریں جس طرح کہ انسانوں کو کرنا چاہیئے +

اسکے متعلق ایک اور بات ہے جو یاد رکھنی ضروری ہے - کہ عیسائی اپنی ضمیر کو مسیح کی کسی نائب کے سپرد کرتے ہیں - کہ وہ بطور ایک متولی کے اس کا ہادی بنا رہے خواہ وہ نائب پوپ ہو جو روما میں ہے یا کنٹربری کا آرچ بشپ ہو مگر مسلمان صرف اللہ تعالےٰ اور اس کے کلام اور اسکی وحی کو ہی اپنے اوپر حکم سمجھتے ہیں - خدا کی کتاب اور خدا کا کلام جو آخری نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کیا گیا وہ کامل ہے مسلمانوں کا خدا آئندہ کی باتوں کو اسطرح جانتا ہے جس طرح گذشتہ اور حال کو - اور اسلیئے جب اُس نے ایک کامل قانون بنایا تو یہ ناممکن ہی تھا کہ وہ اُن حالات کو مدنظر نہ رکھتا جو آیندہ مسلمانوں کو پیش آنے والے تھے پس یہی ایک کتاب ہے جس کی طرف تمام ترقی کرنیوالی قوموں کو متوجہ کرنا پڑیگا - خواہ رنگ اور قومیت اور ملک اور زمانہ میں وہ کتنا ہی اختلاف کیوں نہ رکھتی ہوں - اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک انسان ہے جس کے قدموں پر ان سب کو دل لگانا ہوگا - اور جس سے ان سب کو نور حاصل کرنا ہوگا جو انسانی کاروبار کو ایک درست راہ پر رکھنا چاہتے اور نسل انسانی کے فاتح اور ترقی کے خواہاں ہیں +

یہ ایک واقع ہے گو کتنا ہی تعجب خیز کیوں نہ ہو کہ صبح کی ایسی تصویر کیلئے جو اسکے لیئے ایک معقول قلب انسانی میں محبت پیدا کر سکے ہمیں نئے عہد نامہ کو چھوڑنا اور قرآن کریم اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے +

ایک دہریہ کے مطالعہ کیلئے

نمبر ا

دنیا میں بہت سی ایسی خواہشات اور ضروریات لاحق نہیں جن کے پورا کرنے کیلئے ہم اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے + ہماری تمام کوشش ان ذرائع کے حصول پر صرف ہو جاتی ہے - جن سے ہماری قدرتی ضروریات پوری ہو سکیں - تمام وہ امور جن کو ہم تہذیب کے نام سے موسوم کرتے ہیں صرف انسان کی طاقتوں کو اس

بھلے کیلئے کرنے کا حکم دیتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم اپنی رُوحانی خواہشات کے تقاضا کی طرف سے غافل نہ ہوں۔ ہمیں یہ مناسب نہیں کہ اپنے جسم یا دوسرے انسان کی جسمانی بھلائی میں اس قدر مُنہمک ہو جائیں۔ کہ اپنی رُوحانی ضروریات اور نسل انسانی کے فوائد کو بالکل بھول جائیں۔ ہمیں نماز کی طرف جب بُلایا جائے۔ تو اس آواز پر خوشی سے لبّیک کہنا چاہئے۔ لیکن جب نماز ختم کرلیں تو پھر خُدا کے فضل کی تلاش میں لگ جائیں +

اسلام کے نزدیک محنت اور کام انسانی کی موروثی اور فطری گُناہ کی سزا نہیں محنت کرنا اور کام کرنا اسلام کی تعلیم کی رُو سے خُدا کے فضل کی تلاش کرنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ وابتغوا من فضل اللہ۔ کھیت میں جاکر کام کرنا تاکہ قوم کے لئے غذا کا سامان پیدا کیا جائے۔ عیسائیوں کے نزدیک اگر ایک پاک کام نہیں تو نہ سہی۔ مگر ایک مُسلمان کے نزدیک تو یہ بھی ایک اعلےٰ درجہ کی نیکی کا کام ہے۔ کیونکہ اس کا نام اللہ کا فضل رکھا ہے۔ اگر محنت کا کام عیسائیوں کی عبادت اور دُعا کے مفہوم کے خلاف ہو تو ہو مگر ایک مسلم کا مذہب تو اُسے یہ سکھاتا ہے۔ کہ عبادت اور دُعا ایک رنگ میں خُدا کے فضل کی تلاش ہے۔ پس کھیت میں کام کرنا یا کسی اور جگہ محنت کا کام کرنا اتوار کو ہو یا جُمعہ کو ایک عزّت اور شرافت کا کام ہے۔ اور اسلیئے کوئی دن اُس کے کرنے کیلئے مانع نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں کے نزدیک ہر دن عبادت کا دن ہے۔ اور ہر محنت کا کام جو دیانتداری سے کیا جائے۔ ایک عزّت کا مقام رکھتا ہے پس محنت کی عزّت بڑھانے کا کام بھی اسلام نے کیا ہے نہ عیسائیت نے اور اگر نسل انسانی محنت کو عزّت کی نگہ سے دیکھنا چاہتی ہے۔ تو اُس میں اس کا رہنما اسلام ہی ہوسکتا ہے نہ عیسائی مذہب۔ یہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھے نہ مسیح جنہوں نے فرمایا الکاسب حبیب اللہ محنت سے کام کرکے کمانے والا خدا کا دوست ہے۔ ہاں مسیح کے نمونہ نے اس کے پُرجوش پیرووں کو راہبوں کی حیثیت میں تجرد اور تنہائی کی زندگی بسر کرنے کی ہدایت کی۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نمونہ نے لوگوں کو یہ بتایا کہ وہ اپنی آگ آپ جلائیں۔ اپنی جوتیوں کو آپ پیوند لگالیں اپنے کھیتوں کی آپ کاشت کریں۔ اور

یہ دونوں امر اپنے اندر کوئی معقولیت نہیں رکھتے۔ خدا کی عبادت اور انسان کی بہتری کا کام دونوں اکٹھے ہو سکتے ہیں اور اکٹھے ہونے چاہئیں +

مسلمانوں کا کوئی سبت نہیں ان کے ہاں کوئی خاص دن عبادت کے لیئے نہیں نہیں۔ وہ اپنی عبادت ہفتہ کے ہر دن میں کرتے ہیں۔ اور وہ بھی ہر روز کم از کم پانچ مرتبہ وہ حقیقتاً اس بات پر ایمان لاتے ہیں۔ کہ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا۔ اگر وہ اپنے دسترخوان پر دن میں پانچ وقت جاتے ہیں۔ تاکہ وہ جسمانی خواہش کے تقاضا کو پورا کریں تو وہ اپنی مسجدوں میں بھی دن میں پانچ دفعہ جاتے ہیں۔ تاکہ اپنی روحانی تقاضاؤں کو پورا کریں نماز کے وقت جب نماز کے لیئے پکارا جاتا ہے۔ تو سب مسلمان اپنے کاروبار کو چھوڑ کر نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور نماز کے فراغت کے بعد پھر اپنے کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ جمعہ کے دن اُن کو دوپہر کی نماز کے متعلق خصوصیت سے جماعت میں ادا کرنے کا حکم ہے۔ مگر یہ حکم کس قدر معقول ہے جیسے کہ درحقیقت اس کے سارے ہی احکام ہیں سورۃ جمعہ کے دوسرے رکوع سے معلوم ہوتا ہے +

یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون +

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب جمعہ کے دن نماز کے لیئے پکارا جائے۔ تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ آؤ اور کاروبار کو چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ اور جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور خدا کے فضل کی چیزوں کی تلاش میں لگ جاؤ۔ اور اللہ کو بہت یاد رکھو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ +

انگلستان کے عیسائی لوگ اور خود آرچ بشپ صاحب کنٹربری اتوار کو بلا اپنے تو قلب پر بوجھ ڈالنے کے کام کر سکتے ہیں۔ نہ صرف اب جبکہ ایک سخت ضرورت پیدا ہوگئی ہے بلکہ ہمیشہ ہے۔ اگر وہ اس فلسفہ کو سمجھ سکیں جو مذکورہ بالا آیات میں پایا جاتا ہے جو خدا کی آخری کامل ترین اور عملی بشارت یعنی قرآن کریم میں ہیں۔ جو چیز اللہ تعالےٰ نے ہم کو اپنے

اگر ہم سبت اسلیئے مناتے ہیں۔ کہ اللہ تعالے نے چھ دن میں زمین اور آسمان کی پیدائش کا کام کرکے تھک گیا تھا۔ اور ساتویں دن اس نے آرام کیا۔ تو ہم کفر کی بات کہتے ہیں۔ خدا کے قانون خلق میں ہم کو کوئی تکان یا آرام نظر نہیں آتا ہفتہ یا اتوار کے دن عام بڑھنا رک نہیں جاتا۔ خود ہمارا دل جو اس قدر کام میں لگا رہتا ہے وہ اپنا کام چھوڑ نہیں دیتا۔ دنیا میں زیادہ تعداد اُن لوگوں کی ہے جو کوئی سبت نہیں مناتے اور یہ ان سے بڑھکر ہے جو سبت منانے والے ہیں۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ خدا ہم سے بھی رہ گیا۔ کہ چھ دن کام کرنے سے وہ تھک جائے +

پس یہ مسئلہ کہ سبت یا اتوار آرام کے لیئے بنایا گیا ہے کوئی وزن نہیں رکھتا۔ اور اس کی بنا پر اتوار کو کام کرنا چھوڑنا ضروری نہیں۔ بڑی بڑی لڑائیوں میں کبھی لوگوں نے اتوار کو ایک دوسرے کے گلے کاٹنے بند نہیں کردیئے۔ تاریخ کے بعض بڑے بڑے عظیم الشان جنگ اتوار کے دن ہی ہوئے ہیں۔ باقی رہا یہ کہ اس دن کو مخصوص کرنے کی اصل غرض اور اہم مقصد اس کو عبادت کے لیئے الگ کرنا ہے۔ اس کی بھی کوئی وجہ نہیں۔ کہ کیوں اتوار کا دن خصوصیت سے عبادت کا دن سمجھا جانا چاہیئے سوائے اس کے تثلیث کفارہ خدا کے بیٹے کی طرح یہ بھی پرانی بت پرستی کا ورثہ ہے جو عیسائیت نے لیلیا۔ کیونکہ بت پرستوں کا سورج کا دن۔ جو دن سورج کی عبادت کیلئے خاص تھا اُسے خدا کی عبادت کے لیئے خاص کیا جائے۔ اسکی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی؟ کیوں ایک انسان ہر روز عبادت نہ کرے۔ اور کیوں وہ ساتویں دن سوائے عبادت کے کچھ نہ کرے

افعیینا بالخلق الاول بل ھم فی لبس من خلق جدید (ق-۱۵) کیا ہم پہلی خلق (ارض وسما) سے تھک گئے ہیں؟ بلکہ وہ نئی خلق کے متعلق شک میں ہیں۔ یعنی اگر تو ایک خلق سے ہم تھک گئے ہوتے تو کسی شک کرنے والوں کو گنجائش تھی کہ وہ کہہ دیتا۔ کہ اب نئی خلق خدا کس طرح کریگا لیکن جب خلق اول نے ہم کو تھکایا نہیں تو خلق ثانی میں شک کی کیا گنجائش ہے عیسائی جو یہ اعتراض کرنے کے عادی ہیں۔ کہ اسلام نے اپنی تعلیم انکی کتابوں سے لی ہے غور کریں۔ کہ کس طرح قرآن کریم نے ان کی ایک غلطی کو دور کیا ہے۔ (ایڈیٹر)

اس غلطی کو دور کیا کہ اللہ تعالےٰ نے ساتویں دن آرام کیا۔ اور بتایا کہ خالق کون ومکان تکان کے نقص سے پاک ہے۔ دو کروڑ بھی آسمان اور زمین بنانے سے وہ تھک نہیں سکتا۔ ذات باری ہر قسم کی کمزوری سے پاک ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السموٰت وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السموات والارض ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم (البقرہ - ۲۵۶) اللہ وہ ذات مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے کہ اسکے سوائے کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ زندہ۔ قائم بالذات ہے۔ اسکو اونگھ (جو تکان کا نتیجہ ہے) نہیں آتی نہ نیند آتی ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے جو کچھ زمین میں ہے کون ہے جو اس کے ہاں شفاعت کرسکتا ہے مگر اس کے اذن سے وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔ اور وہ اس کے علم سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کرسکتے سوائے اسکے جو وہ چاہے اس کا تخت (یا علم) آسمان وزمین پر پھیلا ہوا ہے۔ اور ان دونوں کا نگہ رکھنا اُسے تھکاتا نہیں اور وہ بلند عظمت والا ہے۔

✗۔ اس سے بھی بڑھ کر صراحت کے ساتھ خلق عالم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ ولقد خلقنا السموات والارض وما بینھما فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب تحقیق ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے چھ ایام میں پیدا کیا۔ اور ہم کو تکان نے نہیں چھوا (ق ۳۸) چھ ایام سے مراد چھ زمانے ہیں جیسا کہ مفسرین نے بھی لکھا ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں یوم کا لفظ ایک آن سے لیکر لمبے سے لمبے زمانہ پر بولا جاتا ہے۔ اور خود قرآن کریم میں ہزار سال کے یوم اور پچاس ہزار سال کے یوم کا ذکر ہے تو فرمایا کہ چھ یوم میں پیدا کرنے کے یہ معنے نہیں کہ وہ تھک گیا تھا۔ بلکہ اسکے سارے کام تدریجی ہیں اسلئے خلق بھی تدریجی ہے۔ نہ ہی زمین اور آسمان اور جو کچھ اُن کے اندر ہے ان کو پیدا کرنے کے بعد اس کو کوئی تکان محسوس ہوئی تھی جو اُسے آرام کی ضرورت ہوتی۔ ایسا ہی دوسری جگہ اسی صورت میں اس عالم کی خلق کا ذکر کرتے ہوئے جو عالم معاد ہے فرمایا۔ افعیینا

قوموں کی بُنیادیں ڈالیں۔ وہ جس نے زندگی کے عملی اور اصُولی اعلےٰ سے اعلےٰ اخلاقی سبق سکھائے وہ جس نے عورتوں اور غلاموں کو آزاد کیا وہ جس نے دُنیا کو جمہوری بنایا نہ خیالی میں اور کتابوں بلکہ عملی طریقوں سے +

اور یہی راہ ترقی یافتہ نسل للانسانی اختیار کر رہی ہے جیسا عیسائی مُلکوں کے مُدبّرین انسان کی بھلائی اور خوشحالی کے لیئے شراب کے استعمال کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں جو اُن کو بائبل سے کوئی ہدایت نہیں ملتی۔ بلکہ بائبل اسبارہ میں اُن کو غلط راہ پر ڈالتی ہے۔ اس موقع پر مسیح کی شخصیّت بھی اُن کی مدد نہیں کرتی۔ بعض امُور میں اس کی زندگی کا جو نقشہ اناجیل میں کھینچا گیا ہے وہ آج کل کے لوگوں کی اصلاح میں بجائے معاون ہونے کے روک ثابت ہو رہا ہے۔ مسیح کو خود مے فروشوں کا دوست کہا گیا ہے۔ اُس کے معجزات میں بھی شراب کا بنانا پایا جاتا ہے پس مےنوشی کے انسداد میں اُس کا نمُونہ کیا کام دے سکتا ہے۔ مُقننین کو جب شرابنوشی کے روکنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو اُنہیں اسلام کی طرف رجُوع کرنا پڑتا ہے نہ عیسائیت کی طرف۔ اس کا نمونہ اُنکو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ملتا ہے نہ مسیح کی زندگی میں +

اسی طرح جب مسیحی ممالک کے مُصلحین اور قانُون سازوں کو ایک گری ہُوئی سوسائٹی کی مدنی اصلاح کی ضرورت پیش آئے تو انجیل کی ورق گردانی کرنا ایک بےسُود کام ہوگا۔ مسیح نے کبھی انسانوں کے تعلقاتِ تمدن کی طرف توجّہ نہیں کی۔ جو لوگ اُسکی زندگی کی پیروی کرتے ہیں انہیں خانقاہوں اور صومعوں میں اُس کی تلاش کرنی پڑتی ہے جو اپنے بھائیوں سے قطع تعلّق کر کے علیحدہ ایک گوشہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ پس ان طریقوں اور عبادتوں کو سیکھنے کیلئے جو انسانی سوسائٹی کو سنجیدہ درست اور صاحب اخلاق بنا سکتے ہیں۔ عیسائی مُعلمین کو قرآن اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی طرف توجّہ کرنی ضروری ہے +

سبت کے بارہ میں بھی یہی بہتر ثابت ہوگا۔ کہ ہم قرآن اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مُتوجّہ ہوں پہلا کام جو قرآن کریم نے کیا وہ یہ تھا کہ جس قدر امُور اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ کے منافی تھے اُن کو دُور کیا۔ چنانچہ خلق عالم کے مسئلہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کی

قریب ثابت ہؤا ہے +

بائبل میں مسیح کی زندگی کی جو تصویر کھینچی گئی ہے - وہ پُرانے زمانہ کے اُن توہّم پرست دلوں پر اثر ڈال سکتی ہے - جو محض اِسبات سے مرعوب ہو جائیں کہ اُن کے سامنے عجیب و غریب معجزات کی کہانیاں بیان کر دی جائیں - یا جن کے اندر محض اس قسم کی نیکیوں کی عزّت کا جوش پیدا کیا جا سکے جو متحملانہ رنگ اپنے اندر رکھتی ہوں جیسے بردباری اور فروتنی - یہی وجہ ہے کہ پوپوں اور پادریوں نے ہمیشہ اسبات کے لئے پورا زور لگایا ہے - کہ ان قلوب کے جوان کے ماتحت ہیں محقّقانہ خیالات کی رَد کو دباتے رہیں جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ معقولیّت کا زمانہ یورپ میں اس وقت شروع نہیں ہؤا جبتک کہ اسلام نے اس اثر کو پاش پاش نہیں کر دیا - جو پادریوں نے لوگوں کے دلوں پر پیدا کر رکھا تھا - اور جب تک کہ مسلمانوں نے یورپ میں علوم اور سائنس کے مدرسے اور کالج نہیں کھولے اِسی بائبل کی بنا پر سپانیہ کی وہ مہیب اور ظالمانہ مذہبی عدالت قائم کی گئی جس نے ہزارہا زندہ انسانوں کو جلتی آگ کے شُعلوں کی نذر کیا - اور بڑے بڑے حامیان سائنس اور علمی آدمیوں کے مصائب اور تکلیف دہی کا موجب بنی رہی - اور جبتک کہ پادریوں کی حکومت رہی من فن تک علمی تحقیقات اور ترقی بالکل رُکی رہی - بلکہ ناممکن ہو گئی - اور توہّم پرستی اور تنگدلی کا دور دورہ رہا +

وہ کہانیاں جو مسیحیت کے نام میں سکھائی جاتی ہیں - ایک ترقی کرنیوالی نسل انسانی کے لئے کبھی رہنمائی کا کام نہیں دے سکتیں - نہ ہی بائبل میں جو کچھ مسیح کی زندگی اور تعلیم کا نقشہ کھینچا گیا ہے - جو محض عاجزانہ طور پر صرف تین سال گلیل کے ماہی گیروں کو تعلیم دیتا رہا - اور جو اپنی تمام زندگی دُکھوں اور تکلیفوں کا نشانہ بنا رہا - اور آخرکار صلیب پر چڑھایا گیا - وہ بیسویں صدی کے پیچ در پیچ زندگی کے شعبوں میں نمونہ کا کام دے سکتی ہے - ترقی یافتہ نسل انسانی صرف ایسے خدا کے فرستادہ سے ہدایت حاصل کر سکتی ہے جس نے خود اپنی زندگی ایک مُعلّم - ایک مُدبّر - ایک سپاہی - ایک مُقنّن - ایک کاروباری آدمی - ایک عابد اور ایک بادشاہ کی حیثیت میں گذاری ہو - وہ جس نے سلطنتوں اور

کی ہے ۔ اب اگر عیسائیوں کا اتوار کو سبت کے طور پر منانا چوتھے حکم کی تعمیل میں نہیں تو خود مسیح اُن کو ملزم ٹھیراتے ہیں ۔ اور اگر یہ اس حکم کی تعمیل ہے تو اتوار کے منانے پر جس قدر آزادی سے اس زمانہ میں کام لیا جاتا ہے ۔ یہ ایک سخت گناہ کا ارتکاب ہے ؛ +

کنٹربری کا آرچ بشپ اسبات کو تسلیم کرتا ہے ۔ کہ خدا کی وحی کے مطابق اتوار آرام اور عبادت کا دن ہے ۔ پادری ڈاکٹر ہارٹن کے نام وہ اپنی چٹھی میں لکھتا ہے "خداوند کا دن محض اتفاقی طور پر ایک دن کا منانا نہیں جو عیسائی مذہب میں دست اندازی کے بغیر ترک کیا جا سکتا ہو ۔ یہ حواریوں کے دنوں سے کلیسیا کی زندگی کے اندر داخل ہو چکا ہے ۔ اور وہ اصول جس کو یہ اپنے اندر لئے ہوئے ہے یعنی آرام اور عبادت کا اصول جس قدر بھی ہم اسکو پیچھے لیجائیں خدا کی وحی اور خدا کے کلام کے اصل سرچشمہ میں جا ملتا ہے"۔ وہ اتوار کو خدا کا عطیہ قرار دیتا ہے ۔ پس اب جبکہ جنگ جاری ہے اسکو کیا حق ہے کہ اس کے نہ منانے کی اجازت دے کیا یہ فرض کر لیا جائے ۔ کہ اُسکے الفاظ کی وقعت خدا کے کلام سے بھی بڑھ کر ہے ۔ وہ کس طرح اُمید رکھتا ہے کہ محض اُس کی اجازت کی وجہ سے جو خدا کے حکم کے صریح خلاف ہے مرد اور عورتیں" ایک صاف ضمیر کے ساتھ میدان جنگ میں کام کر سکتے ہیں +

اُس کا عذر یہ ہے کہ آج کے حالات غیر معمولی ہیں ۔ مگر کیا اس عذر کو پیش کرنے سے اُس کا یہ منشاء ہے ۔ کہ علیم خبیر خدا کو یہ علم نہ تھا کہ ایسی اشد ضرورتیں اور ایسے غیر معمولی حالات پیش آسکتے ہیں ۔ جن کا یہ تقاضا ہو گا ۔ کہ سبت کے منانے میں خدائی حکم کو بھی چھوڑنا پڑیگا پھر کیوں خدا نے خود اس حکم کو مشروط نہ کیا ۔ کنٹربری کے آرچ بشپ کو کیا اختیار ہے ۔ کہ وہ خدا کے حکم کے گو عارضی طور پر ہی سہی مخالف حکم دے سکے ۔ اور یہ کہا جائے کہ ایک مرتبہ خود مسیح نے بھی اس حکم کو بھی توڑا تھا ۔ تو اُس کا جواز تو یوں کیا جاتا ہے ۔ کہ چونکہ وہ خود خدا تھا اسلیئے خدا کے قول کے مخالفت کر لینے کا اُسے اختیار تھا ۔ مگر کیا کنٹربری کا آرچ بشپ اپنے لیئے اور انگلستان کے لوگوں کے لیئے اسی خاص حق کا مدعی ہے جو مسیح کو حاصل تھا ؟

اصل بات یہ ہے کہ روز بروز یہ ثابت ہوتا چلا جاتا ہے ۔ کہ مسیحی عقائد اور مسیحی طرز خیال ایک ترقی کرنیوالی نسل انسانی کی رہنمائی کے لیئے ناکافی ہیں مسیحیت کا عملی اثر صفر کے

کر سکتے ہو۔ افسوس ہے کہ اس راستباز انسان کے کلام سے بھی اُس کے غالی پیروفائدہ اُٹھانا نہیں چاہتے مگر تا ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ غلط عقیدہ آخر کار خود بخود اس طرح جاتا رہیگا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے +

سبت

(از نذیر ولی)

"تو سبت کا دن پاک رکھنے کیلئے یاد کر۔ چھ دن تک تو محنت کر کے اپنے سارے کام کاج کر لیکن ساتواں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے اسمیں کچھ کام نہ کر نہ تو نہ تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی نہ تیرا غلام نہ تیری لونڈی نہ تیرے حواشی اور نہ تیرا مسافر جو تیرے پھاٹکوں کے اندر ہو کیونکہ خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین دریا اور سب کچھ جو ان میں ہے بنایا۔ اور ساتویں دن آرام کیا۔ اسلیئے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اُسے مقدس ٹھیرایا" خروج باب ۲۰ درس ۸ - ۱۱ +

یہ اُن احکام میں سے جو خداوند نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی کیئے چوتھا حکم تھا حضرت مسیح نے اپنے قول سے (گو اپنے عمل سے ہمیشہ ایسا نہ کیا ہو) اُن تمام احکام کی تاکید کی جو حضرت موسیٰ نے دیئے تھے۔ یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اُس نے کہا "یہ مت خیال کرو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا۔ میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹیگا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔ پس جو کوئی ان حکموں میں سے سب سے چھوٹے کو ٹال دیوے۔ اور ویسا ہی آدمیوں کو سکھاوے آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا۔ پر جو کوئی عمل کرے اور سکھلاوے وہی آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا کیونکہ میں تمہیں کہتا ہوں کہ اگر تمہاری راستبازی فقیہوں اور فریسیوں سے زیادہ نہ ہوتے تم آسمان کی بادشاہت میں کسی طرح داخل نہ ہو گے" متی باب ۵ درس ۱۷ - ۲۰ +

اس کے علاوہ اور مقامات پر بھی حضرت مسیح نے احکام شریعت کی تابعداری کی تاکید

اپنی بشریت اور اپنی کمزوری کا اس طرح معترف ہوتا ہے۔ ان سیدھے سادے الفاظ کی پیچیدار تاویلیں کرنا تقویٰ کا طریق نہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب تو مجھے خدا نہیں مانتا تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے۔ ایسی بعید از قیاس تاویل ہے کہ عقل انسانی اُسے دُور سے دھکّے دیتی ہے۔ مسیح کا مطلب صاف ہے حقیقی طور پر نیک وہی ہے جو تمام نیکی کا سرچشمہ ہے انسان عاجز ہے بشری غلطیاں بھی اس سے ہو جاتی ہیں۔ ہاں وہ بھی نیکی کا شیدا تھا اور جس طرح خود نیکی کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا دوسروں کو بھی نیکی کی ہدایت کرتا تھا۔ مگر یہ صاف تاویل الفاظ کی خُدائی اور کفارہ کے شیدائیوں کو کس طرح پسند آسکتی ہے +

پھر حضرت مسیح کہتے ہیں کسی انسان کو ماسٹر یعنی آقا نہ کہو۔ اور نہ خود آقا کہلوانا پسند کرتا ہے۔ بیشک یہ راستبازی کا بڑا اعلےٰ مقام ہے۔ کہ انسان اپنے آپ کو ہمیشہ خادم سمجھے آقا تو وہی ہے جو سب خدمت وعبادت کا مستحق ہے۔ انسان ہمیشہ خادم ہی رہا ہے۔ اور خادم ہی رہیگا۔ اور خادم رہنے میں ہی اُس کا فخر ہے۔ پس نہ مسیح خُداوند ہے نہ کوئی دوسرا انسان بلکہ خداوند ایک ہی ہے +

پھر حضرت مسیح فرماتے ہیں۔ کہ تم سب بھی خدا کے فرزند ہوسکتے ہو۔ اس سے اُسکی اپنی خدا کے فرزندی کی حقیقت بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ یہی جواب اُس نے اپنے مخالفوں کو بھی دیا تھا کہ تم میرے خُدا کا بیٹا اپنے آپ کو کہنے پر معترض ہوتے ہو مگر تمہارے بڑے تو خدا بھی کہلائے یعنی جس طرح مجازی رنگ میں وہ خُدا یا خدا کے بیٹے کہلائے۔ اسیطرح مجازی رنگ میں میں خُدا کا بیٹا اپنے آپ کو کہتا ہوں۔ اور ان معنوں میں ہر ایک انسان خدا کی عبادت سے خدا کا بیٹا بن سکتا ہے۔ کیونکہ وہ خُدائی صفات کو اپنے اندر لے لیتا ہے جس طرح بیٹا باپ کے نقوش کو اپنے اندر لیتا ہے۔ یہ تھی مسیح کی خُدا کی فرزندی جس کو لفظ پرستوں نے کچھ کا کچھ بنا لیا +

اور سب سے عجیب تر یہ ہے۔ کہ پادری صاحبان مسیح کے معجزات کو اُس کی خُدائی کی دلیل ٹھیراتے ہیں لیکن انجیل میں حضرت مسیح فرماتے ہیں۔ کہ جو کام میں کر سکتا ہوں۔ وہ تم بھی

ہیئت جسم انسانی کی ایسی ہوتی ہے کہ اُس سے تکبّر ٹپکتا ہے۔ ایک ہیئت ایسی ہوتی ہے کہ وہ نیستی پیدا کرتی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ہم اپنی نماز میں جو ان کیفیات سے پاک ہونی چاہئیے ایسی ہیئت بھی اختیار نہیں کرینگے۔ پھر عابد کا خیال تو یہ ہونا چاہئیے کہ میں جو خدا کی محبت میں تڑپ رہا ہوں اپنے محبوب کی رضا کو کبھی دست بستہ کھڑا ہو کر چاہوں تو کبھی عاجزی سے اسکے آگے جھک جاؤں اور کبھی کمال انکساری اور کمال محبت دکھانے کیلئے اُسکے آگے گر جاؤں اور جس جس طرح محبت اور عاجزی کا اظہار ہو سکتا ہے اُن تمام طریقوں کو اختیار کروں بس یہی ہیئات مختلف اسلام نے اس محبت کے اظہار کے لئے تجویز کی ہیں جس کا اظہار عبادت میں ضروری ہے۔ لیکن اس حالت میں کبر جیسی ناپاک چیز کو اپنے پاس تک نہ آنے دونگا۔ میں خاک ہوں اور خاک میں ہی جانا ہے۔ اور اس بات کے اعتراف میں خاک پر میں اپنا سر اپنے مولا کے سامنے رکھ دیتا ہوں (کمال الدین)

اخبار افریقن ٹائمز سے جولائی کے اسلامک ریویو میں ایک نظم نقل کی گئی ہے جس کا عنوان ہے "یسوع مسیح کی انجیل"۔ اُس میں مسیح کے الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ وہ بھی انسانوں کی طرح ایک انسان تھا۔ اُنہی کی طرح بشری کمزوریاں اُس کے اندر بھی تھیں۔ اُنھی کی طرح وہ بھی کمال کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ بھی ایک خادم نسل انسانی تھا جس طرح ہر ایک انسان ہے۔ اگر وہ خدا کا بیٹا تھا تو اُس معنے میں سب خدا کے بیٹے ہیں۔ جو طاقت اُسے معجزات دکھانے کی دیگئی تھی وہ ہر ایک انسان کو مل سکتی ہے ایسی صاف اور بین صداقتیں ہیں جو قلب انسانی پر اثر کرتی ہیں مگر تعجب ہے کہ باوجود ان سب اعترافوں کے اُسے خدائے معبود بنایا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اُس نے وہ کام کئے جو کوئی انسان نہیں کر سکتا +

ایک ہی فقرہ انجیل کا ہمیشہ کیلئے مسیح کے خُدائی کے عقیدہ کی تردید کے لئے کافی ہے! یہ ان پانچ فقروں میں سے ایک ہے جنھیں زمانہ حال کے اعلےٰ طبقہ کے منتقدین نے مسیح کا اپنا قول قرار دیا ہے۔ اور وہ فقرہ یہ ہے کہ جب کسی نے مسیح کو کہا۔ اے نیک اُستاد تو آپ نے فرمایا۔ تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے سوائے ایک خدا کے کوئی نیک نہیں۔ ایک راستباز کی جو

ہوتے ہیں۔ اسیطرح ہماری جسمانی ہیئات بھی قلب کی حالت کا نقشہ دکھاتے ہیں۔ اور جس طرح یہ کہکر عبادت میں صرف جوش محبت بکار ہے الفاظ کو ترک نہیں کر سکتے۔ اسی طرح حرکات بھی ضروری ہیں۔ استغراق بیشک ایک مفید چیز ہے لیکن خود استغراق کے لئے ذہنی طور پر ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کی ضرورت ہے۔ فرق صرف یہ ہوگا کہ اس حالت میں وہ لفظ جس اصل خیال کو ظاہر کرنے والے ہیں دل کے اندر رہینگے اور دل کے سامنے ایک نقشہ بدل بدلکر آتا جائیگا۔ اسی طرح پر الفاظ کا منہ سے ادا کرنا استغراق میں مُعاون ہوتا ہے۔ اور جس طرح الفاظ کسی اندرونی حالت کا نقشہ ہیں۔ اسی طرح حرکات بھی ایک اندرونی حالت پر شاہد اور ایک خاص کیفیت کے پیدا کرنے میں مُعاون ہوتی ہیں؛

اس سوال کا ایک اور پہلو بھی ہے بعض احساسات ہمارے اندر پیدا ہوتے ہیں یا بعض خیالات ہمارے دل میں جاگزین ہوتے ہیں۔ اگر ہم اُن خیالات یا جذبات کو نشو ونما دینا چاہیں تو الفاظ کی امداد اسکے لئے ضروری ہوتی ہے بعض وقت ایک لطیف خیال معاً دل میں آتا ہے مگر نہایت ابتدائی حالت میں ہوتا ہے لیکن جبھی کہ ہم قلم اور سیاہی کی مدد سے اُس کا نقشہ کاغذ پر کھینچنا شروع کرتے ہیں۔ تو اس کے سارے نقش و نگار تب ہی اپنی کمال خوبصورتی کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔ یا اگر ہم اُس کا ذکر کسی دوست سے کریں تو وہ چیز جو دل میں محض ایک بیج کی طرح تھی ایک درخت کی صورت میں نشو ونما پا جاتی ہے۔ اس قسم کی مثالیں بہت سی دی جا سکتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح ہمارے اندرونی جذبات اور اُن کے بیرونی اظہار کے طریقے ایک دوسرے سے وابستہ ہیں؛

پھر بہرحال جب نماز ادا کرنی ہوگی تو کوئی خاص ہیئت جسم کی اُس حالت میں ہوگی یعنی کوئی شخص بیٹھا ہوا ہوگا یا لیٹا ہوا ہوگا۔ یا ٹیک لگائے ہوگا یا کھڑا ہوگا۔ کیوں نہ ہم اپنی نماز میں وہ خاص ہیئت اختیار کریں جس سے محبت عاجزی کامل فرمانبرداری اور شکر گذاری کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ اور جس صورت میں ہم خوب جانتے ہیں کہ ایک

کا نتیجہ ہیں۔ اور اسلامی نماز میں اللہ تعالیٰ کا وہ حُسن اور احسان یاد دلایا گیا ہے جو عالم کی پیدائش میں ایسے رنگ میں ظاہر ہُوا ہے۔ کہ ہماری خوشی میں مُعاون ہو اور ہماری ضروریات کا متکفل۔ جو چیزیں ہماری خوشی کا موجب ہوتی ہیں وہ ہماری نظر میں محبوب ہو جاتی ہیں اور جو چیز ہماری خواہشات کے پورا ہونے میں رُکاوٹ ہو جائے وہ ہمارے لیئے قابل نفرت ہو جاتی ہے۔ سارا عالم ہمارے لیئے خوشی کا سرچشمہ ہے۔ اسلیئے اِس عالم کو وجود میں لانیوالے قائم رکھنے والے پالنے والے کیلیئے ہمارے دِل میں محبّت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اور الحمد للہ رب العالمین میں اُسی کی طرف ہمیں توجہ دلائی گئی ہے جب یہ کلمہ ہمارے مُنہ سے نکلتا ہے تو بے اختیار دل میں اُس ذات پاک کی نسبت انتہا محبّت پیدا ہوتی ہے۔

پس یہ تو ضروری ہے کہ خُدا کی عبادت میں محبّت اور شکرگزاری انسان کے دل میں بھری ہُوئی ہو لیکن اندرونی جذبۂ محبّت میں اور اُس کے اِس اظہار میں جو اِس طرح لفظوں میں ہم کرتے ہیں کوئی حدِّ فاصل قائم نہیں کی جا سکتی۔ تمام انسانی دائرہ خیالات میں کوئی پہلو بھی اندرونی نشو ونُما کا ایسا نہیں جس میں خارجی امُور مُعاون نہیں ہوتے۔ نہ ہی درحقیقت اُن خارجی امُور کو ترک کیا جا سکتا ہے جسمانی اور رُوحانی کیفیّات کچھ ایسی ملی جُلی ہیں۔ کہ اندرونی خیال اظہار کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور کوئی خارجی اظہار ہمارے دل پر اثر کیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انسان کی ہر ایک ہیئت اپنے اندر ایک معنے رکھتی ہے۔ اور جو ہیئت جسمانی اختیار کی جاتی ہے۔ وہ دماغ پر ایک خاص تاثیر چھوڑتی ہے۔ اگر یہ نفس الواقع حقائق ہیں۔ اور انسانی دل اُن کے اثر سے بالاتر نہیں تو نماز کی جسمانی ہیئات کیونکر ترک کی جا سکتی ہیں۔

یہ سچ ہے کہ محبّت کی آگ ہماری نماز کی اصل رُوح ہونی چاہیئے۔ مگر آگ بھی جلتی ہے تو اس کا شعلہ ایک خاص ہیئت اختیار کرتا ہے۔ ہمارے الفاظ ہی ہماری دِلی کیفیات کو ظاہر کر سکتے ہیں۔ اور ظاہری ہیئت کچھ اندرونی حالت کا پتہ بتاتی ہے۔ احساسات محبّت کے لیئے بھی اظہار کی ضرورت ہے۔ اور جس طرح ہمارے لفظ ایک اندرونی کیفیت کا مُرقّع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۳) بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۷ء نمبر (۹)

شذرات

ایک دلچسپ چٹھی میں ایک صاحب اسلام کے متعلق کچھ دریافت کرتے ہوئے اسلامی نماز کی ظاہری وضع اور حرکات کو غیر ضروری قرار دیتے ہیں جس کا جواب خواجہ کمال الدین صاحب نے دیا ہے۔ سوال یہ ہے:-

"عبادت کرنیوالا محبّت کے جوش سے عبادت کرتا ہے اور ظاہری اوضاع وحرکات کو مدِّ نظر نہیں رکھ سکتا اور وہ سب عبادت کرنیوالوں کو یکساں سمجھتا ہے اور کسی شخص کو کافر یا مردود نہیں ٹھیراتا۔ دُعا کی حالت میں ایک شخص جو بکلّی خُدا کے جلال اور عظمت پر غور کرنے میں محو ہے اُسے کسی دوسری چیز کا احساس نہیں ہو سکتا حضرت علیؓ کی ران میں سے نماز کی حالت میں تیر باہر نکالا گیا۔ اور آپ نے اُس کو محسوس نہیں کیا" +

محبّت بیشک ہماری نماز کی رُوح ہے اور ہونی چاہیئے لیکن سوائے اسلام کے کسی مذہب نے اس خیال کو پُورا پُورا مدِّ نظر نہیں رکھا۔ اور اسلام نے دُعا کے اندر جن صفاتِ الٰہی کو بالخصوص چُنا ہے۔ وہ اِس غرض کو کمال تک پہنچانے والی ہیں محبّت اور عبادت حسن اور احسان

بلادِ غربیہ میں اسلام کا مشعل بردار

اسلامک ریویو مجریہ لنڈن قیمت سالانہ عہ

اس کا اُردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام قیمت سالانہ ہے راڈیٹر خواجہ کمال الدین و مولوی صدر الدین صاحبان مسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی معرفت کرانے کا محتاج نہیں۔ صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں۔ کہ اس وقت اسی کے منافع پر انگلستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہے۔ اس کا ہر ایک خریدار اب گویا بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا خود متکفل ہو جاتا ہے اگر برادران ملت کوشش کر کے انگریزی رسالہ کے پانچہزار اور اُردو کے دس ہزار خریدار پیدا کر دیں تو ان کا منافع ہمارے ووکنگ اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلاد غربیہ میں مفت تقسیم ہو۔ اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی تمہیں پانچ روپے سالانہ بھیجدے تو ہم اُن کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کر دینگے۔ کیا ملت بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں نہیں ؟

دوستو اُٹھو ! جاگو ! وقت کو غنیمت سمجھو ! ! ! اسلامک ریویو ہی ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے۔ اور بفضلہ تعالےٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے اس کو مضبوط کرنے کی کوشش کرو اور اللہ تعالےٰ سے اجر جزیل پاؤ + والسلام

المشتہر۔ خواجہ عبد الغنی مینیجر رسالہ اسلامک ریویو اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

لنڈن میں جلسہ میلاد النبی صلعم

قیمت ۳ر

اس کتاب میں اس مقدس جلسہ کی مفصل روئداد ہے۔ جو زیر سرپرستی سنٹرل اسلامک سوسائٹی مورخہ ۶ جنوری سنہ ۱۹۱۷ء کو ہوٹل میں مقدس تقریب ولادت آنحضرت منعقد ہوا۔ دیگر مشاہیر قوم و پریزیڈنٹ تقریر کے ایک انگریز قابل مصنف کی زر تقریر آنحضرت صلعم کے "خلق عظیم" کے متعل نہایت ہی قابل مطالعہ ہے۔ ہمارے ناظرین ضرور اس کتاب کی متعدد کاپیاں خرید فرما مسلم احباب میں تقسیم فرمائیں +

المشتہر
مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو
عزیز منزل۔ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اِسلامک ریویو اینڈ مُسلم اِنڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری و مولوی صُدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپے

اِس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مُسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار ۱۰۰۰۰ اشاعت ووکنگ مشن کے ۱/۳ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۳) | بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۷ء | نمبر (۹)

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
۱- شذرات	۳۸۵
۲- سبت (از قودائی)	۳۹۳
۳- ایک دہریہ کے مطالعہ کیلئے	۳۹۸
۴- دین فطرت	۴۰۳
۵- بعد الموت زندگی اور اُسکی حقیقت قرآنی نقطۂ خیال سے	۴۰۶
۶- زرد گائے کی تمثیل - از یحییٰ النصر پارکنسن	۴۱۴
۷- اسلام اور عیسائیت اور تہذیب انسانی پر ان کا اثر - از مولوی محمد علی ایم اے	۴۲۰
۸- نیک سامری - از خالد سٹیلڈرک	۴۲۸
۹- واشنگٹن ارونگ کے خیالات آنحضرت صلعم کے متعلق - از خورشید انور بی اے	۴۳۱

یونین سٹیم پریس لاہور میں لالہ بخت دیوا پرنٹر کے اہتمام سے چھپوا کر مرزا یعقوب بیگ ایم بی سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

نکات القرآن

حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم-اے-ایل-ایل-بی- کے وجود باجود سے علمی و مذہبی دنیا بخوبی واقف ہے۔ آپ نے حال ہی میں قرآن کریم کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو لندن میں ووکنگ مسجد کے اہتمام میں چھپا ہے۔ اردو خواں پبلک اور بالخصوص مسلمان احباب کو مبارک ہو کہ آپ نے قرآن کریم کے تفسیری نوٹوں کو اردو میں بھی شائع کرنا شروع کر دیا ہے جسکے چار حصے شائع ہو چکے ہیں۔ پہلے حصہ میں صرف پارہ اوّل کے نوٹ ہیں جو دوبارہ زیر طبع ہے۔ اور باقی تین پارے موسوم بہ (نکات القرآن) کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔ حصہ اوّل کے متعلق ہندوستان کے ممتاز ترین اخبارات "زمیندار اور وطن" کی رائیں حسب ذیل درج ہیں

زمیندار ۱۵-اپریل ۱۹۱۵ء "جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے - ان عزیز الوجود بزرگوں میں سے ہیں جن کی عالمانہ زندگی کا ایک لحہ بھی خدمت اسلام سے خالی نہیں رہتا۔ وہ ترجمۂ قرآن لکھ رہے ہیں اور ہر آیت کی تفسیر میں حقائق و معارف کے دریا بہا رہے ہیں۔ حال میں اس درس مقدس کے بعض اہم اقتباسات انہوں نے خود ہی قلمبند کرکے شائع فرمائے ہیں جن میں اکثر آیات جزو اوّل اور کسی قدر آیات جزو ثانی کی تفسیر ہے کہ شاید اردو زبان کا خزانہ ایسے تابناک جواہر ریزے بڑی مشکلوں سے بھی نہ نکال سکے۔

وطن ۱۶-اپریل ۱۹۱۵ء "مولوی محمد علی صاحب موصوف نے قرآن شریف کے پہلے پارہ کے تفسیری نوٹ لکھکر شائع کئے ہیں۔ ہمارے پاس بھی ایک کاپی بغرض ریویو انہوں نے بھیجی ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی سب موزوں اور قابل تعریف ہے۔ اسوقت تک کثرت مشاغل کے سبب بالاستیعاب اس کتاب کو پڑھنے کا موقع نہیں مل سکا لیکن جستہ جستہ مختلف مقامات کو ہم نے دیکھا ہے اور اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ یہ نہایت مفید کتاب ہے۔ اس کی قدر مسلمانوں کو ضرور کرنی چاہئے جیسی کہ مولوی صاحب کے علم و فضل سے توقع تھی مصنف نے زمانہ حال کی ضروریات اور غیر مذاہب والوں کے اعتراضات کو جو وہ قرآن شریف پر کیا کرتے ہیں۔ پیش نظر رکھکر یہ نوٹ لکھے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ مولوی صاحب موصوف اسی طرح پورے قرآن شریف کے تفسیری نوٹ شائع کر سکیں۔ ہم اپنی طرف سے اس کتاب کی پچاس جلدیں خرید کر بلا قیمت اُن لوگوں کو جو کم استطاعت ہیں تقسیم

ہے کہ جو خدا کا محبوب ہے اس کے اعضاء خدا کے اعضاء ہیں۔ جو شخص جناب محمدؐ کی پیروی کرتا ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کا کامل شبیہہ بنجاتا ہے کیونکہ آنجناب خدا تعالےٰ کے تمام احکام کی پوری پوری متابعت کرتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ کے احکام پر چلنے سے ہی انسانیت یہ اعلیٰ درجہ حاصل ہوتا ہے +

تعجب اور حیرت کی انتہا نہیں رہتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص کے منہ کے چند الفاظ کو مغربی دماغ اُس کی خدائی کے ثبوت میں قبول کر لیتا ہے لیکن اسی قسم کے الفاظ جب کسی دوسرے شخص کی طرف منسوب ہوتے ہیں تو اُن کا انکار کرتا ہے جس طرح کے الفاظ یسوع نے کہے ویسے ہی بلکہ بعض صورتوں میں ایسے بھی پُر زور الفاظ دیگر مقدس انسانوں کے بھی پاک لبوں سے نکلے ہیں پھر اس میں کیا راز ہے کہ ایک کو تو خدائی تخت پر بٹھا یا گیا اور دوسروں کو انسانیت کے درجہ کے اوپر ترقی نہ ملی یسوع کے معجزات کی فہرست میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کی نظیر دوسرے پیغمبروں کے معجزات میں نہ ملے پھر حیرانی ہے کہ ایک تو ایک کام کی وجہ سے خدا بنا یا گیا اور دوسرے باوجود اسی قسم کا کام کرنے کے انسان ہی رہے۔ بظاہر یہ ایک مشکل معمہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر ذرا غور کرنے سے یہ حل ہو جاتا ہے یسوع مشرق کا باشندہ تھا۔ اور اس کا کلام مشرقی طرز میں تھا۔ اور مغربی دماغ کیلئے مشرقی طرز کا کلام سمجھنا بہت ہی مشکل ہے۔ اور یہی مرٹھوکر کا باعث ہوا۔ ہمیں تو یسوع کے کلام میں کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوتی ہے جس سے کسی قسم کی حیرت ہو۔ مشرق کے دیگر بڑے بڑے انسانوں نے ویسے ہی الفاظ کہے ہیں۔ اور یسوع کے ان الفاظ میں جو اس نے اپنے تعلق خدا تعالےٰ سے ظاہر کرنے کیلئے استعمال کئے ہیں کوئی امر خلاف معمول نہیں ہے۔ بعض اور بھی وجود ہیں کہ جن کو ایسی غلط فہمی کی وجہ سے خدائی کا درجہ دیا گیا تھا۔ مگر اسلام (اس کے مقدس نبی پر ہزار ہزار صلوٰۃ ہوں) پھر ان کو خدائی کے جعلی تخت سے جس کی خواہش یسوع کی طرح اُن کے خیال میں بھی نہ آئی تھی اُتار لایا ہے۔ اور وہ وقت قریب ہے کہ یسوع کو بھی دُنیا اس کی اصلی حالت میں دیکھے۔ آفتاب صداقت طلوع ہونے کو ہے۔ اور موحدانہ تحریک زوروں پر ہے وسیع الخیال عیسائیوں نے عیسائیت کی بیمعنی اور ناقابل فہم تصویروں کو ظاہر کر دیا ہے۔ اور مسیح کی خدائی اب چند دن کی مہمان ہے۔ بیشک جیسا کہ قرآن کریم بتاتا ہے یسوع ایک بڑا پیغمبر تھا۔ اور معدودے چند بہترین انسانوں میں سے ایک تھا +

مذکورہ بالا مضمون خطبات عربیہ سے انتخاب کیا گیا ہے۔ درحقیقت خطبات عربیہ نہایت دلچسپ لیکچروں کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً جناب خواجہ صاحب یا مولوی صدرالدین صاحب اپنے قیام لندن میں دیتے رہے ہر ایک مسلم گھر میں اس کتاب کا ہونا مفید ثابت ہوگا قیمت علیحدہ عہ

بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے۔ اور میں اُسکی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اُس کے ہاتھ بنتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اور میں اُسکے پاؤں بنتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے" پھر جناب رسالتمآب صلعم نے اس اعلےٰ درجہ پر پہنچنے کا طریقہ حسب ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

کہ خدا فرماتا ہے:۔ "اے انسان تو میرے احکام کی پیروی کر اور میرے جیسا ہو جائیگا" اور تب تو کہیگا "ہو جا" تو وہ ہو جائیگا۔ خدا کے احکام کی پیروی خدا کے اعضا اور جوڑ" کے حصول کی شاہراہ ہے! الفاظ کن فیکون میں کوئی امر خلاف قانون قدرت نہیں ہے۔ اگر ایک شخص اس عالم کا ہمنوا ہو کر قانون قدرت کے ساتھ مطابقت حاصل کرے۔ تو اُسکی خواہش مشیت ایزدی کے ساتھ ملجاتی ہے اور جو کچھ ایسا شخص چاہتا ہے ہو جاتا ہے۔ خدا کے احکام کی پیروی ہی آسمانی خزانہ کی کلید ہے اور اس خزانہ کو حاصل کر کے انسان خدا کا حقیقی عکس ہو جاتا ہے۔ بیشک یہ راہ دشوار گذار ضرور ہے لیکن امکان سے باہر نہیں ہے اگر ہم خدا تعالےٰ کی شکل پر بنائے گئے ہیں۔ تو خدائی صفات ہمارے وجودوں سے منعکس ہو سکتی ہیں۔ روحانیت کا یہ اعلیٰ درجہ محمدؐ موسیٰؑ عیسیٰؑ۔ کرشن اور دیگر خدا کے تابعدار اور متبرک بندوں نے کم و بیش حاصل کیا اور اسکے حصول کا رستہ ہمیشہ ایسے وجودوں کیلئے جو خدائی احکام پر چلیں گے اور دوسروں کو وہ احکام سکھائینگے کھلا رہیگا۔ یہی کمال کی حالت تھی۔ جس نے یسوع مسیح سے یہ الفاظ کہلوائے "میں باپ سے آیا ہوں جو کوئی مجھ پر ایمان لائیگا۔ اگرچہ وہ مُردہ ہو زندہ کیا جائیگا" جناب کرشن اس سے بھی آگے چلے گئے۔ اور کہا "میں بھگوان ہوں"۔ اور پھر کہا کہ "جو میری خدمت کریگا۔ اُس کو پورا اجر ملیگا۔ اور میں اس واسطے آیا ہوں کہ انسانی قربانیاں بحیثیت خدا ہونے کے قبول کروں نہ بحیثیت پروہت ہونے کے"۔ جناب محمدؐ نے ایکبار اہل مکہ کی آنکھوں میں مٹھی بھر کنکر اور ریت پھینکی اور اس سے دشمنوں کی صفوں میں ایسی گھبراہٹ طاری ہوئی کہ سوائے بھاگنے کے کچھ بن نہ پڑی۔ اور وہ جو آنجناب اور ان کے متبعین کی جان لینے کی ٹھان کر آئے تھے نہایت شرمناک شکست کا مُنہ دیکھ کر اُلٹے پاؤں دوڑ گئے۔ اس واقعہ کی طرف قرآن کریم میں خدا تعالےٰ نے یُوں اشارہ فرمایا ہے۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ اِس موقعہ پر جناب محمدؐ کا داہنا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ تھا۔ قرآن کریم میں ایک اور آیت ہے جو اِس مطلب کو اور بھی پُر معنی الفاظ میں ظاہر کرتی ہے اور وہ یہ ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ یعنی اے نبی تو لوگوں کو کہدے کہ اگر وہ خدا کے محبوب بننا چاہتے ہیں۔ تو وہ تیری متابعت کر کے یہ درجہ حاصل کر سکتے ہیں اور ظاہر

ہیں سب خیالات سے عاری ہو کر کھڑے نہیں ہوتے۔ اگر ہم اسکی مرضی کے سامنے جھک نہیں جاتے۔ اگر ہم اس عقل کُل کے سامنے عاجز ہو کر گر نہیں جاتے۔ یہی اسلام کے معنے ہیں یعنی خدا کی مرضی کا اپنے آپ کو کامل فرمانبردار کر دینا۔ اور اس کے احکام کی بلاچون چرا تعمیل کرنا۔ ہم اپنی نماز میں خدا کا جلال بیان کرتے ہیں۔ اس کی بعض صفات کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر محض مُنہ سے لفظ کہہ دینا اور دل میں ان کا کوئی اثر نہ ہونا ہمارے لئے سودمند نہیں۔ اگر ہم اُس کو رحمان اور رحیم اور جزا و سزا کے دن کا مالک قرار دیتے ہیں۔ اگر ہم اسکو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ کہ ہم تیری ہی فرمانبرداری کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ تو ہم اُس رحمان اور رحیم کے بندے کہاں ہو سکتے ہیں۔ جب تک کہ اُسکی مخلوق پر رحم نہیں کرتے۔ ایک عیسائی روزمرّہ اپنی دُعا میں کہتا ہے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر ہے زمین پر ہو۔ پس کیا اس رحیم اور محبت والے خدا کی مرضی زمین پر نہ ہوگی اگر رحم محبت فیاضی اور سخاوت زمین پر پھیل جائے۔ پس خوب یاد رکھو کہ ہماری نماز محض نقل اور ہنسی ہے۔ اگر اعمال کا اس کے ساتھ تطابق نہیں +

خُدا کی کامل تصویر

طرز بیان اور الفاظ خواہ مختلف ہوں لیکن دُنیا میں شاید ہی کوئی ایسا مذہب ہوگا جس نے اس کھلی کھلی صداقت کی تعلیم نہ دی ہو۔ کہ انسان اپنے خالق (خدا تعالےٰ) کی صورت پر پیدا کیا گیا تھا۔ کیا شک ہے کہ حضرت انسان میں حیرت انگیز استعدادیں رکھی گئی ہیں بعض وجودوں میں وہ کھلے طور پر جلوہ آرا ہوتی ہیں لیکن کثر میں مخفی ہی رہتی ہیں۔ اور اُن کو عالم شہود کا دیکھنا نصیب نہیں ہوتا ہے مگر اس میں کچھ کلام نہیں۔ کہ ہم میں سے ہر ایک اُس بالا و برتر ہستی کا ظل ہے اور ضرور ہے کہ ہم میں دائرۂ انسانی کے اندر تمام صفات خداوندی موجود ہوں خواہ اُن کا وجود امکانی طور پر ہی کیوں نہ ہو۔ کوئی بھی جس کو جامۂ انسانی عطا ہوا ہے۔ ان صفات سے محروم نہیں رکھا گیا۔ اسلام کے مقدس بانی سے پاک لبوں سے اس ظل کی حقیقت حسب ذیل پُر حکمت الفاظ میں ظاہر ہوتی ہے حدیث شریف میں آنحضرت صلعم کی وحی خفی یُوں درج ہے۔ جس شخص سے مَیں محبت کرتا ہوں۔ مَیں اُسکے کان

اسی طرح پر اس رکوع کی آخری آیت میں فرماتا ہے۔ یابنی آدم خذو زینتکم عند کل مسجد کلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین۔ اے بنی آدم ہر نماز کے وقت اپنی زینت کو لیلیا کرو۔ اور کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو۔ وہ اسراف کرنیوالوں سے محبت نہیں رکھتا۔ یہاں بھی جسمانیت اور رُوحانیت کو ملا دیا ہے۔ ایک ہی آیت میں جسمانی اور رُوحانی غذا کا ذکر ہے کیونکہ نماز درحقیقت انسان کیلئے غذائے رُوحانی ہے اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے جو تمہارے جسم کو قائم رکھے۔ تو اس سے بڑھ کر ضرورت رُوحانیت کو قائم رکھنے کی ہے۔ کیونکہ رُوحانی نشو ونما جسمانی نشو ونما سے بھی بڑھ کر ضروری ہے۔ کیا رُوح جسم سے بڑھ کر قیمتی نہیں؟ اگر محض جسم کے سہارے کیلئے ہم کو صبح کے ناشتہ دوپہر کے کھانے بعد دوپہر کی ہلکی غذا اور شام کے کھانے کی ضرورت ہے تو کیا ساتھ ہی ہم کو رُوحانی غذا کی ضرورت اس سے بڑھ کر نہیں؟ ایک مسلمان کو کھانے کے اوقات کے ساتھ نماز بھی ادا کرنی ضروری ہے۔ اور درحقیقت بانی مسیحیت نے اسی بات پر زور دیا تھا۔ جب اُس نے کہا تھا۔ کہ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا۔ بلکہ ہر اس کلام سے جو خدا کے مُنہ سے نکلتا ہے لیکن آج اُسکے پیرو روٹی کی فکر زیادہ کرتے ہیں۔ اور کلام کی غذا کی پروا تک نہیں کرتے لیکن ایک مسلم اگر پانچ وقت کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تو پانچ ہی وقت وہ اپنی رُوحانی غذا کی بھی فکر کرتا ہے۔ اور رُوح کی ضروریات کو جسم کی ضروریات کے ساتھ ہی ملحُوظ رکھتا ہے۔ وہ پانچ وقت کی نماز میں خدا کا کلام بھی پڑھتا ہے۔ اور یُوں درحقیقت ایک مسلم ہی ہے جس کی زندگی خدا کے کلام کی سی ہے۔ پس کیا ایک مُسلم مسیح کا بھی ایک عیسائی کی نسبت بہتر پیرو نہیں؟ اور نماز کی غرض بہر حال کیا ہے؟ اقیموا وجوھکم عند کل مسجد وادعوہ مخلصین لہ الدین۔ قرآن کریم کے الفاظ ہیں۔ قیام وجہ یعنی کامل طور پر خدا کی طرف مُتوجہ ہونا اور خدا کی فرمانبرداری میں اخلاص کامل۔ پس ہماری نماز ایک بیمعنی رسم ہے۔ اگر ہم اس کے حقیقی معنے کی طرف سے غافل رہیں ہم کھڑے ہوتے ہیں جھکتے ہیں سجدہ میں گرتے ہیں دوزانو بیٹھتے ہیں یہ سب نقل اور مخول ہے۔ اگر ہم خدا کے پُرجلال حضو

ایک ایسی چیز ہے جو انتڑیوں کو خراب کرتی ہے۔ اور وہ ایک کلاڑی ہے جو فطرت کو کاٹ ڈالتی ہے۔ اگر ہم یرقان سے بیمار ہو جاتے ہیں۔ اور ہماری طبیعت میں چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے اسلئے کہ ہمارے جگر میں کچھ نقص واقع ہو گیا ہے تو یقیناً ہمارے مُنہ میں کوئی چیز گئی ہے جس نے ہماری فطرت کو خراب کر دیا ہے کھانے اور پینے کی چیزیں بھی بعض وقت ہماری صحت جسمانی کے لئے ہی مضر نہیں بلکہ رُوح کیلئے بھی خطرناک ہوتی ہے لیکن ہماری دوسری جسمانی ضروریات بھی اخلاقی اور دماغی رنگ میں ہم پر اثر ڈالتی ہیں بھڑکیلے لباس ان لوگوں کو چھپا نہیں سکتے جن کی رُوح کمزور ہے۔ اور کیسا ہی سلیم قلب ہو میلے کپڑوں میں وہ تسکین نہیں پا سکتا لیکن چاہئے کہ خدا کی کتاب ہماری سب ضروریات کو مدّنظر رکھے۔ قرآن اگرچہ انسان کے جسمانی ضروریات کے لئے ہدایات دینے میں تساہل نہیں کرتا۔ مگر ان کے نیچے بھی انسان کی رُوحانی ترقی کا خیال مخفی ہے۔ اور اس طرح پر جسمانی اور رُوحانی حالتوں کو باہم ملا دیا ہے +

آیات مندرجہ عنوان پر غور کرنے سے معلوم ہو گا۔ کہ قرآن کریم نے کیسی خوبصورتی سے جسمانی اور رُوحانی حالتوں کے تعلق کو ظاہر کیا ہے۔ وہاں لباس کے تین مرتبے بیان فرمائے ہیں۔ اوّل صرف ستر کو چھپانا۔ اس کے بعد جب انسان ترقی کرتا ہے تو لباس میں آرائش کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ ایک ظاہر پرست انسان تو انسان کی ترقی کا معراج اسکو سمجھ لیگا۔ مگر قرآن کے نزدیک ایسا نہیں ہے۔ ایک تیسری قسم کا لباس ہے جس کو قرآن سب سے بہتر بتاتا ہے وہ تقویٰ کا لباس ہے۔ اس طرح پر انسان کی ترقی کا ایک اور مرتبہ ظاہر کیا گیا ہے کیونکہ تقویٰ درحقیقت دل کی زینت ہے۔ اور جب انسان یہ سمجھ لے کہ جسم کی آرائش کے کیا فوائد ہیں تو اسکو دل کی زینت کا فکر خود ہو گا (از ترجمۃ القرآن انگریزی) بیرونی شائستگی کی بھی جب قدر و منزلت ہو گی۔ تو اس سے ہمیں خود اندرونی شائستگی کی ضرورت محسوس ہو گی بلکہ اوّل الذکر کی درحقیقت کوئی وقعت نہیں جب تک کہ اسکے ساتھ مؤخر الذکر نہ ہو۔ وہ تعریف جو ہم جسمانی خوبصورتی یا آرائش کی وجہ سے کرتے ہیں ہمیشہ عارضی ہوتی ہے لیکن دل کی خوبصورتی اور قلب کی شرافت دوسروں کے دلوں پر ایک باقی رہنے والا اثر چھوڑتی ہیں! اسلئے لباس التقویٰ ذالک خیر ایسا پیارا کلام ہے

نماز ایک رُوحانی غذا ہے

جسم اور روح کے تعلقات

نماز ایک غذا ہے نماز کی اصلی غرض

(ماخوذ از خطبۂ جمعہ)

یا بنی ادم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواتکم وریشا ولباس التقوی ذلک خیر۔ ذلک من ایات اللہ لعلھم یذکرون (الاعراف-۲۶) قل امر ربی بالقسط واقیموا وجوھکم عند کل مسجد وادعوہ مخلصین لہ الدین کما بداکم تعودون (الاعراف-۲۹) اے بنی آدم ہم نے تم پر لباس اُتارا ہے جو تمہاری پردے کی چیزوں کو چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے۔ اور تقوی کا لباس یہ سب سے بہتر ہے یہ اللہ کے نشانوں میں سے ہے۔ تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ..... کہو میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور ہر نماز کے وقت تم کامل طور پر اسکی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔ اور اسی کے لیئے فرمانبرداری کو خاص کرتے ہوئے اُسے پکارو جس طرح تم کو پہلے پیدا کیا۔ اسی طرح تم دوبارہ لوٹ آؤ گے اپنی ساری آیت میں قرآن کریم انسان کی جسمانی اور روحانی حالتوں میں ایک قسم کا تعلق بتاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ غذا اخلاق کے بنانے میں ایک بڑا حصہ رکھتی ہے۔ اور دل اور دماغ کی طاقتوں پر غذا کا اثر کھلا کھلا پڑتا ہے۔ انتھیلو غلطی پر نہیں تھا جب اس نے کہا "اے خدا یہ کیا ہو رہا ہے۔ کہ انسان ایک دشمن کو اپنے مونہوں میں رکھتے ہیں۔ تاکہ وہ اُن کے دماغوں کو چرا لیجائے" یسوع مسیح کی طرف جو یہ کلام منسوب کیا گیا ہے۔ کہ وہ چیز جو انسان کے مُنہ میں جاتی ہے وہ اُسے ناپاک نہیں کرتی۔ یہ یقیناً غلطی سے منسوب کیا گیا ہے۔ انجیل نویس کبھی اس کلام کو گلیل کے پاک معلم کی طرف منسوب نہ کرتا۔ اگر اسے یہ معلوم ہوتا کہ عیسائی ممالک کی دو تہائی جرائم شراب خوری کا بالواسطہ یا بلاواسطہ نتیجہ ہوں گے۔ کیس قدر غلط منطق ہے جب یہ کہا جاتا ہے۔ "اب تک تم نہیں سمجھتے کہ جو کچھ منہ میں جاتا پیٹ میں پڑتا ہے۔ اور گڑھے میں پھینکا جاتا ہے (ق ۱۵-۱۷) اس سے بہتر تو کانفیوشس نے اس مسئلہ کو سمجھا جب اس نے اپنے پیرووں کو کھانا نہ

سب خداداد طاقتیں اپنا پورا عمل کریں۔ اور ہماری فطرت میں خدا کی صفات منعکس ہونے لگیں اس حالت کو پہنچ کر انسان خدا کا ظل بن جاتا ہے۔ مگر اس کمال انسانی کو کس طرح حاصل کریں کس طرح ان خدائی نقوش کو جو ہماری لوح فطرت پر منقش ہیں حقیقت کا جامہ پہنائیں۔ اور کس طرح اس الٰہی چنگاری کو جو ہماری روح میں موجود ہے شعلہ کی صورت میں لائیں۔ یہ ایک اہم سوال ہے جسے مذہب حل کرتا ہے۔ خدا نے ہمیں ایک پاک اور بےگناہ فطرت عطا فرمائی اور اسلئے ہم کبھی کسی کفارہ کے محتاج نہیں ہوئے۔ ہاں ہم ترقی کے محتاج ہیں اور خدا کی طرف سے وحی ہم کو اسی ترقی کا راہ بتانے کے لیئے آئی ہے جیسا کہ قرآن نے اپنی ابتدا میں ہی اشارہ کیا ہے۔ والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ هم یوقنون ۰ اولئک علیٰ هدًی من ربهم واولئک هم المفلحون۔ اور وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا۔ اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی ربوبیت کرنیوالے (یعنی پرورش کے ذریعہ سے تدریجاً کمال انسانی کو پہنچانے والے) کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی ہیں جو کامیاب ہونگے یعنی وحی الٰہی کی ایک کامل غرض ہوسکتی ہے لیکن کیا وہ مقدس کتاب جو اسلام کے پیروؤں کے سوائے دوسرے لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں اس غرض کو پورا کرتی ہیں؟ بیشک وہ ایک وقت اس غرض کو پورا کرتی تھیں۔ مگر موجودہ حالات کے ماتحت سوائے قرآن کے اور کوئی کتاب انسان کو اس کمال انسانی تک نہیں پہنچاتی +

الآخر والملئکة والکتاب والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربیٰ والیتامیٰ و المساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰة و اتی الزکوٰة والموفون بعهدهم اذا عاهدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئك الذین صدقوا واولئك هم المتقون نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے مُنہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو۔ لیکن نیکی یہ ہے کہ ایک شخص ایمان لائے اللہ پر اور یوم آخرت پر اور فرشتوں اور کتاب پر اور نبیوں پر اور خدا کی محبت کیلئے قریبیوں اور یتیموں کو اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو اور قیدیوں کو چھڑانے کے لیئے مال دے۔ اور نماز قائم کرے اور زکوٰة دے۔ اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے جب عہد کرلیں اور دُکھوں اور مصیبتوں میں اور جنگ کے وقت صبر کرنیوالے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اور یہی متقی ہیں +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں مذہبی انسان ہونا کیا ہے۔ ایک انسان کے دل کو خوش کر دینا بھوکے کو کھانا کھلا دینا مصیبت زدہ کی مدد کرنا غمزدہ کے غم کو ہلکا کرنا اور ضرر رسیدہ سے ظلم کا دُور کرنا"+ الوارثی

اسلامک ریویو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تخلقوا باخلاق اللہ۔ صفات الٰہی کو اپنے اندر لو۔ اور یہی سب سے بلند مقصد ہے جسے حاصل کرنے کی انسان کو آرزو کرنی چاہئے۔ اگر وہ خدا کی شکل پر بنایا گیا ہے اپنی فطرت سے اور اس پر جو خدائی تاثرات ہیں۔ ان سے سچائی کا عالم کرو یہی سچا مذہب ہے جو خدا کی طرف سے ہے۔ یہ قرآن کا حکم ہے۔ پس جو کچھ سوشلزم اور اسلام کے فاضل مصنف نے کہا ہے وہ درحقیقت قرآن اور آنحضرت کے نفع رُوح سے ہی کہا ہے۔ اور ہم کو یقین ہے کہ سوائے اسلام کے کوئی اور مذہب ان مطالبات کو پُورا کر سکے۔ ہم کس قانون کے محتاج ہیں جو خالق فطرت کی طرف سے ہمیں ملے تا کہ وہ اعلےٰ سے اعلےٰ طاقتیں جو ہمارے اندر رکھی گئی ہیں حیز عمل میں آئیں۔ وہ خوشی کا ہزار سال جس کا ذکر کتاب مکاشفات میں ہے اور وہ جنت جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ گو حقیقتاً وہ بہشت بعد الموت کے اوصاف کو بیان کرتی ہیں لیکن ان میں اس کامل ارتقائے انسانی کی طرف بھی اشارہ ہے جب ہماری

جو ملکیت سے تعلق رکھتا اور قیود سے باہر ہے جدا کرے جو اسکو ان دو احساسات کے درمیان فرق محسوس کراتا ہے۔ ایک وہ سیری کا احساس جو اپنی خواہش پورا کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور دوسرا وہ اندرونی خوشی کا احساس جو اپنے بنی نوع کے نہیں بلکہ ایک چارپایہ یا پرند یا چیونٹی کی تکلیف کو دور کر کے حاصل ہوتا ہے۔ مذہب سے مراد وہ طاقت ہے جو لوگوں کو جرم یا گناہ کرنے سے روکتی ہے خواہ انسان تاریک سے تاریک جگہ میں یا حد درجہ کی تنہائی کی جگہ میں ہو اور سوسائٹی اور افراد کی نظر سے بالکل پوشیدہ ہو۔ مذہب سے مراد وہ تحریک کرنیوالی طاقت ہے جو انسان کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ بغیر کسی معاوضہ کی اُمید کے دوسروں کے ساتھ نیکی کرے وہ حق اور باطل کا مضبوط احساس جو اخلاق کو کامل کرتا ہے۔ مذہب سے مراد وہ رشتہ ہے جو خالق اور مخلوق کے درمیان ہے۔ اور جو مخلوق کو فطرتاً ہی عمال اور آرزوں میں اُوپر کی طرف اُبھارتا ہے تاکہ وہ خالق کی اُس اعلیٰ صفات اور طاقتوں میں نقل کرے جیسا کہ مولانا رُوم فرماتے ہیں ؎

خلق تا بر صورتِ خود کرد حق   وصفِ ما از وصفِ او گیرد سبق

مذہب سے مُراد وہ امتیاز کرنیوالی عقل ہے جو دُنیا کی خانہ داری میں انسان کی حیثیت کو واضح کرتی ہے۔ اور اسکو وہ ذمہ داری محسوس کراتی ہے جو خلیفۃ اللہ فی الارض کے کندھوں پر ہے اور وہ تعلقات بتاتی ہے جو اسکو اپنے ہمجنسوں سے رکھنے چاہئیں۔ ایک سائنسدان اور ایک طبیعات کے جاننے والے کیلئے انسان اور حیوان کے درمیان بہت ہی قلیل فرق ہے۔ اور ممتاز ہندوستانی سائنسدان پروفیسر بوس کے نزدیک انسان اور پودہ کے درمیان بھی بہت تھوڑا فرق ہے اس زمانہ کے بڑے مطیر شلیسٹ ہیکل نے مخلوقات میں مادہ کی وحدت کو قاعدہ بتایا ہے۔ حالانکہ انسان اور دوسری مخلوقات میں صاف فرق ہے۔ انسان میں ایک ناقابل تشریح ناقابل تعریف مگر کھلا کھلا احساس موجود ہے۔ جو امتیاز کے ساتھ اُس کا اپنا ہے اس احساس کی تعلیم دینا مذہب ہے۔ اور یہ وہ احساس ہے جو انسان کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کے ساتھ ہمدردی فیاضی اور محبت سے معاملہ کرے۔ کوئی خاص رسوم کی پابندی کا نام مذہب نہیں ہے قرآن کے الفاظ میں +

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم

شریعت کی فرمانبرداری کریں۔ مگر آج ان کے پیرو سوائے عیسائیوں کے کُل دُنیا کو ابدی جہنم کا وارث ٹھیراتے ہیں۔ ان کے نزدیک سوائے عیسائیت کے قطعاً کوئی مذہب سچا مذہب نہیں کہلا سکتا۔ اُنکے نزدیک مذہب کا مفہوم یہی ہے کہ مسیح کو خدا کا ایک جزو سمجھ کر اسکی پرستش کیجائے اور یہ ایمان رکھا جائے۔ کہ اُسکے خُون میں گُناہوں سے پاک کر دینے کی طاقت ہے۔ اسی قسم کے اور عقائد میں یسُوع مسیح کو خدا کی طرف سے مان لینا بھی ان کے نزدیک ناکافی ہے۔ بلکہ مذہب یہی ہے۔ کہ اُسے بالکل خُدا مانا جائے۔ کیوں؟ اسلیئے کہ یہی ان کے ماں باپ کا مذہب تھا۔ اور اگر انکے بزرگ مذہب کی تعریف یہی کرتے تھے۔ کہ یہ چند عیسائی عقائد کا نام ہے۔ تو آج ان کو بھی یہی کام کرنا چاہئیے۔ انکے ساتھ یہ بحث کرنے کا بھی کچھ فائدہ نہیں کہ اگر ماں باپ کے مذہب پر ہی پختہ طور پر قائم رہنا ضروری ہے تو یُورپ کا مذہب عیسائیت کس طرح ہو گیا۔ یُورپ کا مذہب تو بُت پرستی تھا۔ یورپین لوگوں کے بعید زمانہ کے آبا و اجداد بُت پرستی پر ایمان رکھتے تھے۔ یہ خیال کہ مسیحیت یورپین مذہب ہے اپنے نفس کو دھوکہ دینا ہے۔ اور یہ خیال کہ چونکہ عیسائیت سفید رنگ کے لوگوں کا مذہب ہے۔ اسلیئے صرف یہی مذہب کی تعریف کے نیچے آسکتا ہے دوسروں کی تحقیر پر مبنی ہے۔ مسیح ایشیا میں پیدا ہوا تھا وہ ان لوگوں میں سے تھا جو سفید رنگ کے نہیں۔ یورپ یہ دعویٰ کرے تو کرے۔ کہ اس نے اپنے لیئے اپنا انتظام مدنی خود ہی بنا لیا ہے۔ اپنے ملکی خیالات اور اپنی تہذیب خود ہی قائم کر لی ہے۔ مگر یہ دعوےٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے اپنا مذہب خود ہی بنایا ہے یا کسی مذہب کو لیکر اُس پر کچھ ترقی ہی کر لی ہے۔ خدا اگر سارے عالم کا خدا ہے۔ اسکی خدائی اگر عام ہے تو مذہب بھی عام ہونا چاہئیے مذہب کو ایک تنگ دائرہ میں محدود کرنا خود مذہب کے خلاف کارروائی کرنا ہے بالخصوص ان ایام میں جب نمٹکلکین اور لا ادریوں کا زور ہے متکبرانہ روش تو ہمیشہ ہی بُری چیز ہے۔ مذہبی متکبرانہ روش سب سے بُری ہے۔ مذہب کا مفہوم کسی ایک مذہب تک محدود نہیں کرنا چاہئیے خواہ وہ کوئی سا بھی ہو +

"اسلام اینڈ سوشلزم" میں ہم مذہب کے ذیل کے معانی پاتے ہیں :-

مذہب سے مراد وہ اخلاق کی درستی کرنیوالا عنصر ہے جو انسان کو مادہ پرستی اور انانیت کے تنگ حدود سے بالاتر لیجاتا ہے۔ اور سکو اس بات میں ایک خوشی دیتا ہے۔ کہ وہ اپنی زندگی صرف اپنے لیئے ہی بسر نہ کرے بلکہ دوسروں کے فائدہ کیلئے۔ مذہب سے مُراد وہ اندرونی طاقت ہے جو انسان کے اس حصّہ کو جو حیوانیت اور گوشت سے تعلق رکھتا ہے۔ اُس حصّہ سے

پیرووں کی تعداد بہت بڑی ہے لیکن ان کو ایسے مذاہب بھی باطل قرار دیتے ہیں جن کے پیرووں کی تعداد نہایت قلیل ہے +

یہ اختلافات اور گوناگون نظارے مذہب کی تعریف کو بہت مشکل کر دیتے ہیں۔ اور در حقیقت ٹھیک ٹھیک منطقیانہ تعریف کرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ اور مذہب کا تو مضمون ہی ایسا پیچیدہ بنا دیا گیا ہے کہ اسکی ٹھیک ٹھیک تعریف کرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ مذہب سے عموماً وہ خاص رسوم یا عقائد مراد لئے جاتے ہیں جو اس خاص مذہب کے پیرووں کے نزدیک اپنے مذہب کے اصولی اعتقادات ہیں۔ اسلئے تمام وہ مذاہب جو اس خاص صفت کو اپنے اندر نہیں رکھتے باطل سمجھے جاتے ہیں۔ عام طور پر یہی خیال مروّج ہے۔ کہ صرف ایک ہی مذہب سچا اور دوسرے مذاہب کے دعاوی ناقابل ثبوت ہیں۔ وہ ایک ہی سچا مذہب ہر مذہب کے پیرو کے نزدیک اس کا اپنا مذہب ہے اور بس۔ جو لوگ کسی دوسرے مذہب کے پیرو ہیں وہ سب لا مذہب ہیں۔ کیونکہ ان کا مذہب کوئی مذہب نہیں۔ نسل انسانی کے بڑے بڑے مُرتی اگر وہ اس خاص مذہب کے پیرو نہیں۔ اور اگر وہ خاص رسوم کو بجا نہیں لاتے تو وہ ہمیشہ کے لئے ہلاک شدہ قرار دیئے جاتے ہیں +

ایک برہمن سے پُوچھو کہ مذہب کیا ہے تو وہ یہی جواب دیگا۔ کہ صرف ہندو مذہب ہی مذہب کے صحیح مفہوم کو ادا کرتا ہے۔ بُدھ مذہب کے پیرو بھی اپنے مذہب کے متعلق یہی دعوی کرتے ہیں زرتشت کے پیرو اپنے مذہب کو ہی اصلی مذہب بتاتے ہیں یہودی شاید ان سب سے بڑھ کر سخت ہیں۔ وہ ساری دُنیا کو دو حصّوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک اسرائیلی جو ایک مذہب جس کا نام یہودی مذہب ہے رکھتے ہیں۔ اور دوسری غیر یہودی جن کا ان کے نزدیک کوئی بھی مذہب نہیں۔ بعض عیسائیوں کے نزدیک یسوع مسیح اسلیئے آیا تھا کہ یہودی اور غیر یہودی کے امتیاز کو دُنیا سے مٹا دے مگر بدقسمتی سے آج عیسائیوں نے سب سے بڑھ کر مذہب کے مفہوم کو تنگ کر رکھا ہے۔ ان کے نزدیک ہر شخص جو عیسائی نہیں اور عیسائی بھی اُن خاص معنوں میں جو وہ خود اُس کے لئے تجویز کرتے ہیں وہ لا مذہب ہے مسیحیت اور مذہب مترادف الفاظ سمجھے گئے ہیں۔ مذہب کیا ہے ؟ مسیحیت۔ نئے عہد نامہ میں صاف ثبوت موجود ہے۔ کہ یسوع مسیح تمام اسرائیلی نبیوں کو خدا کے فرستادہ سمجھتے تھے بلکہ وہ شریعت موسوی کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے پیرووں کو ہدایت کی۔ کہ وہ احکام

لیجائیں گے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ بچے بہشت کے دروازے پر جمع ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے ماں اور باپ کے لئے چلاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ماں باپ جو بہشت سے باہر ہیں اس کے اندر داخل ہوتے اور اپنے بچوں سے ملجاتے ہیں +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری بڑا وعظ۔ آپ کا پہاڑی وعظ بہت سے نصائح پر مشتمل تھا۔ جن میں ذیل کی نصائح بھی ہیں :-

"تم خاوند حقوق رکھتے ہو۔ اور تم بیبیاں بھی حقوق رکھتی ہو۔ سو وہ جو خاوند ہیں وہ اپنی بیبیوں سے محبت کریں۔ اور ان کی خبر گیری کریں۔ تم نے ان کو خدا کی ضمانت پر اپنی بیبیاں بنایا ہے۔ اسلئے ان سے اچھا سلوک کرو +

اپنے غلاموں کو مرد ہوں یا عورتیں وہ کھانا کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور وہ لباس پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ اگر تم اُن کو نہیں رکھ سکتے یا وہ کوئی قصور کر بیٹھیں تو اُن کو آزاد کر دو۔ وہ تمہاری طرح خدا کے بندے ہیں۔ اور تم کو چاہئے کہ تم ان پر مہربانی کرو" +

مرض الموت کی حالت میں آپ نے فرمایا۔ نمازوں کو قائم رکھو اور اپنی بیبیوں سے اچھا سلوک کرو +

مذہب کیا ہے

اُن مذاہب کی تعداد جو دُنیا میں پھیل چکے ہیں یا پھیل رہے ہیں بہت بڑی ہے۔ وہ مذاہب بھی کچھ تھوڑے نہیں جنھوں نے دُنیا میں ایک مستقل قیام کی صُورت اختیار کر لی ہے اکثر اوقات ایک مذہب اپنے رسُوم وعبادات کے معاملہ میں دوسرے سے بکلّی مختلف ہے بعض اوقات وہ اپنے مقاصد لعلے ہذا بھی الگ الگ نظر آتے ہیں۔ بلکہ خود مفہُوم مذہب بھی اُن کا جُدا گانہ نظر آتا ہے۔ جو مذاہب ایک دوسرے کے ساتھ بڑا قربت کا تعلّق رکھتے ہیں۔ اور ایک ہی منبع سے نکلے ہیں۔ ان میں بھی اہم معاملات میں بڑے بڑے اختلافات ہیں۔ صرف ایک کا استثنا کر کے باقی سب مذاہب ایک دوسرے کو مرُدود ٹھہیر اتے ہیں بعض مذاہب کے

ذکر میں مصروف ہو۔ دل جو شکرگذار ہو اور ایماندار بی بی +

امام غزالی لکھتے ہیں۔ کہ جب وحی کا بوجھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ ہوتا۔ تو وہ اپنی بی بی عائشہ کو ہاتھ لگاتے اور فرماتے اے عائشہ مجھ سے کلام کرو۔ یہ آپ اسلئے کرتے تاکہ آپ میں ایک قوت پیدا ہو +

ایک اور موقعہ پر آپنے فرمایا۔ کہ اپنی بی بی کو وہ روپیہ دینا جس کی اسے حاجت ہے خیرات دینے سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا۔ اگر ایک شخص ایک دینار جہاد میں صرف کرے ایک اور دینار غلام کے آزاد کرنے میں صرف کرے۔ ایک اور دینار خیرات میں صرف کرے۔ اور چوتھا دینار اپنی بی بی کو دے۔ تو آخری فعل ثواب میں سب سے بڑھکر ہے +

کسی شخص کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ کوئی پسندیدہ یا مرغوب چیز کھائے بغیر اس کے کہ اپنی بی بی کو اسمیں شامل کرے بہتر یہ ہے۔ کہ وہ اکٹھے کھائیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب میاں بی بی اکٹھا کھانا کھاتے ہیں۔ تو خدا اپنی برکات ان پر بھیجتا ہے۔ اور فرشتے ان کے لئے دُعائیں کرتے ہیں +

پھر ایک موقعہ پر آپنے فرمایا جو شخص اپنی بی بی کی بدمزاجی کی صبر سے برداشت کرتا ہے۔ وہ ایسے ہی ثواب کا مستحق ہے جیسے ایوب ان مصائب کے برداشت سے جو آپ کو اُٹھانی پڑیں۔ اور پھر فرمایا جو شخص اپنی بی بی اور بچوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ وہ ایک بھاگے ہوئے غلام کی طرح ہے۔ جب تک وہ ان کے پاس نہیں آیا۔ اس کے روزوں اور نمازوں کو خدا قبول نہیں کرتا +

بہتیری نصائح ہیں جن میں مسلمان کو نکاح کی ترغیب دلائی ہے۔ مثلاً آپنے فرمایا کہ جب والدین مرجائیں تو بچوں کی دعائیں ان کو نفع پہنچاتی ہیں۔ اور جو اپنے والدین سے پہلے مرجاتے ہیں۔ وہ قیامت کے دن ان کے شفیع ہوجاتے ہیں۔ جب ایک بچہ کو بہشت میں داخل ہونے کے لئے کہا جاتا ہے۔ تو وہ روتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں اپنے ماں اور باپ کے بغیر اس میں داخل نہیں ہونگا۔ ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی آستین کو پکڑا اور اسے زور سے اپنی طرف کھینچ کر فرمایا۔ اس طرح بچے اپنے والدین کو بہشت میں

چونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور آپ کا عمل خدا کا آخری عہد نامہ یعنی قرآن شریف کی بہترین تفسیر ہیں۔ اسلئے اب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ آپنے عورتوں کے متعلق کیا فرمایا۔ اور خود ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ اس سے قرآن کریم کے احکام پر مزید روشنی پڑیگی۔ ایک اصل اصول جو بیبیوں کے معاملہ میں آپنے بیان فرمایا۔ وہ ان جامع الفاظ میں ہے خیرکم خیرکم لاھلہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنی بی بی کے ساتھ بہترین ہے یہاں انسان کے اخلاق کا معیار اس کا بی بی کے ساتھ سلوک کر رکھا ہے۔ اسکے علاوہ عورت کی عزت و احترام کے اور بہت سے اقوال آپکے احادیث میں پائے جاتے ہیں مثلاً

دُنیا اور اسکی سب چیزیں قیمتی ہیں لیکن دُنیا کی سب سے قیمتی چیز ایک نیک بی بی ہے +

جب ایک عورت پانچ وقت کی نماز ادا کرتی ہے۔ اور رمضان کے روزے رکھتی ہے اور پاکدامن رہتی ہے۔ اور اپنے خاوند کی نافرمانی نہیں کرتی۔ تو اسکو کہدو کہ جس دروازہ سے چاہے بہشت میں داخل ہو جائے +

جو لوگ اپنی بیبیوں کو مارتے ہیں وہ اچھے لوگوں میں سے نہیں۔ وہ میرے طریق پر نہیں جو ایک عورت کو گمراہی سکھاتا ہے۔ جس شخص کے اخلاق اسکی بی بی کے نزدیک بہت پسندیدہ ہیں وہ بہترین مسلم ہے +

حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ امر خدا کے نزدیک طلاق ہے +

خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔ کیونکہ وہ تمہاری مائیں بیٹیاں اور خالائیں ہیں +

عورتوں کے حقوق قابل عزت ہیں دیکھتے رہو کہ وہ حقوق قائم رکھے جاتے ہیں جو اُن کو دیئے گئے ہیں +

ایک نیک بی بی انسان کا سب سے قیمتی خزانہ ہے +

اپنی بیبیوں کو مسجدوں میں آنے سے مت روکو +

ایک موقعہ پر حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا کہ وہ کونسی چیز ہے جو خصوصیت سے اِس دُنیا میں مطلوب بنانے کے قابل ہے۔ آپ نے فرمایا۔ زبان جو خدا کے

بیبیوں کے ذکر کو ایک ہی حکم میں جمع کر دیا ورنہ ظاہر ہے کہ یہاں مومن بیبیوں سے نکاح کے ذکر کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ دونوں کا اکٹھا ذکر کرنے سے مُراد یہ ہے کہ جیسا ایک کو بی بی کی حیثیت دیجائے تو پھر خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اس سے اسکی حیثیت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اور بی بی کے ساتھ یکساں احترام اور محبت کا سلوک کرنا ضروری ہے خواہ وہ مسلمہ ہو یا غیر مسلمہ اگر ایک مسلمان غیر مسلم بی بی سے شادی کرے تو اسے یہ حکم ہے کہ اسکے لئے وہ سامان مہیا کرے کہ جن سے وہ اپنے مذہب کے مطابق اپنی عبادت کر سکے۔ اور دوسرے رسوم بجالا سکے یہ خاوند کا فرض ہے کہ ان سامانوں کے مُہیا کرنے پر وہ روپیہ خرچ کرے۔ مثلاً اگر عیسائی بی بی ہے تو ضرور ہے کہ اسکے لئے گرجا مُہیا کرے یا اُسے اپنے گھر میں گرجا کرنے کی اجازت دے۔ تاکہ وہ ضمیر کے مطابق خدا کی عبادت کر سکے۔ اگر بچّوں کی حفاظت کا سوال ہو تو مسلم خاوند کو محض مسلمان ہونے کی وجہ سے اپنی غیر مسلمہ بی بی پر کوئی فوقیت نہیں +

پھر عورت کا اس قدر احترام اسلام کو منظور ہے۔ کہ محض عورت کی اس احترام کی وجہ سے ہی ایک مسلمان عورت کی غیر مسلم خاوند کے ساتھ شادی کی اجازت نہیں دی ایک مسلمان مرد اپنے مذہب کی رُو سے اسبات کا پابند ہے۔ کہ وہ اپنی یہودی یا عیسائی بی بی کے مذہبی احساسات اور جذبات کی پوری عزت کرے کیونکہ وہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا بھی اپنے مذہب کی رُو سے احترام کرتا ہے۔ اور اسلئے کہ اس کی مذہبی کتاب اسے صاف طور پر اجازت دیتی ہے کہ وہ یہودی یا عیسائی بی بی سے شادی کرے لیکن اگر ایک مسلم بی بی کو یہ اجازت دیجاتی کہ وہ غیر مسلم خاوند سے شادی کرے خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی تو چونکہ غیر مسلم خاوند اپنے مذہب کی رُو سے اپنی بی بی کے مذہب کا احترام نہ کر سکتا۔ اور نہ ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی عزت کر سکتا۔ کیونکہ اس کا مذہب اسے یہ نہیں سکھاتا۔ اور اس وجہ سے بھی کہ یہ مذاہب یعنی یہودی اور عیسائی اس قسم کی شادی کو جن میں ایک فریق دوسرے مذہب کا ہو جائز نہیں ٹھیراتے غیر مسلم خاوندوں سے یہ اُمید نہیں رکھی جا سکتی تھی کہ وہ مسلمان بی بی کے جذبات اور احساسات مذہبی کی عزت کریں لیکن چونکہ عورت کی عزت اسلام کو بہر حال منظور تھی! اسلئے اس نے مسلم بی بی کا نکاح غیر مسلم خاوند سے جائز نہیں رکھا

آگے اخلاص کے ساتھ خاکساری کا پہلو جُھکائے رکھو اور کہو اے میرے رب اِن دونوں پر رحم کر جس طرح اُنھوں نے مجھے چھوٹے سے کو پرورش کیا +

مگر ماں کی طرف زیادہ توجہ دلائی ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا (الاحقاف - ۱۵) اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کا حکم دیا ہے۔ اُسکی ماں نے اُسے مشقت سے اُٹھایا۔ اور اُسے مشقت سے جنا۔ یہاں ماں کی مشقت کا ہی ذکر کیا ہے۔ حالانکہ نیکی کا دونوں کے ساتھ حکم دیا۔ اس میں ماں کے اعلےٰ حقوق کی طرف توجہ دلائی ہے +

ایک اور امتیازی بات اسلام کی یہ ہے کہ مسلمانوں کو دوسری کتاب والے مذاہب کی عورتوں سے شادی کی اجازت دی ہے۔ اس میں بھی عورت کی عزت کی ہے یہودی کسی مذہب کی عورت سے شادی کو جائز نہ رکھتے تھے۔ ان کے نزدیک غیر یہودی اقوام گویا انسانیت سے ہی خارج ہیں۔ مسیحی قانون کے ماتحت ایک وقت ایسا بھی گذرا ہے۔ کہ اگر عیسائی یہودی عورت سے شادی کرلے تو دونوں کو مار ڈالا جائے لیکن اسلام مسلمان کو اجازت دیتا ہے۔ کہ وہ یہودی یا عیسائی عورت کو اپنے نکاح میں لائے۔ الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنت من المومنات والمحصنت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اذا اتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان (المائدہ - ۵) آج کے دن ساری سُتھری چیزیں تمہارے لئے حلال کی گئیں۔ اور ان لوگوں کا کھانا جن کو کتاب دی گئی ہے تُمہارے لئے حلال ہے۔ اور تمہارا کھانا اُن کے لئے حلال ہے۔ اور پاکدامن بیبیاں مومن عورتوں میں سے اور پاکدامن بیبیاں ان لوگوں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے۔ جب تم ان کو اُن کے مہر دیدو پاکدامنی اختیار کرتے ہوئے نہ شہوت رانی کی غرض سے اور نہ چھپی آشنائی کے طور پر +

قابل ذکر امر اس حکم میں یہ ہے کہ یہاں ایک مسلمان کو مسلم بی بی اور غیر مسلم بی بی میں کوئی امتیاز کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ مومن بیبیوں اور اہل کتاب میں سے

کریگا۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے +

یہ دونوں کے حقوق میں مساوات قائم کرتا ہے۔ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف (البقرہ۔ ۲۲۸) ان کے حقوق اسی کی مثل ہیں۔ جو ان پر (مردوں کے) حقوق ہیں نیکی کے ساتھ +

پاکدامن عورتوں پر الزام لگانے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ اور ایسے الزام لگانیوالوں کے لئے سزا مقرر کی گئی ہے۔ والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمٰنین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا ج واولٰئک ھم الفٰسقون (النور۔ ۴) اور جو لوگ پاکدامن بیبیوں پر الزام لگاتے ہیں۔ پھر چار گواہ نہیں لاتے ان کو اسّی دُرّے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو۔ یہ بڑے بدکار لوگ ہیں +

میاں بی بی میں ناچاقی کی صُورت میں قرآن شریف باہم مصالحت کرنے اور ثالث مقرر کر لینے کی ترغیب دیتا ہے۔ وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما ط ان اللہ کان علیما خبیرا۔ (النساء ۳۵) اور اگر ان دونوں (میاں بی بی) میں پھُوٹ کا خوف ہو تو ایک حکم مرد کے لوگوں میں سے اور ایک حکم عورت کے لوگوں میں سے مقرر کر لو۔ اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں۔ اللہ تعالے ان کے درمیان مُوافقت پیدا کر دیگا۔ اللہ جاننے والا خبردار ہے +

اسلام ماں باپ کی بڑی عزت کی تاکید فرماتا ہے۔ وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا ط اما یبلغن عندک الکبر احدھما اوکلٰھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما ج واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیٰنی صغیرا (بنی اسرائیل ۲۳۔ ۲۴) اور تیرے رب نے یہ حکم کیا ہے۔ کہ اسکے سوائے کسی کی عبادت مت کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ اگر ان میں سے ایک دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں۔ تو ان کو اُف تک مت کہو اور نہ ان کو جھڑکو۔ اور ان سے مُودبانہ بات کرو۔ اور

اس نے تمہارے لئے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو۔ اور تم (یعنی میاں بی بی) میں محبت اور اخلاص پیدا کیا۔ اس میں یقیناً ان لوگوں کے لئے نشان ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں +

نکاح کی غرض اسلام نے پاکیزگی بیان فرمائی ہے۔ نہ شہوات محصنین غیر مسافحین (النساء۔ ۲۴) اور دوسری جگہ ایسے ہی الفاظ موجود ہیں جن میں یہ بتایا ہے کہ شہوت رانی نکاح کی غرض نہیں +

پھر خاوندوں کو عورتوں کے معاملہ میں یہ ہدایت فرمائی ہے۔ کہ عاشروھن بالمعروف یعنی ان کے ساتھ بہت نیکی سے اور پسندیدہ طور پر معاشرت کرو۔

قرآن نے عورتوں سے شادی کے جھوٹے وعدے کرنے سے روکا ہے۔ ولکن لا تواعدوھن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا۔ ان سے پوشیدہ وعدے مت کرو جو بات کہو وہ معروف طور پر کہو +

اسلام عورتوں کو اپنے رشتہ داروں سے ورثہ حاصل کرنے کا حق دیتا ہے۔ للرجال نصیب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترك الوالدان والاقربون مما قل منه او کثر نصیبا مفروضا (النساء ۷) مردوں کیلئے اسمیں سے جو ماں باپ اور قریبی چھوڑیں حصہ ہے۔ اور عورتوں کے لئے اسمیں سے جو ماں باپ اور قریبی چھوڑیں حصہ ہے۔ خواہ تھوڑا ہو یا بہت وہ ایک مقرر حصہ ہے۔ فرانسیسی قانون کے تحت صرف اولاد ذکور رعوں یا اناث وارث ہوتی ہے +

دونوں جنسوں کی حیثیت ایکدوسرے کے تعلقات میں یوں بیان کی گئی ہے۔ والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ ویطیعون اللہ ورسولہ اولئك سیرحمھم اللہ ان اللہ عزیز حکیم (التوبہ۔ ۷۱) اور جو مومن مرد اور مومن بیبیاں ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں۔ اور نماز قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ ان پر اللہ رحم

اسلام میں عورت کی حیثیت

(از قدوائی)

مولوی محمد علی صاحب اپنے انگریزی ترجمۃ القرآن میں لکھتے ہیں "عورت کو حرث کہنا یعنی کھیتی سے اس کو مشابہت دینا صرف اسباب کو ظاہر کرنے کیلئے ہے کہ عورت ہی انسان کی تربیت کرتی ہے۔ اور اسی سے انسان کے اخلاق بنتے ہیں۔ اور کہ میاں بی بی کے تعلقات صرف قوائے شہوانی کی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے نہیں۔ جس طرح پر زمین پر پودہ کے نشو و نما کا انحصار ہے۔ اسی طرح پر انسان کے نشو و نما اور اس کے اخلاق کے بننے کا انحصار ماں پر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلقات خانہ داری ہیں اور تعلقات میں نی میں قرآن کریم عورت کو کیا حیثیت دیتا ہے"۔ نساؤکم حرث لکم۔ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں۔ ایک مختصر اور سادہ فقرہ ہے۔ مگر کس قدر پُر معنی اور کیسے حقائق کو ظاہر کرنیوالا +

خدا کی آخری شریعت یا آخری عہد نامہ نے انسانوں کے تمام معاشرتی اور مدنی امور پر بحث کی ہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں قواعد مقرر کر دیئے ہیں۔ بدھ مذہب اور عیسائیت کے خلاف رہبانیت اور تجرد کو اسلام نے ناپسند کیا۔ چنانچہ رہبانیت کے متعلق صاف الفاظ میں فرماتا ہے۔ ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبنھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا (الحدید - ۲۷) اور رہبانیت جس کو انہوں نے اپنے پاس سے بنا لیا۔ ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں کیا تھا۔ مگر (ان کا بنانا) صرف رضائے الٰہی کے لئے تھا۔ پھر جیسا اسکو نباہنے کا حق تھا ویسا نہ نباہ سکے +

قرآن کریم فرماتا ہے کہ دونوں جنسیں یعنی مرد و عورت ایک دوسرے سے تعلق اور محبت کے لئے خدائے قادر اور حکیم نے پیدا کی ہیں۔ ومن ایاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذلک لایات لقوم یتفکرون (الروم - ۲۱) اور اس کے نشانوں میں سے یہ ہے۔ کہ تمہاری ہی جنس سے

کو اس کے استعمال کی ترغیب دی +

ایک لمحہ کیلئے وہ ٹھیریں اور غور کریں! ور اس کتاب کی طرف رجوع کریں جس میں وہ سب صداقتیں موجود ہیں جو سارے پیغمبروں اور راستبازوں پر ظاہر ہوئی تھیں - آدم پر ابراہیم پر کرشن پر مسیح پر اور جس نے تمام صداقتوں کو بغیر کسی تغیر و تبدل اور بغیر تحریف کے محفوظ رکھا ہے - قرآن ہاں خود قرآن ہے - انسانی زندگی کی تمام راہوں میں بہترین ہادی ہے جوں جوں زمانہ گذرتا ہے جوں جوں علم ترقی کرتا ہے - اور انسان کا تجربہ بڑھتا ہے سارے انسان ہدایت حاصل کرنے کے لئے اسی کی طرف رجوع کرینگے - محمد صلے اللہ علیہ سلم اور صرف محمدؐ ہی نسلِ انسانی کو تباہی سے بچا سکتا ہے - وہی اور صرف وہی انسانی روح کو تاریک گڑھے سے نجات دلا سکتا ہے - اُس نے نسل انسانی کی ایک تہائی کو شراب کی لعنت سے بچا دیا ہے لیکن صرف ایک شراب کے معاملہ ہی میں وہ ہادی نہیں - بلکہ نسل انسانی کی بہتری کے جس قدر ذرائع ہیں ان سب میں وہ سچے اور کامل ہادی کا کام دیتا ہے +

اے ملکوں کے مدبرو! اے قانونوں کے بنانے والو! اے مصلحو! اے اخلاق کے معلمو! اے حکم کرنیوالو! تم سب کے سب اس کی طرف آؤ - وہ سب کے اندر ایک روح پھونکدیگا - وہ سب کو خوشحالی سنجیدگی صحت - راستبازی اور یقینی فتح کی طرف ہدایت کریگا - تمام الہامی کتابوں میں تحریف واقع ہو چکی ہے پس تمام وہ لوگ جن پر وہ وحی کی گئیں - نسل انسانی کی ہدایت کے معاملہ میں وہ مُردوں میں داخل ہیں لیکن قرآن غیر محرّف ہے کامل طور پر محفوظ ہے پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں - پس اے انسانوں کے فرزندو! تم جو ہدایت کے طالب ہو اُس کی طرف آؤ - وہی اب خدا کی طرف سے الہام پاکر نسل انسانی کی ہدایت کے لئے کھڑا ہے غریب کے لئے اور امیر کے لئے - سفید کیلئے اور سیاہ کے لئے - اہل مشرق کے لئے اور اہل مغرب کے لئے - عیسائی کے لئے اور یہودی کیلئے - پارسی کے لئے اور بدھ مذہب کے پیرو کیلئے - ہندو کے لئے اور مسلمان کے لئے - وہی اب نسل انسانی کا اکیلا معلم ہے - پس اس کی طرف آؤ - اور دیر مت لگاؤ +

نقصان رساں ہے! اس سے بچ کر انسان فلاح پا سکتا ہے صحت۔ خوشحالی اور نیکی حاصل کر سکتا ہے! اور جو اس میں اپنے آپ کو مبتلا کریگا تو اُس کا اُلٹ نتیجہ پائیگا ÷

ایک ایسے شخص کیلئے جو قرآن کو پڑھتا ہے۔ اور جو اسلام کی اصل روح اور مغز سے واقف ہے اس اعلےٰ اخلاقی معیار کو جانتا ہے جہاں اسلام پہنچانا چاہتا ہے۔ اور اس نے عیب پاکیزگی کا علم رکھتا ہے۔ جس کا انسان میں پیدا کرنا اسلام کا حقیقی مقصد ہے۔ تمام مُسکرات کا استعمال بلکہ ان کا چھونا تک بھی یقینی اور قطعی طور پر حرام ہے۔ گو مسلم جو سچا ایماندار ہے کبھی شراب کو نہ چھوئیگا۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اپنے آپ کو تباہ کرنے کے علاوہ اپنے ایمان کی بھی تحقیر کرتا ہے علم طب خود قرآن کے حکم کی صحت کو تسلیم کرتا ہے عیسائی بادشاہوں اور فرمانرواؤں نے بھی اس معاملہ میں خاموشی سے اسلامی اصول کو اختیار کر لیا ہے۔ بائبل شراب کے استعمال کو حرام نہیں ٹھیراتی۔ بلکہ اس کے استعمال پر کوئی حدبندی بھی عائد نہیں کرتی۔ پس آج کے عیسائی بادشاہوں کے ہاتھ شراب کی ممانعت کی کیا دلیل ہے؟ وہ کس طرح مسیح سے بڑھ کر قدم رکھ سکتے ہیں۔ کیا وہ مسیح سے بڑھ کر نیکی سے محبت رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں؟ کیا اُن کا یہ دعویٰ ہے کہ نسل انسانی کی بہتری کا فکر اُن کو مسیح سے زیادہ ہے؟ حالانکہ مسیح نے تو اپنے آپ کو نسل انسانی کی بہتری کے لئے قربان کر دیا۔ جیسا کہ عیسائیوں کا دعویٰ ہے۔ یہ ایک نبی کا غرض اور منصب ہے۔ کہ وہ اپنی تعلیم اور عمل سے ایسے قواعد زندگی کے مقرر کرے جو نسل انسانی کے مذہبی اور اخلاقی بہتری کا ذریعہ ہوں۔ اگر نبی یہ کام نہیں کرتا۔ تو اس کا وجود نسل انسانی کیلئے کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔ اگر یسوع مسیح نبی سے کچھ بڑھ کر تھا۔ تو اس کا بہت ہی بڑھ کر یہ فرض تھا کہ وہ ایسا کرتا۔ کیا زار روس جو شراب کے استعمال کو منع کرتا ہے۔ مسیح سے بڑھ کر ہے؟ کیا وہ بہتر مسیح سے؟ کیا زار روس اپنے لوگوں کا اس سے بڑھ کر خیرخواہ ہے جو مسیح اپنے پیرودں کا تھا؟ ہم مسلمان اس بات کو کبھی نہیں مان سکتے لیکن ان عیسائیوں کو کیا کہیں جو بائیبل پر جیسی کہ یہ اب ہے ایمان لاتے ہیں۔ اور اس طرح پر مانتے ہیں کہ مسیح نے بجائے اسکے کہ شراب کے استعمال سے منع کرتا اور اس طرح پر اپنے پیرودں کو ان بدیوں میں پڑنے سے بچاتا جنہوں نے آج عیسائی بادشاہوں کو اس کے کرنے سے منع کرنے کے لئے مجبور کیا ہے۔ عشائے ربانی میں اسکو استعمال کرکے دوسروں

پی کر عبادت کی طرف مت جاؤ۔ اور شراب پی کر خدا سے تعلق پیدا کرنے کا خیال مت کرو +

ایک ایسے شخص کیلئے جو اتقا کو چاہتا ہے جو دعا کیلئے دل میں تڑپ رکھتا ہے قرآن کی صرف یہی ایک ہی آیت اُسے شراب سے قطعاً اجتناب کرنیوالا بنانے کیلئے کافی ہے۔ جب شراب ایسی ناپاک چیز ہے کہ اسکو استعمال کر کے انسان کو خدا کے حضور حاضر ہونے کی بھی اجازت نہیں تو ضرور ہے۔ کہ ہر حال میں اُس سے اجتناب کیا جائے۔ اب جو شخص یہ غور کریگا کہ اسلامی نماز کے پانچ مقرر اوقات ہیں ۔ اور اُن کے علاوہ کچھ اوقات اختیاری بھی ہیں۔ تو وہ سمجھ لیگا کہ درحقیقت اس رنگ میں شراب کو قطعی حرام ٹھیرایا ہے۔ اگر ایک شخص شراب پیتا ہے اور حالت سکر میں ہو جاتا ہے۔ تو یقیناً وہ نماز کے مقررہ وقت تک اس حالت سکر سے نکل نہیں سکتا۔ پس اس آیت کا اصلی مفہوم یوں ہوا کہ کسی حال میں شراب مت پیو۔ کیونکہ شراب سے سُکر کی حالت میں نماز کے نزدیک جانا منع ہے +

۳۔ یاایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فھل انتم منتھون (المائدہ۔ ۹۰-۹۱) اے ایمان والو شراب اور جوا اور بُت اور پانسے یہ سب ناپاکیاں ہیں جو شیطان کے کام ہیں۔ تو اس سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ شیطان تو صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ساتھ تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تم کو خدا کے ذکر سے اور نماز سے روک دے پس کیا تم باز آؤ گے؟

یہ آیت مُسکرات کو چھونے سے بھی منع کرتی ہے۔ پس ان کے استعمال سے کس قدر اجتناب لازم ہے۔ فاجتنبوہ کا حکم قطعی اور یقینی ہے۔ خاتمہ کے الفاظ لعلکم تفلحون۔ حکم کی علت بیان کرتے ہیں جو اس پاک کتاب کی خصوصیات میں سے ایک عظیم الشان خصوصیت ہے۔ شراب سے بچنا کیوں ضروری ہے اسلیئے کہ اس میں فلاح ہے یعنی انسان کی بہتری کا موجب ہے۔ ہر قسم کی بہتری کا خواہ وہ اخلاقی ہو یا جسمانی یا دماغی یا مالی۔ اسمیں نہایت خوبی سے یہ بتایا ہے کہ شراب بدیاں اور بیماریاں پیدا کرتی ہے۔ اور اس کا استعمال

اسباب کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ جب ہم خدا کے حضور حاضر ہوتے ہیں یا کوئی دینداری کا کام کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم کو پوری پوری احتیاط کرنی چاہیئے۔ کہ اپنے جذبات پر ہماری پوری حکومت ہو۔ لیکن شراب کے استعمال سے ہم اس حکومت کو کھو دیتے ہیں پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ شراب جیسی چیز خدا سے تعلق پیدا کرنے میں ضروری عنصر ہو۔ دُعا یا عبادت کو شراب پی کر شروع کرنا خود گناہ ہے +

شاید کوئی یہ کہے کہ عشائے ربانی میں صرف ایک قطرہ شراب کا استعمال کیا جاتا ہے اور اس قدر سے انسان حالت سکر میں نہیں ہو جاتا لیکن ان پر سوال تو یہ ہے کہ اس ایک قطرہ شراب کی ضرورت کیا ہے اس سے کوئی راستبازی کوئی نیکی پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ اسکے خلاف یہ ایک قطرہ کا استعمال بھی اس ناپاک چیز کو تقدس کا رنگ دیتا ہے جس نے ہزاروں خاندانوں میں پاگل پن کی بیماری داخل کر دی ہے۔ یہ ایک قطرہ نہیں بلکہ وہ بحر احمر ہے جس میں بڑے بڑے ذہین لوگ غرق ہوئے ہیں۔ یہ وہ خطرناک زہر ہے۔ جس نے بہت سے شریف انسانوں کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ یہ وہ دلاور چور ہے۔ جس نے بہت سے دولتمندوں کے مال و دولت کو لُوٹ لیا ہے۔ یہ وہ کمینہ شیطان ہے جس نے بہت سے ولیوں کو برباد کر دیا ہے۔ اگر تھوڑی شراب عشائے ربانی کے لئے ضروری ہے تو زیادہ کا استعمال کیوں جائز نہیں۔ کیا مسیح نے اس پر کوئی قید لگا دی ہے؟ پھر ہم پُوچھتے ہیں۔ کہ کیا عشائے ربانی میں کسی شخص کا شراب سے بدمست ہو جانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ اگر وہ شراب جو وہ پیتا ہے مسیح کا خُون بن جاتی ہے اور اگر مسیح کا خُون پینا کسی طرح پرہیزگاری کا کام ہے۔ تو کیوں ایک عابد بجائے اس کا ایک قطرہ لینے کے پیٹ بھر کر اُس کو نہ پیئے +

جس قدر زیادہ اس پر غور کرو اُسی قدر زیادہ یہ رسم عشائے ربانی میں شراب پینے کی بیہودہ معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے شر پیدا ہوتا ہے اس کے اندر خطرناک بدی کا بیج مخفی ہے۔ مسیح کبھی ایسے فعل کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ وہ پیغمبر تھا جس طرح حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم پیغمبر تھے۔ وہ ایک اخلاق کا مصلح تھا جیسے ہمارے نبی کریم مصلح اخلاق تھے۔ اگر اسکی وعظ اور نصائح کی کوئی مستند یادداشت باقی رہ جاتی تو یقیناً ہمیں ان میں بھی یہی حکم ملتا۔ کہ شراب

سوال کرتے ہیں۔ کہیں دونوں میں بڑا گناہ ہے۔ اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑھ کر ہے ٭

یہاں ان لوگوں کو جواب دیا گیا ہے جو کہتے ہیں کہ تھوڑی شراب کا استعمال جائز ہے قرآن فرماتا ہے۔ اگرچہ اس میں قلیل فوائد تو ضرور ہیں لیکن نقصان نفع سے بہت بڑھ کر ہے یہاں قرآن کریم عقل انسانی کو اپیل کرتا ہے۔ گو شراب بطور دوا فائدہ دے سکتی ہے۔ مگر اس کا استعمال اسلئے جائز نہیں۔ کہ اس کا بعد کا اثر زیادہ نقصان دہ ہے انسان نے ایسی دوائیں ایجاد کر لی ہیں۔ اور وہ ایجاد کر سکتا ہے جن کا بعد کا اثر شراب کی طرح مُضر نہ ہو۔ پس ایسی چیزیں بطور دوا بھی استعمال نہیں آنی چاہئیں جن کا نقصان فائدہ سے زیادہ ہے پس مُسکرات کا استعمال قطعًا ناجائز ہے۔ اور یہ عُذر کہ اُن سے کچھ فائدہ ہوتا ہے قابل قبول نہیں اس کا گناہ اس کے فائدہ سے زیادہ ہے گناہ سے اگر وقتی لذت یا عارضی فائدہ بھی حاصل ہو تو بھی اس سے بچنا لازم ہے اسی حقیقت کی طرف لفظ اثم اشارہ کرتا ہے جس کے مقابل میں لفظ نفع لایا گیا ہے ٭

۲۔ لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سُکاریٰ نماز کے نزدیک مت جاؤ جب تم حالت سُکر میں ہو (النساء۔ ۴۳) ٭

یہ ان خیالات فاسدہ کی تردید ہے جنہوں نے شراب کی اجازت مذہبی رسوم میں بلکہ خدا تعالےٰ سے تعلق پیدا کرنے میں دی ہے جیسا کہ عشائے ربانی کی رسم ہے۔ اگر مسیح نے فی الواقعہ وہ مُعجزہ دکھایا ہو جو اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ کہ پاک آسمانی پانی کو شراب جیسی بری چیز بنا دیا تو میں پہلا شخص ہونگا جو اسے نبی کی حیثیت بھی دینے سے انکار کرونگا۔ چہ جائیکہ وہ خدا یا خدا کا بیٹا ہو۔ ایک نبی ہونے کی حیثیت میں بھی وہ اس معجزہ کے بُرے اثر کو محسوس کر سکتا تھا نبی ہونے کی حیثیت میں اس کا فرض تو یہ تھا کہ لوگوں کو نیکی کی راہ پر چلاتا نہ یہ کہ انکو بدی کی راہ پر ڈالتا۔ اس کا تو فرض تھا۔ کہ شرابنوشوں سے شرابنوشی چھڑاتا۔ اگر ان قویٰ کو جو خدا نے انسان کو دیئے ہیں جسمانی طور پر یا اخلاقی طور پر یا رُوحانی طور پر نقصان پہنچانا گناہ ہے تو شرابنوشی سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک شخص جو ہوش و حواس رکھتا ہے وہ

تعلیم کی پیروی کے اسبارہ میں اسلام کی تعلیم کی پیروی کی ہے۔ اور انگلستان کی مانعی طاقت اس ملک کے مدبرین سے اب یہ مطالبہ کر رہی ہے کہ شراب کی تجارت کو معرض التوا میں لایا جائے اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر اپنے تمام پیروؤں کو شراب سے قطعاً روک دیا۔ اور اتنا عرصہ گذر جانے کے باوجود آج بھی مسلمانوں میں جن کی آبادی دنیا کی آبادی کا ۱/۵ ہے پانچ فیصدی لوگ بھی ایسے نہ پائے جاتے ہونگے جو شراب کے نزدیک جائیں۔ اسلام اصول کے بارہ میں کبھی ایسی مصالحت کی طرف نہیں آتا جس میں کچھ اپنے اصول کو ترک کر دیا جائے۔ اسلئے یہ شراب کا استعمال اعتدال کے ساتھ بھی جائز نہیں رکھتا۔ اُس نے قطعی حکم دیدیا ہے کہ مسکرات کو ایک خطرناک بلا سمجھ کر ان سے قطعی پرہیز کریں۔ اسلام خدا کی طرف سے آیا ہے۔ اور وہ خدا جو خالق فطرت ہے وہ جانتا تھا کہ بعض خواہشات کو حد اعتدال کی قید کے اندر رکھنا جب کہ اُن کی اجازت موجود ہو فطرت انسانی میں داخل نہیں۔ ایکدفعہ جب انسان بدی میں مُبتلا ہوتا ہے تو پھر یہ بدی اس پر غالب آجاتی ہے۔ اور اس پر حاکم بن جاتی ہے شراب کی عادت خواہ اسکی غرض بظاہر اس قدر پاک ہی کیوں نہ بتائی جائے کہ اس کے ذریعہ سے انسان خدا تک پہنچتا ہے جلد ہی انسان کو اس حالت کو پہنچا دیتی ہے۔ جو اسکی جسم اور رُوح دونوں کے لئے نہایت خطرناک ہے خدا تک پہنچانا تو رُوح اور نورِ قلب کا کام ہے اور یقیناً رُوح اور نورِ قلب کو شراب جیسی محرک چیز کی ضرورت نہیں کہ اس ذریعے سے وہ سرچشمۂ تقدس یعنی ذات خداوندی تک پہنچنے کیلئے پاکیزگی حاصل کرلیتی ہو +

اسلام کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ یہ زبردستی اپنی کسی تعلیم کو نہیں منواتا بلکہ جو حکم دیتا ہے اسکی وجوہ بھی ساتھ دیتا ہے۔ لوگوں کو بدی سے دور رکھنے کے لئے یہ عقل انسانی کی طرف اپیل کرتا ہے۔ یہ اخلاق کو ایسی طرز پر سکھاتا ہے۔ جو فطرت انسانی کے خلاف نہیں میں تین آیات قرآن کریم کو یہاں نقل کرتا ہوں جن کا تعلق مسکرات سے ہے +

۱۔ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما (البقرہ - ۲۱۹) شراب اور جوئے کے متعلق تم سے

صرف آج کی یورپ کی سوسائٹی کی اخلاقی حالت کو ہی لیلو اور یہ معلوم ہوگا کہ کس قدر ضروری ہے۔ کہ تعلقات مدنی میں سنجیدگی اور پاکیزگی کے حاصل کرنے کیلئے اسکے لئے اسلامی قوانین اور اسلامی طرز زندگی کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ اگلے دن لندن کے بشپ نے یہ اپیل کی تھی۔ کہ وہ ذرائع اختیار کئے جائیں جن سے سوسائٹی میں پاکیزگی کی حالت پیدا ہو۔ ایک قانون زیر تجویز ہے جس کے ذریعہ سے آتشک وغیرہ کی بیماریوں کو عمداً دوسروں کی طرف منتقل کرنا جرم قرار دیا جائیگا +

مگر بدقسمتی سے پارلیمنٹ کا ایکٹ ایک قوم میں نیکی پیدا نہیں کر سکتا۔ صرف مذہب ہے جو ضمیر انسانی پر خوشگوار اثر ڈال سکتا ہے۔ اس ملک کے مدبرین اگر لوگوں کے اخلاق اور معاشرت کو پاک بنانا چاہتے ہیں۔ تو اس غرض کے لئے ان کا پارلیمنٹ میں جانا فضول ہے اسلام ہی ہے جو اس طرح ہر قوم کے اندر پاکیزگی پیدا کر سکتا ہے۔ مگر برطانوی قوم کا اندرونی دشمن صرف مرد و عورت کے تعلقات کی بیماری ہی نہیں شراب اس سے بھی بدتر دشمن ثابت ہوا ہے جو نہ صرف قوم کی مالی حالت پر ہی ایک خطرناک بوجھ ڈالتی ہے۔ بلکہ نسل در نسل ایک خطرناک قومی کمزوری پیدا کرتی ہے +

نشہ کی تحقیقات کی انجمن کے ایک جلسہ میں ڈاکٹر سیلنٹائن نے اس رائے کا اظہار کیا کہ شراب اور دوسری زہریں در اصل ایک ہی حکم رکھتی ہیں۔ اور یہ ان اسباب میں سے ایک سبب ہے جو قبل از پیدائش بچے پر اثر کرتا ہے۔ اور اس کا اثر نا پیدا شدہ بچہ پر ایسا ہی ہوتا ہے جیسا ٹائیفائڈ جرم یا سل کے کیڑوں کا۔ انہوں نے اس بات پر بہت زور دیا کہ یہ ایک ایسا خطرہ ہے جو ایک حمل سے دوسرے حمل اور ایک نسل سے دوسری نسل پر اثر ڈالتا ہے اس عالم میں کوئی ایسا وقت نہیں جب حالت سکر کی پیدا کرنے کی خواہش خالی از خطرہ یا موزوں کہی جا سکے" +

تمام یورپی ممالک میں جو شریک جنگ ہیں مدبرین اور منتظمین کو یورپ کے مذہب کی کمی قانون کے ذریعہ سے پورا کرنی پڑی ہے۔ اور باوجود مسیحی مذہبی بزرگوں کے خیال کے ان لوگوں نے قانوناً شراب کے استعمال کو روک دیا ہے انہوں نے بجائے عیسائیت کی

مُسکرات اور اسلام

عیسائی ممالک قوانینِ اسلامی کو اختیار کر رہے ہیں

(از قدوائی)

سنہ ۱۹۲۶ء میں میں نے اپنی چھوٹی سی کتاب میں جس کا نام پین اسلام ازم ہے لکھا تھا:-

”درحقیقت عیسائی مذہب کئی صدیوں سے یہ کوشش کر رہا ہے۔ کہ مختلف قوموں کے درمیان ایک سلسلۂ اخوت قائم کرے۔ لوگوں کے اخلاق کو اعلےٰ درجہ پر پہنچائے۔ اور دُنیا میں امن قائم کرے۔ مگر ان عظیم الشان مقاصد کے حصُول میں یہ بالکُل ناکامیاب ہُوا ہے... پس وہ وقت پھر آنیوالا ہے۔ جب اسلام کو پھر یہ موقعہ ملیگا۔ کہ ان امور کو دنیا میں قائم کرے۔ جن کو قائم کرنے میں مسیحیت ناکام ہوئی ہے“ +

مجھے یہ کہنے کی حاجت نہیں کہ تازہ واقعات نے اس ناکامی کو اور بھی نمایاں کر دیا ہے اور اقوام کے علم الارواح کے محققین اسبات کے کہنے میں تامل نہیں کرینگے۔ کہ آخر یہ جو میں نے پیشگوئی کی تھی۔ اُس کے پُورا ہونے کا بھی سامان ہو رہا ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ مذہبی خیالات اور عقائد جب ناقابل اطمینان بھی ثابت ہو جائیں تو بالکُل نابُود ہونے کیلئے کچھ وقت چاہتے ہیں۔ یورپ کے بڑے بڑے قابل دماغ جن کے ہاتھ میں اقوام کی قسمت کی رہبری ہے اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں۔ کہ مسیحیت جس طرز میں یورپ میں مُروّج ہے کوئی بڑی قدر و قیمت نہیں رکھتی نہ صرف مذہبی نقطۂ خیال سے ہی بلکہ مُلکی تمدنی اور اخلاقی پہلو سے بھی ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے (اگر کوئی ایسے ہوں جنہوں نے فی الواقع ایسا کیا ہو) اپنے دل میں خوب اسبات کو جان چکے ہونگے۔ کہ اسلام نہ صرف ایک معقُولی اور مضبوط مذہبی بنیاد ہی ڈالتا ہے۔ بلکہ ایک نہایت اعلےٰ درجہ کا اور باآئین عملی اخلاقی قانُون پیش کرتا ہے۔ اور صرف یہی مُلک اور قوم اور رنگت کے تعصبات کو نابُود کرنے میں کامیاب ثابت ہُوا ہے +

جنھوں نے ابھی خطرات جنگ کا مقابلہ کرنا ہے) میں ایک بھی ایسے افسر سے نہیں ملا جس کا رویّہ گرجا اور اُس کی رسُوم کی طرف لاپروائی کی حد سے ذرا بھی بڑھ کر ہو۔ بلکہ اکثر افسروں کا رویّہ کھُلے طور پر مخالفانہ یا تحقیر آمیز ہے (یہ سچ ہے کہ میں یہ دعویٰ صرف ان لوگوں کے متعلق کرتا ہوں جن سے مجھے واسطہ پڑا ہے۔ اور میں یہ بھی کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک دفعہ میدان جنگ میں ایک افسر بھی مجھے ملا جو اتوار کے دن بہت سویرے اُٹھتا تھا۔ حالانکہ دن کو اسے سخت کام کرنا ہوتا تھا اور وہ بغیر دکھاوے کے اور نہایت سادہ طریق سے گرجا جاتا تھا وہ ایک فرانسیسی تھا) +

انسان نے ماضی میں بہت کچھ سفر کیا ہے۔ اور وہ ہمیشہ ایک اعلیٰ اور بلند مقصد کی طرف چلتا رہا ہے۔ اکثر ایسا بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ کچھ وقت کے لئے ٹھہر گیا ہے۔ بسا اوقات پُرانے جذبات پھُوٹ پڑے ہیں۔ اور اس کی رفتار جسمانی تکالیف اور روحانی تاریکی میں جسم اور دل کے خوف و حُزن میں پیچھے کی طرف معلوم ہوئی ہے۔ مگر باوجود اپنی غلطیوں کے اور اس طرح کبھی کبھی پیچھے کو ہٹ جانے کے اور اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں۔ وہ فی الجُملہ اوپر اور آگے کی طرف ہی چلتا گیا ہے۔ اور مجھے اس بات پر ایمان ہے کہ وہ ایک بلند مقصد کو پہنچ جائیگا۔ اور یہ ایک شاندار بلند مقصد ہوگا۔ وہ ابھی فکر و تدبر کے نہایت اعلیٰ رستوں پر چلیگا۔ ایسے رستوں پر جن پر ابتک نسل انسانی نہیں چلی۔ اور اس کے مقاصد ابھی اور بلند ہونگے۔ نسل انسانی نے ناٹک بھی پیدا کئے ہیں۔ اور دلسوز واقعات بھی گیت بھی گائے ہیں دل خوش کن واقعات بھی بتائے ہیں اس نے سائنس کا مطالعہ کیا ہے اور علم ادب کی شکل دی ہے۔ اور علم کی عالیشان عمارت بنائی ہے۔ جو اُس کی ذہانت کا نتیجہ اور اُس کی سعی کا پھل ہے۔ باوجود جنگوں اور تباہیوں اور ہولناک مصائب کے یہ اسی طرح بنائی چلی جائیگی۔ اور دُنیا بہ نسبت سابق کے بہتر حالت میں ترقی کرتی چلی جائیگی۔ کیونکہ ظلم خیالات کو کچل نہیں سکتا۔ نہ گولیاں ان کو ضائع کر سکتی ہیں۔ خدا کی چکی آہستگی سے پیستی ہے۔ مگر یہ پیستی چلی جاتی ہے +

میں بھی نہیں لا سکتا۔ کہ ہمارے بڑے بڑے محققین ہمارے سائنسدان ہمارے ماہرین کیمیا ماہرین علم حیات ہیئت دان ریاضی دان اور فلسفی بلکہ ہمارے علوم ادبی میں اعلےٰ طبقہ کے لوگ بیچ بیچ ایسی توہم پرستیوں یا نقالیوں میں کافی تعداد میں حصہ لینگے۔ اور جب تک یہ لوگ ایمان پر مضبوط اور ثابت قدم رہیں اس وقت تک کوئی ایسا خطرہ نہیں۔ زمانہ خود ہر قسم کی تاریکی کو دور کردیگا دن طلوع کریگا۔ اور صداقت اور عقل کا آفتاب اپنی پوری خوبصورتی اور قوت کے ساتھ چمکیگا اور یہ ایک روشن اور خوشحالی کے زمانہ کا پیشرو ہوگا +

مگر تصویر کے اس رخ کے علاوہ جس کا نقشہ اوپر کھینچا گیا ہے۔ ایک اور رخ بھی ہے لوگوں کے دلوں میں نئے نظاروں کے سامنے آنے اور نئے تعلقات کے قائم ہونے سے دوسرے ملکوں اور دوسرے لوگوں کو دیکھ کر۔ زندگی اور قوت متفکرہ کے نئے نئے طریقوں سے واقف ہو کر وسعت پیدا ہوتی ہے۔ کیا ہم یہ امید نہ رکھیں کہ ہمارے نوجوان ایسے لوگوں اور ایسی قوموں سے تعلقات پیدا کر کے جن کا انھوں نے پہلا نام ہی سنا تھا۔ اور جن کو وہ کم درجہ کی تہذیب یا اپنے سے ادنےٰ درجہ کا سمجھ کر تحقیر کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اب وہ رائے اس کے متعلق نہیں رکھیں گے۔ اور بہت سی چیزوں کے دور ہو جانے سے ہر ایک صحیح خیال قوت اور وسعت پکڑیگا۔ نئی عادات نئے رواجات اور نئے خیالات سب اُن کے سامنے آجائیں گے۔ اور پرانے خیالات کے ساتھ غلبہ کے لئے جنگ کرینگے۔ میرا اپنا تجربہ ان لوگوں کے متعلق جنہوں نے بہت سفر کیا ہے۔ اور ان کے متعلق جو دیر تک مشرق میں رہے ہیں یہ ہے کہ ان کے خیالات زیادہ وسیع ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں زیادہ برداشت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے بہ نسبت اُن لوگوں کے جنہوں نے کبھی اپنا گھر نہیں چھوڑا اور ایسے لوگ اکثر حالات میں اپنے باپ دادا کے عقائد اور اپنے قومی تنگ خیالات کو خیرباد کہدیتے ہیں۔ کیا ممکن نہیں کہ ان افواج پر جنھوں نے پہلی دفعہ دوسروں کی زندگی اور خیالات اور اُن کی جسمانی اور ذہنی تحریکات کو دیکھا ہے یہی اثر پیدا ہو۔ ارنلڈ بینٹ لکھتا ہے :-

"میں یہ کہنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ سارے زمانہ جنگ میں ہر قسم اور ہر طبقہ کے طرح کے افسروں کے ساتھ خاص بلا تکلف اور گہری واقفیت کے بعد ان افسروں سے بھی جو میدان جنگ میں ہو کر واپس آچکے ہیں خواہ زخمی ہوں یا تندرست اور ان افسروں کے ساتھ بھی

اِس جنگ کے خوفناک نتائج ابھی ظاہر نہیں ہوئے سخت ترین نتائج کا ظہور اختتام جنگ پر ہوگا مالی مجبوری جو اصُول کفایت سے پیدا ہو گی نظم مدنی کی از سر نو تعمیر یہ وہ اُمور ہیں جو افراد کے جن سے قومیں بنتی ہیں خیالات کو بدل دینگے جو لوگوں کے ان کے معاملات میں رہنمائی کرینگے۔ اور ایک بڑی حد تک ان کے ذہنی اختلافات مدارج پر حکمران ہونگے۔ اس لئے ارنلڈ بینٹ کا بیان درست تسلیم کرکے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ جنگ دھوکہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور دھوکہ کو پیدا کرتی ہے۔ اور جنگ کی حالت دل کی ایک ایسی حالت پیدا کر دیتی ہے جس میں دھوکہ سرسبز ہوتا ہے اور یہ خیال میں لانا بھی مشکل ہے کہ کس طرح پر وہ لوگ جن کو یہ تعلیم دیجئی ہے۔ کہ وہ بلا امتیاز ایکدوسرے کو مارے چلے جائیں۔ اور ایکدوسرے پر بمب پھینکتے جائیں۔ ان لوگوں پر بھی جو جنگ میں شامل ہیں۔ اور ان پر بھی جو اپنی حفاظت کرنے کے بھی قابل نہیں۔ ایسے لوگ جنگ سے نکلکر اخلاقی رنگ میں کس طرح اعلےٰ درجہ کے انسان بن سکتے ہیں۔ اور یہی بڑا حصہ لوگوں کا ہے جس سے قوم بنتی ہے۔ یہ بات کہ سب کے سب لوگ۔ بالخصوص فہمیدہ طبقہ ذلت کی حالت کی طرف چلے جائیں میرے نزدیک یہ بھی ناقابل تسلیم ہے لیکن جو کچھ بھی واقعات ہیں جنگ کے بعد کسی بلند مذہبی مقصد کا مطلع روشن نہیں بلکہ جے اے ہابسن کہتا ہے:-

”مَیں یہ دیکھنے کی اُمید رکھتا ہوں۔ کہ مذہبی عملی۔ تدبیر منزل کے متعلق فلسفیانہ علمی توہم پرستیاں اور حقیقت سے خالی باتیں بہت ہی سُرعت کے ساتھ پھیلائی جائینگی۔ جو دماغی چڑچڑاپن۔ اُبھارے ہُوئے جذبات۔ اور زُود اعتقادی کا لازمی نتیجہ ہیں۔ پُرانا خشک پراٹسٹنٹ مذہب اپنے عقائد اور مذہبی پابندیوں کے ساتھ بلاشبہ نابود ہو جائیگا۔ مگر اغلب یہی ہے کہ ہم ایک ایسے زمانہ میں داخل ہونیوالے ہیں جو جلد تبدیل ہونیوالی توہم پرستیوں اور ہر قسم کی چھوٹی شیخیوں کا زمانہ ہوگا۔ اس کے بعد بلاشبہ دماغی صحتیابی کا زمانہ بھی آئیگا۔ بشرطیکہ پھر دوبارہ اعلےٰ درجہ کے وحشیانہ پن کی طرف لوٹ جانے کے خلاف کافی سامان موجود ہو۔ مگر مَیں یہ یقین رکھتا ہوں کہ قوموں کے خون میں غوطہ کھائے دلوں سے رنگا رنگ کی مذہبی تحریکات کی ایک بھاری فصل تیار ہوگی +

ممکن ہے کہ جاہل یا نیم تعلیمیافتہ عوام النّاس کے اندر یہ حالت پیدا ہو جائے۔ مگر یہ خیال

ہے یعنی اُس کی قسم کھاتے ہیں۔ گرجا کو جانیوالے اپنے آپ کو برتر "مرتبہ کا سمجھتے ہیں۔ گرجا میں جانا فیشن ہے لیکن جیسا کہ چند دن ہُوئے ایک دوست نے مجھ سے ذکر کیا۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ اِس قسم کے مومنین کی زیادہ تعداد یسوع مسیح پر نہیں بلکہ ڈارون پر ایمان رکھتی ہے۔ اِس جماعت کے ذہنی حالات پر جنگ کا کچھ اثر نہیں ہوگا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ پہلی جماعت جو سب سے نیچے کے طبقہ میں ہے ایک وقت کے لئے ایک جوش کی حالت میں آ جائے لیکن جب جنگ ختم ہوگی تو پھر اُسی حالت میں چلی جائیگی۔ جیسا کہ ڈی وی سٹیکپول کہتا ہے:۔

وہ چیز جو انسان کو بہت ہی آسانی سے ملجاتی ہے بھول جاتا ہے۔ اور قدرت کا یہ اقتضاء ہے کہ مصیبت کا بھول جانا انسان کے دل کی اہم ضروریات میں سے ایک ہے ... میں ایک زیپلن جنگی حملہ کے آٹھ گھنٹے بعد یہ لکھ رہا ہوں۔ اور اِس وقت بھی میرے دل پر اِس معاملہ کا کوئی بڑا اثر نہیں۔ اِس سال اِس کے بعد جب ہم جرمنوں کو شکست دینگے عظیم الشان جنگ صرف نام کی عظیم الشان جنگ رہ جائیگی۔ اور ایک دور کی چیز معلوم ہوگی" +

موجودہ جنگ گذشتہ جنگوں سے مختلف نہیں۔ مذہبی حالات تازہ ہُوئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ وحشیانہ پن کی طرف رجوع اخلاقی معیار کا بالکل گر جانا اور مفتوحہ قوموں کے اخلاقی رنگ میں زوال کا نمایاں ہونا۔ جنگ سے پہلے میں اُن لوگوں میں سے ایک تھا جن کا یہ خیال تھا کہ ہم کو صلح اور امن کے تعلقات کو مضبوط کرنے کے لئے جرمنی کے ساتھ مجھوتہ کر لینا چاہیئے مجھے اب بھی جرمن قوم کے لوگوں سے کوئی بغض نہیں۔ مگر میں اُس اخلاقی معیار کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں جو جنگی طاقت کو اسلیئے استعمال کرتا ہے۔ کہ نا با امن شہریوں کو مجبور کرے بالخصوص عورتوں و بچوں کو۔ اور جو جنگ کے ضوابط میں اس امر کو داخل کر لیتا ہے کہ سواریوں کے جہازوں کو غرق کرے خواہ اطلاع دینے کے بعد یا بلا اطلاع جبکہ حال میں کہ جہازوں پر سواریاں موجود ہوں۔ اور جو جنگی جہازوں یا ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے شہروں پر گولے برساتا ہے۔ اور ہر جنس اور ہر عمر کے آدمیوں کو جنگی ضروریات یا قصاص کے عذر کے نیچے تباہ کرتا ہے۔ ایسے حالات خود اس جنگی حکومت کو ملزم ٹھیراتے ہیں جس نے اُن کو پیدا کیا ہے۔ اور تہذیب کی اس حالت تمدن کو قصوروار ٹھیراتے ہیں جس کے ماتحت اس قسم کی جنگی حکومت پیدا ہو کر سرسبز ہو سکتی ہے +

زلزلہ کے اثر کو محسوس کریگا جو اس وقت دُنیا کو ہلا رہا ہے۔ مذہب کے دائرہ میں اس غلبہ نتیجہ کا ذکر کر دینا جرات میں داخل نہیں ہوگا۔ کہ عقل اور روایت۔ آزادی اور حکم کا جھگڑا اور بھی زیادہ تیز ہو جائیگا۔ اگر پہلے پہلے مزاحمت کرنیوالی طاقتیں غلبہ حاصل کرتی ہُوئی نظر آئیں تو ہمیں تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ نہ گھبرانا چاہئے۔ ایک سو سال کا عرصہ ہُوا پچھلی عظیم الشان جنگ یورپ کے بعد کلیسیائی طاقتوں نے بڑے مظاہرہ اور کامیابی کے ساتھ اپنی افواج کو اکٹھا کیا۔ ایک وقت کے لئے اٹھارھویں صدی کے محققین کا کام خطرہ میں نظر آتا تھا۔ اور انقلاب کی لہر کو تاریکی کے مرمّت کردہ بندوں نے گویا روک ہی لیا تھا۔ مگر یہ کامیابی سطحی تھی۔ اس نے عقل کی مضبوط ترقی کو جو نئے ہتھیاروں سے مسلح اور نئی امیدوں سے قوت حاصل کر چکی تھی فی الواقع روکنے کا کام نہیں دیا۔ اور انیسویں صدی کی سب سے نمایاں شخصیت پائیس نہم نہیں بلکہ ڈارون تھا" +

ایسا ہی ہُوا ہے ایسا ہی ہوگا۔ کوئی چیز صداقت کی ترقی کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ ہاں توقف ہو سکتا ہے۔ مگر حق حق ہے اور آخر کار کامیاب ہو کر رہیگا۔ کیونکہ بہرحال اسی ایک مقصد کی طرف تمام ذہنی قوتوں کی لہر بہتی ہے جو کبھی ادھر کو مڑ جاتی ہے کبھی اُدھر کو کبھی آہستہ ہو جاتی ہے کبھی تیز۔ مگر بند کبھی نہیں ہوتی +

جنگ کے شروع ہونے کے تھوڑا عرصہ بعد ایسی افواہیں مشہور ہُوئی تھیں کہ میدانِ جنگ میں سپاہیوں کے درمیان ایک نیا مذہبی جوش پیدا ہو رہا ہے جو عیسائیت میں دلچسپی لینے لگے ہیں۔ گویا کہ کثیر حصہ قبل از جنگ عیسائی نہیں بلکہ بُت پرست یا کسی اور خیال کا پیرو تھا۔ یہ امر مُسلّم ہے۔ کہ کثیر حصہ برطانیہ کے لوگوں کا عیسائی ہے۔ وہ عموماً گرجا جانیوالے نہیں ہیں۔ اوسط درجہ کے کام کرنے والے آدمی یا عام طور پر معاملاتِ دنیوی کرنیوالے لوگ گرجا میں حاضری کی پروا نہیں کرتے۔ اور اُن کے رُوحانی مشیر اُن کی چنداں پروا نہیں کرتے لیکن اگر تم اُن کو اُنکے مذہب کے متعلق سوال کرو۔ تو وہ کہیں گے کہ ہم عیسائی نہیں! اور جیسا کہ سٹوارٹ اس کہا کرتا تھا کچھ دھندلا سا مگر دل خوش کن خیال اُن کے دلوں میں مسیح اور اس کے مصلوب ہونے کا بھی ہوگا۔ کہ وہ ما دُنیا کے گناہوں کے لئے مر گیا۔ ہاں ایک امر میں اس کے متعلق وہ بہت ہوشیار

بہت سے دلچسپ سوالات میں سے ایک سوال جو بہت لوگوں کو واسطے طبع آزمائی کا موقع دیگا یہی ہے کہ موجودہ جنگ کا اثر لوگوں کے مذہبی خیالات پر کیا ہوگا۔ میں یہ خیال نہیں کرتا کہ ناگہانی عظیم الشان مصائب خواہ وہ کتنی ہے بڑی کیوں نہ ہوں مذہبی خیالات کے تبدیل کرنے میں کوئی خاص اثر رکھتی ہیں بعض افراد میں چھوٹے چھوٹے تغیرات ظہور پذیر ہوتے ہیں لیکن بحیثیت مجموعی وہ خیالات پر یا عام طور پر قوموں پر کوئی دیرپا اثر نہیں چھوڑتے۔ ذہنی ترقی جسمانی نشوونما کی طرح بہت سے چھوٹے چھوٹے تغیرات کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ایک اندرونی ترقی جس میں فکر ایک نقطہ سے دوسرے نقطہ کی طرف ترقی کرتا ہے۔ خیالات جاگزین ہوتے جاتے ہیں وسیع ہوتے ہیں اور غلبہ حاصل کرتے ہیں۔ آہستہ آہستہ پھوٹ نکلتے ہیں۔ ایک خیال دوسرے پر ایزاد ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور اس رو میں بہتے ہوئے خود ہی خیالات کے اندر ایک ترمیم بھی ہوتی چلی جاتی ہے۔ ایک قدم کے بعد دوسرا قدم اُٹھتا ہے۔ اور نئے منظر آنکھوں کے سامنے آتے ہیں۔ جہاں دل نئی خوبصورتیاں دیکھتا اور نئی صداقتیں اخذ کرتا چلا جاتا ہے۔ عجیب و غریب نئے امور دریافت ہوتے ہیں۔ اور مخلوقات کے مخفی سے مخفی گوشوں کے حالات سامنے آتے چلے جاتے ہیں +

گذشتہ زمانہ کی بڑی بڑی جنگوں نے کوئی ایسا نتیجہ پیدا نہیں کیا جس سے انسان کو ایک کامل اخلاقی حالت اور اعلےٰ درجہ کی تہذیب کی طرف ترقی کی راہ میں کوئی معتد بہ مدد پہنچی ہو۔ ایسی جنگوں کے بعد عموماً اخلاقی معیار اور بھی گر گیا ثابت ہوتا ہے۔ اور ابتدائی زمانہ کے توہمات کی طرف طبائع کا رجحان ہو گیا ہے۔ درانحالیکہ عقل کو جو ایک وقت کیلئے تاریکی کے پردہ . . . کے نیچے آگئی ہے۔ از سر نو جنگ کے روشنی میں آنا پڑا ہے۔ پروفیسر بری کہتا ہے +

غالباً کوئی شخص اس بات کا انکار نہیں کریگا۔ کہ ہمارے تمدنی درجہ کا ہر ایک دھاگا اس

بقیہ حاشیہ - عاجز ہیں - اسلیئے بعثت انبیاء اور مامورین کے وقت اللہ تعالیٰ اور مصائب بھی اس قسم کے نازل فرماتا ہے جو طبائع میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیتے اور فساد قلبی کو دور کر کے اللہ تعالیٰ کیطرف طبائع کا رجوع کر دیتے ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم میں یہ بھی انبیاء کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اخذنا اھلہا بالباساء والضراء لعلھم یتضرعون +

جا رہے ہیں لیکن نہ تو اس قدر وقت ہے کہ ان کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم کیجا سکے اور نہ ہی کوئی صحیح اور اطمینان بخش جواب مل سکتا ہے۔ ایسے خیالات جو بظاہر غیر متبدل معلوم ہوتے تھے۔ یکا یک ان میں بے ثباتی کی حالت پیدا ہو گئی ہے بہت سے سوالات پر رائیں اب حالت تزلزل میں ہیں۔ اور آخر کار وہ کیا صورت اختیار کرینگے۔ یہ مستقبل کے پردہ کے نیچے مخفی ہے۔ وہ جذبات جو افراد اور قوموں کے خیالات اور افعال پر حکمران تھے۔ اور ان کو ایک بلند مقصد کی طرف ابھارنے کا کام دیتے تھے۔ وہ بڑی سرعت کے ساتھ دب گئے اور دوسری قسم کے جذبات جو مدت مدید سے سوئے پڑے تھے۔ وہ بڑی تندی کے ساتھ اعلےٰ جذبات کو دباتے ہوئے ظہور پذیر ہو گئے ہیں۔ آیا یہ نئے جذبات جو جنگ اور دکھ اور مصائب سے داغ دیئے گئے ہیں۔ پرانے جذبات سے بہتر ثابت ہونگے۔ اور ایک مستحکم بنیاد کا کام دینگے یا ترادھو کہ ثابت ہونگے اس کا فیصلہ آئندہ نسلیں واقعات کو دیکھ کر ہی کر سکیں گی +

آج کے ہمارے قسمت کی عمارت سنگ اور لوہے۔ آگ اور دھوئیں اور شعلوں کے ساتھ تیار کر رہے ہیں۔ جس کا نیک یا بد اثر ان نسلوں کو تیار کریگا۔ جن میں مستقبل کی روحیں سکونت کے لئے ہونگی۔ اور ان لوگوں اور نسلوں کے خیالات اعمال اور اخلاق کو ایک خاص قالب میں ڈھالیگی جو ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ اور نسل انسانی کی ترقیات اور سلسلہ ارتقا پر اپنا اثر ڈالیگی۔ ادراک ایک بڑے سمندر سے مشابہ ہے۔ جو حال سے مستقبل کی طرف بہتا چلا جا رہا ہے۔ جو کچھ ہو چکا ہے وہ سلسلہ علت و معلول کے نالے کا حصہ بنتا چلا جاتا ہے۔ اور اس کا اثر جو زمانہ آئندہ پر پڑتا ہے۔ وہ دوسرے اثرات کے نیچے تو ضرور دب سکتا ہے مگر کبھی بالکل معدوم نہیں ہو سکتا +

ؔ مسٹر پارکنسن یہاں ان تبدیلیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جو عام طور پر دنیا میں ہوتی رہتی ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عموماً ہر ایک قسم کے ذہنی یا اخلاقی یا روحانی ترقیاں تدریجاً ہی ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ لیکن بحیثیت انبیاء یعنی ماموریں کے وقت اللہ تعالےٰ ایک خاص نظارہ اپنی قدرت کا اور اپنے تصرف تام کا دکھاتا ہے۔ کہ یک بیک ایک انقلاب عظیم نمودار ہو جاتا ہے۔ اور نا ممکن امور ممکن ہو جاتے ہیں جو شخص ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تیئیس سالہ زندگی پر غور کرے۔ اور عرب کی حالت قلیل عرصہ میں کایا پلٹ ہو گئی اسے دیکھے تو اسے ایک ایسا غیر معمولی تغیر نظر آئیگا۔ کہ جس کی تشریح کرنے سے اسباب اور قوانین

ذکر میں عبادت اور عبادت کے ذکر میں جنگوں کا ذکر کیا ہے غرض اسی توازن کا قائم کرنا ہے تاکہ ایک پہلو پر سارا زور صرف ہو کر دوسری قسم کے اخلاق کے نشو و نما نہ رک جائے۔ مثال کے طور پر میں صرف ایک موقعہ کا یہاں ذکر کرتا ہوں۔ جو شخص تلاش کریگا۔ اس کی بیشمار مثالیں یہاں مل سکتی ہیں سورۂ توبہ میں مومنین کے ان دوگونہ صفات یا ان دو قسم کے اخلاق کا ذکر کرتا ہوا قرآن کریم فرماتا ہے۔ ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون .... التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو خرید لیا ہے۔ اور اس کے عوض میں انہیں جنت دیا ہے۔ وہ خدا کی راہ میں جنگ کرتے ہیں دوسروں کو قتل کرتے ہیں خود قتل بھی ہوتے ہیں۔ ... توبہ کرنے والے عبادت کرنیوالے نیکیوں کا حکم دینے والے۔ بدیوں سے روکنے والے۔ اور حدود کی حفاظت کرنے والے کیسی خوبصورتی سے یہاں دونوں قسم کی صفات کو ملا کر بیان کیا ہے۔ گروہ خدا کی راہ میں یعنی مخلوق خدا کی بھلائی کے لئے حق اور راستی کی حمایت کے لئے ظلم اور تعدی کے مقابلہ کیلئے جنگ بھی کرتے ہیں قتل بھی کرتے ہیں خود بھی قتل ہوتے ہیں۔ مگر وہ فی الواقع کوئی جنگجو قوم نہیں۔ جو خونریزی سے اپنا غلبہ اور تسلط دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ اصل غلبہ اور تسلط ان کا یہ ہے کہ اپنے اندر صفات پیدا کر لینے کے بعد لوگوں کو نیکیاں سکھاتے اور بدیوں سے روکتے ہیں۔ اور اس طرح باوجود سپاہی ہونے کے وہ فی الحقیقت نرمی کے اخلاق کے معلم ہیں۔ غرض اگر کوئی قوم دنیا میں جنگ کے اثرات بد سے بچی ہے تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی پاک جماعت ہے۔ اسلئے کہ ان جماعت کے اخلاق کی دونوں پہلوؤں سے تکمیل کی گئی تھی۔ یہ وہ مقام ہے جس پر اسلام انسانوں اور قوموں کو لانا چاہتا ہے۔ اور سوائے اسلام کے یہ توازن اخلاق اور کہیں ملتا نہیں ۔ (ایڈیٹر)

اقوامِ یورپ اس وقت ایسے خطرناک مرحلہ میں سے گذر رہی ہیں۔ جو دنیا کی تاریخ میں اغلباً اہم ترین واقعہ ہے۔ اس موقع پر ہزارہا قسم کے متفرق سوالات جواب کے لئے سامنے لائے

الغرض مسیح کی تعلیم کو کوئی خاص خصوصیت حاصل نہیں اور نہ یہ تعلیم سب دنیا کے لیئے تھی ۔ بلکہ ایک خاص حالات کے ماتحت تربیت کے لئے اس کی بھی ضرورت تھی +

ان دونوں قسم کے اخلاق کو جن میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے کیونکہ شدت کے اخلاق کی ترقی سے لینت کے اخلاق دب جاتے ہیں ۔ اور لینت کے اخلاق کی ترقی سے شدت کے اخلاق دب جاتے ہیں ۔ جمع کرنے کے لئے اور ان میں توازن صحیح قائم کرنے کیلئے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت دنیا میں ہوئی ۔ اسی لئے آپ کی تعلیم میں دونوں پہلوؤں پر یکساں زور دیا گیا ہے ۔ اور آپ کی زندگی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ایک وہ حصہ جس کا تعلق اخلاق لینت سے ہے ۔ اور دوسرا وہ حصہ جس کا تعلق اخلاق شدت سے ہے ۔ ایک حصہ کا ظہور مکی زندگی میں ہؤا اور دوسرے کا مدنی میں ۔ اسی لیئے آپ کے دو نام بھی ہوئے ۔ ایک احمد صلے اللہ علیہ وسلم اور دوسرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ آپ کی ان دو ناموں میں انہی تکمیل اخلاق انسانی کی طرف ہی اشارہ ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں رہی ۔ کیونکہ آپ دونوں قسم کے اخلاق کی تکمیل خود ہی فرما گئے ۔ موسیٰ کو عیسیٰ کی ضرورت تھی تا اس کی تعلیم کی کمی کو وہ پورا کرے لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی نبی کی ضرورت نہیں ۔ اسی لئے آپ خاتم النبیین قرار پائے اس تکمیل کے ذکر سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے ۔ اور جہاں ایک قسم کے اخلاق کا ذکر آتا ہے تو معاً دوسرے قسم کے اخلاق کا بھی ذکر کر دیا جاتا ہے جنگوں کے اندر عفو کی تعلیم اور عفو کے ساتھ جنگ کی ضرورت ۔ شدت میں لینت اور لینت میں شدت ۔ غرض درشتی اور نرمی دونوں قسم کے اخلاق کو ملانے میں اور ان میں توازن قائم کرنے میں کمال کر دکھایا ۔ اور نہ صرف بات کو لفظوں تک ہی محدود رکھا ۔ بلکہ عملی رنگ میں وہ جماعت بنا دکھائی ۔ جس نے دونوں قسم کے اخلاق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ۔ وہ موسیٰ کے ساتھیوں سے بڑھ چڑھ کر سپاہی بھی تھے اور عیسیٰ کے پیرووں سے اچھے راہب بھی ۔ جنگ کے اندر عبادت بھی کرتے تھے ۔ اور مسجد میں بیٹھ کر جنگ کی تیاری بھی کرتے تھے ۔ بدی کے مقابلہ کے لئے سخت بھی تھے ۔ اور سنگدلی اور انسانوں سے ہمدردی کرنے میں بھی کمال رکھتے تھے ۔ اشداء علی الکفار ۔ رحماء بینھم ۔ جو شخص قرآن کو تدبر سے پڑھیگا ۔ وہ دیکھ لیگا ۔ کہ کس طرح قرآن نے جنگوں کے

اخلاق کی ضرورت پڑتی ہے جن کا تعلق شدت سے ہے۔ اور پھر جب ان اخلاق میں ترقی کرتے کرتے قوم میں دوسری قسم کے اخلاق کے دب جانے سے نقص پیدا ہوتا ہے۔ تو دوسری قسم کے اخلاق کے مُعلمین کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کی مثال بنی اسرائیل قوم میں جس کا انتخاب قرآن کریم نے خاص طور پر کیا ہے بڑی واضح ملتی ہے۔ اس قوم کی ابتدائی تعلیم کے لئے موسیٰ جیسے انسان کی ضرورت تھی۔ جس نے اُن کو ذلت کی حالت سے نکال کر ان کے بقا اور قومی ہستی کے لئے جدوجہد کی راہ دکھائی ہے۔ اس لئے حضرت موسیٰ کی تعلیم میں زیادہ طور پر ان اخلاق کے نشوونما پر زور دیا گیا ہے۔ جن کا تعلق شدت سے ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت موسیٰ اور اُن کے بعد کے انبیاءؑ کے جنگوں کے اندر بھی شدت کا بڑا زور پایا جاتا ہے۔ اور دشمن کی پوری تباہی اور بربادی کو مدنظر رکھا گیا ہے یہی شدت کا پہلو حضرت موسیٰ کے قانون قصاص میں کام کرتا ہوا بھی نظر آتا ہے لیکن اس پہلو پر زور دینے کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس قوم میں شدت کے اخلاق ترقی کرتے کرتے قساوت قلب پیدا ہو گئی۔ اور وہ اخلاق جن کا تعلق نرمی سے ہے بالکل دب گئے۔ اسلئے اُن کی تاریخ کے پچھلے حصہ میں ضرورت واقع ہوئی۔ کہ نرمی کے مُعلّم بھیجے جائیں۔ جو دوسری قسم کے اخلاق کے نشوونما پر زور دیں۔ یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام اسی کی مثال ہیں۔ ان کے ظہور سے پہلے بھی بعض انبیاء کی تعلیم میں کسی قدر زور ان اخلاق پر پایا جاتا ہے۔ مگر اپنی پوری قوت وہ یحییٰ اور مسیح کی تعلیم میں حاصل کرتے ہیں عیسائیوں کو یہ ایک غلطی لگی ہے۔ جو وہ مسیح کی نرمی کی تعلیم پر بڑا فخر کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ کہ یہ تعلیم خدا انسان بن کر ہی دے سکتا تھا اور خدا کا کوئی نبی تعلیم نہ دے سکتا تھا۔ بنی اسرائیل کے جن کی اصلاح کے لئے موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور اُن کے درمیان انبیاء علیہم السلام کا ایک سلسلہ مامور ہوا۔ قومی تاریخ اس بات کی مقتضی تھی۔ کہ شدت کے اخلاق کی حد سے زیادہ بڑھ جانے پر نرمی کے اخلاق کی ان کو تعلیم دیجاتی۔ یہی حالت دوسری اقوام کی تاریخ میں نظر آتی ہے۔ مثلاً ہندوؤں کو لیلو۔ وید خود جنگ کے ذکر اور فتوحات کی دعاؤں سے بھرے پڑے ہیں۔ ان کے بعد کرشن اور رامچندر جیسے مقدس انسان پیدا ہوئے ہیں تو اُن کو بھی جنگ کرنے پڑتے ہیں یا جنگ کی ضرورت پر زور دینا پڑتا ہے۔ لیکن ان سب کے آخر میں کہیں مہاتما بُدھ جیسا انسان پیدا ہوتا ہے۔ جو نرمی کے اخلاق پر زور دیتا ہے۔

اِس انسٹیٹیوشن کے ڈائرکٹر کی طرف سے ایک سرکلر لیٹر شائع ہوئی ہے۔ جو لوگ مذہب کے متعلق کسی قسم کی تحقیقات کے کام میں لگے ہوئے ہیں وہ ڈائرکٹر سے خط وکتابت کریں سرِ دست اس کا فائدہ اسی قدر بتایا گیا ہے۔ کہ جو لوگ ایک ہی قسم کے کام میں مصروف ہیں اُن کا ایک دوسرے سے تعارف کرا دیا جائیگا۔ اور اس طرح ممکن ہے ان کو ایک دوسرے سے کچھ مدد مل سکے +

جنگ اور مذہبی خیالات پر اُس کا اثر

(از یحیےٰ النصر پارکنسن)

(ذیل کا مضمون اسلامک ریویو ماہ اپریل ۱۹۱۶ء میں یحیےٰ النصر پارکنسن صاحب کے قلم سے نکلا ہے جن کے فاضلانہ مضامین سے قارئین کرام آشنا ہیں۔ جنگ واقعی ایک ڈراونی چیز ہے۔ اور اس کا اثر اخلاق انسانی پر سختی کے پہلو کو اور بھی نمایاں کر دیتا ہے۔ اور وہ اخلاق انسانی جن کا تعلق لینت سے ہے ایک وقت کے لئے دب جاتے ہیں۔ تاریخ عالم اسبات کا پتہ دیتی ہے۔ کہ جہاں کہیں قومیں جنگ میں مصروف ہو گئی ہیں نرمی کا پہلو جس کو عموماً مذہبی خیالات کا لب لباب سمجھا جاتا ہے کمزور ہو گیا ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے۔ کیونکہ انسان کے وہی اخلاق نشوونما پاتے ہیں جو کام میں آتے ہیں اور جنگ میں چونکہ شدت اور سختی کی صفات پر ہی سارا زور ہوتا ہے اسلئے وہی صفات اس حال ترقی بھی کرتی ہیں اور ان کے مقابل پر جو دوسری صفات واقع ہیں اُن کی نشوونما میں روک واقع ہو جاتی ہے +

اگر غور کیا جائے تو سب سے مشکل کام جو ایک معلم اخلاق کو پیش آتا ہے وہ مُتضاد اور متخالف صفات میں موازنہ کا قائم کرنا ہے۔ اخلاق انسانی کی موٹی تقسیم دو قسم کے اخلاق میں ہوتی ہے۔ ایک وہ اخلاق جو شدت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور دوسرے وہ اخلاق جو لینت اور نرمی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور مختلف انبیاء جو مختلف قوموں میں مختلف زمانوں میں ظاہر ہوتے رہے وہ درحقیقت انہی دو اقسام اخلاق میں سے ایک قسم کے اخلاق کی تعلیم دیتے رہے۔ انسان کو دنیا میں اپنی جگہ حاصل کرنے کیلئے اور اپنی لقا کی جدوجہد کے لئے اول اُن

اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے جسے تم یاد رکھو تو یہ ہے۔ کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جاوے۔ اور یہ اُس عہد کا نشان ہو گا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے تمہارے پُشت در پُشت ہر لڑکے کا جب وہ آٹھ روز کا ہو ختنہ کیا جائیگا (درس ۷ سے ۱۲ تک)+

اب جائے غور ہے کہ یہ دوہرا عہد سوائے مسلمان قوم کے دنیا میں کہیں پُورا ہوتا نظر نہیں آتا خدا کا عہد یہ تھا۔ کہ وہ کنعان کا ملک بطور ملک ابراہیم کے تابعداروں کو دیگا۔ اور بالمقابل اس قوم کا عہد یہ تھا۔ کہ وہ ختنہ کرے۔ اب گو ختنہ کا رواج یہودیوں میں بھی پایا جاتا ہے لیکن ان میں وہ دوسرا نشان ملک کنعان کے ملنے کا نہیں پایا جاتا۔ ایک امر تو اختیاری تھا۔ مگر دوسرا محض خدا کے خاص ارادہ سے ہی پُورا ہو سکتا ہے۔ سو وہ دونوں نشان دُنیا کی ایک ہی قوم مسلمان میں ہی پُورے ہوتے ہیں۔ کیا یہ بیّن نشان صداقت اسلام کا نہیں جس کا کوئی جواب پادری صاحبان کے پاس نہیں سوائے اسکے کہ وہ اس عہد ابراہیمی کو ہی جھوٹا قرار دیں +

بڑودہ میں ایک انسٹیٹیوشن مقابلہ مذاہب کے مطالعہ کیلئے کھولی گئی ہے۔ جو اس بات کا نشان ہے کہ اگر ایک طرف مذہب کی طرف سے لاپروائی نظر آتی ہے تو دوسری طرف علمی رنگ میں اُس کی تحقیقات کا شوق بھی وسیع ہو رہا ہے۔ یہی وہ صُورت تھی جسے اسلام قائم کرنا چاہتا تھا۔ اور تمام مذاہب کو خدا کی طرف سے مان لینے میں یعنی تمام قوموں میں نبیوں کے ظاہر ہونے کو تسلیم کرنے میں اصل منشاء یہی تھا۔ کہ مذاہب میں جو نفرت ایک دوسرے سے ہے۔ اسلئے کہ ایک دوسرے کو باطل قرار دیتا ہے وہ دُور ہو جائے۔ یہ کس قدر خوشی کا مقام ہے۔ کہ اسلام کے تمام اصول دُنیا میں آہستہ آہستہ قبولیت اختیار کرتے جا رہے ہیں یہی نشان ہے اس بات کا کہ اسلام دُنیا کا آئندہ مذہب ہوگا۔ جو تمام قوموں میں صلح اور آشتی کی بنیاد ڈالکر تمام نسل انسانی کو ایک سلسلہ اخوت میں منسلک کر دیگا۔ ہاں یہ مقصد دنوں اور سالوں میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے لئے صدیوں کی محنت اور کوشش بکار ہے +

ان سے کوئی بات اَن ہونی نہیں۔ مُوسیٰ اور سارے پیغمبر اعمال پر زور دیتے اپنی عمریں گذار گئے مگر آج معلوم ہوا۔ کہ فی الحقیقت وہ بھی کفارہ مسیح پر ایمان لاتے۔ اور نعوذ باللہ اعمال کو لعنت سمجھتے تھے پھر اگر قرآن سے بھی یہی ثابت ہونے لگے۔ تو اس میں غیر ممکن کیا ہے +

تبلیغ اسلام بالخصوص ایسے مُلک میں جہاں اپنے مذہب یعنے مسیحیت کو تو آنکھیں بند کر کے قبول کیا جاتا ہے۔ اور اس پر دلیل کا مانگنا بھی گناہ ہے۔ مگر دوسرے مذاہب پر جرح کرنے میں پُورا زور صرف کیا جاتا ہے کوئی آسان کام نہیں۔ طرح طرح کے اعتراضات کا اسلام کو نشانہ بنایا جاتا ہے یہ سوال ختنہ پر بھی ہوا ہے۔ اسلام نے عملاً بیشک ختنہ کے رواج کو قائم رکھا ہے۔ مگر یہ کوئی ایسا امر نہیں جس کے بغیر انسان مسلمان نہ ہوسکتا ہو اگر اصُول صحت پر پرکھا جائے۔ تو بلا شُبہ یہ ایک نہایت ضروری امر ہے۔ مذہب کی غرض صرف یہی نہیں کہ چند عبادات کا طریق بنا دے اسلام سے پہلے عموماً ایسا خیال کیا گیا تھا۔ مگر اسلام نے مذہب کے مفہوم کو بہت وسیع کیا ہے۔ جو چیزیں ہمارے لئے نقصان دہ ہیں ان سے ہم کو روکا گیا ہے۔ جو ہمارے لئے مفید ہیں۔ اُن کی ہم کو تعلیم دی گئی ہے +

لیکن ایک بات جو اسلام کی صداقت پر بڑی بھاری دلیل ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ گویا ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے۔ آپ نے کسی مذہب کی کوئی کتاب پڑھی نہیں۔ تاہم وہ تمام باتیں اسلام کے اندر پائی جاتی ہیں جو پہلی پیشگوئیوں میں صداقت کا نشان ٹھیرائی گئی تھیں۔ پیدائش ۱۷ باب میں ختنہ کو ایک نشان قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ذیل کے الفاظ قابل غور ہیں "اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ان کی پُشت در پُشت کے لئے اپنا عہد جو ہمیشہ کا عہد ہو کرتا ہوں۔ کہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا ہُونگا۔ اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تُو پردیسی ہے دیتا ہوں کہ ہمیشہ کے لئے تیرے ملک ہو۔ اور میں اُن کا خدا ہُونگا۔ پھر خدا نے ابرہام سے کہا۔ کہ تُو اور تیرے بعد تیری نسل پُشت در پُشت میرے عہد کو نگاہ رکھیں۔ اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان

جب آپ نے یہ فرمایا۔ کہ انما المسیح ابن مریم رسول اللہ (جس کا ترجمہ یوں ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ ہیں یعنی اس سے بڑھ کر کچھ نہیں) کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ انما کا ترجمہ Verily that کیا جائے یعنی یقیناً کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ ہیں۔ تو مُلّا صاحب قائل ہو گئے۔ یہ اِنّما کے نئے معنے بھی لغت عرب میں اضافہ کے قابل ہیں۔ اور باقی آیات کی تشریح بھی عنقریب پادری صاحب کر دینگے مثلاً قرآن کریم فرماتا ہے۔ ما المسیح ابن مریم الا رسول یعنی مسیح ابن مریم کچھ نہیں مگر رسول۔ یہ بھی لفظ صرف رسول اللہ سے ملتے جلتے ہیں۔ یعنے ان میں بھی مسیح کی رسول سے بڑھ کر کچھ ہونے کی نفی ہے لیکن کیا ہرج ہے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہاں اِلّا زائد ہے۔ اور معنے یہ ہیں کہ مسیح ابن مریم رسول نہیں اور جب رسول نہ ہوا تو خدا کا بیٹا ہؤا۔ یا مثلاً جہاں مسیح سے سوال کیا جاتا ہے۔ ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللّٰہ۔ کیا تُو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا دو خدا بنا لو۔ شاید یہاں یُوں تشریح کر دیجائیگی۔ کہ اتخذونی میں جو یا ضمیر متکلم ہے وہ عُزیر کی طرف جاتی ہے۔ اسلئے کہ یہودیوں نے جو عزیر کو ابن اللہ کہہ کر شرک کیا تھا۔ اور مسیح کو خدا کہنا تو شرک میں گویا داخل نہیں۔ اسلئے ضرور ہے کہ یہ ضمیر یا کی عزیر کی طرف جائے۔ اور اُمّی میں جو یاء متکلم کی ضمیر ہے۔ اس سے مُراد مسیح بھی ہو یعنی اُمّی کے معنے **میری ماں** ہوں۔ لوگ کہیں گے یہ نئی تُکّی بات ہے۔ مگر جو شخص یضاھؤن میں عیسائیوں کو مستثنٰے کرکے ضمیر یہود کی طرف لیجا سکتا ہے اس سے یہ کچھ مشکل نہیں اگر پادری صاحب جیسے امنگ صاحب ان معنوں کی تصدیق کرا دیں تو شاید مسلمانوں کو اسبات کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ رہیگا۔ کہ واقعی قرآن کی تعلیم اصل میں یہی ہے کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے جو ہمارے گناہوں کیلئے مصلوب ہو کر کفارہ ہو گیا۔ اور شریعت و اعمال نعوذ باللہ من ذالک لعنت ہی ہیں۔ اور وہ جو قرآن میں آگیا ہے ما قتلوہ وما صلبوہ اسکے معنے یُوں کر دیئے جائیں گے۔ کہ ما یہاں موصولہ ہے۔ اور معنے یہ ہیں کہ اُسے قتل نہیں کیا۔ اور صلیب پر نہیں مارا بلکہ یُوں معنے ہیں وہ جو اُسے قتل کر دیا۔ اور وہ جو اسے صلیب دیدیا ہمارے بھائی یہ خیال مت کریں۔ کہ یہ بعید از قیاس باتیں میں لکھ رہا ہوں۔ جو لوگ ایک خدا کے تین بنا سکتے ہیں

سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وقالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصری المسیح ابن اللہ ذلک قولھم بافواھھم یضاھؤن قول الذین کفروا من قبل قاتلھم اللہ انی یؤفکون ۰ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا الھا واحدا لا الہ الا ھو سبحانہ عما یشرکون (آیت ۳۰ و ۳۱) ان آیات کا لفظی ترجمہ یوں ہے۔ اور یہودی کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کے منہ کی بات ہے پہلے کافروں کی سی باتیں یہ بھی کہتے ہیں خدا ان کو ہلاک کرے۔ کہاں سے اُلٹے پھرے جاتے انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے راہبوں کو اور مسیح ابن مریم کو خدا کے سوا ارباب بنا لیا ہے اور اُن کو کچھ حکم نہیں دیا گیا تھا سوائے اسکے کہ وہ ایک ہی خدا کی عبادت کریں اس کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ پاک ہے وہ اس سے جو شرک کرتے ہیں۔ پادری صاحب کا یہ کہنا کہ یہود اور عیسائی دونوں کے عقیدہ ابنیت کا ذکر کر کے پھر یہ فرمانا کہ یہ ان کے مُنہ کی باتیں ہیں۔ یا یہ پہلے کافروں کی نقل کرتے ہیں صرف یہود کے متعلق ہے اور عیسائی اس سے مستثنے ہیں۔ ایسا ہی ہے جیسے کوئی عدالت تین چار شخصوں کا ایک ہی جرم بیان کر کے یوں کہے کہ ہم اس جُرم کی وجہ سے ان پر فرد جُرم لگاتے ہیں۔ اور ان میں سے دو بد قسمت ملزم یہ سمجھ لیں کہ ان پر فرد جُرم لگانے سے مراد صرف یہ ہے کہ ہمارے دو ساتھیوں پر فرد جُرم لگاتے ہیں کیونکہ زبان کے قواعد اسکی اجازت دیتے ہیں۔ مگر تعجب یہ ہے کہ قرآن کریم نے تو اسی پر بس نہیں کر دی۔ آگے صاف طور پر ان راہبوں کا ذکر ہے۔ اور پھر دوبارہ مسیح ابن مریم کے رب بنانے کا ذکر ہے ہمارے خیال میں پادری صاحب کی تصنیف اس قابل ہے کہ بڑے سے بڑے عیسائی کتبخانہ میں اسے سب سے بلند جگہ دیجائے بھلا ایسی صرت سرا کیا کہاں کر سکتا ہے۔ اُمید ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی تو ہندوستان کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک اس تفسیر کی وجہ سے اسکے قائل ہو جائینگے۔ کہ قرآن بھی مسیح کی ابنیت کے عقیدہ کی تائید کرتا ہے۔ اور کفارہ کے عقیدہ کی تائید تو پادری صاحبان کے نزدیک الانزل سا انزل کا وزرا اخری میں موجود ہے +

اور بھی کئی ایک آیات کی تفسیر پادری صاحب نے خود کر کے مُلّا صاحب کو قائل کر لیا مثلاً

جنہوں نے پہلے مسیح کی ابنیت کے عقیدہ کو مروّج کیا۔ ویسے ہی عقلمند تھے۔ اسی قسم کے لطائف اور نکات سے توریت سے ثابت ہو گیا کہ مسیح ابن اللہ ہے۔ اب ان پہلے عقلمند بزرگوں کے حقیقی فرزند قرآن سے اس قسم کے دلائل سے ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ قرآن بھی مسیح کے ابن اللہ ہونے کا قائل ہے۔ یہ سچ ہے کہ قرآن نے یہود اور نصاریٰ دونوں کے عقیدہ ابنیت عزیر اور ابنیت مسیح کا ذکر کر کے دونوں کو ملزم کیا ہے۔ مگر ہم اس کو نہیں مانتے بلکہ اس کے معنے یوں کرینگے کہ یہود عزیر کو ابن اللہ کہتے اور عیسائی مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ مگر یہود نے یہ عقیدہ ابنیت پہلے کا قروں سے لیا مگر نصاریٰ ایسا کہنے میں سچے ہیں۔ بیشک اسی قسم کے تراجم انجیل کے پہلے بزرگوں نے کیئے ہونگے۔ جن کی صحت پر شک پیدا ہونے سے روکنے کے لیئے اصل نسخے جن سے ترجمے ہوئے تھے ضائع کر دینے ضروری سمجھے گئے ہونگے۔ اس سے کم از کم اس قدر اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ ابنیت مسیح کے عقیدہ کو دنیا میں قائم کرنے کیلئے اس قابل رحم قوم کو کن ہتھیاروں سے کام لینا پڑا ہے +

پادری صاحب کہتے ہیں کہ ملّا صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ عربی قواعد کے رُو سے یہ ترجمہ بھی ہو سکتا ہے۔ اگر پادری صاحب اس کے بجائے ملّا صاحب کی طرف کوئی جنّوں پریوں کا قصہ منسوب کر دیتے۔ تو ہمیں پادری صاحب پر حسن ظن سے کام لیکر اپنے ایک بھائی کو غلطی کا مرتکب ٹھیرانا پڑتا۔ پادری صاحب اگر ان ملّا صاحب کا نام دیدیتے تو یہ امر بذریعۂ خط و کتابت بھی معلوم ہو سکتا تھا۔ کہ پادری صاحب نے کہاں تک راست بیانی سے کام لیا ہے۔ مگر اتفاق سے جس امر کو پادری صاحب نے ملّا صاحب کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہ ایک ایسا امر ہے کہ عربی زبان کا ماہر تو کیا۔ اس کی شُد بُد سے واقف اس پر ہنسیگا۔ مجھے تو یقین ہے۔ کہ یہ ملّا صاحب پادری صاحب کے دماغ میں ہی موجود ہیں اور کہیں نہیں۔ اور اگر فی الواقع ان کا وجود خارج میں بھی ہے تو یہ مکالمہ بہرحال پادری صاحب کے دماغ کی اختراع ہے۔ اور اس کے لیئے میں قرآن کے الفاظ قارئین کرام کے سامنے رکھتا ہوں +

اہلِ اسلام میں بیداری شروع ہو گئی ہے۔ اور سُورۂ بقرہ کا ترجمہ بھی چینی زبان میں ہو گیا ہے اور وہ ہر قسم کی تحریکات میں قدم آگے بڑھا رہے ہیں۔ مگر دُنیا میں کوئی نیک کام نہیں ہوتا جس کا کریڈٹ پادری صاحبان عیسائیت کو دینے کے لئے تیار نہ ہوں۔ حالانکہ خود یورپ کے اندر جس قدر ترقی اور علوم کی روشنی پھیلی ہے اسمیں بھی عیسائیت خطرناک طور پر حائل ہوتی رہی ہے اور خود یورپ کی موجودہ ترقی عیسائیت کی مخالفت کے باوجود ہُوئی ہے۔ اور تین صدیوں کا ہی ذکر ہے کہ سائنیس کی تحصیل کرنیوالوں کو عیسائیت سے خارج قرار دیا جاتا تھا۔ آج دُنیا بھر کی خوبیوں کا سرچشمہ ہی عیسائیت ہے سمجھی جاتی ہے۔ شائد پادری صاحبان ایک حد تک مجبور بھی ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے مذہب کی خوبی تو کوئی بیان نہیں کر سکتے۔ اسلئے جہاں دُنیا میں کوئی خوبی نظر آئے اُسے عیسائیت کا نتیجہ بتانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حالانکہ جس کے مرشوں احسان ہو رہے ہیں اُسی کی بیخکنی کے درپے ہیں۔ اسلام کے اِن لوگوں پر کتنے بڑے احسان تھے۔ مگر اسلام کے ساتھ ہی سب سے بڑھ کر عداوت ہے۔ خود عیسائی مذہب میں اصلاح جو پراٹسٹنٹ کے نام سے وابستہ ہے اسلامی خیالات کی توسیع و اشاعت کا نتیجہ ہے +

پادری تھوتنگ صاحب پکین کے ایک چینی اہنگ (مُلّا) کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ مُلّا صاحب نے اسبات کا اعتراف کیا تھا۔ کہ سُورۂ توبہ میں جہاں یہ ذکر ہے۔ کہ یہود عزیر کو ابنُ اللہ کہتے ہیں۔ اور نصاریٰ مسیح کو ابنُ اللہ کہتے ہیں۔ اور اس کے بعد یہ لفظ آتے ہیں کہ یضاھوُن قول الذین کفروا من قبل (التوبہ - ۳۰) وہاں یوں بھی معنے کیئے جا سکتے ہیں۔ کہ یضاھوُن میں ضمیر نصاریٰ کی طرف نہ جائے صرف یہود کی طرف جائے اور معنے یوں ہوں۔ کہ یہودی کہتے ہیں کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے عیسائی کہتے ہیں مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ یہ اُن کے (یعنی اکیلے یہود کے) مُنہ کے لفظ ہیں جو پہلے کافروں کی سی باتیں کہتے ہیں۔ یعنی صرف یہود عزیر کو ابن اللہ کہنے میں پہلے کافروں کی سی باتیں کہتے ہیں۔ اور عیسائی جو مسیح کو ابنُ اللہ کہتے ہیں تو وہ مستثنےٰ ہیں بیشک یہ منطق اس قابل ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں میں ابنیت مسیح کے عقیدہ کو قرآن سے ثابت کیا جائے۔ یقیناً وہ لوگ

بُنیاد رکھ دی ہے۔ اسلئے قرآن کریم نے ایسے الفاظ کو مجازاً بھی استعمال نہیں فرمایا۔ مگر یہ خیال نہ کیا جائے کہ خدا نے ابوت کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا تو یہ کوئی نقص ہے۔ اب سے بہتر لفظ رب قرآن کریم نے استعمال فرمایا ہے۔ اب کا تعلق ابن سے تو بہت ہی تھوڑا ہے۔ مگر ربّ کا تعلق مربوب سے اس سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔ اب کے ذریعے ایک انسان صرف وجود میں آتا ہے لیکن ربّ وہ ہے جو اسے وجود میں لاتا ہے اُسکو سامان بھی عطا فرماتا ہے اُسکی پرورش کرتا ہے۔ اور پھر اُسے کمال تک بھی پہنچاتا ہے پس قرآن نے اگر خدا کو اب نہیں کہا۔ تو اس سے بدرجہا بڑھ کر لفظ ربّ استعمال فرمایا ہے پس ابوت کے حامی غور کریں کہ ابوت بہتر ہے یا ربوبیت +

مگر تعجب ہے کہ ایک پادری صاحب نے تو کہتے ہیں قرآن ابن اللہ کی تردید کرتا ہے۔ اور خدا کے باپ بننے کیلئے اسمیں کوئی جگہ ہی نہیں۔ ایک دوسرے پادری ای ڈبلیو تھوئنگ صاحب اسی رسالہ میں (اور ان کا مضمون پادری وایٹ بریخٹ صاحب کے مضمون کے ساتھ ہی درج ہے) اس بات کے حامی ہیں کہ قرآن مسیح کی ابنیت کے عقیدہ کی تردید ہی نہیں کرتا۔ بلکہ ایک رنگ میں اس کا حامی ہے۔ وہ اسکے اثبات کے مدعی ہیں۔ کہ قرآن کریم نے ولدیت کی تردید کی ہے ابنیت کی تردید نہیں کی اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں سے سچا کس کو مانیں۔ اگر پادری وایٹ بریخٹ سچا ہے کہ خدا کے باپ ہونے کے لئے کوئی جگہ نہیں (اور اس کے بغیر خدا سمجھ ہی نہیں آتا) کیونکہ وہ ابنیت مسیح کا منکر ہے تو پادری تھوئنگ صاحب جھوٹے ہیں۔ اور اگر موخر الذکر صاحب سچے ہیں تو پادری وایٹ بریخٹ نے غلط لکھا ہے۔ تعجب ہے کہ ایڈیٹر رسالہ نے دو مضمونوں کو ایک ہی نمبر میں یکے بعد دیگرے جگہ دی ہے جو دونوں ایکدوسرے کی تردید کرتے ہیں۔ خدا کا کلام سچا ہے اسلام کے مخالفین کی ہمیشہ یہی حالت رہیگی جس کا نقشہ خود قرآن نے کھینچا ہے انکم لفی قول مختلف ایک کچھ بات کہیگا تو دوسرا اسی کی تردید کرتا ہوا کچھ اَور کہیگا +

پادری تھوئنگ صاحب چین کے مسلمانوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہاں اب

باپ ہونے میں کچھ شک ہے۔ یا یہ ماننا پڑیگا۔ کہ خدا مسیح کا باپ اور طرح سے ہے اور باقی مخلوق کا اَور طرح سے پھر وہی اعتراض ہے کہ وہ رنگ انسان کے باپ ہونے کا رنگ ہوگا۔ اور اسی حالت میں خدا کے لئے جورُو کی ضرورت بھی ہوگی! افسوس ہے ان لوگوں پر کہ قرآن کریم نے کن کن لطیف پیرایوں میں ابنیت مسیح کے عقیدہ کا بطلان اُن کو سمجھایا تھا۔ لم تکن له صاحبة میں بھی سمجھایا تھا۔ مگر پادری صاحبان کو تحقیقات سے کیا غرض اور دلائل سے کیا کام +

قرآن کریم نے اسی لئے نحن ابناء الله و احبّاؤه (ہم خدا کے بیٹے اور اُسکے پیارے ہیں) کہنے والوں پر اس طرح اعتراض نہیں کیا جس طرح مسیح کو ابناء الله کہنے والوں پر کیا۔ نحن ابناء الله واحباؤه کا جواب یہ دیا ہے۔ قل فلم یعذبکم بذنوبکم پھر تم کو تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے لیکن جہاں یہودیوں کے عُزیر کو ابنُ الله کہنے اور عیسائیوں کے مسیح کو ابن اللہ کہنے کا ذکر ہے۔ وہاں اس کے بعد فرمایا۔ قاتلهم الله انی یوفکون یعنی ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو خدا ہلاک کرے۔ کہاں سے اُلٹے پھرے جاتے ہیں۔ گویا یُوں سب تو ابنُ الله مجازی رنگ میں کہلا سکتے ہیں۔ اور وہ اِس طرح کہ وہ خدا کے پیارے بنجائیں۔ ایسے اولیاء الله کو مجازاً اطفال الله یا ابناءُ الله کہا جا سکتا ہے۔ مگر جب ایک شخص کے لئے یہ ابن اللہ ہونے کا مقام خاص کیا جاتا ہے۔ تو وہ مفہوم باقی نہیں رہتا۔ افسوس ہے کہ پادری صاحبان قرآن کو اپنی مشکلات حل کرنے کیلئے نہیں پڑھتے۔ بلکہ محض کوئی اعتراض پیدا کرنے کے لئے۔ اگر تو مسیح اس رنگ میں ابنُ الله ہے جس رنگ میں اولیاء الله کو ابناء الله مجازاً کہا جا سکتا ہے۔ تو تثلیث اور کفارہ کا عقیدہ باطل ہوگیا۔ اور اگر وہ کسی اَور رنگ میں ابنُ الله ہے تو پھر بیٹے کی کوئی ماں بھی ہونی چاہئے +

لیکن یاد رکھنا چاہئے۔ کہ قرآن کریم نے ان الفاظ کا استعمال پسند نہیں فرمایا۔ جن سے غلط فہمی پیدا ہو کر دنیا ہلاک ہوگئی۔ خدا کا باپ ہونا بیشک بڑا دِل خوش کُن فقرہ ہے۔ مگر اِسی باپ سمجھنے کے خیال نے پھر ایک خدا باپ اور ایک خدا بیٹا بھی بنا دیا۔ اور خطرناک شرک کی

اب رسالہ "مُسلم ورلڈ" ہیں جس کے نام سے یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ عالم اسلامی کا حامی کوئی رسالہ ہے۔ حالانکہ اُس کے اجرا کا اصل مقصد عالم اسلامی کی تخریب ہے۔ اور پادریوں نے اسے اسلام کی مخالفت کیلئے خاص کر رکھا ہے۔ اس مشن کی مخالفت طرح طرح کے پیرایوں میں شروع ہوئی ہے۔ جنوری ۱۹۱۷ء کے رسالہ میں وایٹ بریخٹ صاحب کا ایک مضمون بعنوان "مُسلم اور خدا کے الوہیت" نکلا ہے جس میں ایک نو مُسلمہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ اُس نے کہا کہ "گو میں مسلمانوں کو اچھا نہیں سمجھتی۔ مگر اسکے بعد میں تثلیث کو کبھی نہیں مان سکتی"۔ پادری صاحب کو اگر یہ خیال ہے کہ مُسلمانوں کی کچھ بُرائیاں کر کے اُنھوں نے اُس کے مُنہ سے یہ فقرہ نکلوانے میں کوئی کامیابی حاصل کر لی ہے۔ تو یہ خود ایک خیال باطل ہے۔ سوال مسلمانوں کو اچھا یا بُرا سمجھنے کا نہیں۔ بلکہ جنگ اصُول اسلام اور اصُول مسیحیت کے درمیان ہے۔ کیا اس جنگ میں اصُولِ اسلام کامیاب ہوتے ہیں یا اصُولِ مسیحیت۔ جب تک اصُولِ مسیحیت کو ایک شخص دھکے دیتا ہے مسلمانوں کے بحیثیت قوم عیب انکے سامنے بیان کر لینے سے کوئی کامیابی نہیں ہو جاتی۔ تثلیث اور کفارہ عیسائیت کے دونوں شہتیر تو پاش پاش ہو چکے ہیں۔ اور جُوں جُوں زمانہ عقل و علم میں ترقی کرتا ہے عیسائی دُنیا خُود ان اصُول سے بیزار ہو رہی ہے +

پادری صاحب کا یہ خیال ہے کہ مُسلمان خُدا کے الوہیت یعنی خُدا کے باپ ہونے کے مسئلہ کو سمجھ نہیں سکتے۔ وہ لکھتے ہیں "کیا تم درحقیقت خُدا کا علم حاصل کرنا چاہتے ہو۔ وہ تمھارے نزدیک کیا ہے۔ کیا تمھیں ایک آسمانی باپ کی ضرورت ہے؟ ہاں ہاں ہے۔ اچھا خوب یاد رکھو کہ یہ مذہب اسلام جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ خدا کا ایسا سادہ اور صاف خیال پیش کرتا ہے۔ اس میں ایسے خدا کی جگہ نہیں جو تمھارا باپ ہو۔ قرآن کہتا ہے کہ اگر وہ باپ ہے تو اسکی جورو بھی ہونی چاہیئے"۔ مگر ہم حیران ہیں کہ پادری صاحب کیوں اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔ اگر خُدا سب کا باپ ہے تو سب اس کے بیٹے ہوئے پھر مسیح کی خصوصیت کیا۔ سوال یہ ہے کہ آیا خدا صرف مسیح کا باپ ہے یا ہر ایک انسان کا۔ اگر سب کا باپ ہے، تو پھر مسیح ابن اللہ نہیں ساری دُنیا ابن اللہ ہے۔ اور پھر کسی مصلوب ابن اللہ کی ضرورت نہیں۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب کو خود خدا کے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا لنڈن

جلد (۳) بابت ماہ جولائی ۱۹۱۷ء نمبر (۷)

شذرات

پادریوں کی کوششوں کا دائرہ ولایت میں تبلیغ اسلام کے خلاف روز بروز وسعت اختیار کر رہا ہے مسجد ووکنگ میں پھر ایک پادری صاحب پہنچے۔ اور خواجہ صاحب کی بیماری سے فائدہ اُٹھانا چاہا۔ کہ شاید وہ جواب نہ دے سکینگے اتفاق سے اُس روز مسئلۂ کفارہ پر بحث تھی۔ اور ملک عبد القیوم صاحب کا لیکچر تھا۔ اختتام لیکچر پر خواجہ صاحب نے یہ اعلان کیا۔ کہ جس مسئلہ پر لیکچر دیا گیا ہے اِس کے متعلق اگر کسی شخص نے کوئی سوال کرنا ہو تو کرے۔ اب پادری صاحب کو لینے کے دینے پڑ گئے مسئلۂ کفارہ اور اس پر دلیل یہ کہاں سے ملے عقل تو اِس مسئلہ کو قبول نہیں کرتی۔ اسلیئے پادری صاحبان نے یہ اصُول تجویز کر رکھا ہے۔ کہ مذہب میں عقل کا کچھ دخل نہیں۔ اور کفارہ پر محض ایمان ہی لانا ضروری ہے بیچارے پادری صاحب اپنا سا مُنہ لیکر رہ گئے۔ انجیل میں ایک مقام کو کفارہ پر دلیل کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی مگر کھُلی ناکامی اُٹھائی۔ اور پھر رُخ نہ کیا +

بلادِ غربیہ میں اسلام کا مشعل بردار

اسلامک ریویو مجریہ لندن قیمت سالانہ ۱۲/

اس کا اردو ترجمہ رسالۂ اشاعت اسلام قیمت سالانہ عہ ایڈیٹر خواجہ کمال الدین مولوی صدرالدین صاحبان مُسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی معرّف کرانے کا محتاج نہیں صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ اس وقت اسی کے منافع پر انگلستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں۔ اس کا ہر ایک خریدار اب گویا بلادِ غربیہ میں اشاعت اسلام کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔ اگر برادران ملت کوشش کر کے انگریزی رسالہ کے پانچہزار اور اردو کے دس ہزار خریدار پیدا کر دیں تو ان کا منافع ہمارے ووکنگ اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلادِ غربیہ میں مُفت تقسیم ہو۔ اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں پانچ روپے سالانہ بھیجدے تاہم اکی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کر دینگے۔ کیا ملتِ بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں نہیں؟ دوستو اُٹھو! جاگو!! وقت کو غنیمت سمجھو!!! اسلامک ریویو ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے۔ اور بفضلہ تعالےٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے اسکو مضبوط کرنے کی کوشش کرو اور اللہ تعالےٰ سے اجر جزیل پاؤ + والسلام

نوٹ: نمونہ ۱/ کے ٹکٹ آنے پر ارسال خدمت کیا جائیگا۔ کل درخواستہائے خریداری پتہ ذیل پر آنی چاہئیں +

المشتہر۔ خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

لندن
میں
جلسہ میلاد النبی (صلعم)

قیمت ۳/

اس کتاب میں اس مقدس جلسہ کی مفصل روئداد ہے۔ جو زیر سرپرستی سنٹرل اسلامک سوسائٹی مورخہ ۶ جنوری ۱۹۱۴ء کو سسل ہوٹل میں مقدس تقریب ولادت آنحضرت منعقد ہوا۔ دیگر مشاہیر قوم و بیرسٹر لنشل تقریر کے علاوہ ایک انگریز قابل مصنف کی زبردست تقریر آنحضرت صلعم کے "خلق عظیم" کے متعلق نہایت ہی قابل مطالعہ ہے۔ ہمارے ناظرین کرام ضرور اس کتاب کی متعدد کاپیاں خرید فرماکر مسلم احباب میں تقسیم فرمائیں +

المشتہر

منیجر اشاعت اسلام بکڈپو عزیز منزل

احمدیہ بلڈنگس۔ نولکھا۔ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۲

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا لندن

زیر ادارت
خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری و مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہٰذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہٰذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ⅓ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (۳) | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۷ء | نمبر (۷)

فہرست مضامین

۱۔ شذرات	۲۸۹	۵۔ مذہب کیا ہے؟	۳۲۵
۲۔ جنگ اور مذہبی خیالات پر اس کا اثر	۲۹۹	۶۔ روح اور جسم کے تعلقات	۳۳۱
۳۔ مسکرات اور اسلام	۳۱۰	۷۔ خدا کی کامل تصویر	۳۳۴
۴۔ اسلام میں عورت کی حیثیت	۳۱۸		

یونین اسٹیم پریس لاہور میں لالہ دولت چند پرنٹر کے اہتمام سے چھپوا کر مرزا یعقوب بیگ بی اے سکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

مُرائیدِ ثلاثہ

یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں

یہ ہر سہ کتب مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ہیں جو تین خاص مضامین پر نایاب و بے مثل کتابیں ہیں جو بتفصیل ذیل درج ہیں۔ آپ کے مطالعہ کے قابل ہیں ✣

براہینِ نیّرہ حصہ اوّل (معروف بہ زندہ و کامل الہام) قیمت ۲ /ر۔ اسمیں یہ دکھلایا ہے۔ کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب انسان کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے ✣

اُمّ الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان) قیمت ۱۲/ر۔ یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دُنیا کی زبانیں اسی زبان سے نکلی ہیں۔ اور ابتداء میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ✣

اُسوۂ حسنہ (معروف بہ زندہ و کامل نبی) قیمت ۱/ر۔ اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عام حاصل کر چکی ہے اس کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو آپ کی ذات پاک ہی ہے ✣ نوٹ محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا ✣

خطباتِ غریبہ

[illegible]تی خطبہ (۳/ر) اردو۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار خطبات چھپ کر تیار ہیں۔ کاغذ کی قلت کی وجہ سے بہت ہی قلیل تعداد میں چھپوائے گئے ہیں جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہے ہیں احباب مائیں ہیں عجلت سے کام لیں۔ ورنہ بعد میں مایوس ہونا پڑیگا ✣

مصنفہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو۔ مجریہ ووکنگ لندن یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرنے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر خطبے لیکچر اور تقریروں کی شکل میں دئیے اسکے پڑھنے سے ہر ایک شخص نہ صرف اسلام کی خوبیوں اور اس کے اصولوں سے ہی واقف ہو جاتا ہے۔ بلکہ دیگر مذاہب کے مقابل اسے اسلام کی فضیلت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ ان خطبوں میں سے چند خطبات ہمنے بعض احباب کی بار بار فرمائش پر اردو میں ترجمہ کرائے ہیں۔ ان خطبات کے مضامین کے لحاظ سے انہیں چھ جلدوں میں حسب ذیل ترتیب دیا ہے:-

(۱) سلسلہ خطبات غریبہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
(۲) " " " " ۲/ر " "توحید۔ دُعا۔ تصوف"
(۳) " " " " ۱۲/ر " "خطبات عیدین"
(۴) " " " " ۱۲/ر " "سرپرستوں اور ملحدین کو خ[illegible]"
(۵) " " " " ۵/ر " "اسلام اور دیگر مذاہب"
(۶) " " " " ۱۲/ر " "حقوق نسوان"

نوٹ۔ چھ خطبات کے مکمل سٹ کے خریدار سے ۱۲/ر " " " مجلد [illegible]

خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام بُک ڈپو عزیز منزل [illegible]

اعجاز نماء مراد آباد کے کٹورے

یعنی

پانی پینے کے پیالے

ان پیالوں میں کلمہ طیبہ اور قرآن پاک کی مختلف سورتیں بخط عربی خوشخط کندہ ہیں ان میں پانی پینا عام طور پر امراضِ بادی کو بطور حفظِ ماتقدم مفید اور بالخصوص مریض کے لئے شفا بخش ثابت ہوا ہے۔ ان متبرک کٹوروں کا استعمال جسمانی اور روحانی ہر پہلو سے مفید اور ہر مسلم گھر میں ان کا رہنا از بس ضروری ہے۔ یہ کٹورے مراد آباد کے ساختہ اور نہایت خوش وضع ہیں۔ جن کی عمدگی اور برکت کما حقہٗ ناظرین کو دیکھنے اور برتنے سے ہی معلوم ہو سکتی ہے +

ہدیہ۔ جام شفا یعنی کٹورہ سورۃ یٰسین یا سورۃ الرحمٰن تین روپے (عـہ/)

" جام مخزن البرکات یعنی کٹورہ سورۃ الحمد و سورۃ اخلاص و آیۃ الکرسی (عـہ)

نوٹ۔ علاوہ مذکورہ بالا تبرکات کے دیگر سورتیں اور نام وغیرہ حسب فرمائش کندہ کئے جا سکتے ہیں

المشتہر۔ مینیجر اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ لاہور

لمعات انوار محمدیہ } رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک حالات آپ کے خُلقِ عظیم کا آئینہ۔ حُسنِ سیرت و معاشرت کا فوٹو۔ علمی۔ ادبی۔ تمدنی۔ اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت کے مختلف شعبہ زندگی کا دلکش مرقع جس میں جناب خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل۔ بی مسلم مشنری و جناب مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی مسلم مشنری و جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل۔ بی۔ جناب مشیر حسین صاحب (قدوائی) بیرسٹرایٹ لا۔ جناب مارمیڈیوک پکتھال۔ جناب ایس۔ ایچ لیڈ مصنف ڈیزرٹ۔ جناب یحییٰ النصر پارکنس بی۔ ایچ ڈی و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہے۔ اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے قیمت ۶ مجلد ۱/

ھر

اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل۔ نولکھا۔ لاہور

اشتہار

انگریزی زبان میں پہلی اور بے نظیر کتاب لاجواب جس کی مثال آج تک کوئی نظر نہیں آتی

البیان فی علوم القرآن یہ کتاب جناب مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی [illegible]
دہلی کی تصنیف ہے۔ اس میں مولانا نے ان تمام علوم کو ظاہر کیا ہے۔ جو کہ قرآن شریف سے پیدا
ہو گئے ہیں۔ اس اعتبار سے کہ آجکل علماء نئی روشنی پرانی روشنی مغربی علوم مشرقی علوم علم کی تعلیم
کرتے ہیں۔ یہ کتاب ان سب کو حاوی ہے۔ اور مخالفان اسلام جو کچھ اسلام پاک پر اعتراض کرتے
ہیں۔ اس کتاب میں ہر ایک عقلی نقلی جواب ہے۔ خوبی یہ کہ نہایت مختصر و مدلل پڑھنا شروع
کرو یہی جی چاہتا ہے۔ کہ تمام کئے بغیر نہ چھوڑیں۔

تحریر کا باعث یہ ہوا۔ کہ ندوۃ العلماء کے جلسے میں جو کہ مدراس میں ہوا تھا
ایک شخص نو مسلم آسٹریلیا کا رہنے والا عبدالحق نام بھی شریک تھا۔ اس نے اثناء
تقریر میں یہ افسوس ظاہر کیا کہ انگریزی زبان میں ایسی کوئی کتاب نہیں ملتی کہ جو انگریزی دان
اصحاب کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہو ارباب جلسہ نے یہ کام مولانا موصوف کے سپرد کیا
اور آپ نے یہ کام کمال محنت اور نہایت عرقریزی سے کیا کہ اول اردو زبان میں کتاب
تیار کی۔ بعدازاں ٹھیکر کمپنی کلکتہ میں انگریزی کروا کر طبع کرائی۔ اور زمینداروں کی آس
پوری کی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزا ۔

کتاب تو اس قابل ہے کہ اگر اس کی قیمت سو روپیہ کر دی جائے تو بھی تھوڑی ہے مگر [illegible]
کی سہولت کیلئے فقط دی پی کے خرچ سمیت [illegible] روپے کر دی ہے۔ اس کی خریداری کیلئے
دینی سوداؤں روپیہ میں ہر فن اور ہر علم کا عالم ایک واعظ ملتا ہے انگریزی زبان میں [illegible]
پانیوالے اصحاب اسلام کی اشاعت کرنے اور کرانیوالے صاحبان اس کتاب کا
مطالعہ کریں۔ اور تقسیم بھی کرا دیں۔ دونوں مطالب برآمد ہونگے۔ الغرض [illegible]
ہذا اشتہار کے طور پہ مرسل ہے گر قبول افتد زہے عز و شرف
مکرر عرض ہے کہ فرمائش کیساتھ دو روپیہ بطور پیشگی بھیجنا چاہئے۔ اور [illegible]
اور زیادہ نسخوں کے خریدار کو محصول معاف ہے

پتہ:۔ حاجی [illegible] احمد سوداگر [illegible]

ترتیب النسا	تہذیب اخلاق حاصل کرنے کے لئے طرز عمل قصہ کے پیرایہ میں۔ قیمت	۵/
کرن تارہ	قلعہ آگرہ کی داستان شہنشاہ اکبر اور جودہ بائی کے حالات۔ قیمت	۱/
تاثیر صحبت	نوجوانوں کی اصلاح ایک دلچسپ پیرایہ میں۔ قیمت	۸/
حوران جنت	معزز اور مشہور خواتین کے مقدس اور معصوم حالات۔ قیمت	۳/
بہشتی حوریں	جس میں نیک دل اور پاک عورتوں کے سچے اور صحیح حالات درج ہیں۔	۳/
مجموعہ وظائف	مجرب و نادر وظائف .... قیمت	۳/
فیمیل ڈائیری یعنی زنانہ حساب کتاب مجلد	جس میں گھر کا حساب کتاب لکھنے کے آسان نقشے دیئے ہیں اور حساب نویسی کا ایسا آسان طریق بتایا ہے کہ ایک معمولی لکھی پڑھی خاتون بھی اپنے گھر کا حساب روزمرہ اس میں لکھ سکے۔ دھوبی کا حساب وغیرہ اس میں تاریخوار لکھا جا سکتا ہے۔ ایک ڈائیری مدتوں کام دیتی ہے۔ سال و تاریخ کی قید نہیں کی گئی ہے۔ عیسوی اور ہجری کی جنتریاں ساتھ ہیں ڈاکخانہ و تار اور ریلوے کے متعلق ضروری ہدایتیں تنخواہ ملازمین، اور وزن کرنے کا آسان قاعدہ اس میں نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے آپ فرمایش بھیج دیجئے۔ تاکہ آپ کے نام روانہ کی جائے۔ ہر گھر میں ایک ڈائیری ضرور ہونی چاہئے۔ جلد بھی خوبصورت بندھوائی گئی ہے۔ .... قیمت صرف	۸/

زنانہ نصاب

...کی کا قاعدہ ...ری ۔/ ...چوتھی ۳/	یہ زنانہ نصاب قاعدہ سے لیکر چوتھی کتاب تک بالتصویر ہے ان کتابوں کی موجودگی میں کسی دوسرے زنانہ نصاب کی ضرورت نہیں ہے۔ مکمل زنانہ نصاب .... قیمت	۱۱/
...یتیمی	یتیم خانہ سے دو دو باتیں۔ ایک یتیم خانہ کی بنیاد حسرت دیکھکر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے بیرسٹرایٹ لا نے نظم میں فوٹو دکھایا۔ قیمت	۳/
	مصنفہ جناب غلام احمد حسین خان صاحب بی۔اے۔ قیمت	۱/

شریف بیگمات کے پڑھنے کی خاص کتابیں

عورتوں کو علم اور تہذیب سکھانے میں یہ کتابیں لاجواب ہیں

رسول عربی	جناب رسول کریم کی مقدس سوانح عمری خاص عورتوں کے لئے - قیمت	۸ر
بنت الرسول	خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات - قیمت	۵ر
کفایت شعاری	فضول خرچ مرد اور عورتوں کے لئے ایک مفید کتاب - قیمت	۳ر
چڑیا چڑے کی کہانی	انسان کی بے مروتی کے قصے دو بے زبانوں کی زبان سے - قیمت	۳ر
آداب نسوان	دلپسند اور مفید نصیحتوں کا مجموعہ اخلاق و آداب کے متعلق - قیمت	۶ر
پہیلی نامہ	سینکڑوں نایاب اور دلچسپ پہیلیاں مع حل کے - قیمت	۸ر
صبر کی دیوی	ایک معصوم بچی پر سوتیلی ماں کے ظلم اور اس کے صبر کا نتیجہ - قیمت	۴ر
لاڈلا بیٹا	ماں باپ لاڈ پیار میں اولاد کو کس طرح بگاڑتے ہیں - قیمت	۳ر
عقیلہ بیگم	ایک کفایت شعار اور مستقل مزاج خاتون کی زندگی کا نمونہ - قیمت	۲ر
جمیلہ خاتون	پردہ نشین مستورات کو کفایت شعاری سکھانے میں بےنظیر ہے - قیمت	۳ر
علم کی دیوی	پردہ کے متعلق ایک عیسائی لیڈی سے بحث مباحثہ - قیمت	۵ر
قومی گیت	بچوں اور بچیوں کے پڑھنے کے قابل اخلاقی گیت - قیمت	۴ر
خوش انجام	ایک مؤثر کہانی بے فکر شوہروں پر بچوں کی بیکسی کا اثر - قیمت	۲ر
راہ جنت	نیک اور پاکباز مرد و عورتوں کے نتیجہ خیز قصے - قیمت	۳ر
ناصح مشفق	نصیحت کے پورے ایک سو بچے موتی نہایت قابل دید کتاب ہے - قیمت	۳ر
لیکچر اسلام	مسز اینی بیسنٹ کا لیکچر اردو میں اسلام کی خوبیوں پر - قیمت	۲ر
لوری نامہ	بہت سی دلچسپ لوریاں درج ہیں جنہیں بچے خوش ہو کر سنتے ہیں قیمت	
زنانہ خطوط	عورتوں کو خط نویسی سکھانے کے لئے آسان طریقے درج ہیں - قیمت	
تعلیم الصبیان	بچوں کے لئے نوشت و خواند کا ایک آسان طریقہ - قیمت	
لائق ماں کا لائق بیٹا	تعلیم یافتہ اور جاہل ماؤں کا مقابلہ .... قیمت	
حجاب النساء	عورتوں کے پڑھنے کے قابل پردہ کے متعلق دلچسپ کتاب - قیمت	

سینی لائین

خونی بواسیر اور خون بند کرنے کی دوا

یہ خوشبودار بے ذائقہ دوا چند بوٹیوں سے بنی ہے اور خون بند کرنے میں بےمثل ہے ناک سے خون جاتا ہو۔ تو تھوڑا سا یہ عرق سونگھ لینے سے اُسی وقت بند ہو جاتا ہے مسوڑوں سے اگر خون جاری ہو۔ تو مساوی مقدار سے گرم پانی میں عرق ملاکر روز کلی کرنے سے مسوڑے سخت ہو جاتے ہیں اور خون بند ہو جاتا ہے۔ مُنہ کے راستہ یا بلغم کے ساتھ خون جاتا ہو۔ تو اس دوا کے پینے سے بند ہو جاتا ہے۔ عورتوں کے پردرد کی بیماری میں یا حمل کی حالت میں خون جاتا ہو۔ تو اس دوا کے استعمال کرنے سے فوراً ہی آرام ہو جاتا ہے ×

خونی بواسیر

اس دوا کے کھانے اور پچکاری لینے سے رگیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور مرض جڑ سے جاتا رہتا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ پچکاری کانچ ۸ر محصول ڈاک چھ آنہ اور آٹھ آنہ ۸ر

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی اسپتال کی تجربہ کی ہوئی دوائیوں سے بنایا گیا ہے۔ ہر اقسام کے جلدی بیماریوں یعنے چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی۔ چھاجن۔ ایپرس وغیرہ رفع ہوتے ہیں۔ برص سے خراب ہوئے چمڑے میں یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے۔ چمڑے کی بیماری سے اکثر خون میں بھی نقص آجاتا ہے۔ اس حالت میں تیل لگانے سے پورا نفع نہیں ہوتا ہے۔ اس وجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خون صاف کرنے والی دوا ایڈوڈائیڈ سیا لسا بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہئے +

قیمت فی شیشی ۸ر۔ محصول ڈاک ایک سے چار تک ۵ر۔

سالسہ:- قیمت ۱۲ر محصول ۶ر +

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند اسٹریٹ کلکتہ

بھی دکھائینگے فضول کہانیاں جن سے اکثر مذاہب نے اپنی غذا کا زیادہ حصہ لیا ہے نسل انسانی کے حقیقی فائدہ کا موجب کبھی نہیں ہوئی ہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان سے انسان کی ترقی کو سخت نقصان پہنچا ہے انہوں نے اخلاق کا ستیاناس کر دیا ہے۔ دائرہ ہمدردی کو تنگ کر دیا ہے۔ اور روحانی ترقی کو سخت صدمہ پہنچا ہے اسلئے یہ نہیں ہو سکتا کہ اب جبکہ سائنس ساری دنیا میں ترقی کر رہا ہے۔ مذہب سب سے پیچھے رہ جائے۔ اور اس کے دائرہ میں تحقیقات کو علمی بنیاد پر نہ رکھا جائے الغرض ایک نئے زمانہ کی صبح کی روشنی نمودار ہو چکی ہے جسمیں ہر چیز جو انسان کے لئے کچھ بھی وقعت رکھتی ہے۔ ایک عقلی معیار پر لائی گئی ہے پس نیا زمانہ ایک نئی محک بھی لایا ہے جس کے ساتھ غلطی صداقت سے الگ ہو سکتی ہے +

محض گذشتہ کا حوالہ دیدینا اب کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ زمانہ اس حالت سے گذر چکا ہے جب دل ان مذہبی عقائد سے اطمینان پا سکتے تھے۔ جن کی بنیاد دلخوش کن قصوں پر رکھی گئی تھی مذہب کی حقیقی عظمت کا نقش انسان کے دل پر نہیں ہو سکتا۔ اگر اس کو صرف گذشتہ زمانوں کی معجزانہ کہانیوں کا حوالہ دیا جائے۔ بلکہ قلوب پر فتح حاصل کرنے کے لئے مذہب کو چاہئے۔ کہ وہ اپنے اصل جوہر دکھائے اور اپنے آپ کو خود محسوس کرائے۔ گذشتہ زمانہ کی عجیب و غریب کہانیاں سنا دینے سے کوئی بڑی غرض حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی یہ مذہب کو مادیت کی رَد کے سامنے بہہ جانے سے بچا سکتی ہیں۔ اور نہ ہی دہریت کی زہر کا علاج کر سکتی ہیں جنہوں نے مذہب کی بنیاد کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ ان کہانیوں کا مجموعہ ایک مُردہ جسم کی مانند ہے جس کے اندر کوئی رُوح نہیں۔ دنیا کو تاریکی سے باہر نکالنے کے لئے کوئی حقیقی روشنی ہونی چاہئے جس کی روشن شعاعیں تاریکیوں کو پاش پاش کر دیں۔ مذہبی عقائد مرجھاتے چلے جا رہے ہیں۔ اور ان کے متعلق دلوں میں حقیقی یقین پیدا ہونا ناممکن ہے۔ جب تک کہ دلائل کے ساتھ ان کی صداقت کو ثابت نہ کیا جائے۔ بلکہ عقیدہ میں سنجیدہ پن بھی نہیں آ سکتا۔ جب تک کہ اسکی بنیاد محکم دلائل پر نہ ہو۔ اور وہ تمام عقائد جن کی بنیاد دلائل کی بجائے قصوں کہانیوں پر ہے وہ دہریت اور مادہ پرستی کی زبردست رَو کے آگے خود بخود بہے چلے جا رہے ہیں۔ اور اور صدہا اسباب ان کے اثر کو زائل کرنیکے پیدا ہو گئے ہیں محض جذبات کو ابھارنا بھی اب کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ بلکہ اس سے بھی قصوں کہانیوں کی طرح ایک وقت تو دل کو خوشی حاصل ہو سکتی ہے لیکن اس کا کوئی دیرپا اثر پیچھے نہیں رہ جاتا ہر ایک طبیعت خود بخود محسوس کر رہی ہے کہ وہ تمام امور میں علمی تحقیقات کی محتاج ہے +

آؤ ہم دیکھیں تم اس کو کیا کرسکتے ہو۔ اس پر فرنڈرک نے اس پتھر پر صلیب کا ایک نشان بنایا اور اس پر پاک نام پڑھا تب فوراً پتھر دو ٹکڑے ہوگیا۔ اور اس کے اندر سے رُوح چلی گئی۔ کاڈرو نے یہ دیکھ کر کے کہ عیسائیوں کے منتر اسکے بزرگوں کے منتروں سے زیادہ مضبوط ہیں۔ اب کوئی چارہ نہ دیکھا سوائے اس کے کہ عیسائی مذہب کو قبول کرے۔ اس کامیابی نے عیسائی پادریوں کو اسی طریق پر چلنے کی تحریص دلائی۔ اور عیسائی بنانے میں انھوں نے اسی ہتھیار کو استعمال کرنا شروع کیا۔ اِس نتیجے کے بعد دیگرے لوگ اس مذہب کے اندر داخل ہونے شروع ہوئے۔ گو بہت تھوڑے تھے جنھوں نے مذہب کی اصل حقیقت کو سمجھا۔ لیکن آئسلینڈ ہی اکیلا ایسا مقام نہیں جہاں مقدس حیلوں سے کام لیا گیا ہو بہت ایسے موقعوں کا ذکر پایا جاتا ہے۔ جب ایک پادری کی انگلی کے اشارہ سے سُورج اور چاند تاریک ہو گئے۔ خصوصاً ان تاریکی اور جہالت کے قطعات میں جہاں ان کیدار اجرام سماوی کے لوگ پرستش کرتے تھے۔ اس سے بڑھ کر اسبات کو ثابت کرنے کیلئے کس دلیل کی ضرورت تھی کہ یہ چمکتے ہوئے خدا خدا کے بیٹے کے غلام تھے۔ کیونکہ خدا کے بیٹے کے چیلے ان خداؤں کی روشنی کو جوان کی پرستش کا اصلی مُوجب تھی دُور کرسکتے تھے اور پھر مُقدس نام پڑھ کر ان کو روشن کرسکتے تھے*

عقل کا زمانہ

مذہبی مباحثات کا فیصلہ کس طرح ہوسکتا ہے

اگر مذہبی مباحثات کا کسی دن فیصلہ ہوسکتا ہے۔ تو وہ دن ہوگا۔ جب تمام سوالات کا فیصلہ علمی طریق پر کیا جائے۔ جو مذہب اپنی فوقیت منظم دلائل کے ساتھ ثابت کرسکتا ہے۔ وہ اس سخت مقابلہ میں کامیاب ہوگا۔ مگر وہ دن دُور نہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ دن آپہنچے ہیں عقل انسانی اب اسی قدر ترقی کرچکی ہے۔ کہ غلطی کو چھوڑ کر صداقت کو اختیار کرے۔ اور علمی تحقیقات کو ان فیصلوں پر ترجیح دے۔ جو زمانہ گذشتہ میں لوگوں کو خوش کرسکتے تھے۔ وہ لوگ جو اپنے دنیوی کاروبار میں ذہانت دکھاتے ہیں۔ ان سے یہ امید بھی کی جاسکتی ہے۔ کہ اگر بڑھ کر نہیں تو اسی قدر ذہانت وہ مذہبی معاملات کے سمجھنے میں

پر مبنی تھی۔ اسکی آیات اور اس کی سُورتوں کی ترتیب ہُوئی۔ اور اس جمع اور ترتیب میں بعد کے زمانہ میں ایک حرف کی کمی بیشی نہیں ہُوئی حضرت عثمان نے محض اس ترتیب اور جمع نبوی کے مطابق اسکی نقلیں کرانے میں پُورا اہتمام صرف کیا۔ اعتراضات کے جواب میں نہ صرف مجرانے اعتراضات کی ہی تردید کی گئی ہے۔ بلکہ ڈاکٹر منگانا کے اعتراضات پر بھی مبسوط بحث موجود ہے اور آخر پر ایک باب اس بحث پر بھی بڑھایا گیا ہے۔ کہ مختلف حرُوف پر قرآن کو پڑھنے سے کیا مُراد تھی۔ اور ان مختلف حرُوف یا قرأت مختلفہ سے قرآن کریم کی حفاظت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس کتاب میں اعتراضات کے جواب پر صرف ایک باب ہے باقی پانچ بابوں میں مستقل طور پر اس امر کے دلائل بیان کیئے گئے ہیں۔ کہ کس طرح جمع و ترتیب قرآن کا کام ساتھ ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے ہوتا رہا۔ چنانچہ ان سات ابواب کے جن پر یہ کتاب مشتمل ہے صرف عنوان یہاں درج کیئے جاتے ہیں (۱) قرآن کریم کے لیئے حفاظتِ الٰہی کا وعدہ (۲) وہ دلائل جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کل قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کی ہدایت کے مطابق لکھا گیا (۳) وہ دلائل جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سارا قرآن شریف آنحضرت کی زندگی میں ہی صحابہ حفظ کر چکے تھے (۴) آیتوں اور سُورتوں کی ترتیب (۵) مصاحف ابوبکر و عثمان رضی اللہ عنہما (۶) اعتراضوں کے جواب (۷) سبعۃ احرف اور اختلاف قرآت۔ قابل قدر کتاب ہر ایک مسلمان اور بالخصُوص آج کل کے ہر ایک نوجوان کے ہاتھ میں ہونی چاہئے۔ قیمت ۱۰/ +

ایک توہم پرستی کی جگہ دوسری توہم پرستی لیتی ہے

تھورولڈ پہلا آئسلینڈ کا باشندہ تھا جس نے عیسائی مذہب قبُول کیا جس کو قریباً نوسو سال کا عرصہ گذرتا ہے۔ مگر اس کا باپ کا ڈروئے مذہب کو قبول کرنے کے لیئے ایسا سرگرم نہیں تھا۔ وہ اسے قبوُل نہ کر سکتا تھا جب تک کہ کچھ نشانات بشپ فریڈرک سے نہ دیکھ لے جو پہلا سیکسن پادری آئسلینڈ میں تھا۔ اس نے فریڈرک کو کہا کہ دیکھو یہ ایک پتھر ہے جو میرے گھر کی حفاظت کرتا ہے۔ اور میرے آباؤ اجداد کے رواج سے یہ مقدس ہو چکا ہے۔ اس کے اندر ایک رُوح رہتی ہے

جمع قرآن

قرآن کریم کے جمع اور ترتیب کا سوال ایسا ہے۔ کہ گو اس میں متقدمین کا مسلک نہایت صاف اور واضح ہے۔ مگر اس زمانہ میں نہ صرف بیرونی معترضین نے اس پر بڑے بڑے حملے کرنے کی کوشش کی ہے۔ بلکہ خود مسلمانوں میں سے بعض لوگوں نے ترتیب اور جمع قرآن پر شکوک ظاہر کیئے ہیں۔ یہاں تک کہ چند سال کا عرصہ ہوا الہ آباد سے ایک ترجمہ قرآن شریف کا جو حامل متن تھا زبان انگریزی میں شائع ہوا تھا۔ اس میں سورتوں کی ترتیب نزول کے مطابق بالکل اُلٹ پلٹ کر دی گئی۔ عیسائی مصنفین نے خواہ انھوں نے معاندانہ پہلو سے لکھا ہو یا ہمدردی کا پہلو اختیار کیا ہو۔ اس امر پر اتفاق کر رکھا ہے۔ کہ موجودہ ترتیب قرآن کریم ترتیب نبوی نہیں بلکہ حضرت عثمان کی ترتیب ہے۔ اور ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ جمع قرآن کا کام حضرت عثمان کے وقت میں ہوا۔ اور اسلیے پورا قرآن محفوظ نہیں رہا۔ درحقیقت یہ ایک معرکۃ الآرا بحث ہے۔ کہ آیا قرآن کریم بکلی انسانی ہاتھوں کی دستبرد سے محفوظ ہے یا نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ دوسری تمام کتابوں میں تحریف کا راہ پا جانا۔ اظہر من الشمس ہو چکا ہے۔ اسلیئے مخالفین قرآن کریم کی اس فضیلت پر ہاتھ مار کر اُس کو دوسری کتابوں کی طرح محرف ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اسبارہ میں طرح طرح کے مضامین مخالفین کی طرف سے لکھے گئے ہیں۔ اور حال میں ڈاکٹر منگانا نے چند اوراق قدیم نسخہ جات قرآنی کی بنا پر ایسا ہی ثابت کرنا چاہا ہے۔ ان تمام باطل کی کوششوں کا مدلل اور مبسوط جواب **جمع قرآن** کے نام سے حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے نے شائع کیا ہے جنھوں نے حال میں ہی انگریزی ترجمہ وتفسیر بڑی محنت سے تیار کی ہے۔ یہ کتاب ان تمام اعتراضات کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔ جو اب تک اس مضمون پر ہو چکے ہیں خواہ وہ مخالفین کی طرف سے ہوں۔ اور خواہ موافقین کی طرف سے اور نہایت سیر کن بحث کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ قرآن کریم زمانہ مبارک نبوی میں آپ ہی کی ہدایت کے مطابق جمع ہوا۔ اور آپ ہی کی ہدایت کے مطابق جو درحقیقت وحی الٰہی

ملکیت ہوتی ہے۔ جیسے وہ جس طرح چاہے خرچ کرے۔ خاوندوں کو حکم ہے کہ مہر کا روپیہ خوشی سے بیویوں کو دیں جیسا کہ سورۃ النساء میں فرماتا ہے و اٰتوا النساء صدقٰتھن نحلۃ عورتوں کو اُن کے مہر خوشی کے ساتھ دو +

بلاخوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس قدر بدیاں عورتوں کے متعلق اسلام سے پہلے مروج تھیں اسلام نے ان سب کا قلع قمع کر دیا۔ بلکہ اس قدر اصلاح پر بھی اکتفا نہ کر کے تمام انسانی حقوق و اختیارات میں برابر ٹھیرایا باوجود اس کے کہ مرد کو جسمانی طور پر اور مردانہ خصوصیات اور قدرتی فوائد کی وجہ سے فوقیت حاصل ہے۔ نسل انسانی کا ممبر ہونے کی حیثیت میں جو حقوق مرد کو حاصل ہیں وہی عورت کو حاصل ہیں۔ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف (البقرہ-۲۲۸) اور ان کیلئے انصاف کے ساتھ ایسے ہی حقوق ہیں جیسے ان کے اوپر مردوں کو ہیں پھر فرماتا ہے۔ للرجال نصیب مما اکتسبوا و للنساء نصیب مما اکتسبن مردوں کیلئے جو وہ کمائیں اس کا حصہ ہے۔ اور عورتوں کے لئے جو وہ کمائیں اس کا حصہ ہے (النساء-۳۲) پھر ایک نہایت خوبصورت استعارہ کے رنگ میں دونوں جنسوں کے مساوات اس طرح قائم کی گئی ہے ھن لباس لکم و انتم لباس لھن (البقرہ-۱۸۷) وہ تمہارا لباس ہیں تم اُن کا لباس ہو +

اسلام مردوں کو یہ بھی حکم دیتا ہے کہ وہ عورتوں کے حقوق کی بہت احتیاط سے حفاظت کریں۔ وہ خاوند کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ عورت کو اپنی زندگی اور خوشی کا موجب سمجھے اسلئے عورت کو کھیت سے بھی مثال دی ہے۔ کیونکہ جس طرح ہر کھیت کی جس قدر زیادہ خبرگیری کی جائیگی اسی قدر وہ بڑھ چڑھ کر انسان کے آرام اور آسائش کے سامان پیدا کرے گا اسی طرح پر جس قدر ایک شخص اپنی بی بی کی زیادہ خبرگیری کرتا ہے۔ اسی قدر زیادہ خوشی اس سے حاصل کر سکتا ہے +

بن جاتا تھا۔ اس کے بالمقابل آج سے تیرہ سو سال پیشتر اسلام نے بآواز بلند یہ تعلیم دی کہ جس صورت میں عورتیں کمزور یتیم ہوں یا نابالغ ہوں تو کسی عذر سے اُنکے مال پر ناجائز قبضہ جمانا یا بیٹھنا جائز نہیں نہ ہی بہانہ بنا کر اچھے مال کو لیکر اس کی جگہ بُرا مال ڈال دینا جائز ہے +

سُورۃ النساء کی ان ابتدائی آیات کے علاوہ جو کسی گذشتہ مضمون میں نقل کی گئی تھیں قرآن میں اور بہت سے مقامات ہیں۔ جہاں عورتوں کے معاملات کا ذکر ہے! اس بارہ میں جس قدر اصلاحات اسلام نے کی ہیں اُن کی بہت بڑی تعداد ہے: بچہ۔ لڑکی۔ بی بی۔ ماں غرض عورت کی ہر حیثیت میں اس کی عزت بڑھائی گئی۔ ان کی زندگی کے ہر مرحلہ میں ان کے حقوق کی حفاظت کی گئی۔ زندگی کے ہر شعبہ میں ان کو حقوق عطا کئے گئے۔ جہاں تک دونوں جنسوں کے انسانی حقوق کا معاملہ ہے۔ عورت کو مرد سے بڑھ کر حقوق دیئے گئے۔ اور ایسے قواعد بنائے گئے جن کی غرض عورت کی عزت کو بڑھانا تھا +

یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ اسلام محض ایک خیالی فلسفہ نہیں۔ نہ یہ صرف چند عقائد کا نام ہے۔ جو کچھ احکام اس نے دیئے ہیں۔ وہ ہمیشہ عملی رنگ کے دیئے ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جو احکام دیئے ہیں ان پر عمل کرنے کی طرز بھی سکھا دی ہے۔ اس کا اعتراف دوسرے لوگوں نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ ہبرٹ جرنل میں لکھا ہے۔ کہ اسلام کی شریعت میں بہت سے قابل تعریف اخلاقی احکام پائے جاتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ ان احکام کو وہ عمل میں لانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اور ان کی تعمیل کی بڑی قوت سے تائید کی ہے +

سب سے زیادہ مفید اور انسانیت کا کام جو اسلام نے دہ دختر کشی کی رسم کو مٹانا تھا جیسا کہ پہلے بھی بتایا گیا ہے۔ عرب میں ایام جاہلیت میں بلکہ کل دنیا میں انسان کی قربانی اور بچوں کے مارنے کا عام رواج تھا۔ اور اس توہم اور وحشیانہ پن کا زیادہ تر شکار عورتیں ہوتی تھیں چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے۔ واذا بشر احدهم بالانثى ظل وجهه مسودا وهو كظيم يتوارى من القوم من سوء ما بشر به ايمسكه على هون ام يدسه فى التراب الا ساء ما يحكمون (النمل - ۵۸ - ۵۹) اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر دیجاتی ہے۔ تو اس کا مُنہ سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہے۔

کا خدا کی طرف سے آپ نے پہنچایا۔ بلکہ خود بھی یہ پاکیزہ اور مؤثر الفاظ فرمائے۔ الجنة تحت اقدام الامھات۔ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ انسان کی زندگی کی کیا غرض ہے ہر مذہب یہ غرض حصول جنت ہی بتاتا ہے۔ یہی جنت ہے۔ سب نیک کاموں کی محرک ہوتی ہے نمازیں اور روزے اور قربانیاں اسی مقصد کو پا لینے کے لئے کی جاتی ہیں۔ مگر قربان جائیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اس حقیقت کو جو انسان کی زندگی کا اتنا بڑا مقصد ہے کہاں بتایا ہے ماؤں کے قدموں کے نیچے۔ اس قدم کے نیچے جو جسم انسانی کا سب سے نیچے کا حصہ ہے۔ اور یہ تعلیم دینے والا کون ہے۔ آمنہ کا یتیم بچہ۔ اللھم صل وسلم وبارک علیٰ محمد کیا اس سے زیادہ ماں کی عزت سکھانا انسان کی طاقت میں ہے +

آپ نے ماں کی عزت کے ساتھ خالہ کی عزت کو بھی ضروری بتایا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کے صحابیوں میں سے ایک آیا اس نے کہا۔ یا رسول اللہ مجھ سے بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔ میں کیا کام کروں کہ میری توبہ قبول ہو۔ آپ نے پوچھا تمہاری ماں ہے۔ عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا تمہاری خالہ ہے۔ اس نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ اور اس سے نیکی کرو تمہارا اس سے گناہ معاف کیا جاویگا +

پھر قرآن کریم نے اس قدر عورت کی عزت سکھا کر اس کے بعد ایک تنبیہ بھی کی ہے۔ ان اللہ کان علیکم رقیبا۔ اس کی غرض متنبہ کرتا ہے۔ اور یہ بتاتا ہے کہ گو تم بھول جاؤ کہ رحموں کے حقوق تم پر کیا ہیں۔ لیکن خدا تو ہر وقت نگہبان ہے وہ جانتا ہے اور دیکھتا ہے +

پھر ان آیات کے آخر پر ایک اور عظیم الشان غلطی کی اصلاح کی گئی ہے۔ جس کا ذکر صراحت سے قرآن کریم میں دوسری جگہ موجود ہے۔ عربوں میں یہ رواج تھا۔ کہ وہ کچھ نہ کچھ بہانہ بنا کر یتیموں کا مال کھا جایا کرتے تھے۔ اور بسا اوقات یتیم لڑکیوں کے ولی اُن سے خود شادی کر لیتے۔ اور اس طرح پر ان لڑکیوں کا مال اُن کے مال میں مل جاتا۔ اور پھر وہ اس کے مالک بن کر جس طرح چاہتے کھاتے۔ قدیم زمانہ کے آدمیوں کی طرح یا آج سے تیس سال پہلے کے انگریزوں کی طرح عرب ایک شادی شدہ عورت سے بچہ کا سا سلوک کرتے تھے۔ اور خاوند ہی کل جائداد کا مالک

شریف سے شریف اور اعلیٰ سے اعلیٰ حیثیت کو نظر کے سامنے لایا گیا ہے۔ اور وہ کیا ہے تعلقات رحم یعنی اسکی ماں ہونے کی حیثیت۔ اِس سے اس ارشاد الٰہی کی قبولیت کے لئے انسان کے اندر ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے کیوں لوگوں کو عورت کی عزت کرنی چاہیئے۔ اسلیئے کہ انسانیت کا اعلیٰ سے اعلیٰ منصب یعنی ماں ہونا یہ عورت ذات میں پایا جاتا ہے۔ اور پھر ایک انسان کو دُنیا میں لانے کیلئے وہ کس قدر تکلیف اور مشقت برداشت کرتی ہے۔ اور وہ بھی کس غرض کیلئے کسی اپنے فائدہ کے لئے نہیں تو اگر کسی اور وجہ سے عورت کو مستحق عزت نہیں سمجھا جاتا تو اس کے ماں ہونے کی حیثیت سے ہی اس کی عزت کیجائے۔ اسکی قربانیوں اس کی محبت سے بغرضانہ طور پر تکالیف اُٹھانے کی وجہ سے وہ ضرور قابل عزت ہے +

یہ دلیل چاہیئے تھا کہ ان لوگوں کے دلوں پر زیادہ مؤثر ہوتی۔ جو یہ ایمان رکھتے ہیں کہ اُن کے انبیا محض عورت کی وساطت سے ہی دُنیا میں آئے ہیں چاہیئے تھا کہ یہ دلیل کرشن بدھ اور مسیح کے پیروؤں کے دلوں کو کھا جاتی۔ مگر افسوس کہ ایک دراز عرصہ تک اس کا کوئی اثر ان پر نہ ہوا صدیوں اور زمانوں تک کوئی اثر نہ ہوا۔ یہ خدا تعالےٰ کے عجائبات ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ کرشن بدھ اور مسیح بن باپ پیدا ہوئے۔ اور ان کی پیدائش میں اور ان کی تربیت میں باپ کا کچھ بھی دخل نہ تھا اس کے برخلاف ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے والد بھی تھے۔ پھر آپ کی والدہ آپ کی صغر سنی میں ہی فوت بھی ہو گئیں۔ آپ کی عمر اس وقت ابھی چھ سال کی ہی تھی۔ اور ان چھ سال کا بڑا حصہ بھی آپ نے اپنی رضاعی ماں حلیمہ کے پاس گذرا جو مکہ سے باہر کے رہنے والی تھیں۔ آپ کے والد آپ کی پیدائش سے ہی بیشتر فوت ہو چکے تھے۔ اور اس طرح پر ابھی آپ بچے تھے کہ آپ یتیم ہو گئے۔ لیکن خدائے علیم و حکیم نے اس یتیم بچہ کو جس کے باپ اور ماں کا سایہ زمانہ طفولیت میں ہی اُٹھ چکا تھا۔ اس غرض کے لئے چُنا کہ وہ والدین کی فرمانبرداری اور ان سے نیکی کا بےنظیر معلّم دُنیا میں بنے۔ عورت کے لئے آزادی اور مساوات کا پروانہ لائے اور ماں کی عزت اور مرتبت کو بلند مقام پر پہنچائے +

بدھ نے اپنی ماں کو چھوڑ دیا۔ مسیح نے کہا کہ اے عورت میرا تجھ سے کوئی کام نہیں لیکن یہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ جن کی ماں نہ تھی۔ کہ جب آپ بڑے ہوئے تو یہ پیغام ماں کی عزت

پیشوا یا پیغمبر یا کسی مذہبی کتاب نے اس قسم کی تعلیم نہیں دی - کہ عورتوں کا ادب کرنا چاہئے تاریخ مذہب میں یہ ایک بے نظیر ہدایت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر اخلاقی جرات رکھنا کہ عورتوں کی عزت کرنے کا حکم دیں بجائے خود ایک تعجب انگیز امر ہے - عورتیں جن سے پہلے چارپاؤں کی طرح سلوک کیا جاتا تھا - اب نہ صرف ان سے انسانوں کی طرح سلوک کرنا ضروری ٹھیرایا گیا - اور مرد کی طرح ان کی عزت ضروری ٹھیرائی گئی - بلکہ مردوں کو حکم دیا گیا - کہ وہ عورتوں کی عزت کریں اور پھر اسے بھی کافی نہیں سمجھا گیا - بلکہ اللہ پر ارحام کا عطف کرکے بتادیا - کہ کس قدر عزت عورت کی کرنی ضروری ہے - اور اس کے متعلق لفظ بھی اتقوا کا اختیار فرمایا - اس سے بڑھکر حیثیت عورت کی کیا تجویز ہوسکتی تھی - ایک ہی فقرہ میں اللہ تعالے کے حقوق اور عورتوں کے حقوق کی نگہداشت کو اکٹھا کردیا گیا ہے - لفظ اتقوا یا تقویٰ کا مفہوم وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں - جو عربی زبان کے واقف ہیں - لفظ ادب یا عزت یا نگہداشت حقوق میں بھی اس کا پورا مفہوم ادا نہیں ہوتا - حیثیت عورت میں یہ کیسا عظیم الشان انقلاب ہے - بدھ مذہب کے لوگ اور برہمن جو مذہب کی طرف خاص میلان رکھنے والے اور بہت قدیم مذہب کے پیرو تھے عیسائی راہب اور تارک الدنیا جنھوں نے مذہبی جوش اور سرگرمی کے سامنے سب چیزوں کو قربان کردیا یہودی جو اپنے آپ کو خدا کے خاص اور برگزیدہ قوم سمجھتے تھے - یہ تمام کی تمام قومیں عورت کو ناپاک سمجھتی تھیں مگر ایک ناخواندہ اُمّی عرب آتا ہے - ایسے لوگوں کے درمیان وہ پیدا ہوتا ہے - جو عورت کو مال و جائداد کی طرح سمجھتے ہیں - اور اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرتے ہیں - اور وہ ایک ہی فقرہ میں عورت کو قعر مذلت سے نکالکر ترقی کے عروج پر پہنچاتا ہے - اور وہ اس کی آواز نہیں ہے وہ عورتوں کے حقوق کا خدا کے حقوق کے ساتھ ملاکر ذکر کرتا ہے - نہ صرف ملک عرب میں ہی گونجتی ہے - بلکہ دنیا کا ہر ایک کونہ اس آواز سے گونج اٹھتا ہے - کیوں اس نے اتقوا اللہ واتقوا الارحام کی تعلیم دی - اسلئے کہ خدا تو سب چیزوں کا خالق ہے لیکن عورت بھی انسان کو شکل انسان میں لانے میں خاص حصہ رکھتی ہے - اس طرح پر اللہ تعالے نے عورت کی حیثیت کو نہایت ہی بلند مرتبہ پر پہنچادیا ہے

اس آیت میں اور امور بھی قابل غور ہیں - منجملہ ان کے یہ کہ یہاں اللہ تعالے نے بجائے عورت کے لفظ ارحام استعمال فرمایا ہے - اس میں بھی ایک خاص غرض معلوم ہوتی ہے - یعنی اس طرح سے عورت کے

اپنے آپ کو اس قابل نہیں پاتے کہ ان پر عمل کر سکیں تو ہمیں صرف بطور یادگار زمانہ گذشتہ ان کی عزت کرنی چاہئے اور بس۔ لیکن ہم ایک اور غلطی کا ارتکاب کر جاتے ہیں۔ کسی شخص کے اخلاق کے جانچنے کے لئے لوگ عموماً یہ غلطی کر جاتے ہیں۔ اور بڑے بڑے سنجیدہ آدمیوں سے بعض وقت اس غلطی کا ارتکاب ہو جاتا ہے جو دوسرے معاملات میں بڑے سنجیدہ پن سے تنقید کر سکتے ہیں کہ ہم اقوال کو افعال اور الفاظ کو اعمال کے قائم مقام سمجھ لیتے ہیں۔ جن نیکیوں کے اختیار کرنے کی کوئی شخص دوسروں کو نصیحت کرتا ہے یہ خیال کر لیا جاتا ہے کہ وہ نیکیاں اس معلم میں خود بھی پائی جاتی ہیں۔ مگر یہ ایک غلطی ہے اور معمولی غلطی نہیں۔ کسی قوم کا لٹریچر بھی اصول اخلاق کی کتابوں سے خالی نہیں۔ ہر ایک کے اندر اخلاق کی ایسی ایسی اخلاقی تعلیمات پائی جاتی ہیں۔ جو ایک نبی کے شایان شان ہیں۔ لیکن اگر جو کچھ ان کتابوں میں لکھا ہؤا ہے وہ ان کے مصنفوں کی اخلاقی حالتوں کا صحیح نقشہ ہے تو ہمارا فیصلہ لارڈ بیکن کے اخلاق کے متعلق جواب ہے وہ نہیں ہونا چاہئے۔ کوئی معلم خواہ کیسے ہی بلند اس کے دعاوی ہوں وہ ان تمام اخلاق کا جامع نہیں کہلا سکتا جو وہ دوسروں کو نصائح کے ذریعہ سے سکھاتا ہے جب تک کہ اس نے خود اپنے عمل میں لا کر ان کو ثابت نہیں کر دیا۔ شاید یہی حقیقت ہو جس کی طرف پنچ تنتر کے مصنف نے توجہ دلائی۔ یعنی یہ کہ اخلاقی نصائح کے معنے گونگے جانوروں کے منہ میں کیا ہیں۔ ایک اخلاقی نصیحت جو ایک دیوار پر لکھی ہو ایسی ہی ہے جیسے اس شخص کے منہ میں جو اس کو عمل میں نہیں لاتا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اخلاق دوسروں کو سکھائے ہی اس طرح جا سکتے ہیں کہ کسی شخص کی زندگی میں وہ اخلاق کام کرتے ہوئے نظر آویں اسی لئے نمونہ کو نصیحت سے بہتر سمجھا گیا ہے +

اسلام کا احسان عورت پر

از شیخ ایم - ایچ قدوائی

قرآن کریم نے بڑی خوبی سے الارحام کو عطف اللہ پر کیا ہے۔ اور یہ طرز کلام نہایت پُر معنی ہے۔ پس سیاق و سباق سے ملا کر معنے یہ ہونگے "اور پاس کرو رحموں کا یعنی عورتوں کی عزت کرو"۔ اس کے متعلق چند امور خصوصیت سے یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ اول یہ کہ اس سے پہلے کسی نبی

فوائد کو مشکوک نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ کہا جاتا ہے کہ اس میں حقیقت اور واقعات زندگی نہیں ہیں۔ یہ واقعات کا زمانہ جو اسباب کا طالب ہے کہ نصیحت سے نمونہ بہتر ہے۔ ایسے نصائح سے مستفید ہونا نہیں چاہتا۔ جن کو ان کے معلمین نے خود کبھی عمل میں لا کر نہ دکھایا ہو۔ اسلئے ہم پرندوں اور گونگی مخلوقات کے نصائح سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور واقعی یہ منطق بھی درست معلوم ہوتی ہے۔ اور بات معقول نظر آتی ہے۔ کہ جب ہم کسی کو اپنا رہنما اور ہادی بنانا چاہیں۔ تو اسی اصول پر بنائیں۔ اس کے لفظ نہیں بلکہ اس کا عمل ہی چاہیئے کہ ہمیں اپنا مطیع کرے لیکن تعجب ہے۔ کہ اس نہایت صحیح اور سیدھے اصول پر مذہبی معاملات میں بہت کم لوگ عمل کرتے ہیں دنیا کی مذہبی کتابوں میں نصائح اور اخلاقی سبقوں کی کہانیاں تو بیشک بہت ہیں۔ مگر کیا وہ ہمارے کسی کام کی ہیں۔ اگر ہم ان نصائح کے کرنیوالوں کی زندگیوں میں عملاً ان کو نہ پائیں۔ بلکہ بجائے مفید ہونے کے وہ ہمیں غلط راہ پر ڈال سکتی ہیں۔ ہم ان کو صحیح تسلیم کر لیتے ہیں۔ مگر نہیں جانتے کہ ان کو عمل میں کس طرح لائیں۔ نہ ہی ان کے سکھلانیوالے کی زندگی کی کوئی یادداشت ایسی رکھی ہے۔ جو اس مضمون پر کچھ روشنی ڈالے۔ ہاں ہم اپنی ذہانت سے کام لیتے ہیں۔ اور شاید بعض اوقات وہ کچھ کر بیٹھتے ہیں۔ جو ان کے سکھلانے والے کا کبھی منشا نہ تھا۔ پہاڑی وعظ میں ہمیں اس کا کیا اچھا نمونہ ملتا ہے۔ دنیا دو ہزار سال سے اس قابل نہیں ہوئی۔ کہ اس وعظ کے اہم نصائح کو عمل میں لاسکے معلم نے بیشک ان پر عمل کر کے دکھایا ہوگا۔ مگر بدقسمتی سے اسکی زندگی کے حالات ہم تک نہیں پہنچے ہیں۔ وہ ایسے مختصر ہیں کہ اس معاملہ پر کچھ روشنی نہیں ڈالتے کہ اس کا ان سے کیا منشا تھا

خیرات آباد سے ایک آواز

مندرجہ بالا مضمون بالخصوص اس کی آخری سطور نہایت نتیجہ خیز ہیں۔ اس میں بہت سی باتیں ہمارے غور کے قابل ہیں۔ کسی شخص کی تعلیم کی بلند پروازانہ خوبصورتی ہم کو محو حیرت کر دے تو کر دے۔ ان کی تعریف کے گیت گائیں تو گائیں۔ لیکن ان کو اپنی زندگی کے لئے بطور ہدایت نامہ قرار دینے میں ہمیں محتاط رہنا چاہئے۔ کہ ہمارے جذبات ہماری زندگی کے متعلقہ امور میں ہم پر حکمران نہ ہوں۔ مذہب ہماری زندگی کے بڑے عظیم الشان امور میں سے ایک امر ہے۔ اگر کسی شخص کی زندگی کے حالات میں ہمیں اسکی تعلیم کا عملی پہلو نظر نہیں آتا۔ اور ہم

ہو جاتا تھا۔ کیونکہ اس کو معلوم ہوتا تھا۔ کہ ہمارے خشک باغ کے کسی کونے میں جواہرات کا خزانہ مخفی ہے۔ اور اس طرح پر اس دولت کو پاکر ہمارے امیر بن جانے میں اعانت کرنے سے وہ دریغ نہ کرتے تھے لیکن ہماری بدبختی دیکھئے کہ ہماری خوشی کے عین عنفوان شباب میں علم اور سائنس نے ہم پر جھکنا شروع کیا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ خدا نے ہمیں علم کے درخت کا پھل کھانے سے منع کیا تھا۔ اور اسی منشاء کو پورا کرنے کے لیئے درمیانی زمانوں میں بھی کلیسیا نے سائنس اور علوم کو کچل ڈالنے کے لیئے پورا زور لگایا۔ مگر یہ بھی ایسی سخت چیز تھی کہ اس کے خلاف ساری بربادی کی تجویزیں بیکار ثابت ہوئیں۔ اور ہم نری بیرحمی سے موجودہ تہذیب اور روشنی کا شکار ہوئے۔ اب ہمارے تعلقات گونگی مخلوقات سے پہلے کے سے نہیں رہے۔ اور اُنھوں نے بھی ہماری نسبت بہت غور کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ہم عزت و فرمانبرداری کے ساتھ اُن کے حضور حاضر نہیں ہوتے۔ اور وہ بھی دانائی کی باتیں ہم پر ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ مگر گذشتہ ایام کے ہمارے بزرگوں کی محنتیں بہت ہی قابل شکریہ ہیں۔ کہ انھوں نے جو کچھ علم و حکمت گونگی مخلوقات سے سیکھا تھا اُسے ہمارے لیئے کچھ نہ کچھ ورثہ میں چھوڑ گئے +

سنسکرت میں ایک پرانی ہندوستانی کتاب ہے جس کا نام پنچ تنتر ہے۔ یعنی پرندوں کی حکمت کی باتیں۔ اس کا ترجمہ پہلے عربی میں ہوا اور پھر عربی سے فارسی میں۔ یہ کتاب اچھی حکومت اور اچھی شہرت کے متعلق ہمیں اشارات دیتی ہے۔ مشرق میں شہزادوں اور فرمانرواؤں کے بیٹوں کی تعلیم کے کورس کا یہ کتاب ایک ضروری جزو تھی۔ اخلاق اصول اخلاق اور اصول ملکی کے تمام امور پر اس کتاب میں بڑی صفائی سے بحث کی گئی ہے۔ لیکن ہر ایک کلمہ حکمت کسی پرند یا کسی دوسری گونگی مخلوق کے مُنہ سے نکلتا ہے۔ ایک کبوتر ہم کو یہ سبق دیتا ہے۔ کہ ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست   در پریشاں حالی و درماندگی

اور اس میں وہ اپنی چوہے کے ساتھ دوستی کا تجربہ بیان کرتا ہے۔ ایک اُلو یہاں ہمیں مکاتبہ جنگ سے آگاہ کرتا ہے۔ اور ایک کوا ہمیں اپنے دشمنوں سے متنبہ کرتا ہے۔ اور بتاتا ہے۔ کہ ان کی ظاہر کمزوری سے دھوکا نہ کھائیں۔ ایک کو ایک لومڑی اور ایک بندر دھوکا دیتے کہ اس کا اپنا مُرتی اور دوست مر جاتے ہیں۔ حکمت ایک دلچسپ فسانہ ہے۔ مگر اسی زمانہ میں اس کے

پرندوں سے حکمت کی باتیں

زمانہ قدیم کیا اچھا زمانہ تھا جب سائنس ابھی شکم مادر میں تھا۔ ہماری قوت متخیلہ ترقی پر تھی۔ اور اُس کی دولت کے خزانوں پر ابھی زمانہ موجودہ کے مادیت کے خشک خیالات کے سواد چلی تھی ہمارے درمیان بچہ ہماری عمر بھر کا رفیق تھا۔ اور اُس کی مسکراہٹ سے ہمارے سفید بالوں کو گرمی پہنچتی تھی۔ ابھی ہم نے سردار مخلوقات کا خود ساختہ خطاب اختیار نہیں کیا تھا اور ہمارے کج فکروں نے خدا کی باقی مخلوقات کو موجودہ غلامی کی حالت تک نہیں پہنچایا تھا۔ پرندے بلیاں کتے اور گھوڑے اور بعض وقت شیر اور چیتے ہمارے دوست تھے۔ اور وہ کبھی اگر موقعہ ہو تو ہمیں نصیحت کرنے سے رُکتے نہ تھے۔ ان کی ان مہربانیوں کی وجہ سے شکریہ کا احساس بعض وقت انتہا تک پہنچ گیا۔ اور ہمنے اُنکو خدا تک بنا لیا۔ ہم نے قدرت کے مختلف عناصر کو بعض وقت اپنا خدا تجویز نہیں کیا؟ کیا ہم نے ایام ماضیہ میں ان کی عبادت کیلئے عبادتگاہیں نہیں بنائیں۔ اور نذروں اور قربانیوں کے ساتھ اُن کا قرب حاصل نہیں کیا؟ تو ہم پرستی سے انسان پرستی تک پہنچتے پہنچتے ہم نے قدرت کے ہر ایک بچہ کو یہ موقع دیا ہے کہ وہ ہمارا خدا بنے ہم اس کے سوائے اور کیا کر سکتے تھے۔ ہم ایسے ناشکر گذار نہ تھے۔ جیسا ہماری ان علمی تحقیقاتوں نے ہمیں بنا دیا ہے جنہوں نے ہمارے مُربیوں کو ہمارا غلام کر دیا ہے ٭

اور باتوں کو چھوڑو۔ کیا یہ خیال خود تسلی بخش نہیں کہ ہمارے جھونپڑے کے قریب ایک کتا یا ایک بلی یا ایک پرند موجود ہو نہ بطور ایک پالتو جانور کے بلکہ ایک دوست اور رہنما کے طور پر جب ابھی سائنس کا دور دورہ نہیں ہوا تھا۔ یہ بطور علم اور حکمت کے منبعے سمجھے جاتے تھے۔ ان کی نصیحت بڑی برمحل ہوتی تھی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ان میں سے بعض کو ایک باطنی بینائی بھی حاصل تھی۔ وہ آنیوالی مصائب کو پہلے سے دیکھ لیا کرتے تھے۔ اور ان کے بروقت متنبہ کرنے سے ہم کو ان مصائب کے ٹالنے کا کوئی ذریعہ مل جاتا تھا۔ یہ گویا غیب کی آوازیں بعض وقت ہمیں خطرات سے بچنے کی راہیں بتا دیتی تھیں بعض وقت خطرناک مشکلات افلاس کے وقت ایک بلبل یا ایک طوطا ہماری نجات کا باعث

اور جس دن وہاں عزت مسیح کی پیدائش کے دن کی گئی ہے۔ اگر انسانیت کے لئے کام کرنا خدا کے لئے کام کرنا ہے۔ اور قرآن کریم کی تعلیم یہی ہے۔ تو پھر اتحادیوں کے کام کی یہ کتاب حمایت کرتی ہے۔ ان لوگوں کے خلاف ہتھیار اُٹھاؤ جنہوں نے دُنیا کے امن میں خلل ڈالا ہے اور نسل انسانی کی طمانینت میں مخل ہوئے ہیں۔ ہاں اس سے انسانوں کی خونریزی ہوگی۔ مگر جس چیز کا علاج کرنا ہے وہ خونریزی سے بدتر ہے۔ یہ خدا کی آخری کتاب کی پُر حکمت کلام ہے اگر ان میں سے ایک خدا کی طرف سے ہے تو دوسری ضرور انسان کی طرف سے ہوگی۔ مذہب کسی ایسے عقیدہ کا نام نہیں جس کا کوئی اثر ہماری عملی زندگی پر نہ پڑتا ہو۔ مذہب ہماری امداد کے لئے آیا۔ اور ہمیں ترقی کی راہوں پر چلانے کی غرض سے آیا۔ ضروری ہے کہ یہ ہماری اخلاقی اور روحانی صحت کو قائم رکھے۔ لیکن کیا اخلاقی حالتیں باقی رہ سکتی ہیں۔ اور اُن کے ساتھ ہی رُوحانی حالتیں بھی اگر "بدی کا مقابلہ مت کرو" کا اصُول یہ مطالبہ با آواز بلند کرے۔ کہ بغیر صداقت اور انصاف اور عزت کے اقتضا کے پُورا ہونے کے جنگ کا خاتمہ کردو +

کیا مذہب جس کی تعلیم قرآن میں دیگئی ہے۔ اس وقت نسل انسانی کا اکیلا رہنما نہیں ہے؟ اسی بات کو دوبارہ قائم کرنے آیا۔ جس کی تعلیم مسیح نے بھی دی ہوگی۔ اور رسُولوں کے سارے مبارک سلسلہ کی وہی تعلیم ہوگی قبل اس کے کہ ان کی تعلیم میں تحریف ہوکر وہ کچھ کا کچھ ہوگئی۔ جو کچھ صدا اب مغرب میں منبر وعظ سے اُٹھی ہے وہ وہی ہے جس کے لئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مذہب کو اب تک قابل نفرت سمجھا گیا ہے۔ اسلام کے تو لفظی معنے بھی صلح ہیں لیکن حقیقی صلح کے قیام اور فائدہ کے لئے یہ تلوار کو نکالنے کی بھی اجازت دیتا ہے + بی شائیر

کھینچ تان کر بھی ان دونوں امور کے درمیان کوئی تطبیق قائم نہیں کیجا سکتی۔ ایک وہ صلح کل کا اصول جس رنگ پہاڑی وعظ رنگی ہوئی ہے۔ اور دوسرے وہ اصول جنگ جو دوسرے کلام میں پایا جاتا ہے۔ یہ مت خیال کرو۔ کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا۔ اس مجموعۂ اضداد میں تطبیق دینے کی کوشش لاحاصل ہے۔ اور محض لفاظی۔ ہاں ان مشکلات کا حل اگر ملتا ہے تو یہی اسلامی عقیدہ میں ملتا ہے۔ کہ مسیح کے اقوال جو اناجیل میں پیش کئے گئے ہیں تحریف کے دستبرد سے محفوظ نہیں۔ اور نہ وہ صحیح طور پر ضبط میں آئے ہیں۔ بلکہ انسانی ہاتھوں کا بہت کچھ ان میں دخل پایا جاتا ہے۔

جو باتیں معمولی عقل انسانی کے خلاف ہوں۔ اور معقولیت کے ترازو میں پوری نہ اترتی ہوں اور پھر ایک پیغمبر کی شان کے بھی خلاف ہوں۔ اگر وہ پیغمبر کی طرف منسوب کی گئی ہوں تو یہی ماننا پڑیگا کہ وہ اصلی نہیں بلکہ بعد میں اُس کی طرف یونہی منسوب کردی گئی ہیں مسیح اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی درخت کے پھل تھے۔ اُن کے الہامات کا ایک ہی سرچشمہ تھا۔ اور وہ دونوں ایک ہی چشمہ سے سیراب ہوئے۔ پھر ان کی تعلیمات میں اصولی اختلاف کیونکر ہوسکتا ہے۔ اور مسیح کی انجیل کس طرح یہ فقرہ مسیح کی طرف منسوب کر سکتی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو تو بلیاں بھی اس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوٹ لے جائے تو اسے جُبہ بھی دیدے۔ جبکہ قرآن کی تعلیم یہ ہے۔

وقاتلوا في سبيل الله الذين يقاتلونكم ولا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين ۔ و قتلوهم حيث ثقفتموهم واخرجوهم من حيث اخرجوكم والفتنة اشد من القتل ..... فان قاتلوكم فاقتلوهم .. فان انتهوا فان الله غفور رحيم (البقرہ ۱۹۰-۱۹۲) اور خدا کی راہ میں ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرو جو تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ اور زیادتی یا پہل مت کرو۔ اللہ تعالےٰ زیادتی کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جہاں کہیں ان کو پاؤ ان کو قتل کردو۔ اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے۔ تم بھی ان کو وہاں سے نکال دو۔ اور ابتدا ہی قتل سے بھی بدتر ہے .. بس اگر وہ پہلے حملہ کریں تو ان کو قتل کردو۔ اور اگر وہ رک جائیں تو اللہ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔

بس یہ قرآن ہے نہ مسیح کے وعظ انجیل جس کی آواز کلیسیا کے منبر وعظ سے اٹھی ہے۔

کی جاتی تھی۔ اور جاہلانہ تعصب کو اکسایا جاتا تھا۔ آخر انہوں نے مجبور کر کے اپنا ادب کرایا ہے۔ اور عیسائی ممالک میں بھی اب ان کی فرمانبرداری اختیار کی جاتی ہے۔ جب زندگی کے حقائق سامنے آ گئے۔ یہ صرف مسجد یعنی مسلمانوں کی عبادت کا مقام ہی نہیں جس کی حفاظت مسلمانوں کی تلوار اُٹھانے کے علت غائی ہے۔ بلکہ ہر ایک وہ گھر جو خدا کی عبادت کے لئے مخصوص کیا گیا ہے اس کی حفاظت اپنے مال اور اپنی جان سے کرنا ایک مسلمان کا فرض قرار دیا گیا ہے۔ خواہ وہ عبادتخانہ یہودیوں کا ہو یا عیسائیوں کا یا صابیوں کا ان میں سے ہر ایک کی حفاظت مسلمان کے لئے اپنی جان سے کرنا بھی ضرور ہے۔ کیا اس آیت کے مقصد کے اندر وہ بڑے بڑے گرجے نہیں آتے جو اس جنگ میں تباہ کئے گئے ہیں۔ اور آئندہ اس قسم کی تباہی سے بچنے اور مقدس چیزوں کی بےحرمتی روکنے کا کیا سامان ہے۔ جبکہ نہ جنگ کرنیوالوں کا بھی گلا گھونٹنے کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ اس موقعہ پر "بدی کا مقابلہ نہ کرو" کی تعلیم کی طرف نہ صرف قطعاً کوئی توجہ نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ ایک خودکشی کا حملہ ہے۔ اور ان حالات کے ماتحت اس کا وعظ کرنا گناہ ہے پادری کارنیجی کے الفاظ میں "صلح کی پالیسی اخلاقی تجربہ کے واقعات سے تطبیق نہیں کھاتی۔ جب ہم ظلم کو بُرا مانتے اور اس کا مقابلہ کرتے اور ظالموں کو سزا دیتے ہیں تو نہ صرف ہمارا انور قلب ہمیں ملامت ہی نہیں کرتا۔ بلکہ بعض حالات کے ماتحت ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم ایسا کریں۔ لیکن انجیلی بیان صلح کی تعلیم کی کوئی تائید نہیں کرتا۔ مسیح کے وہ الفاظ جن میں بظاہر اس کی تائید نظر آتی ہے ان کے مقابلہ میں دوسرے الفاظ موجود ہیں جو بالکل جداگانہ حیثیت کا اختیار کرنا ضروری ٹھیراتے ہیں" +

معزز پادری صاحب کے خیالات کی پوری عزت کرتے ہوئے جیسا کہ انہوں نے یہاں ظاہر کئے ہیں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اُن کی تفسیر اُن خیالات اور اصول سے جو آج تک عیسائیت کی طرف سے پیش کئے جاتے رہے ہیں۔ بلکہ وہ فخر مسیحیت رہے ہیں۔ کچھ تائید حاصل نہیں کر سکتی یہ مروجہ عیسائیت کے اصولاً خلاف ہے۔ لیکن ساتھ ہی ہم اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں کہ اس شخص کو جو خدا کی طرف سے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہو تعلیم کی سچی روح اس میں پائی جاتی ہے اور مسیح بیشک خدا کا ایک برگزیدہ رسول تھا۔ مگر کتنا بھی اصول تفسیر کو وسیع کیوں نہ کریں

مضائقہ نہیں کرتا۔ ایسے موقع پر اس خیالی نقشہ کے مطابق عمل کرنا خود کشی کے ہم معنی ہوگا نہیں بلکہ یہ راستی اور راستبازی کی شکست ہوگی۔ اگر ہم تلوار کو ایسی حالت میں نیام میں کرلیں جب حق اور انصاف اور صداقت کے اقتضاؤں کو ابھی ہم نے پورا نہیں کیا تو یہ صلح کے حاصل کرنے کیلئے نہیں۔ بلکہ مصیبت کا بیج بونے کے لئے ہے ایسے حالات کے ماتحت جنگ کو جاری رکھنا اسلام کا مقدس پیغام ہے۔ ہم مسیحی کلیسیا میں اس خوشگوار انقلاب پر جو محکوم جذبات اصول ہم دین سے نکلکر قرآن کی سچی اور عملی اخلاق کی طرف جو یقیناً نسل انسانی کو فائدہ پہنچانے والے ہیں ہو رہا ہے مبارکباد کہتے ہیں یہ انسانیت کی اصلی خدمت ہے

اگر صلح کو جو مسیحی ممالک کے ہر گھر میں پیدائش مسیح کے دن کی صبح کا اصل مقصد ہوتا ہے۔ اس طرح پر پیچھے ڈالا گیا ہے۔ اور زیتون کی شاخ جنگ کے دیوتا کی سنگ تراشیدہ مجسمے کے سامنے جھک گئی ہے۔ تو یہ ایک مقدس تحریک ہے۔ اور راستبازی کی طرف سچا قدم اٹھایا گیا ہے۔ کیا اس نے کتاب جو ہر قسم کی انسانی آمیزش سے بکلی پاک ہے مفصلہ ذیل الفاظ میں یہی بات نہیں کہی جس سے مسلمانوں کو اپنے ایذا دہندوں کے خلاف اپنی حفاظت کے لئے تلوار اٹھانے کی اجازت دیگئی۔ اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر ہ الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوت ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز (الحج - ۵ - ۳۹ - ۴۰) ان لوگوں کو جن کے ساتھ جنگ کیجاتی ہے اجازت دیجاتی ہے (کہ وہ اب مقابلہ کریں) کیونکہ ان پر ظلم ہوا ہے۔ اور بیشک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ وہ جن کو اپنے گھروں سے ناحق نکالا گیا۔ صرف اسلئے کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض سے نہ ہٹاتا تو صومعے اور گرجے اور عبادتخانے اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے بالکل تباہ کردیئے جاتے ہیں۔ اور جو شخص خدا کی راہ میں مدد کے لئے کھڑا ہوتا ہے اللہ ضرور اسکی مدد کرتا ہے یقیناً اللہ بڑا صاحب قوت غالب ہے"۔

یہ سچی حکمت اور حقیقی پاکیزگی کے الفاظ ہیں یہ وہ لفظ ہیں جن پر آنکھیں بند کرکے نکتہ چینی

زندگی کو قربان کرکے بھی صداقت اور راستبازی کا بچا لینا ضروری ہے .... ہم حلف سے اپنا یہ اعتقاد آپکے سامنے ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اہم ترین سوال جس پر ہمیں فوراً غور کرنا ہے یہ ہے کہ کیا عظیم الشان اور مقدس مقاصد کی وفاداری کے قدیم عیسائی ورثہ کی جگہ اب ضرورت وقتی کے خیال نے لے لی ہے؟

وہ مقاصد کیا ہیں ان پر اعلان خود روشنی ڈالتا ہے +

وہ انصاف والا خدا جس نے اپنے بیٹے کو صلیب سے نہیں بچایا ان لوگوں پر اچھی نظر سے نہیں دیکھیگا جو اپنے درد اور موت کے خوف کو اپنی تکلیف اور نقصان کے خطرہ کو۔ اپنی آسائش اور آرام کے خیال کو راستبازی اور انصاف اور آزادی اور رحم اور حق کے پاک مطالبات پر مقدم کرتے ہیں۔ یورپ میں جو خونریزی ہو رہی ہے۔ اس پر ہم کتنا ہی افسوس کیوں نہ کریں اس سے زیادہ واویلے کی بات روح کی وہ غفلت شعاری ہوگی وہ روحانیات کی لاپروائی ہوگی جو حق اور فرض کی وفاداری سے محض جسمانی حفاظت کو مقدم کردے۔ تمام مقدس بزرگوں اور تمام شہداء کی یاد انسانوں کے اس طرح پیچھے ہٹ جانے کے خلاف اپنی آواز کو بلند کرتی ہے ہماری حالت بہت ہی قابل افسوس ہے۔ اگر ہم کو یہ بھی بھول گئے ہیں۔ کہ کس طرح ایک پاک غرض کے لئے اپنی جان دیدینی چاہئے" +

بحر اوقیانوس کی دونوں جانبوں سے یعنی انگلستان اور امریکہ سے منبر وعظ سے اس قسم کی آواز کا اٹھنا بتا رہا ہے۔ کہ ایک سچا مذہب دلوں کے اندر جگہ پیدا کر رہا ہے۔ وہ مذہب جو عملی رنگ میں انسانیت کا مذہب ہوسکتا ہے نہ محض جذبات کا مذہب وہی سچا مذہب مسیح کا مذہب بھی ہوگا۔ کیونکہ وہ خدا کا ایک سچا پیغمبر تھا۔ وہ مذہب جو اس خیالی اخلاقی تصویر کی جو پہاڑی وعظ میں کھینچی گئی ہے پروا نہیں کرتا۔ جو ہمیشہ ایک مردہ قانون کی حالت میں ہی رہی ہے اور کبھی بھی عمل میں نہیں آئی۔ مگر ان عیسائی اصول اخلاق میں جو اب تک عیسائیت کے نام سے وابستہ رہے ہیں۔ یہ کیسا حیرت انگیز انقلاب ہے۔ بدی کا مقابلہ نہ کرو۔ اپنے دشمنوں سے محبت کر اب یہ زندگی کے اصول مطلوبہ نہیں۔ اور کون شخص اپنی ضمیر کے مطابق کام کرتا ہوا۔ ان پر ایسے دشمن کے معاملہ میں عمل کر سکتا ہے جو غیر جانبداروں پر بھی قتل اور تباہی وارد کرنے میں

وعظ کرتے ہُوئے کہا۔" مسیح کی وفاداری نے انگریز عیسائیوں کو اس عالمگیر جنگ میں شامل ہونے کے لئے مجبور کیا۔ اور وہی وفاداری ان نتائج کے متعلق جن کا وہاں فیصلہ ہو رہا ہے مصالحت ناممکن ٹھیراتی ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے پادری صاحب نے یُوں فرمایا۔" کہ اگر ہم یہ دیکھنا چاہیں کہ مسیح نے صلح اور جنگ کے سوال کو کس نگاہ سے دیکھا ہے۔ اور اس کا کس طرح فیصلہ کیا ہے اور وہ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ کہ ہم اسکو کس نگاہ سے دیکھیں اور کس طرح فیصلہ کریں تو ہمیں انجیل کی کہانی کو اس کی حیثیت مجموعی میں دیکھنا چاہئے۔ اور جب ہم اس پر غور کرتے ہیں تو ہماری آنکھوں کے سامنے ایک مضبوط انسان کی تصویر آجاتی ہے۔ جو ایک غرض لیکر دُنیا میں آیا ہے وہ بیشک کمزوری پر رحم کرنیوالا ہے۔ رنج میں ہمدردی کرنیوالا ہے۔ نقصوں پر رعایت بھی کرنیوالا ہے مگر وہ کبر اور خود غرضی اور ظلم اور وحشیانہ پن کو بالکل برداشت نہیں کرتا۔ اور ان صفات مذمومہ کے حامیوں کے خلاف پُرجوش غفلت کے ساتھ اپنے آپ کو آگے بڑھاتا ہے۔ اور قول اور فعل سے اپنے غصّہ کا اظہار کرتا ہے۔ اُن کی مخالفت کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ اور ان کی طاقت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے" (دیکھو اخبار ٹائمز ۲۶ ستمبر ۱۹۱۶ء) سینٹ کولمبا چرچ آف سکاٹلینڈ میں پادری آرچیبولڈ فلیمنگ نے کہا۔" کہ مسیحی جنگ آزادی کی جنگ ہے، پاکیزگی اور محبّت کی جنگ ہے جو ان صفات عالیہ کے مخالف صفات پر کی جاتی ہے۔ اور جو شخص اس جنگ کو چھوڑنا چاہتا ہے۔ وہ درحقیقت یُوں کہتا ہے۔ کہ میں اس بات پر رضامند ہوں کہ مسیح عبث طور پر زندہ رہا اور مرا ہو"۔

ان خیالات میں اس وقت قریبًا ساری عیسائی دُنیا شامل ہے۔ فوری صلح کے خلاف ممالک متحدہ امریکہ کے عیسائی گرجاؤں کے نامور ممبروں کی طرف سے بھی ایک اعلان آتا ہے۔ اس اعلان کی نہایت عام کا رنگ اس پر دستخط کرنیوالے لوگوں کے ناموں سے ظاہر ہے۔ ان کے درمیان ایپسکوپل کے چرچ کے چھ بشپوں اور میتھوڈسٹ چرچ کے ایک بشپ کے دستخط ہیں۔ اس اعلان میں ذیل کی عبارت ہے۔ بعض حالات ایسے ہوتے ہیں جن کے ماتحت جنگ کے بند کرنے سے بجائے برکت کے لعنت پیدا ہوتی ہے۔ ہم کو یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ صلح اسبات کا نام ہے کہ راستبازی غالب آجائے صرف تلوار کو میان میں کر لینے کا نام نہیں۔۔۔ ہم عیسائی ہیں۔ اور اس حیثیت سے یہ خیال کرتے ہیں کہ جہاں

مسیحی اصول اخلاق اور اصول مذہب

میں

ایک عظیم الشان تغیر

کیا یہ قرآن کی تعلیم ہے یا بائیبل کی؟

صلح اور جنگ

کوہ زیتون کے معلم کی پیدائش کے دن نے اتحادیوں کو اس مصمم ارادہ پر پایا کہ ابھی صلح نہیں ہو سکتی ایک دیرپا صلح کے حصول کے لئے ابھی جنگ کو جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔ کوئی شخص ایسا سخت دل نہیں کہ وہ یہ چاہتا ہو کہ دنیا خونریزی میں لتھڑی رہے جبکہ آہ وزاری۔ ماتم اور دکھ پیدائش مسیح کے دن کے معصوم خوشی کو بھی کھا رہے ہوں۔ مگر جس چیز کی ضرورت ہے وہ ہمیشہ کی اور باعزت صلح ہے نہ مکارانہ التوائے جنگ جس کا منشاء ہر عہد نامہ کو ایک کاغذ کا ٹکڑا قرار دینا ہے اور تمام خدائی اور انسانی عہد ناموں کو پاؤں تلے روندنا اور ایسی صلح کے حاصل کرنے میں ابھی بہت سی قربانی کی ضرورت ہے۔ ایک مسلمان کے نقطۂ خیال سے اتحادیوں نے ایک عقلمندی کا ملکہ راستبازی کا فیصلہ کیا ہے اور اس امر کا نوٹ کرنا موجب اطمینان ہے کہ پچھلے کرسمس میں ایسی جنگ کے جاری رکھنے کے پیغام کی گونج منبر سے بھی اٹھی ہے۔ مسیح کی پیدائش کے دن ویسٹ منسٹر میں ایک مجمع کے سامنے وعظ کرتے ہوئے ڈین رائل نے کہا۔ کہ پریزیڈنٹ ولسن نے یا تو گمراہی کے جنون میں ظالمانہ نوٹ (مراد جرمنی کے نوٹ سے ہے) بھیجا ہے یا اس نے یورپین حالت کو بالکل غلط سمجھا ہے۔ کیا کوئی شخص یہ فرض کر سکتا ہے کہ ایسی صلح باعزت ہو سکتی ہے۔ جو یہ فرض کر کے کی جائے کہ انسانیت پر حملہ آور ہونیوالے اور انسانیت کی حفاظت کرنے والے ایک غرض واحد رکھتے ہیں"۔ پادری کار نیچی نے ویسٹ منسٹر میں سینٹ مارگرٹ گرجا میں

قانون کے ذریعہ ایک نکاح کا رواج دیا۔ اور اس شہنشاہ کے دیگر قانونی اصولوں کی طرح یورپ کی دوسری طاقتوں نے اس کو اختیار کیا۔ اور نکاح واحد کا طریق ہی عام قاعدہ بن گیا +

عیسائیت اور تہذیب ایکدوسرے سے بنیادی اصولوں میں اختلاف رکھتے ہیں۔

حامیان کلیسیا موجودہ تہذیب کو عیسائیت کی طرف منسوب کرنے میں محض تہذیب کے ابتدائی اصولوں سے اپنی ناواقفیت کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک مبصرانہ نگاہ کو مغربی تہذیب اور مذہب کے بنیادی اصول صاف ایک دوسرے سے مختلف معلوم ہوتے ہیں۔ آخر تہذیب ہے کیا چیز؟ ان قوٰی کا اظہار اور ارتقا جو انسان میں اور اس عالم میں ہے جو اس کے اردگرد ہے مخفی ہیں پس جب انسان پورے طور پر نشو و نما پا چکا ہو تو وہ تہذیب یافتہ شمار ہوتا ہے۔ مگر اس کے قوٰی کیونکر اعلےٰ سے اعلیٰ نقطہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ جبکہ اس کے لئے یہ راہ ہی مسدود ہے۔ ان تمام اصولوں کی اجزا کو جن کی تبلیغ بطور عیسائیت کے اس وقت کلیسیا کر رہا ہے علیحدہ علیحدہ کرو۔ اور تم کو ان میں کوئی چیز ایسی نہیں ملیگی جو انسانی فطرت کی امداد کرتی ہو۔ یہ اصول انسان کو کیا ظاہر کرتے ہیں؟ نیچر کا نہایت ہی ردی ذرہ جو کسی خوبی کے قابل نہیں ہے۔ اور ہر ایک قسم کی اصلاح کے ناقابل ہے۔ اگر ایک مذہبی تعلیم کا نتیجہ یہی ہے؟ تو پھر یہ سمجھنا مشکل ہے۔ کہ اس مذہب کا کوئی تعلق انسانی ترقی سے بھی ہے +

جمال و حسنِ قرآن نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بہار رہا دواں پیدا ہے اسکی ہر عبارت میں
کلامِ پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
بنا سکتا نہیں اک پاؤں بشری کا بشر ہرگز
ارے لوگو اکرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاکِ رحمٰں ہے
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے
سخن میں اس کے یکتائی کہاں مقدورِ انساں ہے
تو پھر کیونکر بنا تا نورِ حق کا اس پہ مسلماں ہے
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

تعدد ازدواج کے معاملہ میں ہم اسی عنوان کے ماتحت اس مضمون پر بعد میں کچھ کہیں گے۔ سردست اتنا ہی کہنا ضروری ہے کہ

اسلام میں ایک ہی شادی کا قاعدہ ہے،

قرآن شریف میں بڑے زور سے نکاح واحد کی سفارش کی گئی ہے۔ اور خانہ داری کی زندگی میں اس کو پسندیدہ ترین بیان کیا گیا ہے۔ کثرت ازدواج کی اجازت نہایت ہی سخت شرائط کے اندر اشد ضرورتوں میں دیگئی ہے۔ مثلاً ایک ایسی عورت ہے کہ وہ بچہ جننے کے ناقابل ہے۔ اور اُس کے خاوند کے حالات ایسے ہیں۔ کہ اس کو اولاد کی ضرورت ہے۔ یا جیسا کہ اکثر دنیا میں ایسے حالات پیش آجاتے ہیں۔ جنگوں وغیرہ میں کسی مُلک میں عورتوں کی تعداد بڑھ جائے اور مردوں کی تعداد کم رہ جائے۔ تو چونکہ عورت اولاد پیدا کرنے کے لئے قدرتاً ایک محافظ چاہتی ہے۔ اسلئے ایسے اوقات میں تعدد ازدواج کی ضرورت پیش آجاتی ہے لیکن اسلام نے کثرت ازدواج کی بدعملی کے برخلاف ایک کارگر حفاظتی طریق قائم کیا ہے! وراس وجہ کثرت ازدواج اسلامی ممالک میں جتنے الوسع بہت کم ہے عملی طور پر عیسائی بمقابلہ مسلمانوں کے کثرت ازدواج کے زیادہ عامل ہیں لیکن فرض کرلو کہ جیسا کہ مغرب میں ایک عرصہ سے قانون اور قاعدہ ہورہا ہے۔ انسانی راحت کے لئے زندگی کے تمام حالات میں نکاح واحد ہی پسندیدہ طریق ہے مگر کیونکر ایک عیسائی مشنری دعویٰ کرسکتا ہے۔ کہ یہ قانون اس کے مذہب میں ہے۔ تمام بائیبل شروع سے اخیر تک کثرت ازدواج کی تائید کرتی ہے پیغمبر انسانیت کا بہترین نمونہ تھے۔ اور وہ اس واسطے مبعوث کئے گئے تھے۔ کہ اپنے ہمجنسوں کو خدائی راستہ کی طرف رہبری کریں۔ اور باوجود اس کے وہ کثرت ازدواج پر عامل ہوئے **یہوواہ** نے جو وہ بھی عیسائیوں کا ایک خدا ہے بعض پیغمبروں کو سفارش کی کہ وہ اپنی بیویوں کی تعداد میں بعض اور زوجوں کی ایزادی کریں۔ خود بانی عیسائیت اپنی مثال اور کلام میں اس مضمون کے متعلق بالکل خاموش ہیں۔ اور کثرت ازدواج کے برخلاف کچھ کہنا تو ایک طرف رہا خود اس کا مذہب بھی صدیوں تک بزرگان کلیسیا کی سمجھ میں بھی نہیں آیا۔ سترھویں صدی مسیحی کے اخیر تک بھی بشپوں تک جیسے مقدس انسان ایک سے زیادہ بیویوں کی صحبت کا حظ اٹھاتے رہے۔ شہنشاہ جسٹنین نے

قائم کرنے کی تعریف کا مستحق اسلام ہی ہے +

تہذیب اور مذہب کا اکٹھا ہونا اس بات کا قطعی ثبوت نہیں کہ تہذیب مذہب کا نتیجہ ہے

کسی مذہب کا کسی وقت کسی جگہ تہذیب یا جہالت کے ساتھ اکٹھا ہونا اس مذہب کی ذاتی خوبیوں یا نقصوں کا قطعی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ اور مختلف باعث جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے اشیا کو ایک خاص حالت کی طرف لانے میں لگے ہوئے ہوں۔ پس یہ امر معقول نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم ہر ایک چیز کو جس میں کوئی حقیقی یا محض نمائشی خوبی ہو ہاتھ ماریں۔ اور اسے اپنی کُلاہ کا طُرۂ افتخار بنائیں کسی مذہب کی دوسرے مذاہب پر فضیلت قائم کرنے کا سب سے محفوظ اور بہتر طریق یہ ہے کہ جو اصلاحات ہو چکی ہیں۔ اس کا سُراغ اُن اصُولوں میں لگائیں جو اس مذہب کی تعلیم میں داخل ہیں۔ یا اُس کی تعلیم سے کوئی ایسے کارگر ذرائع معلوم کریں جو موجودہ خرابیوں کو کم کریں۔ اس وقت بہت سے معاملات ایسے ہیں۔ جو انسانی قلوب کے لئے باعث تشویش ہو رہے ہیں۔ اگر عیسائیت درحقیقت ایک ایسی زبردست چٹان ہے۔ کہ جو ہمیشہ رہنے والی تہذیب کے لئے بنیاد کا کام دے سکتی ہے۔ تو کیا کوئی کلیسیا کا عہدیدار اُس کے اصُولوں اور تعلیم سے اُن مسائل کا حل دریافت کریگا؟ مثلاً عورت ذات کا ہی سوال لو۔ یہ مسئلہ آج کل یُورپ کے لئے سوہان رُوح ہو رہا ہے۔ حقوق طلب عورتوں نے اُس کی اہمیت اور پیچیدگی کو اور بھی بڑھا دیا ہے۔ اسلئے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ تقریباً ہماری تمام راحت بلکہ ہماری جنس کا وجود اور تسلسل مسئلہ ازدواج کو عمدگی سے قائم کرنے پر موقوف ہے۔ کیا عیسائیت موجودہ حالت میں کوئی درست راہ دریافت کرنے میں کسی قسم کی مدد کر سکتی ہے۔ کسی شخص کو حق حاصل نہیں ہے۔ کہ وہ اپنی تہذیب کا فخر کرے۔ جب تک وہ اُن سوالات کا تسلی بخش طریق سے فیصلہ نہ کرلے اور اگر عیسائیت درحقیقت ترقی اور تہذیب کی پشت و پناہ ہے۔ تو اس کو موجودہ مشکلات کے دُور کرنے کے ذرائع بھی مُہیا کرنے چاہئیں۔ کیا عیسائی مذہب کے لٹریچر میں مرد اور عورت کے باہمی حقُوق اور ذمہ داریوں کے متعلق کچھ بیان ہُوا ہے؟ کیا اس کے حامی کوئی ایسی جگہ دکھلا دینگے؟ یا کیا وہ اُس وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ کہ جب مصیبت اور ضرورت کسی کارگر ذریعہ کی طرف راہنمائی کرے۔ تو وہ اُن نتائج کو عیسائیت کی طرف منسُوب کریں +

مسئلہ ازدواج کے متعلق کم از کم ایک معاملہ میں تو پہلے ہی ایسا عمل میں آچکا ہے۔ یعنی

اصلاح کا سب سے بڑا دشمن عیسائی مذہب ہی ثابت ہوا ہے۔ کسی درجہ کا نام تو جو یورپ کی تہذیب نے حاصل کیا ہو۔ اور اس تک رسائی کلیسیا کی سخت سے سخت مخالفت کے بغیر ہو گئی ہو۔ کوئی کسر کلیسیا نے علم اور سائنس کے راستہ میں روڑا اٹکانے میں اُٹھا نہیں رکھی۔ اس کو کبھی منظور نہیں ہوا۔ مذہبی علوم کی شمع خانقاہوں کی چاردیواریوں سے باہر بھی نکلے۔ اور اس کے علاوہ تمام علمی ایجادوں کی مخالفت کی گئی۔ اور ان کو سحر سے منسوب کیا گیا۔ کلیسیائی بدگوئیوں سے عورت ذات کو بدترین ذلت دیکھنی پڑی۔ استرداد غلامی جیسی اعلیٰ درجہ کی اصلاح بھی پادریوں کی مخالفت سے نہ بچ سکی۔ ہم نہایت خوشی سے ان افسوسناک امور کو وسطی زمانہ کے کلیسیا کی جہالت کی طرف منسوب کرتے اگر موجودہ ترقی یافتہ خیالات کا تھوڑا بہت سراغ کلیسیا کی مُقدس کتابوں میں ملتا۔ مثال کے طور پر ٹمپرنس (اجتناب از مسکرات) کی تحریک کو ہی لو۔ جو کہ موجودہ زمانہ کی نہایت ہی اعلیٰ اور مفید تحریکوں میں سے ہے بحیثیت ایک تہذیب یافتہ سوسائٹی کا ممبر ہونے کے دل اور جسم کو اچھی صحت میں رکھنا ہمارا اوّلین فرض ہونا چاہیئے۔ اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ شراب ہر دو کی سخت کمزوری کا باعث ثابت ہوئی ہے۔ اگر شراب معدوم ہو جائے تو سوسائٹی کی تقریباً نصف برائیاں دُور ہو جاویں۔ مگر کیسے تعجب کی بات ہے۔ کہ ٹمپرنس کی تحریک کو بھی آغاز میں ہی کلیسیا کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ ہم خوشی سے اس مخالفت کو ذاتی جہالت کی طرف منسوب کرنے کو تیار ہیں۔ مگر کیا کتاب مقدس میں کوئی لفظ شراب سے اجتناب کی تائید میں ہے۔ افسوس ہے کہ اس قسم کا کوئی لفظ ہم کو نہیں ملتا۔ بلکہ ہم اس کے برخلاف پڑھتے ہیں۔ نہایت متبرک مذہبی رسوم میں شراب کا استعمال غیر معتدل عادات کے برخلاف کسی قسم کی رو پیدا نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہ دلیل دی جا سکتی ہے۔ کہ اگر شراب انسانی ترقی کے لیے مُضر ہوتی تو خدا کے جلال کا اظہار پانی کو شراب میں معجزانہ تبدیل کرنے میں نہ ہوتا۔ بلکہ کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے۔ کہ ایسی چیز سے پرہیز کرنا ناشکری پر محمول ہو گا جس کو خدا نے براتیوں کی ضرورت کے واسطے پیدا کیا۔ اِس طرح سے شراب کا معجزہ بجائے کسی رُوحانی ترقی کا باعث ہونے کے اکثر کو شرابخوری کی بلا میں گرفتار کرنے کا باعث ہو سکتا ہے۔ اگر ٹمپرنس ارتقاء انسانی کے پیدا کرنے میں خاص کارندوں میں سے ایک ہے تو اس کو دریافت کرنے اور مستقل طور پر دُنیا میں

قرآن کریم ہم کو خبردار کرتا ہے۔ کہ ہم پُرانی کتابوں کو اُن کی موجودہ جعلی صورت میں قبول نہ کریں۔ یہ ایک مُسلّمہ صداقت ہے کہ انسانی آمیزش کم و بیش اُن تمام مذاہب میں داخل ہوگئی ہے۔ جو اسلام سے پہلے کے ہیں۔ ہم سچے دل سے اُس مقدس پیغام پر ایمان لاتے ہیں جو تقریباً دو ہزار سال ہوئے مریم کے فرزند نے دُنیا کو پہنچایا۔ لیکن ہم کو یقین ہے۔ کہ اس پیغام کی وہ صُورت نہ تھی جو کلیسیا پیش کر رہا ہے۔ ہمارا ارادہ نہیں ہے کہ انجیلی نوشتوں کی اصلیت کے لئے کسی لمبی تاریخی بحث میں پڑیں۔ کیونکہ ہم ایسی بحث میں پڑنے کے بغیر ایک بالکل سادہ اور قابل اعتبار طریق سے اپنے دعوے کو ثابت کر سکتے ہیں +

اصُولِ تہذیب کا ماخذ عیسائیت نہیں

اگر اعتقادات سے انسانی افعال کا ظہور ہوتا ہے۔ اور اگر موجُودہ حالات محض اصُولوں کی صداقت پر یقین کرنے اور اس کی پابندی کرنے کا ہی نتیجہ ہو سکتے ہیں۔ تو عیسائیت کا فرض ہے۔ کہ موجودہ تہذیب کو اپنا نتیجہ کہنے سے پہلے اپنے آپ کو ان اصولوں کا سرچشمہ ثابت کرے۔ اس سے ہم کو انکار نہیں ہے کہ مغربی دُنیا میں عیسائیت اور تہذیب ہم آغوش ہیں۔ لیکن یہ اتّفاق عیسائیت کے حق میں کوئی دلیل نہیں ہو سکتا۔ ہم پھر کہتے ہیں۔ کہ عیسائیت اور تہذیب کا اس طرح ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو ہونا محض اتّفاق سے ہے۔ جس کے بہت سے ایسے وجُوہات ہیں جن کا عیسائیت سے کوئی تعلّق نہیں ہے۔ اور علاوہ اس کے مغربی تہذیب ایسی اعلیٰ درجہ کی نہیں ہے جیسی کہ ظاہر طور پر معلوم ہوتی ہے بلکہ وہ ایک تاریک پہلو بھی رکھتی ہے۔ اور پھر عیسائیت تو سترہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ سے یورپ میں ہے۔ اور موجُودہ خیالات اور حالات تو بمشکل ایک صدی سے ہی یہاں ظاہر ہوئے ہیں۔ ذرا یورپ کی اس وقت کی حالت کا اندازہ کرو۔ جبکہ عیسائیت اپنی اصلی حالت میں تھی۔ اور سائنس اور معقولیت کے حملوں سے آشنا نہ ہُوئی تھی۔ یہاں کیا تھا؟ تاریکی اور جہالت۔ اگر انسانی تہذیب کے نشوونما کے لئے عیسائیت میں کوئی ذاتی خُوبی تھی تو کیوں وہ اعلےٰ درجہ کے نتیجے جو اب اسکی طرف منسُوب کئے جاتے ہیں اس وقت ظاہر نہ ہوئے +

عیسائیت اور تہذیب

عیسائیت ہمیشہ ترقّی کے راستہ میں ایک خطرناک رُکاوٹ رہی ہے۔ مغرب میں ہر ایک قسم کی

تہذیب

اسلام اور عیسائیت

والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ هم یوقنون ۝ اولئک علی هدی من ربهم واولئک هم المفلحون ۝ قرآن ۲-۳-۴

ترجمہ۔ اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اُس پر جو اُتارا گیا تیری طرف (اے محمدؐ) اور جو اُتارا گیا پہلے تجھ سے اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ وہ لوگ سیدھی راہ پر ہیں اپنے ربّ سے اور وہی لوگ کامیاب ہونگے +

قرآن شریف کے شروع میں چند ایک آیات ایسی ہیں۔ جو بظاہر اس مُقدّس کتاب کی تمہید معلوم ہوتی ہیں۔ مذکورہ بالا دو آیات اِس تمہید کا آخری حصّہ ہیں۔ ان میں اس الٰہی الہام کی غرض وغایت بیان کی گئی ہے جو پیغمبر اسلام کی پاک ذات پر ہُوا یا اُس سے پہلے ہُوا۔ الٰہی قانُون جیسا کہ ان مقدّس الفاظ سے ظاہر ہے۔ خدا سے جو کہ تمام انسانی قوےٰ وافعال کا پیدا کرنیوالا تربیت کرنیوالا اور ترقّی دینے والا ہے آتا ہے۔ اور انسانی ارتقاء کے لئے جو کہ تہذیب کی ایک ہی منزل مقصود ہے رہنما کا کام دیتا ہے جس مذہب کی علت غائی یہ نہیں ہے۔ اُس کی حقیقت ایک کہانی اور سوانگ سے زیادہ نہیں ہوسکتی تمام وہ انسٹیٹیوشن جو انسانی ہاتھوں سے تیار کی گئی ہیں اپنا مقصد ہماری ترقّی میں مدد دینا ہی بیان کرتی ہیں پس کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ وہ انسٹیٹیوشن جس کی بنا بجائے تدابیر انسانی کے الہام ربّانی پر ہو۔ اس مقصد کو اعلیٰ اور اکمل طور پر پُورا نہ کرے۔ کیا ہماری فطرت میں ترقّی کے لیئے نہایت اعلیٰ درجہ کی قابلیتیں نہیں ہیں؟ تو پھر کیونکر وہ کتاب جو اس مقصد کو پُورا نہیں کرتی۔ خُدائی چشمہ سے نکلی ہُوئی سمجھی جاسکتی ہے +

بلاشک مذکورہ بالا آیات میں ہمارے لئے حکم ہے۔ کہ ہم اُس الہام الٰہی پر ایمان لائیں جو ہمارے رسُول (صلعم) سے پہلے انبیاء پر ہُوا ہے۔ اور یہ حکم صرف اسی ایک جگہ ہی نہیں ہُوا ہے۔ بلکہ تمام قرآن میں کئی دفعہ اس کی تکرار ہُوئی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ان آیات سے ہمارے ہاتھ میں ایک محک بھی دی گئی جس سے ہم الٰہی الہام کی اصلیت کو پرکھ سکیں اور وہ کیا ہے؟ انسانی ارتقاء دوسرے الفاظ میں

لارڈ ہیڈلے سچے دل سے مسلمان ہیں۔ اگر یہ جنگ نہ ہوئی ہوتی تو وہ حج بیت اللہ کو بھی جاتے یہاں اسلام کی اشاعت کا ان کو جنون ہے اسلام کے خلاف کسی کے لکچر لکھنے پر اُن کو اِس طرح غصہ آتا ہے جس طرح ہم سب کو صحت ہونے پر اُن کو سب سے زیادہ شرمندگی جو ہوئی وجہ یہ کہ اُن کے ذریعہ سے لوگوں نے اشاعت اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے اپنی علالت کی حالت میں بھی موجودہ عیسائیت کے خلاف تقریر کی۔

علالت میں بھی مسجد کو جائے پناہ سمجھتے رہے۔ خدا پر بھروسہ اس حال میں بھی رکھتے رہے +

مبارک ہیں خواجہ کمال الدین صاحب کہ اُن کے ہاتھ پر ایک ایسا شخص مسلمان ہوا۔ جو ہر طرح عزت کے قابل ہے۔ ہم سب مسلمانوں کو دُعا کرنی چاہئے۔ کہ خداوندِ عالم اُن کو اور ہم سب کو اسلام پر چلنے کی توفیق دے۔ جو اُن کے اور ہم سب کے لیئے بہتر ہوگا۔ خواجہ صاحب سے دُشمنی ہو یا اُن سے رقابت اِس کا اثر اشاعت اسلام پر تو نہ پڑے۔ قادیانیوں نے تو اپنے کو اسلام میں سے خارج کر لیا ہے۔ استدعا تمام مسلمانوں سے یہ ہے کہ خدا کے لیئے اُس کے رسُول کے لیئے اشاعت اسلام کے کام میں مدد نہیں کر سکتے تو روڑا تو نہ اٹکا دیں۔ مجھے ازحد غصہ معلوم ہوتا ہے جب کوئی خواہ مخواہ خواجہ کمال الدین سے سوءظنی کرتا ہے۔ اور اس سوءظنی پر اس کا بھی خیال نہیں رکھتا کہ اس سے اشاعتِ اسلام میں فرق تو نہ آئیگا۔ اگر ہندوستان کے مسلمانوں کو خواجہ کمال الدین پر اطمینان نہیں تو اُن کا ہاتھ کس نے پکڑا ہے کہ وہ قابلِ اعتبار شخص کو نہ بھیجیں۔ مگر وہ شخص ہے کون۔ اگر ہندوستان میں کوئی دوسرا اس وقت موجود نہیں (اور میں سمجھتا ہوں کہ موجود نہیں) تو خواجہ کمال الدین صاحب کو نعمت سمجھنا چاہیئے۔ ان کے دل کو بڑھانا چاہیئے۔ اُن کی ہمت کو بڑھانا چاہیئے۔ اُن کی مالی مدد کرنا چاہیئے۔ اُن کی اخلاقی مدد کرنا چاہیئے۔ اللہ ایسے سامان کر دے کہ اسلامی مشن کو خوب کامیابی ہو۔ اُسی کے ہاتھ میں ہے نیت بجا چاہیئے اپنی سعی اُٹھا نہ رکھنی چاہیئے وہ مدد کرے گا +

ہیں یہاں ہر معاملہ ہر مسئلہ کی کُنہ دکھائے بغیر کام چل نہیں سکتا۔ گوناگون معاملات پیش ہوتے رہتے ہیں کسی کو تعدد ازدواج پر شدید اعتراض ہے کسی کو طریقۂ طلاق پر۔ کسی کو پردہ پر۔ کوئی ختنہ کی وجہ پوچھتا ہے۔ کوئی ذبیحہ کی تشریح چاہتا ہے۔ عورتوں اور معاشرت کے متعلق بحث رہتی ہے۔ ان لوگوں کے لئے یہ کہہ دینا ہرگز کافی نہیں۔ کہ قرآن پاک کے یہ احکام ہیں۔ رسُول اللہ کی یہ سُنّت ہے۔ اسلام کی شرع کی خوبیوں کو اُن کے اِس طرح ذہن نشین کرنا ہے کہ وہ اپنے سابقہ طریقوں کو مذہب کو بدلنے پر آمادہ ہوں۔ کیا یہ کوئی آسان بات ہے۔ بدقسمتی سے عیسائیت نے مُعاشرت میں ہر طرح کی آزادی دے رکھی ہے اور اسلام نے قیود پیدا کی ہیں۔ انسان کی سرشت سہولت پسند ہے یہاں کے لوگ[illegible] قیود کا عادی کرنا آسان نہیں۔ شراب نہ پیو۔ سُؤر نہ کھاؤ۔ زنا سے پرہیز کرو۔ بیئہ کروہ کرو۔ سب کی وجہ سمجھانا اور قائل کرانا آسان نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ہندوستان کے مسلمان یا خواجہ کمال الدین صاحب مجھ سے مُتفق ہونگے یا نہیں۔ مگر میری اپنی رائے تو یہ ہے کہ یہاں ابھی عرصۂ دراز تک اسی کو بہت غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ کہ لوگ تثلیث پرستی سے چھوٹ جاویں۔ رسُول اللہ صلعم کو بُرا کہنے سے باز آویں۔ عادت بد کو جہاں تک ہو سکے چھوڑیں۔ اگر ہندوستان کے مُسلمان یہ توقع رکھتے ہیں کہ یہاں کا ہر شخص کلمہ پڑھتے ہی ولی اور بزرگ ہو جاویگا۔ وہ قصداً دھوکا کھاتے ہیں۔ یہ کام اولوالعزم پیغمبر کا ہے۔ کہ دفعتہً قوم کی قوم کی کایا پلٹ دے سوا ہمارے پیغمبر آخرالزّمان (روحی فداک) کے اور کسی پیغمبر سے یہ کام نہیں ہوا۔ میں خواجہ صاحب کو پیغمبر نہیں مانتا۔ میں ان سے یہ توقع نہیں رکھتا۔ کہ وہ انگلستان کے لوگوں کی سرشت ایک دم سے بدل دینگے یہاں رفتہ رفتہ کرکے بلکہ کئی نسلوں میں وہ خُو بُو آسکتی ہے جو ہم مادر زاد مسلمانوں میں ہے یہ مقام شکر کا ہے اور بہت شکر کا ہے کہ یہاں اب کم سے کم ایک خاندان ایسا ہے جو اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتا رہتا ہے۔ اور اس کی دیکھا دیکھی دو تین خاندان متاثر ہو رہے ہیں۔ وہ خاندان ہاول ہے سو آفرین اُس خاندان پر۔ وہ اس قصبہ میں انگشت نُما بنا ہوا ہے چھوٹا بچہ قاسم ہاول غریب یہاں کسی بچوں کی پلٹن میں اس لیئے نہیں جا سکتا۔ کہ وہ اُن کے گرجے نہیں جاتا مسلمان ہے متعصب عورتیں اُن کی دُکان پر آکر اُن کو پادریوں کے ٹرکیٹ پیش کرتی ہیں۔ اُن کے کام میں ہرج ہوتا ہے۔ اللہ اُن کو استواری کی توفیق دیتا رہے •

شخص ہیں۔ لارڈ ہیڈلے کا نام لوگوں کے دلوں میں اُتر جاتا تھا۔ اور جب وہ اُن کو مسلمان ہو نے پر تے بہت مُؤثر ہوتے تھے۔ اس حادثہ نے مشن کو نقصان ایک حد تک پہنچایا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسکی تلافی کرے +

یہاں کے مشن کے نام پر نکتہ چینی کرنیوالوں کو اس بات کا بھی ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ یہاں کے لوگ تعلیمیافتہ اگر نہیں تو لکھتے پڑھتے تو ضرور ہیں۔ اور اپنے قدیمی طریقوں کے دلدادہ ہیں۔ ان سے اس کی توقع نہ رکھنا چاہئے۔ کہ وہ فوراً ہمارے اعتقادات پر اس طرح راسخ ہو جائینگے جس طرح ہم مادرزاد مسلمان ہوتے ہیں۔ نہ ان سے اس کی امید رکھنا چاہئے کہ وہ فوراً ہی لکھے پڑھے بس اپنے طریقوں کو خیر باد کہ دیں گے +

یہاں اسلام کو لوگ عقل سے پرکھ کر اختیار کرنا چاہتے ہیں محض اعتقاد سے نہیں جو لوگ صرف اعتقاد ہی کو کافی سمجھتے ہیں وہ ہرگز مسلمان نہ ہونگے۔ ان کا اعتقاد تثلیث وغیرہ پر بہت پختہ ہے ! مل ہے۔ لارڈ ہیڈلے مسلمان اس لئے ہوئے ہیں کہ عیسائیت کو وہ خلاف عقل سمجھتے ہیں۔ اور عیسائیوں کے اعتقادات کو طفلانہ۔ اسلام کے وہ اسلئے عاشق ہیں (اور اس میں شک نہیں کہ رسُول کریم سے محبت ان سے زیادہ کسی انگریز کے دل میں نہ ہوگی۔ اور بہت سے مادرزاد مسلمان بھی اس میں ان سے سبقت مشکل سے لیجا سکتے ہیں) کہ وہی ایک مذہب ہے جو عقل کی تسکین کر سکتا ہے +

بد قسمتی سے شراب کے مسئلہ میں بعض کی یہ رائے ہے کہ اسلام نے اسے حرام مُطلق نہیں کہا ہے بلکہ اس کی زیادتی کو روکا ہے۔ ہمارے ہندوستان میں مسلمان یہ سُن کر تعجب کریں گے کہ میں نے بعض دیگر مقامات مثلاً بغداد و مصر و اصفہان کے مسلمانوں کو یہی کہتے سُنا کہ قرآن نے شراب کے لئے حرام کا لفظ اُس طرح نہیں استعمال کیا جس طرح سُؤر کے گوشت وغیرہ کے لئے۔ میں نے اپنے مضمون میں اسلئے خاص کر یہ دکھایا ہے۔ کہ قرآن پاک نے شراب کا چھُونا تک منع کیا۔ یہ لوگ بلا شُبہ اس خیال میں غلطی کرتے ہیں کہ شراب حرام نہیں۔ مگر یہ غلطی اُن پر بحث مباحثہ ہی سے روشن کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ چند ماہ سے اسلامک ریویو میں اسی بات پر زور دیا جا رہا ہے۔ کہ شراب مُطلقاً حرام ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ ہمارے بہت سے دوست ہندوستان میں ان مشکلات کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے جو یہاں تبلیغ اسلام میں پیش آتی

اُن دنوں ہم دیکھتے تھے۔ کہ وہ اپنے بچوں تک کی جن کی پرورش انہوں نے خود ماں بن کر کی خبرگیری سے تغافل ہیں۔ وہ بیچارے سراسیمہ۔ پریشان۔ عزیز دوست سب پریشان۔ شاکی۔ خود ذاتی نقصان لارڈ ہیڈلے کا بہت تھا۔ اُن دنوں وہ یہاں بہت مشہور ہو رہے تھے اُن کے مضامین اخبارات میں نکلتے رہتے تھے۔ اور اُن کی یہ اہمیت ہوتی تھی کہ پلیکارڈ پر موٹے حروف میں لکھا جاتا تھا۔

تحریر کردہ لارڈ ہیڈلے لیکچر دینے کیلئے بھی جگہ جگہ سے درخواستیں آتی تھیں۔ اُن کی حالت دماغی کی وجہ سے یہ سب بند۔ اور ایک بڑا ذریعہ آمدنی بند ہم لوگوں کو اُنکے اس مشن کے گھرے تعلقات کے باعث بھی خلجان تھا۔ مگر چارہ کار کیا تھا۔ اُن کا اپنا بھی تو قصور نہ تھا۔ بھلا کسی کے اختیار میں تھوڑی ہی تھی اس بیماری کی حالت میں اُن کو اپنے پر قدرت نہیں رہی۔ پُرانی عادات نے عود کیا۔ اور ذرا سی شکایت بھی اَور ہیجان کا موجب ہوتی ☩

میرے قلب کو تو ان کی اس حالت سے بہت تکلیف تھی۔ اور ان سے ہمدردی کا بہت وفور۔ مَیں سمجھتا ہوں ہر اُن کے دوست کو اور ہر مُسلمان کو اُن کی اس حالت میں اُن سے ہمدردی ہوگی حالانکہ اُن کے اس زمانہ کی حرکات یہ تھیں کہ اُن کی اولاد بھی اُن کے برداشت کرنے سے قاصر ہوگئی تھی۔ دورے کی آخری حالت وہ تھی جب مقدمہ ہوگیا۔ اب الحمدللہ وہ بہت بہتر ہو رہے ہیں ☩

لارڈ ہیڈلے بالقابہ کے مُعاملہ میں جو بات مسلمانوں کے دیکھنے کی ہے وہ صرف یہ ہے کہ آیا خواجہ صاحب نے یا کسی ایسے شخص نے جو یہاں کے مشن سے تعلقات رکھتا ہو۔ لارڈ ہیڈلے کی خوشی کی خاطر یا کسی اور لالچ سے کسی امر و نواہی اسلام کے خلاف تو کسی چیز کو جائز یا ممنوع نہیں کر دیا ہے الحمدللہ کہ ایسا نہیں ہؤا۔ خواجہ صاحب کے مضمون رسالہ میں شراب کے خلاف نکلتے رہے میرا بھی ایک مضمون اپریل کے پرچہ میں مُفصل نکلا ہے۔ خواجہ صاحب کو ذاتی طور پر لارڈ ہیڈلے سے بھائی کی سی محبت ہے اسمیں کچھ شبہ نہیں کہ لارڈ ہیڈلے کے مسلمان ہونے نے مشن کو بہت قوت دی تھی ☩ اگر ہندوستان میں خیال ہو کہ یہاں جمہوریت کا زور ہے۔ اسلئے لارڈوں وغیرہ کو کوئی پوچھتا نہ ہوگا تو یہ بہت بڑی غلطی ہے یہاں خطاب اور عُہدہ بڑی وقعت رکھتا ہے۔ ٹائٹل پر لوگ واقعی جان دیتے ہیں یہاں مرتبہ کے تعصبات ہندوستان کی ذات کے تعصبات سے زیادہ ہیں۔ لارڈ ہیڈلے ممتاز گھرانے کے

طریقہ کی طرف +

پادریوں کے پاس اس کا کیا جواب ہے۔ خود بادشاہ انگلستان نے اپنے یہاں شراب بند کی ہے یعنی اسلامی قانون کا تتبع کیا ہے۔ نہ کہ عیسائی قانون کا +

اب رہا ان نادان مسلمانوں کا جواب جو لارڈ ہیڈلے کے واقعہ کی وجہ سے ووکنگ مشن کے مُنہ آتے ہیں۔ یہ مجھے آسان نہیں میرا قلم تند ہے تیز ہے اپنوں سے مکالمہ میں تندی تیزی کیا اچھی لگی ہے مسلمانوں کا اعتراض ہی افسوسناک ہے۔ ان کو پادریوں کی خبر لینی چاہئے تھی۔ نہ کہ خود اپنوں پر اعتراض کرنا۔ اور مشن کی بدی کا اُسے بہانہ بنایا +

مَیں لارڈ ہیڈلے بالقابہ کے متعلق اپنے چشم دید حالات کو بیان کئے دیتا ہوں۔ اس سے ان مسلمانوں کو بھی تسکین ہو جاویگی۔ جن کے دل اس واقعہ سے افسردہ ہوئے ہونگے۔ اور کون ایسا مسلمان ہے جس کا دل اس خبر سے افسردہ نہ ہوا ہو +

واقعہ یہ ہے کہ لارڈ ہیڈلے کو سال دو سال میں ایک دماغی دَورہ ہو جاتا ہے۔ ایک نازک ترین خانگی واقعہ ہے۔ جو اُن کی زندگی میں ہوا۔ جس نے اُن کی خانہ داری کی راحت کو تباہ کیا۔ اس زمانہ میں اگر وہ مسلمان ہوتے تو شراب کو غم غلط کرنے کا ذریعہ بناتے۔ بدقسمتی سے وہ عیسائی تھے۔ اور اُنہوں نے اپنے دل کو تو شراب سے بہلایا اور دماغ کو ایک دَورے کا شکار بنایا +

جس زمانہ میں یہ دورہ دماغی ہوتا ہے۔ لارڈ ہیڈلے اپنے اختیار میں نہیں رہتے۔ اس مرتبہ یہ دورہ بہت زور کا ہو گیا۔ جو نمبر ۱۹۱۲ء میں شروع ہوا۔ مَیں نے جب ان کو اس حالت میں دیکھا میرے دل کو از حد صدمہ ہوتا رہا۔ اُن سے ذاتی ہمدردی کے باعث۔ اور اسلیئے بھی کہ وہ مسلمان ہیں۔ اور ان کو یہاں ایک مسلمان کی نظیر بننا چاہئے۔ مجھے ڈر آتا کہ اُن کے حرکات پر متعصب لوگ حاشیہ چڑھاوینگے۔ اور دماغی حالت پر محمول کرنے کے بجائے طرح طرح کی باتیں بنائیں گے۔ چنانچہ ویسا ہی ہُوا +

ہم اُن کی حالت کے جاننے والوں کو یہ دوگونہ رنج الگ تھا۔ اور اور مشکلات کا سامنا علیحدہ۔ اس لئے کہ وہ ہمارے گھر کو اپنا مامن بنائے ہوئے تھے +

انگلستان کی ایک عام مثل ہے +

ڈرنک ایز اے لارڈ (Drink as a Lord) اگر لارڈوں سے اور عوام سے شرابخوری وغیرہ چھوڑائی جا سکتی ہے تو صرف اسلام کے ذریعہ سے عیسائیت بالکل قاصر ہے۔ بلکہ کہا تو یہ جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے خود نہ صرف شراب پی بلکہ پانی کو شراب سے بدلنے کا معجزہ دکھایا۔ اور اسی کی یاد ہیں۔ اب ایک طرح سے ہر عیسائی کو کچھ نہ کچھ شراب پینا اور نہیں ہولی کمیونین (Holy Communion) میں ضروری ہو گیا +

کوئی عیسائی کس منہ سے اسلام پر شراب نوشی کے معاملہ میں الزام دے سکتا ہے پادری صاحبان کو اس واقعہ پر اور شرمندہ ہونا چاہئے نہ کہ طعنہ زن معلوم نہیں کتنے واقعات یہاں اسی طرح کے پیش آتے رہتے ہیں۔ کوئی خبر نہیں لیتا۔ چونکہ لارڈ ہیڈلے مسلمان ہو گئے ہیں اور زیادہ نام آور اسلئے اخبارات نے ان کے واقعہ کو شائع کیا اور شہرت دی جس ہفتہ لارڈ ہیڈلے کا وہ ناگوار معاملہ ہوا۔ اس ہفتہ ایک پادری Parson ایک دکان آرمی نیوی سٹور (Army navy store) میں جا کر کچھ چیزوں کے چرانے اور پھر پولیس کو رشوت دینے کی کوشش کرنے کے جرم میں گرفتار ہوا۔ مگر جیوری نے اسلئے معافی کی سفارش کی کہ وہ پارسن تھا۔ اور اس وقت دماغی حالت شاید اچھی نہ رہی ہو +

یہاں پادریوں نے لارڈ ہیڈلے کے واقعہ پر تو ہمارے مشن پر حملہ کرنے کی مطلق جرأت نہ کی۔ ورنہ ہم اچھی طرح خبر لینے کو تیار رہتے +

اسلام شرابخوری کی صاف صاف ممانعت کرتا ہے عیسائیت نہیں کرتی ہے۔ اگر لارڈ ہیڈلے مسلمان ہو کر بھی اپنی چالیس پچاس سال کی عادت کی طرف کبھی عود کر گئے تو اس میں اسلام کا کیا قصور ہے۔ اگر کوئی پرانا مسلمان جو اسلام ہی میں پیدا ہوا ہو۔ وہ بھی کوئی ایسی حرکت کرے تو اسلام کا قصور کچھ نہ ہوگا۔ اسلام کا کام ایسا قانون بنانا تھا جو بہبودی و فلاح انسان کے لئے مفید ہو۔ اس نے بنا دیا عیسائیت نے وہ بھی نہیں بنایا۔ اسلام نے تو یہ معجزہ بھی دکھایا کہ نہ صرف قانون بنایا۔ بلکہ کروڑوں بندگان خدا کو شراب کے مہلک اثر سے بچا دیا۔ اور آج عیسائی ممالک کے حکمران بھی لوگوں کو اسی اسلامی قانون کی طرف بلا رہے ہیں۔ نہ کہ عیسائی

ہوتا ہے۔ مگر وہ شریروں اور ناپاکوں کا ستیاناس کرنے کیلئے اور ہندوستان میں اپنی بادشاہت قائم کرنے کے لئے آتا ہے۔ حالانکہ گلیل کے باشندوں میں وہ دوسروں کا عاجزانہ شکار ہوتا ہے۔ طبعًا ان میں سے اوّل الذکر قابل ترجیح معلوم ہوتا ہے۔ اور الوہیت کے بلند مقام کے زیادہ شایان ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ خدا کا جو ظہور ہندوستان میں ہؤا یا جو بیت اللحم میں ہؤا ان دونوں میں نقص پایا جاتا ہے۔ اس کا کامل ظہور ایسی حالت میں ہو سکتا ہے۔ جب اس کے سارے صفات کامل رنگ میں ظاہر ہوں۔ وہ ایسے وقت میں ظاہر ہو جب گناہ انتہا کو پہنچ چکا ہو۔ وہ مسیح کی طرح عاجزانہ رنگ میں ظاہر ہو۔ کرشن کی طرح حق کیلئے جنگ کرے۔ اور رامچندر کی طرح آخرکار کامیاب ہو۔ خدا اگر انسان میں ظاہر ہو تو چاہیئے کہ یہ سب صفات اس کے اندر پائی جائیں۔ اور اگر یہ ممکن ہے۔ کہ خدا انسان میں ظاہر ہوتا ہے تو ان تمام تقاضوں کو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہی پورا کرتی ہے۔ اور انبیاء میں سے اور کوئی اس اعلےٰ اور ارفع مقام کو نہیں پہنچا۔ لیکن یہ پاکوں کا سردار کیا فرماتا ہے۔ انا بشر مثلکم۔ میں تمہاری طرح بشر ہوں +

لارڈ ہیڈلے بالقابہ

از شیخ منشی حسین صاحب قدوائی

مجھے اردو اخبارات سے معلوم ہؤا کہ لارڈ ہیڈلے بالقابہ کے مقدمہ نے نہ صرف ہندوستان پادریوں کو اسلام پر طعنہ زنی کا موقعہ دیا۔ بلکہ چند اسلامی اخبارات نے بھی اس بہانے سے ووکنگ مشن پر حملہ شروع کر دیا۔ خصوصًا قادیانی پرچے نے +

پادریوں کی طعنہ زنی کا تو جواب یہی ہے۔ کہ اس واقعہ سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ عیسائی ممالک کے لوگوں کی شرابخوری کی عادت قبیح کی اصلاح ایک دشوار کام ہے۔ اور بہت گہرا اسلامی اثر چاہتی ہے۔ خود لارڈ ہیڈلے سے معلوم ہؤا۔ کہ ان کی پرورش اسٹاوٹ پر ہوئی ہے (میں اس شراب کے اجزا سے ناواقف ہوں۔ اور نہ یہ جانتا ہوں کہ ہندوستان میں بکتی ہے یا نہیں)

چاروں طرف بہہ نکلتا ہے۔ اور بدکاری بڑھ جاتی ہے۔ مگر آخر کار بدی اور بدکاری کا ستیاناس کردیا جاتا ہے۔ اور اس طرح پر آخر غلبہ پھر حق کا ہو جاتا ہے۔ اسی غلبۂ خداوندی کی روشنی میں پہلی خاموشی صفت صبوری کا رنگ اختیار کرلیتی ہے۔ اور اپنی پوری چمک دکھاتی ہے۔ ورنہ مسیح کی طرح ہر عاجز مخلوق کی مصیبت ایک خدائی صفت کا ظہور ہے انسان کے سوائے دوسری مخلوق بھی اس کی صداقت پر شاہد ہے۔ کیونکہ ایک وقت کے لئے گندہ مادہ بھی بڑھتا ہُوا نظر آتا ہے۔ مگر آخر کار وہی حقیقی طاقت جو اس عالم میں کام کررہی ہے اس کو نابود کردیتی ہے۔ خدا نے اپنی برداشت اور اپنی صبوری کا اظہار کیا۔ مگر کیا مسیح کی زندگی میں اُسکی ذات کا جو ناقابل فنا ہے۔ اور دوسروں کو تباہ کرنے کی طاقت کا کچھ ظہور نظر آتا ہے۔ دنیا نے مسیح کے سوائے حق اور انصاف اور بھی بہت سے شہداء دیکھے ہیں۔ جنہوں نے اسی طرح مصائب کو برداشت کیا اور اسی طرح صبر دکھایا۔ کیا ان سب میں خدا کا ظہور ہوا تھا؟ آخر انسان کی حیثیت انسانی اور اس کی حیثیت خدائی میں (اگر کوئی ایسی حیثیت ممکن ہے) کچھ مابہ الامتیاز ہونا ضروری ہے۔ کوئی شخص اس بات کو قبول نہیں کرسکتا۔ کہ خدا کا جلال یُوں ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ شریر دشمنوں کے ہاتھ سے خود تباہ ہوجائے نہیں بلکہ فطرت انسانی اسبات کو چاہتی ہے۔ کہ خدا کا جلال اس طرح ظاہر ہو کہ وہ اپنے دشمنوں کو جو ناپاکی اور شرارت سے باز نہیں آتے تباہ کرے۔ اگر مسیح کے دشمن مسیح کے ہاتھ سے تباہ ہوجاتے اور یہ نہ ہوتا کہ مسیح اپنے دشمنوں کے ہاتھ سے تباہ ہوتا۔ تو بیشک خدا کا جلال ظاہر ہوا سمجھا جاتا۔ یہ کہنا کہ بعد میں وہ دشمن بھی تباہ ہوگئے کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ ہر ایک شہید حق کے دشمن آخر تباہ ہی ہوجایا کرتے ہیں۔ مسیح کے سوا بھی جہاں کہیں حق کی خاطر کوئی شخص قربان ہوا ہے آخر حق غالب آگیا ہے اور اس کے دشمن تباہ ہوگئے ہیں +

اِس معزز علم الٰہیات کے غلط فلسفہ سے ہندو فلسفی کا خیال ہی خدا کی ذات کے متعلق ارفع و اعلےٰ ہے۔ اگر خدا نے بیت اللحم میں ایک دفعہ کھُرلی میں جنم لیا تو برہمنوں کی سرزمین میں اس نے نصف درجن سے زیادہ مرتبہ جنم لیا۔ اور ہر دفعہ ایسے حالات کے ماتحت جو اس کی ذات کے زیادہ شایان تھے۔ ہندوستانی مذہبی قصص میں گناہ کا غلبہ ہے خدا کے ظہور کا باعث

مسیح خُدا کے مقام پر

دنیا مسیح کے ظہور سے پہلے خدا کی صفات اور اس کی ذات کے علم سے بے بہرہ نہ تھی۔ انسان کو خدا کا علم یا بذریعہ وحی الٰہی حاصل ہوا یا قدرت کے کاموں کے ذریعہ سے اس کا ظہور اس پر ہوا۔ اور خدا کی صفات کا جو اظہار اس طرح پر انسان پر ہوا اس نے لیس ہے ایک ایسا خدا منوایا جو قادر مطلق اور تمام طاقتوں کا مالک ہو۔ جو قاہر ہو اور مقہور نہ ہو۔ جو شریروں کو تباہ کرنیوالا۔ اور اپنے دشمنوں پر غالب آنیوالا ہو نہ اُن سے مغلوب ہونیوالا لیکن خدا کی ذات کے متعلق اور اس کے تمام زمینی خیالات سے بلند و ارفع ہونے کے متعلق جو کچھ ہمارے خیالات ہیں۔ ان کو ایک سخت صدمہ پہنچتا ہے جب ابن مریم کی خدائی کی تصویر ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ انسان میں خدا آیا۔ مگر کیسا خدا جسے یہودیوں نے پکڑ لیا اور قید کر لیا۔ کُل عالم کا مالک اور اپنی زندگی بچانے کے لئے کس قسم تشویش اور تفکرات میں پڑا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ وہی زندگی تھی جس کو وہ خود ہمارے لئے قربان کرنے کو آیا تھا۔ اسکو مارا جاتا ہے اور گالیاں دی جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ بدزبانی اور ہنسی ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ اور وہ فنا کے پیالہ کو بڑے اکراہ کے ساتھ پیتا ہے۔ جب اسکو اپنی زندگی کے خلاف یہودیوں کی سازش کا پتہ لگا۔ تو کیا اس نے اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ کہا جائیگا کہ یہ اسلئے تھا کہ اس میں انسانی عنصر بھی تھا۔ مگر اس واقعہ کے بعد جس کا نام مسیح کا جی اُٹھنا رکھا جاتا ہے وہ موت پر غالب آ چکا تھا۔ اور اس کو آسمانی زندگی مل چکی تھی۔ پھر اب خوف دکھانے اور اپنے آپ کو چھپانے کی کیا وجہ تھی لیکن تواریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس نے ایسا کیا۔ یہ وہ امور ہیں جو ایک مشرقی دل خدائے قدوس و برتر کی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ اور اسی لئے مسیح کی خدائی کا عقیدہ اس کی سمجھ سے باہر ہے +

اس کی تشریح ہو سکتی ہے کہ غفور ہونا خدا کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور اس کا ظہور تلون میں ہوتا ہے۔ اور اس کا پورا ظہور مسیح میں ہوا میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ خدا کی صورت اسی صفت کا یہ تقاضا ہے۔ کہ بعض وقت بدی دنیا میں غالب معلوم ہوتی ہے۔ گناہ کا سیلاب

تو بھی اختلاف ہمارے اور اُس کے درمیان مُغائرت کا ایک خلیج پیدا نہیں کر سکتا۔ کیسا ستم ہے کہ ایسے ہی فضول اوہام کی بناء پر ہم اپنے قابل فخر بھائی حضرت کمال الدین کی وہ عزت نہیں کرتے جس کے وہ مستحق ہیں ہمیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اسلامی مشن کے بانی اور اسلام کے محسن ہیں ہمارے لیئے اِس سے زیادہ رنجدہ کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ اُن کی اِس مُبارک تحریک پر بلا قید اندرونی فرقہ بندی کے ہر مسلمان پُوری توجہ نہیں کرتا۔ یہاں سوال یہ ہے کہ کیا ہم سُنّیوں یا ہمارے عزیز بھائی شیعوں کا کوئی خدا اَور ہے یا کوئی رسُول اَور ہے۔ یا کوئی قرآن اَور ہے؟ جس حال میں کہ خواجہ کمال الدین کو خدا اور رسُول اور قرآن ہی سے محبت ہے تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ساری قوم اُن کے کام پر توجہ نہیں کرتی! اسلام کے لیئے اِس سے بڑھ کر کیا شرمناک بات ہو سکتی ہے۔ کہ ہماری سات کروڑ کی مردم شماری ہے جس میں چھوٹے بڑے امیر غریب سب ہی طرح کے افراد ہیں۔ مگر پھر بھی ہمارے چلائے ایک اسلامی مشن بھی نہیں چل سکتا؟ جس حال میں کہ یہ اسلامی مشن ہے کسی خاص فرقہ سے اسے کوئی بحث نہیں ہے۔ اور اسلام خالص اسلام کی سچّی خدمت ہو رہی ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم سب کے سب یکدل و یک زبان ہو کر اس مشین کے پُرزے درست کر کے اُس کے ذخیرہ کا خزانہ اِتنی چاندی سے نہیں بھر دیتے جس کا زر اس انجن کو برابر باقاعدہ چلاتے رہنے کیلئے کافی ثابت ہو سکے۔ کیا ہمارے لئے یہ بات شرمناک نہیں ہے کہ اس اہم اسلامی خدمت کا مدار آئے دِن کی دریُوزہ گری ہی پر رہے! اگر ہم حساب لگائیں تو ہماری سات کروڑ کی مردم شماری کم سے کم ایک کروڑ روپیہ سالانہ خیرات میں صرف کر رہی ہے۔ مگر بیقاعدہ اور بیفائدہ جیسا کہ ہم اپنے مضمون میں دکھا چکے ہیں۔ کاش کوئی ایسی صُورت پیدا ہو سکتی جیسی کہ مثلاً ہم نے ایک مضمون کے ذریعہ سے پیش کی ہے ہمارا سارا روپیہ ایک صدر مقام پر جمع ہُوا کرتا۔ اور قوم کی متحدہ قُوت اُسے جائز مصارف میں لانے کی راہ تجویز کیا کرتی تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ ہم نے مانا کہ اس خیرات کی مد کو رُوبراہ کرنے کیلئے ایک مُدت درکار ہے۔ مگر قطع نظر اس سے پھر بھی ہم نہیں بھُول سکتے۔ کہ ہم سات کروڑ ہیں۔ اور ہمارا محض ایک اکیلا مشن ہے +

یہ کتاب ہمارے بچے بچے کے ہاتھ میں ہونا چاہیے۔ اور اسکی لاکھوں کاپیاں فروخت ہونا چاہئے! اگر ہم اپنے اسلامی مشن کی اَور طرح مدد نہیں کرتے تو اسکے مفید مطبوعات ہی کیوں نہیں خریدکرتے امیر غریبوں غریب طلباء کو مفت تقسیم کریں۔ یہ بھی ایک مفید طریقہ مشن کی امداد کا ہوگا۔ ہمارے بچوں کے خیالات کی اصلاح ہم خرما و ہم ثواب کی مصداق ہوگی +

آچکے ہیں۔ اللہ وہ دن بھی جلد لائیگا۔ کہ یہ پونے دوسو پوتے دو لاکھ اور پونے دو کروڑ ہوجائیں گے اللہ وہ دن جلد لائے ہم اسی ساعتِ سعید کے منتظر ہیں۔ یہ بیسویں صدی کی اسلامی فتوحات ہیں۔ اور یہ فتوحات ہمیں اُن فتوحات سے بھی زیادہ عزیز ہیں جو بزورِ شمشیر عمل میں آئی تھیں۔ یاد رکھو کہ خواجہ کمال الدین یا اُن کے مشن کی توہین اسلام کی توہین ہے۔ اور اسلام اس توہین کو کبھی معاف نہیں کرے گا +

خواجہ کمال الدین کے عقائد احمدی ہیں تو ہوتے دو ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں۔ اُن کے عقائد اُن کے ساتھ ہیں ہمیں اُن کے عقائد سے لڑنا منظور نہیں ہے ہمیں تو دُنیا کو یہ دکھانا ہے کہ ہر کلمہ گو ہمارا بھائی ہے حقیقی بھائی ہے۔ اور اسلام کی اندرونی فرقہ بندی ہمیں ایکدوسرے سے جُدا نہیں کرسکتی۔ اگر ہمارا ایک احمدی بھائی۔ ایک شیعہ بھائی۔ ایک سُنی بھائی کوئی قومی یا اسلامی خدمت کرتا ہے تو وہ ساری قوم کا مخدوم ہے۔ اس کے عقائد اسے اس خدمت کے لئے ناقابل نہیں بناسکتے یہی وجہ ہے کہ ہم خواجہ کمال الدین کو دل و جگر میں جگہ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نواب حاجی فتح علی خان قزلباش کو ہم سر اور آنکھوں پر بٹھاتے ہیں" +

اِسی رسالہ کے جُون نمبر میں مسجد ووکنگ کے ابتدائی خُطبات پر تنقید کرتے ہُوئے ووکنگ مشن کی امداد کے لئے ذیل کے پُردرد الفاظ میں مسلمانوں کو مُتوجہ کیا گیا ہے۔ کاش یہ الفاظ قارئین کے دلوں میں وہی درد پیدا کریں جس درد سے یہ لکھے گئے ہیں :-

"جس طرح باقاعدہ ہمارے اسلامی مشن کا آغاز خواجہ کمال الدین کے دم سے ہوتا ہے۔ اُسی طرح خواجہ کمال الدین کے کام کا آغاز ان خُطبات سے ہوتا ہے۔ انہیں کے ذریعہ سے حضرت کمال الدین نے ظلمت آباد لندن میں ضیائے اسلام کی اوّلین کی شعاعیں پھیلائیں۔ اور انہیں کے ذریعہ سے ذہین ذکی اور مُنصف مزاج عیسائی دیکھ سکے کہ ایک گم کردہ راہ کے لئے ہر وقت یہ بات ممکن ہے کہ باطل کی گمراہ کُن راہ ترک کرکے فوراً صداقت کی شاہراہ پر چلنا شروع کردے۔ مگر جائے عبرت ہے، کہ ہم ہندی مسلمان اس شامت میں مُبتلا ہیں۔ کہ بھائی کو بھائی سے مغائرت ہے! اسلام فرقہ بندی کا دشمن ہے۔ اگر ہمارا بھائی نیک نیتی سے مذہبی عقائد میں ہم سے جُزئیات میں کچھ اختلاف رکھتا ہے

حد سے زیادہ رنج ہوا۔ کہ ہمارے بعض اُردو اخبارات کے ایڈیٹروں نے بجائے اس کے کہ ایسا دندان شکن جواب دیتے خود ہی اسلامی مشن کا خاکہ اُڑانا شروع کر دیا۔ اور اسلامی مشن ہی کی بیخکنی پر تل گئے + عیسائی اخبار نویس اسلامی مشن کا خاکہ اُڑائیں تو اس میں کوئی بات خلاف موقعہ نہیں ہے۔ مگر اسلامی اخبارات اسلامی مشن کا خاکہ اُڑا کر پھر بھی قومی اخبارات بنے رہ سکیں۔ یہ بات صرف ہندوستان ہی میں ممکن ہے ہمارے بعض اخبارات نے پہلے تو وہ شور مچانا شروع کیا۔ کہ خواجہ کمال الدین انگلستان میں احمدی فرقے کے نمائندے بن کر گئے ہیں۔ اور جس خدمت کو وہ تبلیغ اسلام کے نام سے پکارتے ہیں حقیقت میں محض تبلیغ احمدیت ہے۔ خواجہ کمال الدین نے تین سال کے عرصہ میں پونے دو سو اعلیٰ طبقہ کے تعلیم یافتہ انگریزوں کو مشرف بہ اسلام کیا ہے۔ مگر کیا کوئی شخص بتا سکتا ہے۔ کہ ان میں ایک بھی احمدی عقائد رکھتا ہے۔ اسلام کے اندرونی شعبہ جات سے نہ دُنیا کو کوئی بحث ہے اور نہ ہمیں اس جھگڑے میں پڑنے کی ضرورت ہے ہم تو صرف اتنا ہی جانتے ہیں۔ کہ ہر کلمہ گو مُسلمان ہے۔ اور ہمارا بھائی ہے۔ اور ایسا بھائی جو ہمیں جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ تم کہتے ہو کہ زید شیعہ ہے۔ اور بکر سُنی۔ ہم کہتے ہیں کہ زید ہمارا دل ہے اور بکر ہمارا جگر۔ ہم صرف اتنے ہی پر بس نہیں کرتے۔ بلکہ ہندی مسلمان ہونے کی حیثیت سے اسی کے ساتھ ہم یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اگر عمرو ہندو ہے اور خالد مسلمان تو خالد ہماری داہنی آنکھ ہے اور عمرو ہماری بائیں آنکھ! اسلام اس لئے دنیا میں آیا ہے کہ دشمنوں کو دوست غیروں کو اپنا بنائے۔ نہ اسلئے کہ اپنوں کو غیر بنا کر بھائی سے بھائی کو جدا کردے! ایک وہ زمانہ تھا کہ اسلام نے بزور شمشیر دُنیا کو تسخیر کر لیا تھا۔ یہ اسلام کا پہلا دور تھا۔ وہ دور اب ختم ہو گیا۔ یہ دوسرا دور ہے۔ اِس دور میں تلوار میان میں رکھ لی گئی ہے۔ اور تلوار کی جگہ قلم اور زبان نے لی ہے۔ اگر دور اول میں ہم نے اعلان جنگ کر کے دُنیا کو صلح اور امن کا پیام پہنچایا تھا۔ تو اب صلح کر کے۔ دوستی کر کے محبت کے مضبوط رشتہ میں باندھ کر ہم ساری دُنیا کو اپنا بنائینگے لندن ساری دُنیا کا پائے تخت ہے ایسی دُنیا کا پائے تخت ہے جہاں آفتاب ہی غروب نہیں ہوتا۔ لندن کو بزور شمشیر ساری دُنیا فتح کر لینے دو ہم اسے سپر محبت بنا کر پائے تخت لندن پر اپنا پھریرا اڑائیں گے ہمارے راس ہلالی پھریرے کا علم بردار کون ہے؟ ہمارا علم بردار خواجہ کمال الدین ہے۔ یہ ہلالی پھریرا دوکنگ مشن کی مسجد کے بلند میناروں پر اُڑ رہا ہے۔ پونے دو سو برگزیدہ افراد اس پھریرے کے سایۂ امن میں

کہ انہوں نے فلاں ناجائز امر کو جائز قرار دیدیا ہے یا فلاں ناپسندیدہ امر کو مستحسن کہدیا تھا اسلئے ایک نومسلم سے غلطی لگی +

مگر خدا کا شکر ہے کہ جہاں بہت سے مسلمان اخبار نویسوں نے حاسدانہ بدانلیشی سے ایک اکیلے اسلامی مشن کو بیخ وبُن سے اُکھاڑنے کی کوشش کی۔ فہیم طبقہ نے اس غلطی پر ایسے لوگوں کو متنبہ بھی کیا۔ اخبار وکیل کا حوالہ ہم کسی گذشتہ اشاعت میں دے چکے ہیں۔ اِس وقت ہمارے سامنے پیام اُمید کا پرچہ ہے۔ جو ایک روشن خیال خاتون کی ایڈیٹری میں شائع ہوتا ہے۔ اور انہوں نے جس خوبی سے اصلیت پر روشنی ڈالی ہے۔ جسے بزعم خُود روشن خیال مردوں کو شرم دلانے کے لئے کافی ہے +

چنانچہ پیام اُمید بابت ۱۵ مئی میں ذیل کا مضمون شائع ہوا ہے :-

" شامتِ اعمال سے لندن کے بعض اخباروں کے عیسائی ایڈیٹروں نے کسی موقعہ پر لارڈ ہیڈلے کے شراب پی لینے پر اسلام کا مضحکہ اُڑایا۔ اس کا صاف جواب یہ تھا۔ کہ اس موقعہ پر عیسائیت قابل مضحکہ ہے نہ کہ اسلام۔ عیسائیت شرابخوری کی بدعادت کے خلاف صدا بلند نہیں کرتی۔ اسلام کرتا ہے اگر مشرف بہ اسلام ہو جانے پر کسی متنفس سے کسی وقت کمزوری ظہور میں آجاتی ہے۔ تو اس کا الزام عیسائیت کی اُنیسہا پُشت تک شرابخوری پر آتا ہے نہ کہ اسلام پر۔ اسلام نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ ہر نومسلم اسلام پر ایمان لانے ہی چھومنتر کے زور سے پُشتہا پُشت کی بدعادات بُرے رسم ورواج سے معصوم بنا دیا جائیگا۔ ایسے موقعوں پر ترقی بتدریج ہوگی۔ ساری خامیوں کا علاج ایک منٹ میں نہیں ہوسکتا۔ کسی واحد متنفس سے اگر کوئی انسانی کمزوری۔ کوئی لغزش ظہور میں آجائے۔ تو اس کا مذہب قابل ملامت نہیں قرار پاسکتا۔ بلکہ اس لغزش کا وہی ذمہ وار ہے۔ جس سے ایسی لغزش ظہور میں آئی ہو۔ عیسائی مذہب کے عقیدے کے موافق اللہ پاک کے دس احکام ہیں۔ جن کے ذریعہ سے جھوٹ بولنا۔ چوری کرنا وغیرہ وغیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے۔ کیا اگر کوئی عیسائی جھوٹ بولے یا چوری کرے تو اللہ پاک کے یہ دس احکام یا عیسائیت قابل ملامت قرار دی جاسکیگی ؟ مگر ہمیں معلوم کرکے

اس کے بعد انگریزی نظم میں ذیل کی مناجات ہے:-

"اگرچہ غلط کاری کے قدم اپنا نشان پیچھے چھوڑتے ہیں جب ہم تیری راہ سے الگ ہو جاتے ہیں
"مگر تو اے خدا معاف فرماتا ہے۔ اور ہر لغزش کو جو ہماری راہ کو بدنما بناتی ہے بالکل مٹا دیتا ہے
"تو نے شیطان کو یہ اجازت دی کہ کچھ وقت کے لیئے وہ میری روح کو مٹی میں کچلے
"مگر اُس کا بد اثر کبھی بھی مجھے اس یقین سے محروم نہیں کر سکتا جو مجھے تیری ذات پاک پر ہے
"اے خدا ایسا کر کہ وہ شعلے جن میں سے میں ہو نکلا ہوں وہ مجھے زیادہ صادق اور زیادہ راستباز بناویں۔
"یہ رستے کے کانٹے اور یہ آزمائشیں آخر کار صبر کے حاصل کرنے میں تقویت کا موجب ہونگی۔
"جب کمینہ شیطانوں نے جو میرے جیسے انسان ضعیف لبنیان کے لیئے بہت طاقتور تھے ایک وقت کے لیئے مجھے اپنے جال میں پھنسا لیا۔
"تو تیرے ہی ہاتھ نے مجھے پھر آزاد کیا۔ اور یہ ثابت کر دیا کہ میں تیرا ہی ہوں۔
"عاجزی سے مگر خوشی سے زندگی اور محبت کے رستہ میں واپس ہوتا ہوا میں تیری فرمانبرداری اختیار کرتا ہوں۔
"میں اُس طوفانی سمندر میں زخمی ہو گیا ہوں۔ مگر شکست خوردہ نہیں ہوں جو ہمیں اوپر کے گھر کے لیئے تیار کرتا ہے۔ انتہی

ایسے قیمتی وجود کی بُرائی کے پیچھے لگ جانا جیسا کہ لارڈ ہیڈلے کا نقشہ اس دُعا میں نظر آتا ہے۔ اپنے بھائی کا مُردہ گوشت کھانا ہے۔ بلکہ اُس سے بھی بدتر ہے۔ اگر تو اسلام کفارہ کی تعلیم دیتا اور یہ سکھاتا کہ ایمان لانے سے انسان گناہوں سے نجات پا جاتا ہے۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک شخص کو بپتسمہ دیا ہوتا جو اس کے بعد کسی گناہ میں آلودہ ہو گیا ہوتا تو سوال اُٹھ سکتا تھا کہ خواجہ صاحب کے بپتسمہ دینے میں کوئی نقص ہے لیکن اگر اسلام میں داخل کرنے کا یہ منشا ہے کہ ایک انسان کو ایک راہ دکھا دی جائے۔ کہ یہ اُمور پسندیدہ ہیں ان کی پیروی کی کوشش کرو۔ اور یہ اُمور ناپسندیدہ ہیں ان سے بچنے کی کوشش کرو۔ اسلام کفارہ کا دشمن ہے تو پھر خواجہ صاحب پر اعتراض کیوں ہو سکتا تھا

بچنے کیلئے خدا کے آگے گڑگڑاتے ہیں۔ بدی سے بچنے کا اس سے بہتر کیا علاج ہے کہ انسان خُدا کی حفاظت چاہے۔ اگر یہی دُعا لارڈ وسیڈلے کی ہو تو اندازہ کرو کہ خدا کی محبت سے کس طرح لبریز ہے ہم تو یقین رکھتے ہیں کہ ایسے انسان کی لغزش کو بھی خدا تعالےٰ عفو کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ بلکہ وہ بغیر توبہ کے بھی گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ غافر الذنب وقابل التوب یعنی بغیر توبہ کے بھی انسان کے گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ اور توبہ کو بھی قبول کرنے والا ہے مسلمان اگر اُس غفور کے بندے ہیں تو قرآن کی یہ آیت ان کے زیر نظر رہے۔ فاعفوا واصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم۔ تم لوگوں سے عفو کرو۔ اور ان کے معاملہ میں درگذر کرو۔ کیا تم اس بات کو نہیں چاہتے۔ کہ خدا تمہاری حفاظت کرے۔ جیسا معاملہ انسان چاہتا ہے کہ خدا اس سے کرے اسے چاہئیے کہ وہ ایسا ہی معاملہ خدا کی مخلوق کے ساتھ کرے +

اِس دُعا کا عنوان ہے "سخت روحانی اور جسمانی بیماری سے شفا یابی پر" +

اُے خدائے قادر جیسا کہ تیرے بندے بعض وقت مصیبت اور دُکھ کی آگ میں پڑتے ہیں ہمارا ایمان ہے کہ خطرناک آزمائشوں سے تو انہیں پہلے سے بھی زیادہ پاک کر کے اور پہلے سے بھی بلند مقام پر پہنچا کر نکالتا ہے ہمارے دل اور دماغ تیری رحمت بے پایاں سے کبھی مایوس نہیں ہو سکتے کیونکہ اگر ہم تجھ پر اور صرف تیری ذات پاک پر جو ہمارا اکیلا خدا ہے۔ ایمان رکھتے ہیں۔ تو ہم یہ بھی یقین سے جانتے ہیں۔ کہ تیری ہمیشہ حفاظت کرنیوالی ربوبیت اسبات کے لئے تیار ہے۔ کہ زندگی کی کج راہیوں سے نکال کر ہماری دستگیری فرمائی ہوئی ہمیں تیرے صراط مستقیم پر لیچلے۔

تیری مبارک ہدایت میں تیرے بیکراں رحم اور تیری بے پایاں محبت کو دیکھتا ہوں۔ اور یہی میری ان لگاتار دُعاؤں کا جواب ہے جن کا سلسلہ کبھی بند نہیں ہو سکتا جو میں تیری جناب میں ہدایت اور رہنمائی کے لئے کرتا ہوں۔ میں اس شخص کی طرح ہوں جو غموں کے دلدل میں پھنسا ہوا ہو۔ مگر میری رُوح نے ہمیشہ تیری محبت کو اپنے لئے سہارا پایا ہے۔ اور اسی سہارے سے اُس کا قیام ہے۔ مجھے آیندہ کی غلطیوں اور بیماریوں سے محفوظ رکھ اور میری ایسی رہنمائی فرما کہ میرے قدم اُس راہ سے جس پر تُو نے مجھے چلایا ہے ادھر اُدھر نہ ہوں۔ آمین

ترتیب کریں۔ افسوس ہے تو یہی ہے کہ مسلمان اوّل تو کام کرتے نہیں۔ اور جو کرنے کیلئے اُٹھتے ہیں تو پھر یہ نہیں کہ اُس کام کے پس وپیش کو دیکھیں اس کی مشکلات سے اپنے آپ کو واقف کریں۔ اور پھر جو راہ کامیابی کی معلوم ہو اس پر قدم ماریں +

بلکہ یُوں کہنا چاہیئے۔ کہ کام کرنیوالوں کی بجائے کام میں روڑا اٹکانے والوں کی تعداد ہم میں زیادہ ہے۔ اب لارڈ ہیڈلے کا واقعہ گذر چکا ہے۔ کس قدر اس پر مسلمانوں نے شور مچایا۔ اور مسلمان اخبار نویسوں نے اسلامی پبلک کو مغالطہ میں ڈالا۔ درحقیقت اس کی بنا کچھ ذاتی کاوش تھی۔ ورنہ کونسا مبلّغ ایسی تجویز مانیگا۔ جو یہ ٹھیکہ لیلے کہ اُس کے مُسلمان کیئے ہُوئے سب کے سب پہلے دن سے ہی بالکل بے عیب ہونگے۔ اور اگر ان میں سے کسی نے کسی ادنےٰ خطا کا بھی ارتکاب کیا۔ اگر کسی کی مُدّت العُمر کی کوئی بدعادت ایک لمحہ کے لئے رُجوع کر آئی۔ تو اس مبلّغ کو پکڑ کر پھانسی دیدیا جائے۔ اور قوم کے بھولے پن پر بھی تعجّب آتا ہے۔ کہ وہ جائز نکتہ چینی اور حاسدانہ بداندیشی میں کچھ فرق نہیں کرتی۔ اور پھر وہ فیصلہ اب تک ختم ہونے میں نہیں آتا +

ان بیہودہ گوئیوں کے جواب میں آخر لایت سے خود قدوائی صاحب کو قلم اُٹھانا پڑا۔ اور وہ عزیز وقت جو وہ حقانیت اسلام کو ظاہر کرنے کیلئے لگا سکتے تھے اُنہے مسلمانوں کے سمجھانے کے لئے خرچ کرنا پڑا کہ وہ کیا اُلٹی راہ اختیار کر رہے ہیں۔ یہ تو درحقیقت اپنی قوم اور اپنے ہی کام کے ساتھ دشمنی ہے۔ اُنہوں نے اپنے مضمون میں اپنی چشمدید شہادت کی بنا پر یہ بیان کیا ہے۔ کہ فی الحقیقت لارڈ ہیڈلے ایک عارضہ کے ماتحت تھے۔ اور یہ ایک ایسی مجبُوری کی لغزش تھی۔ کہ جس پر اُن کو ملامت بھی نہیں کیجا سکتی۔ اور اگر نفس الواقع بھی ان سے لغزش ہوگئی ہوتی تو بھلا اس کا اثر تبلیغ اسلام پر کیا ہو سکتا تھا۔ قدوائی صاحب کا مضمون دوسری جگہ درج ہے +

ذیل کی دُعا جو ماہ مئی کے اسلامک ریویو میں چھپی ہے بتاتی ہے۔ کہ ان لوگوں کے دلوں کے اندر کس قسم کی محبت اسلام سے ہے۔ اور اگر کوئی لغزش بھی ایسی ہو جائے تو وہ کس طرح آئندہ اُس سے

حضرت مسیح کی تعلیم نہیں۔ آپ کی پاک تعلیم تو بالکل وہی تھی جو تمام انبیائے سابقین دیتے چلے آئے۔ ہاں بعد میں مذہب کو سہل بنانے کے لئے یہ اصُول بنالیا گیا۔ مگر وہ زمانہ ایسا تھا۔ کہ لوگ چنداں اپنی قوت متفکرہ سے کام لینے کے عادی نہ تھے۔ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی ایک بات کو قبول کرتے چلے گئے۔ اور اس طرح یہ خیال پھیل گیا۔ جو آج معقولیت کے سامنے اس طرح شرمندہ ہے۔ کہ درحقیقت سر اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا +

خواجہ صاحب نے جواب میں یہ بھی کہا۔ کہ درحقیقت مغربی دماغ انجیل کے کلام کو سمجھ نہیں سکتا کیونکہ یہ کلام تو ایشیائی دل و دماغ سے نکلا ہوا ہے۔ بدقسمتی سے ولایت میں بہت لوگوں کو یہ غلطی لگی ہوئی ہے۔ کہ وہ سمجھتے ہیں کہ مسیح بھی اُن کی طرح کوئی یوروپین ہی تھا۔ انہیں اتنا بھی علم نہیں۔ کہ مسیح ایشیائی تھا۔ اور یُورپ نے اپنا مذہب پہلے ہی مشرق سے لیا ہے۔ پس اگر ایک مذہب کو یُورپ مشرق سے لے سکتا ہے۔ تو کیا دوسرے مذہب کو نہیں لے سکتا۔ جو اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور جس کے اصُول عقل انسانی کو حیرت میں ڈالنے والے ہیں۔ اگر یورپ نے ایک غلط فہمی کے نیچے ایشیا کی ایک غلطی کو بھی قبُول کر لیا تو کیا اب وہ اس غلط فہمی سے نکل کر اس صداقت کو قبُول نہیں کر سکتا جو ایشیا کیا سارے عالم کے لئے مایۂ ناز ہو سکتی ہے +

یُورپ اس صداقت کو ضرور قبُول کریگا۔ لیکن اس کی راہ میں مشکلات ہیں۔ مسلمانوں کو حکم تھا۔ کہ وہ لوگوں کی عقل کے مطابق اُنسے کلام کریں۔ مگر اب تو مسلمانوں میں تبلیغ کا خیال نہیں۔ اور جو ہے تو وہ نہ سمجھتے ہیں۔ کہ صداقتِ اسلامی کو ہم اس لباس میں یُورپ کے لئے موجبِ کشش بنا سکتے ہیں جس لباس میں آج سے کئی سو سال پہلے یہ ایشیا کے لئے موجبِ کشش بنائی گئی تھی۔ بیشک صداقت اسلامی ایک ہی رہیگی۔ اخوت اسلامی کا سلسلہ ایک ہی ہے۔ اور ایک ہی رہیگا لیکن موجُودہ زمانہ میں یُورپ میں اسلام پیش کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ہم یوروپین اقوام کے خیالات اُس کے اطوار و آداب۔ اُن کی معاشرت تمدن وغیرہ سے واقفیت حاصل کریں۔ اور صداقت اسلامی کو اس رنگ میں اُن کے سامنے پیش کریں۔ جو اُسے اُن کے ذہنوں سے بہت

جناب خواجہ کمال الدین صاحب قریباً کامل ایک ماہ کے بیمار رہے۔ ایسے بیمار کہ بستر سے اُٹھ نہیں سکے۔ گو اب بیماری باقی نہیں مگر کمزوری کا اثر برابر جاتا ہے۔ موسم کے لحاظ سے یہی دن ولایت میں کام کے لیئے سب سے زیادہ موزوں سمجھتے ہیں۔ مگر یہ بھی خدا کی راہ میں ہی ایک مجاہدہ ہے۔ اس بیماری کا اصل موجب کثرت کام ہے۔ کیونکہ کام تو درحقیقت دو گنا نہیں بلکہ کئی گنا ہو گیا تھا۔ اور اس پر مزید یہ کہ دوسرا تبلیغی مرکز کھولنا پڑا۔ اور فنڈ ابھی اس حالت میں نہیں کہ کوئی مستقل مددگار تبلیغ کے لئے لندن میں الگ رکھا جا سکے +

خواجہ صاحب کی بیماری سے ان لوگوں نے جن کو اپنے مذہب کی ہر وقت فکر رہتی ہے۔ اور مسلمانوں کی طرح وہ لحافِ غفلت میں پڑے نہیں سو رہے فائدہ اُٹھایا۔ پہلے بھی مولینا صدرالدین صاحب کی بیماری کے موقعہ پر ایک دیسی پادری صاحب لوگوں کو درغلانے کے لئے ووکنگ میں پہنچے تھے۔ اب پھر پادری ڈانیل علی صاحب کو بلایا گیا۔ دو ماہ کی طویل بیماری کے بعد بصد مشکل خواجہ صاحب مسجد میں جانے کے قابل ہوئے۔ اور اُدھر پادری صاحب آموجود ہوئے۔ اُس دن ملک عبدالقیوم صاحب کا لیکچر کفارہ پر تھا۔ لیکچر کے بعد خواجہ صاحب نے تقریر کی۔ اور مضمون زیر بحث پر اظہار خیالات کے لئے سب حاضرین کو دعوت دی۔ مگر کسی معقول مجمع میں معقولیت کے ساتھ اس مسئلہ پر کون گفتگو کر سکتا ہے پادری صاحب کو قریباً خاموش ہی رہنا پڑا +

فاضل لیکچرار نے یہی اپنے لیکچر میں کہا تھا۔ کہ انجیل سے کفارہ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اس پر ایک شخص نے اعتراض کیا۔ اور مسیح کے خون اور گوشت والی تعلیم کی طرف اشارہ کیا۔ جس کا ایسا مسکت جواب دیا گیا۔ کہ دوبارہ سوال کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ بھلا اتنا عظیم الشان تو مسئلہ ہو کہ اس پر مذہب کی بنیاد رکھی جائے۔ اور دنیا کے سارے راستبازوں کی تعلیم کے خلاف اس اصول کو منوانے کی کوشش کیجائے۔ اور انجیل سے اس کا ثبوت صرف اس قدر ہو کہ ایک مُبہم اور استعارہ کلام کو اس کے لئے سند ٹھیرایا جائے۔ ایسے اہم مذہبی اصول کے لئے ایسی کمزور بات کو پیش کرنا خود بتاتا ہے کہ کفارہ کے لئے انجیل میں دلیل تو کیا سند ہی کوئی نہیں۔ اور ہو بھی کیونکر۔ یہ کوئی

ناظرین تک نہیں پہنچ سکی ہیں جن کے دیکھنے کی اُن کی آنکھیں ایک مُدت سے عادی ہو چکی ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارے سلسلۂ تبلیغ میں کسی قسم کی کمزوری واقع ہو گئی ہے۔ مشن کی کوشش اُسی پیمانہ پر ہے بلکہ لندن میں بھی کام شروع ہو چکا ہے۔ اور اس طرح بجائے ایک مرکز تبلیغ کے دو مرکز قائم ہو چکے ہیں یعنی ایک ووکنگ میں اور دوسرا لندن میں۔ اور اللہ تعالےٰ توفیق دے تو ہم ہر بڑے شہر میں ایک تبلیغی مرکز قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا کام تو کوشش کرنا ہے۔ اس پر نتائج مترتب کرنا خدا کا فعل ہے قبض و بسط بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ خدا کے فضل سے جو کچھ نتائج ووکنگ مشن کے کام کے ظاہر ہو چکے ہیں ہم بڑے ناشکر گذار ہوں گے۔ اگر ایسے کھلے کھلے افضال الٰہی کو دیکھ کر بھی اُس کی راہ میں اپنی کوشش کو باوجود مشکلات کے دوچند نہ کر دیں۔ اور خدا چاہے گا تو وہ وقت بھی آئے گا جب ہم اپنے ناظرین کو ان مزید کوششوں پر افضال الٰہی کی نئی خوشکن خبریں سنائیں گے +

اس میں شک نہیں کہ ایک طرف عام خیالات کے عظیمہ جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہو جانے سے دوسرے اُمور کی طرف توجہ کا کم ہو جانا ضروری تھا۔ مگر دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہی وقت اسلام کی صداقت کے دلوں پر اثر کرنے کا بھی ہے کیونکہ ایسے اوقات میں لوگوں کے خیالات خدا کی طرف بھی بہت جھکتے ہیں۔ اور درحقیقت مصائب و تکالیف کے دنیا پر آنے کا فلسفہ جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے وہ بھی یہ ہے کہ اُن کی وجہ سے وہ آسائش اور تن پروری کے جھوٹے خیالات دور ہو جاتے ہیں۔ اور انسانوں کو یہ سمجھ آتا ہے کہ حقیقی زندگی انسان کی انسان کے لیئے قربان ہونے میں ہے۔ اور یہی مذہب کا اصل الاصول ہے۔ اور یہی وہ خاص رنگ ہے جو انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں میں بھی نظر آتا ہے۔ پس گو اس وقت یہ صورت ہمیں کیسی ہی بُری معلوم ہوتی ہو لیکن ہماری تسلی کے لیئے خدا کے کلام نے پہلے ہی فرما دیا ہے عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم۔ تم ایک وقت ایک چیز کو بُرا جانتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے لیئے بہتر ہوتی ہے۔ سو انشاء اللہ تعالےٰ یہ موجودہ عالمگیر مصیبت جو جنگ کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے طبائع کے میلان کو دہریت کی طرف سے کم کر کے اسلام کی حقیقی صداقتوں کی طرف لانے کا موجب ہوگی +

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہٗ ونصلی علٰے رسولہ الکریم

اشاعتِ اسلام

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۳) بابت ماہِ جون ۱۹۱۷ء نمبر (۶)

شذرات

موجودہ جنگ عالمگیر کا اثر زندگی کے ہر ایک شعبہ پر پڑ رہا ہے۔ رسالہ کے شروع میں جو تصویر دی جایا کرتی تھی۔ اُسے بھی انہی مشکلات کے ماتحت ایک وقت تک ملتوی کرنا پڑا ہے۔ تصویریں انگلستان سے تیار ہو کر آیا کرتی تھیں۔ مگر اب وہاں بلاکوں کے بنانے میں خاص دقتیں واقع ہو گئی ہیں۔ ہم اُمید کرتے ہیں۔ کہ قارئینِ کرام ہمیں اس معاملہ میں اُس وقت تک معذور سمجھیں گے جب بہتر حالت پیدا ہو کر اس سلسلہ کو ہم پھر شروع کر سکیں ہم اس بات کو محسوس کرتے ہیں۔ کہ رسالہ کے فوائد میں کس قدر اضافہ ان تصاویر سے ہوتا ہے۔ اور اسلیئے پھر مناسب وقت پر اس سلسلہ کو دوبارہ شروع کیا جائیگا +

انہی تاقوات کے ماتحت جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ووکنگ مشن کے تبلیغی کام کی ماہ رپورٹیں

بلادِ غربیہ میں اسلام کا مشعل بردار

اسلامک ریویو مجریہ لندن قیمت سالانہ ۱۲عہ

اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام قیمت سالانہ ۳عہ ایڈیٹر خواجہ کمال الدین مولوی صدرالدین صاحبان مسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی تعرّف کرانے کا محتاج نہیں صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ اس وقت اسی کے منافع پر انگلستان اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں۔ اس کا ہر ایک خریدار اب گویا بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔ اگر برادران ملت کوشش کر کے انگریزی رسالہ کے پانچہزار اور اردو کے دس ہزار خریدار پیدا کر دیں تو ان کا منافع ہمارے ووکنگ اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلاد غربیہ میں مفت تقسیم ہو۔ اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں پانچ روپے سالانہ بھیجدے تو ہم ان کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کر دینگے۔ کیا ملت بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں نہیں ؟

دوستو! اُٹھو! جاگو!! وقت کو غنیمت سمجھو!!! اسلامک ریویو ہی ایک کامیاب ذریعہ اشاعت کا ثابت ہُوا ہے۔ اور بفضلہ تعالےٰ اس نے اپنی عزّت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے اس کو مضبوط کرنے کی کوشش کرو اور اللہ تعالےٰ سے اجر جزیل پاؤ + والسلام

نوٹ: نمونہ ۱/ کے ٹکٹ آنے پر مفت ارسال خدمت کیا جائیگا۔ کُل درخواستہائے خریداری بتفصیل ذیل آنی چاہئیں۔

المشتہر خواجہ عبدالغنی مینجر رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت اسلام۔ عزیز منزل

جلسہ میلاد النبی صلعم

قیمت ۳

اس کتاب میں اس مقدس روئداد ہے۔ جو زیر سرپرستی سنٹرل سوسائٹی مورخہ ۶ جنوری ۱۹۱۷ء کو سینٹ ہال میں مقدس تقریب ولادت آنحضرت منعقد ہوا بیگو مشاہیر قوم و پریزیڈنٹ کی تقریر کے ایک انگریز قابل مصنف کی زبردست تقریر آنحضرت صلعم کے "خلق عظیم" کے متعلق نہایت ہی قابل مطالعہ ہے۔ ہمارے ناظرین کرام ضرور اس کتاب کی متعدد کاپیاں خرید فرما کر مسلم احباب میں تقسیم فرمائیں +

المشتہر

مینجر اشاعت اسلام بکڈپو

عزیز منزل - احمدیہ بلڈنگس لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری و مولوی صدرالدین بی اے بی ٹی

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ۱/۲ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (۳) | بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۷ء | نمبر (۶)

فہرست مضامین

شذرات	۲۴۱	۶- پرندوں سے حکمت کی باتیں	۲۷۲
خدا کے مقام پر	۲۵۲	۷- اسلام کا احسان عورت پر (قدوائی)	۲۷۷
ہیٹے باتقابہ (قدوائی)	۲۵۴	۸- جمع قرآن	۲۸۵
...ب (اسلام اور عیسائیت)	۲۶۱	۹- ایک توہم پرستی کی جگہ دوسری توہم پرستی لیتی ہے	۲۸۶
...اخلاق اور اصول مذہب میں عظیم الشان تغیر اور جنگ	۲۶۷	۱۰- عقل کا زمانہ	۲۸۷

پریس رنگ محل لاہور میں دیوان چند پرنٹر کے اہتمام سے چھپوا کر مرزا یعقوب بیگ آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

ضروری التماس

ناظرین کرام کی توجہ توسیع اشاعت رسالہ ہذا کی طرف مبذول کیجاتی ہے۔ اس وقت ہر ایک قسم کی قلت و گرانی ہے خصوصاً کاغذ کی ہمیں اپنے بہی خواہ رسالہ سے اُمید ہے۔ کہ وہ ضرور اس وقت اپنے حلقۂ اثر میں اسکی توسیع اشاعت فرماکر عند اللہ ماجور ہونگے +

خاکسار۔ مینیجر رسالہ ہذا

زنانہ نصاب

لڑکیوں کا قاعدہ	-/	یہ زنانہ نصاب قاعدہ سے لے کر چوتھی کتاب تک باتصویر ہے۔ ان کتابوں کی موجودگی میں کسی دوسرے زنانہ نصاب کی ضرورت نہیں +
״ کی پہلی کتاب	۱/	
״ ״ دوسری کتاب	۲/	
״ ״ تیسری ״	۳/	
״ ״ چوتھی ״	۴/	مکمل زنانہ نصاب قیمت .. - ۱۱/

سولہ کہانیوں کا دلچسپ مجموعہ

مکمل سیٹ قیمت عمر/

اِن دلچسپ کہانیوں کے مطالعہ سے دلوں میں روشن خیالی بڑھتی ہے۔ بچوں اور لڑکیوں کے مطالعہ کے لیے تو از حد مفید ثابت ہوئی ہیں۔ ہر ایک کتاب میں سے کئی کئی مفید سبق و عبرت آمیز نصائح حاصل ہوتی ہیں +

تصاویر نومسلمانان انگلستان

ہم نے متعدد تصاویر نومسلمانان انگلستان کی ہیڈ آفس اسلامک ریویو ووکنگ لندن سے منگوائی ہیں۔ ان نومسلم اخوان کی تصاویر میں بعض ایسے فضلاء اور اہل قلم ہیں۔ جو کسی قوم یا سوسائٹی کا مایۂ ناز ہو سکتے ہیں طبقۂ امرا میں لارڈ اور اسی طبقہ کی دو معزز خواتین۔ طبقہ فضلاء میں سے پروفیسر وغیرہ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو یورپین شہرت کے مالک ہیں ان کے علاوہ اہل قلم میں سے مسٹر محمد صادق ڈڈلے رائٹ۔ فوجی افسران میں بعض کپتان اور لفٹننٹ وغیرہ کی تصاویر بھی موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ووکنگ کے دو اعلےٰ طبقہ کے خاندانوں کی تصاویر بھی قابل دید ہیں۔ احباب ضرور منگوائیں اور غیر مسلم احباب کو منگوا کر دکھلائیں کہ اسلام میں لوگ کس طرح حلقہ بگوش ہو رہے ہیں قیمت فی تصویر ا؍ فی درجن ۱۰؍ +

اسرار سلیمانی گو اس کتاب کا نام ناظرین کو ایک مغالطہ میں ڈالیگا۔ اور سمجھینگے کہ قصہ کہانی ہے۔ مگر دراصل اُردو زبان میں علم الارواح پر ایک عجیب کتاب ہے چند صفحے پڑھنے کے بعد بے اختیار یہی جی چاہتا ہے کہ کُل کتاب پڑھ ڈالے۔ اصل کتاب ایک یوریپین مصنف کی انگریزی زبان میں ہے۔ اور فاضل مصنف نے اسکو اُردو کے حُلّے کا لباس پہنایا ہے قابل دید ہے۔ ع مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ ۱۲۵ مضامین پر مشتمل ہے۔ قیمت مجلد ۶؍

لیکچر اسلام انگریزی و اُردو۔ یہ معرکہ کا لیکچر ہے جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی نے بتقریب جلسۂ مذاہب منعقدۂ الہ آباد میں دیا قیمت فی جلد۔۔۔ ا؍

تائید حق مصنفہ جناب مولوی حسن علی صاحب مسلم مشنری جس میں قابل مصنف نے اپنی زندگی کے ان واقعات کو لکھا ہے جو تبلیغ اسلام کے متعلق اُنھیں تمام ہندوستان میں پیش آئے اس کتاب سے اسلام کے اندرونی و بیرونی دشمنوں کا پتہ لگتا ہے۔ اور ان کے اندفاع کا علاج بتایا گیا ہے قیمت صرف آٹھ آنے ۔۔۔ ۸؍

نوٹ: محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا +

المشتہر

خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو۔ عزیز منزل نولکھا لاہور

تصاویر نماز عیدین بھی موجود ہیں :-

اشتہار

انگریزی زبان میں پہلی اور بینظیر کتاب لاجواب جس کی مثال آج تک کوئی نظر نہیں آتی۔

البیان فی علوم القرآن۔ یہ کتاب جناب مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی شمس العلماء دہلی کی تصنیف ہے۔ اس میں مولانا نے ان تمام علوم کو ظاہر کیا ہے۔ جو کہ قسطنطنیہ اور مغرب میں عائد ہو گئے ہیں۔ اس اعتبار سے کہ آجکل علماء نئی روشنی پرانی روشنی معقولی علوم بشرقی علوم علم کی تقسیم کرتے ہیں۔ یہ کتاب ان سب کو حاوی ہے۔ اور مخالفان اسلام جو کچھ اسلام پاک پر اعتراض کرتے ہیں اس کتاب میں ہر ایک عقلی و نقلی جواب ہے۔ خوبی یہ کہ نہایت مختصر و مدلل پڑھنا شروع کرو یہی جی چاہتا ہے۔ کہ تمام کئے بغیر نہ چھوڑیں۔

تحریر کا باعث یہ ہوا۔ کہ ندوۃ العلماء کے جلسے میں جو کہ مدراس میں ہوا تھا۔ ایک شخص نو مسلم آسٹریلیا کا رہنے والا عبدالحق نام بھی شریک تھا۔ اس نے اثناء تقریر میں یہ افسوس ظاہر کیا کہ انگریزی زبان میں ایسی کوئی کتاب نہیں ملتی کہ جو انگلینڈ کے اصحاب کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہو۔ ارباب جلسہ نے یہ کام مولانا موصوف کے سپرد کیا اور آپ نے یہ کام کمال محنت اور نہایت عرقریزی سے کیا۔ کہ اول اردو زبان میں کتاب تیار کی بعد ازاں تھیکر کمپنی کلکتہ میں انگریزی کروا کر طبع کرائی۔ اور زمینداروں کی آرزو پوری کی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

کتاب تو اس قابل ہے کہ اگر اس کی قیمت سو روپیہ کر دی جائے تو بھی تھوڑی ہے مگر ناظرین کی سہولت کیلئے فقط وی پی کے خرچہ سمیت عہ روپے کر دی ہے۔ اس کی خریداری کیا ہو دینی سودا ہے۔ جس میں ہر فن اور ہر علم کا عالم ایک واعظ ملتا ہے انگریزی زبان میں تعلیم پانیوالے اور مبلغ اسلام کی اشاعت کرنے والے اور کرانیوالے صاحبان اس کتاب کو خرید فرما کر خود مطالعہ کریں اور تقسیم بھی کراویں۔ دونوں مطالب بر آمد ہونگے۔ بغرض اطلاع عریضہ ہذا اشتہار کے طور پر مرسل ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

مجھ کو عرض ہے کہ فرمائش کیساتھ قدر روپیہ بطور پیشگی بھیجنا چاہئے۔ اور وی پی بھجوا دیجئے جو صاحب دس یا زیادہ نسخوں کے خریدار ہوں گے ان کو محصول معاف ہے۔

پتہ:۔ حاجی محمد اسحاق محمد احمد سوداگران کتب بازار ...

پلیگ سے کیوں ڈرتے ہو

سوائے اور سب بیماریوں کے اس سے ڈرنے کا سبب یہ ہے کہ آج تک لاکھوں انسان اس موذی عارضہ کے پنجۂ ظلم سے ہلاک ہو چکے ہیں۔ گاؤں کے گاؤں اُجاڑ ہو گئے۔ شہر کے شہر تباہ ہو گئے۔ اس وجہ سے اس کے نام سے ہی دہشت ہوتی ہے۔ پلیگ میں مبتلا ہونے کے بعد پھر کوئی علاج نہیں ہے۔ لیکن بنظر حفظ ماتقدم ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن کی پلیگ روکنے والی گولیاں منگوا کر ضرور رکھیں۔ ان گولیوں کے استعمال سے جسم کے خون میں کچھ ایسا اثر ہوتا ہے جس سے پلیگ کے کیڑے نہ ٹھیر سکیں۔ اور نہ اُن کا زہر اثر کر سکتا ہے۔ وقت پر ان گولیوں کے استعمال سے ہزاروں انسان پلیگ سے محفوظ رہتے ہیں۔ آپ بھی غافل نہ رہیں۔ ایک گولی روزانہ ٹھنڈے پانی سے نگل جانا چاہئے۔ بچوں کو نصف یا چوتھائی۔ قیمت ۳۶ گولیوں کی ڈبیہ ۸ر ۶۰ گولیوں کی ڈبیہ ۱۲ر۔ محصول ڈاک ایک سے ۶ ڈبیہ تک ۵ر

دوائیوں کے تیل

مذکورہ ذیل دوائیوں کے تیل کے دو تین بوند پاؤ آدھ سیر دوا کے فائدہ دیتے ہیں۔ اور کوٹنے پیسنے کی تکلیف سے بھی بچتے ہیں۔ اور آسانی سے پی سکتے ہیں

(۱) **روغن صندل**۔ سوزاک کے لئے نہایت درجہ مفید ہے۔ قیمت ۲ر محصول ایک سے چار شیشی تک ۵ر

(۲) **اجوائن کا تیل**۔ قے بدہضمی کے لئے ایک ہی دوا ہے۔ " ۶ر " ۵ر

(۳) **روغن سونٹھ**۔ یہ بھوک بڑھاتا ہے اور ریاح کو خارج کرتا ہے۔ ۸ر " ۵ر

(۴) **روغن سونف**۔ پیٹ پھولنا اور دست وغیرہ کے لئے مفید ثابت ہوا ہے۔ ۸ر " ۵ر

(۵) **روغن دال چینی**۔ یہ دال چینی کے ملائم چھلکوں سے بنتا ہے اور یہ چیز نہایت خوشبودار ہے۔ ۶ر " ۵ر

(۶) **روغن لونگ**۔ متلی اور ریاح کو دفع کرتی ہے۔ اور درد شکم بدہضمی کو مفید ہے۔ ۴ر " ۵ر

(۷) **روغن لیموں**۔ سر کے گویا ابھی درخت سے ٹوٹے ہوئے لیموں کا خوشبو دیتا ہے۔ ۴ر " ۵ر

(۸) **روغن پیپر منٹ**۔ پیٹ کے درد۔ بدہضمی اور ریاح کو خارج کرنے میں یہ مشہور دوا ہے۔ ۱ر " ۵ر

(۹) **روغن الائچی**۔ متلی اور ہچکی کو بند کرتی ہے اور بھوک بڑھاتی ہے۔ " ۶ر " ۵ر

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ۔

فرائد ثلاثہ

یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں

یہ ہر سہ کتب مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ہیں جو تین خاص مضمون پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں جو مضامین نہایت سچ ہیں آپکے مطالعہ کے محتاج ہیں

برہین نیرہ حصہ اول معروف بہ ہندو کامل الہام؛ قیمت ۱۲ / اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور کامل الہامی کتاب ہے جس میں تہذیب تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک عالمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے ؛

ام الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان قیمت [illegible] یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اپنی نوع کی پہلی کتاب ہے جو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ عربی الہامی زبان ہے۔ اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں اور ابتداء میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

اسوہ حسنہ معروف بہ زندہ و کامل نبی قیمت اس میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے۔ تو آپ کی ذات پاک ہی ہے ؛

نوٹ۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا ؛

خطبات غربیہ

قیمت فی خطبہ ۸؍ (اردو) محصول ڈاک بذمہ خریدار

خطبات چھپکر تیار ہیں۔ کاغذ کی قلت کی وجہ سے بہت ہی تھوڑی تعداد میں چھپوائے گئے ہیں جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہے ہیں۔ احباب فرمائش میں عجلت سے کام لیں ورنہ بعد میں مایوس ہونا پڑے گا ؛

مصنفہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مسجد ووکنگ لندن

یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے متعارف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام محقق کرنے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر دیئے۔ پھر وہ لیکچروں کی شکل میں چھپے۔ انکے پڑھنے سے ہر ایک شخص نہ صرف اسلام کی خوبیوں اور اسکے اصولوں سے ہی واقف ہو جاتا ہے بلکہ دیگر مذاہب کے مقابل اسے اسلام کی اصلیت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ ان خطبوں میں سے چند خطبات ہم نے بعض احباب کی بار بار فرمائش پر اردو میں ترجمہ کرائے ہیں۔ ان خطبات کے مضامین کے لحاظ سے انہیں چھ جلدوں میں حسب ذیل ترتیب دیا ہے ؛

(۱) سلسلہ خطبات غربیہ موسومہ بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات ؛
(۲) " " " " توحید۔ دعا۔ تصوف ؛
(۳) " " " " خطبات عیدین ؛
(۴) " " " " مسیحیان اسلام کو خطاب ؛
(۵) " " " " اسلام اور دیگر مذاہب ؛
(۶) " " " " حقوق نسواں ؛

نوٹ: چھ خطبات کے مکمل سیٹ کے خریدار سے ایک روپیہ (عہ) علاوہ محصول ڈاک کے [illegible] لیا جاوے گا

الملتمس

خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا۔ لاہور

فنِ فقہ پر تفصیلی ریویو ہے جسمیں تدوین فقہ کے تاریخی حالات کے ساتھ وہ تمام خصوصیتیں تفصیلاً بیان کی گئی ہیں جنکی وجہ سے فقہ حنفی کو اور فقہوں پر ترجیح حاصل ہے خاتمہ میں امام صاحب کے نامور و ممتاز شاگردوں کے مختصر حالات ہیں قیمت عمہ

الفاروق شمس العلماء مولینا شبلی نعمانی نے برسوں کی جانکاہی اور محنت سے حضرت عمر فاروق کے حالات پر ضخیم کتاب تیار کی ہے اور جسکے لئے اُنہوں نے ممالک عثمانیہ اور مصر کا سفر کیا اور بیشمار تاریخوں کی ورق گردانی کے بعد تیار کی ہے قیمت سے

المامون اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں تمہید ترتیب خلافت۔ مامون رشید کی ولادت۔ تعلیم و تربیت ولیعہدی۔ تخت نشینی۔ خانہ جنگیاں۔ فتوحات۔ ملکی اوصاف کے حالات ہیں۔ دوسرے حصے میں اُن مراتب کی تفصیل ہے جن سے اس عہد کے ملکی حالات اور مامون رشید کے تمام اخلاق و عادات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ نیز ان کارناموں کی تفصیل ہے جنکی وجہ سے مامون رشید کا عہد عموماً شاہانِ عالم کے عہد سے علمی حیثیت میں ممتاز تسلیم کیا گیا ہے قیمت عمہ

رسولِ عربی	جناب رسول کریمؐ کی مقدس سوانح عمری خاص عورتوں کے لئے۔ قیمت ۸ر
بنت الرسول	خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات قیمت...... ۵ر
کفایت شعاری	فضول خرچ مرد اور عورتوں کے لئے ایک مفید کتاب .. قیمت ۴ر
آداب النسوان	دل پسند اور مفید نصیحتوں کا مجموعہ اخلاق و آداب کے متعلق۔ قیمت ۶ر
پہیلی نامہ	سیکڑوں نایاب اور دلچسپ پہیلیاں مع حل کے ..... قیمت ۷ر
صبر کی دیوی	ایک معصوم بچی پر سوتیلی ماں کے ظلم اور اُس کے صبر کا نتیجہ۔ قیمت...۲ر
علم کی دیوی	پردہ کے متعلق ایک عیسائی لیڈی سے بحث مباحثہ ..... قیمت ... ۵ر
خوش انجام	ایک موثر کہانی بیکار شوہروں پر بچوں کی بے کسی کا اثر ...... قیمت ۲ر
راہِ جنت	نیک اور پاکباز مرد و عورتوں کے نتیجہ خیز قصے ...... قیمت ۳ر
ناصح مشفق	نصیحت کے پوست ایک سو بیچے موتی۔ نہایت قابلِ دید کتاب ہے۔ قیمت... ۳ر
لکچر اسلام	مسز اینی بیسنٹ کا لیکچر اُردو میں۔ اسلام کی خوبیوں پر ..... قیمت ۲ر
تعلیم الصبیان	بچوں کے لئے انشا پردازی کا ایک آسان طریقہ ..... قیمت ۲ر
عجائب النسا	عورتوں کے پڑھنے کے قابل پردہ کے متعلق دلچسپ کتاب قیمت ۳ر
ترغیب النسا	تہذیب اخلاق حاصل کرنے کے لئے طرزِ عمل قصہ کے پیرایہ میں قیمت ۵ر
تاریخ آگرہ	قلعہ آگرہ کی داستان شہنشاہ اکبر اور موجودہ بانی کے حالات .. قیمت ۱۰ر

فہرست کتب اشاعت اسلام بک ڈپو عین منزل نولکھا لاہور

بے مثل و بےنظیر قرآن شریف مترجم اردو ترجمہ لفظی۔ شاہ رفیع الدین صاحبؒ — یہ قرآن شریف نہایت صحیح خوش خط خاص تقطیع پر طبع ہوا ہے۔ ترجمہ تحت لفظی مطلب خیز اور حاشیہ پر موضح القرآن اور شان نزول کے علاوہ اہلسنت کی مستند تفاسیر سے فوائد لکھے گئے ہیں چھاپکی صفائی عمدہ اور کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہے۔ قیمت عہ/ ♦

تبویب القرآن بضبط مضامین الفرقان مع حواشی تفسیر حمیدی مصنفہ مولوی حمید الزمان صاحب — قرآن مجید کے مضامین کے لحاظ سے اسکے ایکسو ایک باب مقرر کئے گئے ہیں اور ہر ایک باب کے متعلق جسقدر آیات مختلف طور پر تمام قرآن مجید میں مذکور ہیں ایک جگہ جمع کیگئی ہیں اور ہر ایک آیت کے متعلق سورۃ۔ پارہ اور رکوع کا نمبر لکھدیا گیا ہے۔ قیمت ہے/ ♦

کرشن اوتار — اس چھوٹی سی کتاب میں ہندوستان کے آفتاب نبوت کی اس پیشگوئی پر جس میں انہوں نے دنیا میں ادھرم اور بے دینی کے وقت پیدا دوبارہ آنا ظاہر کیا ہے۔ اور وہ جسے مختصراً بالفاظ فیضی یوں بیان کیا جاسکتا ہے "چو بنیادِ دین سست گردد بسے" ♦ نمائیم خود را بشکل کسے ♦ نہایت لطیف پیرایہ میں روشنی ڈالکر اس کا پورا ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ اور سری کرشن جی مہاراج کے حالات کو بیان کیا گیا ہے۔ وہ لوگ جو ہندو مسلم اتفاق کے حامی ہیں۔ اسے بالضرور پڑھیں۔ قیمت ا/ ♦

سفر نامہ روم۔ شام۔ مصر۔ — جس میں علاوہ دلچسپ واقعات کے جو سلسلہ بیان میں آگئے ہیں قسطنطنیہ۔ بیروت۔ بیت المقدس۔ قاہرہ وغیرہ کے واقعات طویل یعنی شہر کی اجمالی حالت۔ قابل دید مقامات۔ مشہور عمارات۔ سررشتۂ تعلیم۔ دارالعلوم اور مدارس۔ بورڈنگ ہوس اور طلباء کی ترتیب تعلیم نسوان۔ مصنفین اور تصنیفات۔ کتبخانے۔ اخبارات اور رسالے۔ مشہور پاشاؤں اور ارباب کمالات کی ملاقاتیں ترکوں اور عربوں کے اخلاق اور عادات کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ نہایت قابل دید کتاب ہے قیمت عمہ/

سیرۃ النعمان — یعنی امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی سوانحعمری۔ حصہ اول و دوم۔ اس کتاب کے پہلے حصہ میں امام صاحب کا نام ونسب ولادت و سن رشد تعلیم و تربیت شیوخ۔ حدیث۔ درس تدریس۔ بقیہ زندگی اور دربار کے تعلقات۔ وفات عام۔ اخلاق و عادات۔ مناظرات وقتاً و ۔ ذہانت و طباعی۔ اس قسم کے تمام حالات نہایت تفصیل سے مذکور ہیں۔ دوسرے حصے میں امام صاحب کے اقوال اور مسائل جو علم وکلام اور فن حدیث کے متعلق ہیں تفصیلی بحث ہے۔ اور واقعات و ساند کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ فن حدیث میں آپکا کیا پایہ تھا

پرچہ ہے نہ برطانوی مسلمانوں کا

اے مسلمانو! ریویو تمہارا پرچہ ہے

تمھیں پر اس کی کامیابی یا ناکامیابی کا انحصار ہے۔ ایک اخبار یا موقت الشیوع رسالہ صرف اس امداد پر ہی زندہ رہ سکتا ہے جو اسے اپنے قارئین سے ملے۔ بالخصوص قارئین کے اس حصہ سے جن کو ان خیالات کی اشاعت سے وابستگی ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے پھیلائے جاتے ہیں

ریویو اسلام کو پھیلاتا ہے۔ اور اسلیئے یہ اسلام کا ہی ہے

اور اسلام کے پیرؤں کا تمہارا پرچہ بھی ہے اور ہمارا بھی ہے! ور تم پر یہ فرض ہے کہ تم اسے ہر طرح سے قوت اور مدد پہنچاؤ۔ تمہارے ہی وہ مقاصد ہیں جو اس کے پیش نظر ہیں۔ پرچہ بھی تمہارا ہی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کام تمہارا ہی ہے۔ اسلیئے اس جھنڈے کے گرد جمع ہو جاؤ۔ جمع ہونے کا یہی وقت ہے! اور ہر ایک شخص جو اس قابل ہے اسکا فرض ہے کہ وہ فوراً کھڑا ہو جائے۔ اسلام کی اس فوج میں کوئی کاہل نہیں چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تنور پروانو!

دین کے لیئے استقلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ

جس قدر زور لگا سکتے ہو اس وقت لگاؤ۔ تا اسلام کا شاندار جھنڈا برٹش امپائر کے مرکز میں اور عیسائیت کے سب سے بڑے شہر میں ہاں دنیا کے سب سے نمایاں مقام میں بلند رہے کیا عرب اور افریقہ کے شریفوں اور سیدوں! ایشیا کے شہزادوں اور نوابوں اور امراء اسلام کے عزیز فرزندوں کی رگوں میں وہی غیرت اسلامی کا خون نہیں بہتا؟ کیا وہ فیاضی کی قوت اور وہ جوش دل سینوں میں نہیں؟ کیا اُن کی محبت اس دین کے لیئے کمزور ہو گئی ہے! ور ان کا جوش ٹھنڈا ہو گیا ہے جس کی اُن کے بزرگوں کے دلوں میں اس قدر محبت تھی۔ اور جس کے لیئے انہوں نے جب حالات مقتضی ہوئے جانیں قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا ہمیں اُمید کرتا ہوں کہ ایسا نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اب بھی اسی جوش کی آگ مسلمانوں کے دلوں میں شعلہ زن ہے، اور اسلام کی محبت اب بھی ایسی ہی بردست ہے! اور یہ مطالبہ ہر ایک ان الفاظ کا پڑھنے والا اس رسالہ کا خریدار بن جائے اور جو خریدار ہیں وہ قلم یا زبان یا دونوں سے دوسروں کے لئے خریداری کی محرک بن جائیں ایک ادنے سا مطالبہ ہے اسلام کا جھنڈا برطانوی جزائر میں لہرا رہا ہے۔ اے مسلمانوں کے فرزندو! مغربی ہواؤں میں اس کے سدا لہرانے کا سامان جلد مہیا کر دو +

المشتہر خواجہ عبدالغنی منیجر رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

اِس حُسن ظن کی بنا پر جناب کی خدمت میں خصوصیت سے یہ اپیل ارسال کرتا ہوں - اِس کو ختم کرنے سے پہلے میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ جناب یحییٰ النصر پارکنسن کی اس اپیل کو ملاحظہ فرمائیں جو اشاعت اسلام کے اپریل نمبر میں شائع ہو چکی ہے - اور جس میں سے اقتباس کرکے چند فقرات یہاں بھی نقل کرتا ہوں :-

اسلامک ریویو

بھی ایک مقصد رکھتا ہے - اِس کی بنیاد ایک خاص غرض کے لئے ۱۹۱۳ء کی ابتدا میں رکھی گئی - جب ہمارے بھائی خواجہ کمال الدین نے ایک نئے کام کی بنیاد رکھی - جس میں تازہ خون اور جوش بھرا ہُوا تھا - اور جس کو مذہبی سرگرمی نے ایک قوت دیدی - لورپول میں نہیں بلکہ لندن میں جو عظیم الشان طاقتی امپائر کا مرکز ہے ! اور پروٹسٹنٹ عیسائیت کا دار الخلافہ ہے - یہ ایک بڑی ہمت کا کام تھا جسے ہر مسلمان نے جو دین اسلام کی توسیع اشاعت کیلئے ! اور غیر ممالک میں اسکی صحیح تصویر پیش کیا جانے کے لئے جو اسے ہر دلعزیز بنا دے جوش رکھتا تھا بڑی خوشی سے لبیک کہا - لیکن یہ ایک ایسی ہمت کا کام تھا جو ہمارے اس مُعزز بھائی سے ایک عظیم الشان قربانی چاہتا تھا - اور وہ قربانی بڑی خوشی سے اور شرح صدر سے اس نے کرکے دکھائی - آپ لوگ ریویو کو پڑھتے ہیں - آپ اس کے اصول اُس کی اُمیدوں اُس کی آرزوؤں اسکے مقاصد اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اسکی قیمت کو جانتے ہیں آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ اسکی غرض کیا رہی ہے اِس نے کس قدر کوشش کی ہے - اور کس قدر اس نے اس کوشش میں جو اغراض و فوائد اسلام کی تائید اور حفاظت کے لئے کی ہے کامیابی حاصل کی ہے اگر ایک طرف اس نے اپنا نصب العین یہ رکھا ہے - کہ اسلام کو اس رنگ میں پیش کیا جائے جس رنگ میں اس کے بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے سکھایا تھا - اور جس طرح کہ قرآن کریم اسے پیش کرتا ہے تو دوسری طرف اس نے اسلامی خیالات اسلامی تاریخ ! اسلامی علوم پر مضامین لکھ کر یہ بھی بتانے کی کوشش کی ہے - کہ مسلمانوں نے علوم کی ترقی اور تہذیب کی تدریجی نشوونما میں کیا کیا کوششیں کی ہیں - برادران ! میں چاہتا ہوں کہ آپ اس بات کو خوب ذہن نشین کرلیں کہ یہ پروا کرنے کی بات نہیں کہ ریویو کو کس نے جاری کیا - کون اس میں مضامین لکھنے والے ہیں - ریویو ان کا پرچہ نہیں نہ ان کے فائدہ کے لئے چلایا جاتا ہے - اسکی اشاعت میں کسی خاص شخص کا مالی فائدہ مدنظر نہیں - یہ خواجہ صاحب کا

منافقوں کے مال سے زکوٰۃ لینے سے اِنکار کیا تھا۔ چنانچہ اِس بارہ میں ارشادِ الٰہی یہ ہُوا تھا خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا۔ ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیلو اس کے ذریعہ سے تم ان کی تطہیر کردوگے۔ اور ان کو پاک کردوگے (التوبہ) افسوس کہ اب مسلمانوں کی توجہ اس طرف بالکل نہیں رہی۔ اور یہی وجہ ہے کہ انہیں قومی طور پر فلاح بھی حاصل نہیں کیونکہ ان کی قومیت کے جو کچھ اصول مقرر کئے گئے تھے وہ انہوں نے ترک کردیئے +

دوسری دقت یہ واقع ہوئی ہے۔ کہ جو لوگ زکوٰۃ دیتے بھی ہیں وہ اس کے صحیح مصرف سے ناواقف ہیں۔ اور اکثر لوگ زکوٰۃ دینے والے ان لوگوں کو زکوٰۃ کا روپیہ دیدیتے ہیں جو اس کے حقدار نہیں۔ علاوہ ازیں زکوٰۃ کے متعلق یہ حکم تھا کہ وہ ایک بیت المال میں جمع ہوکر مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ ہو۔ مگر اب چونکہ وہ انتظام تو نہیں اسلئے اوّل تو حق یہ ہے کہ خود اشاعت اسلام سب سے بڑھ کر اس زکوٰۃ کی حقدار ہے۔ اسلام ایک بیکسی و غریبی کی حالت میں ہے۔ اور اسکی توسیع و اشاعت کا اِس کی پاک صداقتوں کو دُنیا میں پھیلانے کا کوئی انتظام مسلمانوں میں نہیں ہے۔ اسلیئے زکوٰۃ کا سارا روپیہ اشاعت اسلام میں چلا جائے تو حرج نہیں لیکن اگر بحصہ رسدی بھی ان مصارف میں جو خود قرآن کریم نے تجویز فرمائے ہیں۔ زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کیا جائے تو ان مصارف میں جہاد یعنی اشاعت اسلام اور مؤلفۃ القلوب یعنی جو لوگ اسلام سے قریب ہیں ان پر روپیہ خرچ کرنا ہے ایسے اُمور میں جن کو اس وقت رسالہ اسلامک ریویو اور ووکنگ مشن ہی بہترین طریق پر ادا کررہے ہیں۔ اسلئے میں آپ سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ آپ خود بھی اپنی زکوٰۃ کی رقم درنہ اسمیں سے کم از کم نصف ووکنگ مشن کی اغراض کے لئے مرحمت فرمادیں۔ اور اپنے دیگر احباب اور تعلقداروں سے بھی یہ اپیل کریں کہ وہ اس موقع پر جب بہرحال قرآن کے حکم کے ماتحت انہوں نے اپنے اپنے مال کا ایک حصہ خدا کی راہ میں نکالنا ہے تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام کو مقدم کرکے بڑا حصہ اپنی زکوٰۃ کا اس مصرف کے لئے عطا فرمادیں۔ الدال علی الخیر کفاعلہ۔ آپ اگر دوسروں کو اس نیکی کی ترغیب دیں گے تو آپ خود تو بہرحال اجر عظیم کے مستحق ٹھیرینگے اور خدا چاہے تو اس طرح پر تبلیغ اسلام کے اس مشن کو جاری رہ سکتی ہے لیکن اس کا انحصار انہی چند احباب پر ہے جو اس کام کی اہمیت کو سمجھتے اور اس خدمت اسلام کے لئے سچا جوش دل میں رکھتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بہی خواہانِ اسلام و اسلامک ریویو

سے اپیل

مکرمی بندہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جو کچھ کام اس وقت تک ووکنگ مشن خدمت اسلام کا کر چکا ہے۔ اور جو کچھ آئندہ کر رہا ہے وہ آپ پر پوشیدہ نہیں میں اس خاص موقعہ پر آپ کی توجہ ایک نہایت ضروری امر کی طرف منعطف کرنے کی جرات کرتا ہوں اور اُمید رکھتا ہوں۔ کہ جس طرح آپ ہمیشہ خدمت اسلام کے ثواب کو حاصل کرتے رہے ہیں۔ اِس موقعہ پر بھی پُوری توجہ فرماکر عنداللہ ماجور ہونگے +

زکوٰۃ کا فریضہ ایک ایسا فریضہ ہے۔ کہ جس پر نہ صرف قرآن شریف نے بار بار زور دیا ہے اور قیام نماز کے ساتھ اسے اسلام کا دوسرا رُکن عظیم قرار دیا ہے۔ بلکہ ادائے زکوٰۃ اور اس کے بیت المال میں جمع ہوکر ضرورت اسلامی پر خرچ ہونے کی بھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہانتک ضرورت کو سمجھا۔ کہ ان لوگوں سے جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا جنگ کیا گیا اور آج تک اُن کے نام کے ساتھ مُرتد کا لفظ بولا جاتا ہے۔ یہ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکرؓ کے وقت کا واقعہ ہے۔ خود رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی یہی نظر آتا ہے۔ بلکہ لفظ زکوٰۃ خُود اِسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ یہ مال کو پاک کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اسی لئے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن میں یہ حکم ہُوا تھا۔ کہ جو لوگ غزوہ تبوک میں شامل نہیں ہُوئے۔ مگر اُن کی توبہ خدا نے قبول کرلی۔ اُن کے مالوں سے صدقہ لے لیں۔ یہ حکم اسلیئے ہُوا۔ کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

زکوٰۃ کا ایک عمدہ مصرف

ہم قارئین کرام کو جیبئے النصر یارکنسن کی اس اپیل کی طرف توجہ دلاتے ہیں جو گزشتہ ماہ کے رسالہ میں چھپ چکی ہے۔ اور جس میں انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ اس وقت اسلامک ریویو اور ووکنگ مشن کی امداد میں کھڑے ہو جانا۔ ہر ایک مسلم کا فرض اوّلین ہے خصوصیت سے ان کی خدمت میں یہ عرض کرتے ہیں کہ اس موقعہ پر اس مشن اور رسالہ کی امداد کا ایک نادر موقعہ ہے۔ جب قرآن کریم کے حکم کے ماتحت ہر مسلم نے اپنے مال کا ایک حصہ زکوٰۃ کے لئے الگ کرنا ہے +

اکثر لوگ زکوٰۃ دینے والے ان لوگوں کو زکوٰۃ کا روپیہ دیدیتے ہیں۔ جو اس کے حقدار نہیں۔ علاوہ ازیں زکوٰۃ کے متعلق یہ حکم تھا کہ وہ ایک بیت المال میں جمع ہو کر مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ ہو۔ مگر اب چونکہ وہ انتظام تو نہیں اسلئے اوّل تو حق یہ ہے کہ خود اشاعت اسلام سب سے بڑھ کر اس زکوٰۃ کی حقدار ہے۔ اسلام ایک بیکسی اور غربت کی حالت میں ہے۔ اور اسکی توسیع و اشاعت کا اس کی پاک صداقتوں کو دنیا میں پھیلانے کا کوئی انتظام مسلمانوں میں نہیں ہے۔ اسلئے زکوٰۃ کا سارا روپیہ اشاعت اسلام میں چلا جانے تو حرج نہیں لیکن اگر حصہ رسدی بھی ان مصارف میں جو خود قرآن کریم نے تجویز فرمائے ہیں۔ زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کیا جائے تو ان مصارف میں جہاں یعنی اشاعت اسلام اور مؤلفۃ القلوب یعنی جو لوگ اسلام سے قریب ہیں ان پر روپیہ خرچ کرنا بھی ایسے امور ہیں جن کو اس وقت رسالہ اسلامک ریویو اور ووکنگ مشن ہی بہترین طریق پر ادا کر رہے ہیں۔ اسلئے ہم قارئین کرام سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ جو بھی اپنی زکوٰۃ کی رقم درست کریں کم از کم نصف ووکنگ مشن کی اغراض کیلئے مرحمت فرما دیں۔ اور اپنے دیگر احباب اور تعلقداروں سے بھی یہ اپیل کریں کہ وہ اس موقع پر جب بہرحال قرآن کے حکم کے ماتحت انہوں نے اپنے مال کا ایک حصہ خدا کی راہ میں دینا ہے تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام کو مقدم کر کے بڑا حصہ اپنی زکوٰۃ کا اس مصرف کیلئے عطا فرما دیں۔ الدال علی الخیر کفاعلہ۔ آپ اگر لوگوں کو اس کی ترغیب دینگے تو آپ خود تو بہرحال اجر عظیم کے مستحق ٹھہرینگے لوگوں کو نیکی کی طرف بلانا بھی بہترین کار ثواب ہے۔ اور خدا چاہے تو اس طرح پر تبلیغ اسلام کے مشن کو بھاری مدد پہنچ سکتی ہے لیکن اس کا انحصار انہی بندگان خدا پر ہے جو

اس کام کی اہمیت کو سمجھتے اور اپنے دل میں خدمت اسلام کے لئے سچا جوش رکھتے ہیں + (جملہ بدل زر چندہ اعانت و زکوٰۃ بنام مینیجر رسالہ اسلامک ریویو و انگلش ویکلی ... ارسال ہوں)

ہوگئی۔ خود وہ زبانیں جن میں وہ الہامی کتابیں نازل ہوئی تھیں مُردہ اور متروک ہوگئیں۔ اور ان کو روزمرّہ کے استعمال کی زبان میں لانے میں انسانی دستبرد کو تصرف کا راہ مل گیا۔ اِس طرح پر وہ تمام پیغام جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے بذریعہ وحی دُنیا کو پہنچائے گئے تھے یا تو مُحرّف مُبدّل ہوگئے اور یا عام لوگوں کے لیئے فہم سے بالاتر ہوگئے۔ اور اسلیئے ایک نئی وحی آنی کی ضرورت پیدا ہوگئی۔ پس قرآن اسلیئے آیا۔ کہ ناان کی جگہ لے اور نسل انسانی کی ہدایت کے لئے مستقل کا کام دے۔ اگر قرآن بھی اِسی طرح محرف و مُبدّل ہو جائے۔ جس طرح پہلی کتابیں ہوگئیں تو اُس کا آخری پیغام ہونے کا دعوےٰ بیجا نہ ہوتا۔ اور اگر قرآن آج بھی حرفًا حرفًا وہی ہے۔ جس طرح رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے نکلا تھا۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال کی یاددشتیں حیرت انگیز طریق پر مفصل اور محفوظ چلی آئی ہیں۔ تو کیا پھر بھی ہمیں کسی نئے نبی کی ضرورت ہے؟ یا خدا کی طرف سے کسی نئی شریعت کی ضرورت ہے؟ پس حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس فرض کو کامل طور پر پورا کرتے ہیں۔ جس کے لیئے نبوت کی چادر کسی انسان کو اُڑھائی جاتی تھی۔ نبی اپنے آپ کو آگے بڑھانے کے لئے نہیں آتے بلکہ وہ خدا کی بندگی میں عاجزانہ روش اختیار کرتے ہیں۔ اور چونکہ کامل طور پر اس کی رضا کی راہوں پر چلنے والے ہوتے ہیں۔ اسلیئے دوسروں کے لیئے وہ بطور نمونہ ٹھیرتے ہیں۔ ان کو ایک پیغام دیا جاتا ہے کہ وہ بنی نوع انسان تک اُسے پہنچا دیں۔ تاکہ اِس طرح پر انسان ہدایت پائیں اور وہ سب سے اوّل اس پر عمل کرکے دکھاتے ہیں۔ اور اِس طرح بذریعہ اپنے عمل کے یہ پیغام دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ اسلیئے وہ نصائح اور حکمت کی باتیں جو خدا کی طرف سے ان کو دیجاتی ہیں۔ ان کے عمل میں ایک نیا جلا حاصل کرکے تاریک دُنیا کے لیئے ایک روشن مشعل کا کام دیتی ہیں۔ قرآن ہمارے ہاتھ میں آج اسی طرح محفوظ ہے جس طرح آج سے تیرہ سو سال پیشتر یہ ہمیں دیا گیا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی صحیح تاریخ آپ کے اقوال و افعال پوری حفاظت کے ساتھ ہمارے سامنے ہیں۔ جو خدا کے کلام کی بہترین تفسیر ہیں۔ اِس لئے قرآن خدا کی آخری کتاب اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کے آخری نبی ہیں +

ہمارے اندر یہ خواہش پیدا نہیں ہونی چاہئیے۔ کہ ہم بھی خدا کے رسول بن جائیں۔ اس کا جواب ہم خود قرآن سے تلاش کرتے ہیں۔ تو ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں بشریت کے اشتراک کا اعلان کر کے نسل انسانی کی مساوات قائم کی ہے وہیں اس کا بھی جواب موجود ہے۔ کیونکہ فرماتا ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم اللہ واحد۔ کہ دو میں صرف تمہاری طرح ایک بشر ہوں میری طرف یہ وحی کی گئی ہے۔ کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے۔ پس ایک ہی لفظ میں فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ مثلیت کس چیز میں ہے۔ کس چیز کو انسان پاسکتا ہے۔ خدا کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لیئے وحی پانا ایک عہدہ ہے نہ اکتساب اور رسول بن جانا ہمارے اختیار کی بات نہیں ہے۔ اس کا انحصار اس پر ہے جو اپنا رسول کسی کو بنانا چاہتا ہے۔ اور پھر اس کے لیئے یہ ضروری ہے کہ کوئی پیغام ہو جس کا نسل انسانی تو پہنچانا ضروری ہو۔ اور اگر قرآن آنحضرت پر رسالت اور نبوت کو ختم کر دیتا ہے۔ تو ہمیں اس کی دلیل بھی ذیل کے الفاظ میں دیتا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (مائدہ۔۵) آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ اور تمہارے لیئے اسلام دین پسند کیا۔ اور پھر فرماتا ہے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (الانعام۔۱۲۵) اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے۔ رسول کا انتخاب خدا کے اختیار میں ہے۔ اور وہ ان کی قابلیت کو بھی جانتا ہے جن کو اس کام کے لئے منتخب کرتا ہے۔ پس رسالت محض ایک موہبت ہے اکتساب نہیں جو کوشش اور پیروی سے مل سکے۔ اور تمام امور اکتسابی ہیں اور وہی امور ہیں ایک ہی قانون کام کرتا ہے۔ اکتسابی امور کو ہم دوسروں کی طرح حاصل کر سکتے ہیں لیکن وہبی امور میں ہمارے دل میں یہ خواہش بھی پیدا نہیں ہو سکتی۔ کہ ہم ان جیسے ہو جائیں اسلیئے خدا کے رسول بن جانا ہماری خواہشات کا منتہا نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں یہ کوئی ناممکن امر نہیں کہ خدا تعالےٰ نے اپنے قانون اور شریعت کو کمال تک پہنچا کر نبوت اور رسالت کے منصب کو ختم کر دے۔ وحی الٰہی ہمارے لئے ہدایت اور روشنی لاتی ہے۔ اور جب ایکدفعہ اس کو کمال تک پہنچایا جائے۔ اور اسکو کامل طور پر محفوظ کرنے کا سامان کر دیا جائے۔ تو پھر اس کے دوہرانے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اب قرآن کے سوائے دوسری تمام الہامی کتابوں میں تغیر و تبدیل اور تحریف الخ

اور وہ ہماری استعداد سے بالاتر نہیں۔ ہم اسی کے نقش قدم پر چلنے والے تابعدار ہو سکتے ہیں جو ہماری طرح انسانی جذبات اور انسانی خواہشات رکھتا ہو۔ وہی ہمارا ہادی اور ہمارے لئے نمونہ ہو سکتا ہے جو پیغمبر عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح بلند آواز میں یہ خوشخبری کا پیغام ہم کو سنائے+

انا بشر مثلکم

میں تمہاری طرح بشر ہوں ہم زینہ کی اس آخری سیڑھی پر نہ پہنچ سکیں جس پر وہ کھڑا ہے لیکن اسکے ٹھہرا دینے والے الفاظ ہماری استعداد کے متعلق تمام شکوک کو کافور کر دیتے ہیں۔ اور امید اور کامیابی کے منظر کو ہماری آنکھوں کے سامنے لے آتے ہیں۔ وہ ہم کو یقین دلاتا ہے کہ وہ اور ہم ایک ہی قسم کی طاقتیں رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کی آرزؤں اور خواہشات میں شریک ہیں۔ اور بشریت کی کمزوریوں سے آزاد نہیں۔ یہ یقین کہ ہمارا اس کامل معلّم کے ساتھ اس قدر بھاری اشتراک ہے۔ ہمارے اندر ایک قوت پیدا کرتا ہے۔ کہ ہم اسکے نقش قدم پر چلکر انسانیت کے اعلےٰ سے اعلےٰ مراتب کو حاصل کریں۔ کوئی خدا اگر انسان ہو کر آئے تو وہ ہمیں نہ ایسا پیغام دے سکتا ہے نہ ہمارے دلوں میں ان امیدوں اور امنگوں کو پیدا کر سکتا ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت محمد ہی یہ لفظ کہہ سکتا تھا۔ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفر لکم ذنوبکم (آل عمران ۳۰) کہدو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے نقش قدم پر چلو اللہ تم سے محبت کریگا۔ اور تمہارے ذنوب سے تمہاری حفاظت کریگا لیکن یسوع اگر خدا ہے تو وہ ہمیں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آؤ میرے نقش قدم پر چلو۔ کیونکہ وہ اپنے پیرووں کو خدا نہیں بنا سکتا۔ یسوع اور اسکے پیرؤں میں استعداد کے لحاظ سے کوئی مناسبت نہیں۔ ہاں اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح یسوع بھی یہ کہے کہ انا بشر مثلکم تو وہ ہمارے لئے ایک سچا نمونہ بن جاتا ہے۔ ایک ہی لفظ کہ وہ ہمارے سامنے چمکتی ہوئی امیدوں اور شاندار ممکنات کا منظر کھول دیتا ہے۔ جب طاقت میں ہم اسکی مثل ہیں۔ تو ضرور ہے کہ افعال میں بھی اس کی مثل ہو جائیں یسوع انسان ہو پھر جو چیز اس میں قابل تعریف ہوگی وہ ہماری خواہشات کا انتہائی مقصد ہوگا۔ اور ان خواہشات کو بلند کرنیکا موجب بنجائیگا

دُنیا کا آخری رسُول

لیکن اگر یسوع صرف خدا کا ایک رسُول تھا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم بھی رسُول تھے۔ تو کیا

اور بعض دوسرے دیوتا انسانوں کے ساتھ مل جل کر رہا کرتے اور ان کے کاروبار میں شریک ہُوا کرتے تھے لیکن عیسائیت کے ظہور پر یہ انسان کی شکل میں خدا محض ایک قصہ بن چکے تھے۔ اور قدیم زمانہ کا ایک خیال ہی خیال باقی رہگیا تھا پس اب ایک نئے خدا کی ضرورت تھی جو پُرانے قصوں کو حقیقت کا رنگ دیدے۔ اور مقدس کنواری کا لڑکا پُرانے زمانہ کی بن باپ پیدائش کی روایات کو تازہ کرنیوالا تھا لیکن ہمارا زمانہ اب کہانیوں اور زُود اعتقادی کا زمانہ نہیں رہا۔ یہاں ہر چیز جو قبول کیجاتی ہے وہ اپنی اصلی قدر و قیمت اور فائدہ کی وجہ سے قبُول کیجاتی ہے جلیل کا نرم دل معلّم خدا ہو یا نہو۔ یہ سوال زیادہ قابل غور نہیں لیکن اگر وہ خدا ہے تو یقیناً انسانوں کے لیئے بطور ایک مُعلّم یا نمونہ کے بیکار نہیں۔ ہم صرف اسی کی پیروی کر سکتے ہیں جس کے مقاصد اور خواہشات ایک انسان کے ہوں۔ جس کے احساسات ہماری طرح ہوں۔ اور جو ہماری کمزوریوں اور ناتوانیوں میں ہمارا شریک ہو۔ ہم یسوع کو بحیثیت ایک مُعلّم اور ہادی کے قبُول کر سکتے ہیں۔ اگر اس کے دعادی انسان سے اوپر ہونے کے نہوں جیسا کلیسیا چاہتی ہے۔ خود یسوع نے کبھی خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اپنے تمام اوضاع و اطوار میں وہ ایسی عاجزانہ روش اختیار کرتا ہے جیسے کوئی انسان جو خدا کی زمین پر چلتا ہو۔ بیشک اس کو خدا کا بیٹا کہا گیا۔ مگر اس نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ دوسرے بھی خدا یا خدا کے بیٹے کہلائے۔ اس کے نزدیک اس محاورہ کے معنے اس سے بڑھ کر نظر نہیں آتے۔ کہ اس سے قرب الٰہی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس نے بھی بعض قوانین اخلاق ہماری ہدایت کے لیئے دیئے۔ مذہبی کام دوسرے معلمین نسل انسانی نے بھی کیا ہے۔ اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اس نے بڑے بڑے عجیب کام دکھائے مگر انہی پاک نوشتوں نے دوسرے بزرگوں کے بھی اسی قسم کے معجزات لکھے ہیں۔ اس کے متعلق ہم کوئی بات ایسی نہیں پاتے جو دوسروں میں نہ پائی جاتی ہو۔ وہ ہمیں انسان ہی انسان نظر آتا ہے۔ اور اس حیثیت میں وہ ہمارے لئے بیشک نمونہ ہے لیکن اس کو خدا بناؤ تو اس کا فائدہ نسل انسانی کے نمونہ بننے کا بالکل خاک میں ملجاتا ہے۔ ہم انسان ہیں۔ اور ہمارے لیئے اس سے بڑھ کر کوئی محرک کسی دوسرے کی پیروی کے لیئے نہیں ہو سکتا۔ کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ ہم میں اور اس میں ایک قسم کی کامل مشابہت ہے اور جو کچھ اس نے کہا ہے وہ ہم بھی کر سکتے ہیں۔ اور

بن جاتے ہیں۔ جن کی ہم نقل کرنے لگتے ہیں لیکن جس مخلوق کے میلان طبع اور استعداد ہم سے بالکل جداگانہ ہو اسکی نقل کرنے کا ہمیں کبھی وہم بھی نہیں آتا۔ ہم ایک شیر کی اسکی بہادری کے لیئے اور ایک ہاتھی کی اسکی طاقت کے لیئے تعریف کرتے ہیں لیکن ہم کبھی یہ خیال نہیں کرسکتے۔ کہ ان کو اپنے لیئے ایک نمونہ بنالیں۔ نہ ہم میں یہ قابلیت ہے۔ اور نہ یہ خواہش پیدا ہوتی ہے۔ کہ ہم شیر یا ہاتھی بن جائیں +

اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا ہم خدا بن سکتے ہیں ؟ ہم میں اس کی قابلیت موجود نہیں ہم ان حدود سے باہر نہیں جاسکتے جو قدرت نے ہمارے اوپر لگادی ہیں۔ اور اگر نسل انسانی کے بڑے بڑے معلم پیغمبروں کی صورت میں وقتاً فوقتاً ہماری رہنمائی اور ہماری اخلاقی بہتری کے لیئے پیدا کیئے گئے ہیں۔ اور یہ کام انہوں نے بہ نسبت اپنی نصائح کے اپنے نمونہ سے زیادہ مؤثر طور پر کر دکھایا ہے۔ تو کیا یہ کہنا ایک بیہودگی نہیں۔ کہ خدا ہمارے لیئے بطور نمونہ آئے قرآن کریم نے اس عظیم الشان صداقت کو کس قدر صفائی سے ظاہر فرمایا ہے۔ قل لوکان فی الارض ملئکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکاً رسولاً۔ (بنی اسرائیل) کہو اگر روئے زمین پر فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے ہوتے تو ہم آسمان سے ان پر فرشتہ رسول اتارتے یعنی فرشتہ اگر رسول ہوسکتا تو وہ فرشتوں کے لئے ہوسکتا۔ چونکہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے علیحدہ نوع کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اسلیئے فرشتہ ہمارا معلم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ ہمارے لئے نمونہ کا کام نہیں دے سکتا۔ پھر خدا کیونکر ہمارے لئے نمونہ بن سکتا ہے۔ اگر ہم میں یہ استعداد ہوتی۔ کہ ہم اس کے نقش قدم پر چل سکیں اور اُس کی نقل کرسکیں تو بیشک انسان کی ہدایت کا اس سے بہتر سامان نہ ہوسکتا تھا۔ کہ خود خدا انسانوں کے درمیان معلم بن کر آجاتے لیکن ہم انسانی حدبندیوں سے اپنا قدم باہر نہیں لیجا سکتے۔ میرے لئے ہمیشہ یہ ایک راز سربستہ رہا ہے۔ کہ وہ کونسا امر ہے جس نے مغرب میں کلیسیا کو یہ ترغیب دی کہ وہ یسوع مسیح کو خدا بنانے اور پھر اس روشنی اور تہذیب کے زمانہ میں اس غلطی پر مصر ہو بیٹھے۔ یہ خیال کیونکر پیدا ہوا اصل بات یہ ہے۔ کہ بت پرست یورپ جیسا کہ اسکی حالت آج سے سترہ سو سال پیشتر تھی۔ ان لوگوں کی طبائع سے اس خیال کو خاص موزونیت تھی۔ ان قدیم ایام میں وہ ڈن تھوڑے یہ بڑی اس

وہ اس سب کا خلاصہ ہے۔ ان الفاظ کے ذریعہ سے اسلام نے عورت کو ایسے رفیع مقام پر پہنچا یا ہے اور اس کی حیثیت کو اس قدر بلند کر دیا ہے۔ کہ جس کے آگے اس کے لئے کوئی ترقی نہیں۔ کیونکہ اس سے آگے کوئی مرتبہ ہی نہیں جو عقل انسانی تجویز کر سکے۔ کہ وہ قابل حصول تھا۔ اور باقی رہگیا ہے۔

حیوانِ ناقل

ماخوذ از خطبہ جمعہ۔ ۳۹ ایرسٹیڈ فورڈ ہلیس لنڈن

انسان حیوان ناطق کہلاتا ہے۔ اسلئے کہ نطق یعنی قوت گویائی اسکو دوسرے تمام حیوانات سے متمیز کرتی ہے لیکن اپنے تمام اعلےٰ درجہ کے قویٰ کے ساتھ انسان آخر کار محض ایک نقل کرنیوالا حیوان ہی ثابت ہوتا ہے۔ اسکی استعداد بیشک اسکو بطور ورثہ ملتی ہے۔ مگر جو کچھ وہ حاصل کرتا ہے۔ وہ محض بذریعہ نقل ہے۔ اس کے اخلاق کی درستگی میں اس کے گردو پیش کے حالات موروثی استعداد سے بڑھ کر کام کرتے ہیں۔ ہمارا طریق زندگی ہمارے اعمال اور افعال۔ ہمارا کھانا اور پینا ہمارا چلنا پھرنا اور ہمارا بات چیت کرنا ان تمام امور میں ہم دوسروں کی نقل کرتے ہیں۔ خود ہماری قوت گویائی ان لوگوں سے جو ہمارے گردو پیش ہوں صورت و شکل اختیار کرتی ہے۔ عام بول چال میں ہم اس زبان کو جو بچپن سے بولنا سیکھتے ہیں اپنی مادری زبان کہدیتے ہیں۔ اور اکثر حالات میں ہم اپنے والدین سے ہی اسے حاصل کرتے ہیں لیکن ایک بچہ اگر انگریزی سرزمین سے اس وقت الگ کر دیا جائے جب وہ ماں کے پیٹ سے باہر نکلے اور اسے زولولینڈ میں رکھ دیا جائے۔ تو اسکی مادری زبان انگریزی نہیں بلکہ زولو ہوگی۔ اور ایک زولو بچہ جو پیدا ہوتے ہی انگریزی سرزمین میں پرورش پائے اسکی مادری زبان انگریزی ہو جائیگی۔ جو انسان کا بچہ پیدائشی گونگا ہو وہ بہرا بھی ہوتا ہے لیکن یا اس کا بہرہ پن ہوتا ہے جو اُسے گونگا بنا دیتا ہے۔ اسکی مخارج آواز اپنی معمولی حالت میں ہوتی ہے لیکن چونکہ اس میں آواز کے سُننے کی استعداد نہیں اسلئے وہ آواز نکالنا بھی نہیں سیکھ سکتا۔ بچپن سے ہی ہماری یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ ہماری عمر میں ترقی کے ساتھ کبھی ہمارے والدین کبھی ہمارے اُستاد یا دوست۔ یا کوئی اور شخص جس کی عظمت ہمارے دل پر اثر کر جائے۔ ہمارے لئے ایک نمونہ

مرد اور عورت ایک ہی اصل سے پیدا ہوئے ہیں ۔ بلکہ نسل انسانی کے پھیلنے میں ان دونوں نے یکساں حصّہ لیا تھا اور لیا ہے ۔ پس اگر عورت ناپاک ہے، تو مرد بھی ناپاک ہے ۔ اگر عورت عبادات کی مجاز نہیں کہ وہ کسی دیوتا یا قربانگاہ کو چھو سکے ۔ تو مرد بھی مجاز نہیں ۔ اور اگر عورت محض شہوات کو پورا کرنے کا ذریعہ ہے تو مرد بھی ایسا ہی ہے +

اور اس طرح پر مرد اور عورت کے مساوات کو قائم کرنے کے بعد قرآن پھر لوگوں کو حکم دیتا ہے ۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کے احکام کا پاس کریں ۔ کیونکہ اسی کے رحم کے ذریعہ سے وہ اس قابل ہیں کہ ایکدوسرے سے التجا کریں انعامات چاہیں یا اپنے حقوق طلب کریں ۔ آیت کا یہ حصّہ زوجیّت کی باہمی خوشی کی طرف توجّہ دلاتا ہے یعنی اُس محبّت کی مسرّت کا ذکر کرتا ہے جو عورت اور مرد میں یا تو بحیثیت بیوی اور خاوند کے ہے یا بحیثیّت بہن اور بھائی کے یا بحیثیّت ماں اور بیٹے کے یا اور کسی رشتہ کے لحاظ سے ۔ خدا ہی ہے جس نے یہ محبّت ہم کو عطا فرمائی ہے ۔ یہ اُسی کے رحم سے ہے ۔ کہ یہ محبّت ہم میں ترقی کرتی ہے ۔ اسلئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اُس کی عبادت کریں ۔ اور اُس کے احکام کا پاس کریں ۔ یُوں ایک نہایت ہی خوبصورت طرز بیان میں قلب انسانی کو یہ محسوس کرایا ہے کہ دونوں جنسوں میں جو اعلےٰ درجہ کی محبت ہے وہ کیسی قابل قدر چیز ہے ۔ جب تک ہم اِن باہمی جذباتِ محبّت کا ٹھیک قدر کرنا نہ سیکھیں ہم اس ذات کی قدر نہیں کر سکتے جس نے یہ جذبات ہمارے اندر پیدا کئے ۔ پس قرآن کریم کا منشا یہ ہے کہ ہمیں چاہئے ۔ کہ باہمی محبّت اور اُلفت کی قدر کریں ۔ اور اُن جذبات کے خالق اور ربّ کا دل سے شکریہ ادا کریں ۔ اور اسکی حمد کریں کہ اُس نے ہم کو ایسی نعمت عطا فرمائی ۔ اس سے صفائی سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ بجائے اس کے کہ مرد عورت کے تعلّقات کو جیسا بدھ یا عیسائی مذہب کے پیروؤں کا خیال تھا ناپاک سمجھا جائے ۔ قرآن کریم ان تعلّقات کو ہمارے اندر مزید احساس شکر گذاری پیدا کرنے کا ذریعہ بناتا ہے ۔ کہ کس طرح اگر ہم ان جذبات کی قدر کریں تو ہم خدا کے اور بھی زیادہ شکر گذار ہوں +

اس کے بعد جو حصّہ آیت کا آتا ہے ۔ وہ درحقیقت ساری سورت کا خلاصہ ہے نہیں بلکہ جو کچھ عورت کے حق میں شروع پیدائش یا ابتدائے ارتقائے انسانی سے آج تک کیا گیا ہے

ان میں کُل انسان مخاطب ہیں۔ گویا ساری دُنیا کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ مرد اور عورت دونوں ایک ہی اصل سے ہیں۔ اسلئے اگر عورت جسمانی طور پر مرد کے مقابلہ میں کچھ کمزور ہے یا مرد نے صدیوں کی تربیت اور صدیوں کی تدریجی ترقی ہونے سے کچھ طاقتیں عورت سے بڑھ کر حاصل کر لی ہیں۔ تو نہ یہ عورت کے لئے شرم کا مقام ہے۔ کہ وہ کمزور رہی ہے۔ نہ مرد کے لئے فخر کا مقام ہے کہ وہ طاقتور ہے۔ دونوں جنس ایک ہی نفس یعنی ایک ہی اصل سے پیدا ہوئی ہیں۔ پس اگر ایک میں کچھ زیادتی یا دوسرے میں کچھ کمی ہے۔ تو اسکی وجہ یہ نہیں کہ ان کی اصلیّت میں بھی کچھ فرق ہے، بلکہ یہ فرق خاص حالات کے ماتحت ایک کے ترقی کر لینے یا دوسرے کے اپنی ترقّی کی پروا نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ خالق کی نظر میں دونوں ایک ہیں۔ اور دونوں کو چاہئیے کہ اپنے خلق کی شُکرگذاری میں خالق کا پاس کریں۔ یہ بڑی پُرمعنی بات ہے۔ کہ ابتدا کو ظاہر کرنے کے لیئے بلفظ نفس استعمال کیا گیا ہے۔ جو مذکّر و مؤنّث دونوں پر یکساں حاوی ہے۔ پس اس آیت میں قرآن کریم کی غرض اس آیت میں یہ تھی۔ کہ انسانی حقوق کے بارے میں عورت اور مرد کی مساوات قائم کرے۔ بلکہ عورت کو قابل عزّت اور احترام ٹھیرائے۔ اسلئے یہاں ایسے لفظ اختیار فرمایا ہے جن میں یہ صراحت نہیں کہ مرد پہلے پیدا کیا گیا۔ تا کہ مرد کو ایک تقدّم کے دعوے کا موقعہ نہ ملے۔ اِسی طرح پر جب یہ فرماتا ہے۔ کہ اسی نفس سے اس کے زوج کو پیدا کیا۔ تو لفظ زوج ایک ایسا لفظ استعمال فرماتا ہے جو مرد اور عورت دونوں پر یکساں حاوی ہے یعنی زوج خاوند کو بھی کہتے ہیں۔ اور بی بی کو بھی۔ اور زوجہا میں ضمیر مؤنّث اسلئے بھی ہو سکتی ہے کہ لفظ نفس عربی زبان میں مؤنّث پر استعمال ہوتا ہے +

پس قرآن کریم یہ فرماتا ہے کہ کُل نسل انسانی ایک جوڑہ سے پھیلی ہے۔ اور اس طرح پر اس کے پھیلنے میں مرد و عورت دونوں یکساں ذمّہ وار ہیں۔ اور یہ طرز بیان اسلئے اختیار کی گئی ہے۔ تا لوگوں کو سمجھایا جائے۔ کہ ان کو یہ حق نہیں کہ عورت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھیں اور اسے اپنی نسبت ادنے مخلوق سمجھیں اور یہ کہیں کہ اس کے کوئی حقوق نہیں یا وہ ناپاک ہے۔ اور صرف مرد کی شہوات کو پُورا کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اور اُس کے قیام نسل کی خواہش کو عمل میں لانے کا ایک آلہ ہے۔ پس یہ آیت ہمیں بتاتی ہے۔ کہ نہ صرف

پھر بھی نبیوں مصلحین۔ انسانیت کے مربیوں میں سب سے اعلےٰ آپ کا ہی مقام ہوتا اور آپ اِس بات کے حقدار ہوتے۔ کہ آپ کو دُنیا کا کامل ترین اور آخری نبی قرار دیا جاتا +

قرآن شریف کی بڑی بڑی سُورتوں میں سے ایک سُورۃ النساء ہے جس کا نام ہی ظاہر کرتا ہے کہ اس وقت کی دنیا کے خیالات کے خلاف کس طرح عورت کو ایک عزت کا مقام دیا گیا ہے۔ اس سُورۃ کی ابتدا میں ہی وہ لفظ ہیں جو اس کے مقام کو بہت بلند کرنے والے ہیں۔ یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفسٍ واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساءً واتقوا اللہ الذی تساءلون بہٖ والارحامؕ ان اللہ کان علیکم رقیباً۔ وآتوا الیتمٰی اموالھم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالھم الی اموالکم انہ کان حوباً کبیرا۔ اے لوگو اپنے رب کا پاس کرو۔ جس نے تم کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا۔ اور اسی کی جنس سے اُس کا جوڑا پیدا کیا۔ اور ان دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا۔ اور اللہ کا پاس کرو جس کا نام لیکر تم ایکدوسرے سے سوال کرتے ہو۔ اور رحموں کا (یعنی عورتوں کے تعلقات کا پاس کرو۔ یقیناً اللہ تم پر نگہبان ہے۔ اور یتیموں کو اُن کے مال دیدو۔ اور اچھی چیزوں کی جگہ بُری نہ بدل دو اور اُن کے مالوں کو اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ یہ ایک بھاری جُرم ہے +

یہ آیات اپنی اصلی حیثیت میں عورت کی مرد کے ساتھ مساوات اور عورت کے مرتبہ کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کی سند ہیں لیکن وہ لوگ جو ان آیات کے نزول سے پہلے دُنیا کی عورت کی تاریخ سے واقف ہیں۔ اور وہ جو ان لوگوں کی رواجات سے واقف ہیں۔ جو ان آیتوں کے نزول کے وقت پہلے مخاطبین یعنی عرب میں مروج تھے۔ ان چند سطروں کے اندر اندر ایک شاندار پیغام عورت کی آزادی اور عورت کی اصلاح کا پائینگے۔ اسکے مرتبہ کو عظیم الشان رفعت کے مقام تک پہنچایا ہوا دیکھینگے۔ اور اسکی بہتری اور اسکے حقوق کے لئے ایک سچا جوش اور اُس کی شفیق خیر خواہی انکو نظر آجائیگی۔ اور ان تمام امور کو اس حد تک پہنچایا ہوا دیکھیں گے۔ کہ اس سے بڑھ کر اعلےٰ اور ارفع مقام خیال میں نہیں آسکتا +

سب سے پہلی بات جو ان آیات کے مُتعلق غور طلب ہے یہ ہے۔ کہ وہ عام دُنیا کے مُتعلق ہیں اور

میں جو آخرت کا گھر کہلاتا ہے۔ الگ الگ نہیں کرتا ۔ بلکہ فرماتا ہے۔ ادخلوا الجنۃ انتم وازواجکم تحبرون ۔ جنت میں داخل ہو جاؤ ۔ تم اور تمہاری بیبیاں خوش کئے جاؤ گے اسلام نیک مردوں اور نیک عورتوں ہر دو کو آیندہ کی خوشحالی اور کامیابی کی خوشخبری دیتا ہے ۔ یوم تری المومنین والمومنات یسعیٰ نورھم بین ایدیھم وبایمانھم بشراکم الیوم جنت تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ذٰلک ھو الفوز العظیم (الحدید۔ ۱۲) اس دن تو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھیگا ۔ ان کا نور اُن کے آگے اور اُن کے دائیں دوڑ رہا ہوگا ۔ آج کے دن تمہارے لئے خوشخبری ہے ۔ باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں انہی میں رہو گے یہ بڑی بھاری کامیابی ہے +

اِس مضمون پر اپنے خیالات کو پیش کرنے کی بجائے یہ بہتر ہوگا ۔ کہ میں خود قرآن کریم کے الفاظ بعض ان اصلاحات کے متعلق پیش کروں جو اسلام نے عورت کی حیثیت میں کیں ۔ اس سے اس وقت کے رواج پر بھی روشنی پڑتی ہے ۔ چونکہ اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا ۔ کوئی تحریف نہیں ہوئی ۔ اسلئے یہ ان واقعات اور روایات کی نہایت ہی مستند اور معتبر شہادت ہے جو اس وقت پیش آئے ۔ جو اس وقت عرب میں جاری وساری تھے جن کا علم اور طریق پر حاصل ہونا بہت ہی مشکل ہے اُنہی آیات کے مطالعہ سے جن میں عورتوں کے حالات کی اصلاح کی گئی ہے ۔ یہ بھی معلوم ہوگا ۔ کہ یہ بیچاری باوجود یہودیت اور عیسائیت کی تعلیم کے جو عرب میں پھیلانے کی کوشش کیجا رہی تھی کِس کِس بیکسی کی حالت میں تھیں زردشت کے مذہب یہودیت اور عیسائیت سے اُس وقت کے عرب ناواقف نہ تھے لیکن ان مذاہب کا ان پر کوئی اثر نہ ہونا تھا اور نہ ہوا ۔ وہ ابھی تک اسی اپنی توہم پرستی میں ۔ اسی بت پرستی میں ۔ اسی مئے خواری میں اور عورتوں کو اسطرح ذلت کی حالت میں رکھنے میں ڈوبے ہوئے تھے ۔ مرد واقع یہ ہے ۔ کہ گو ان مذاہب نے عورتوں کے مذہبی خیالات کی اصلاح کی کوشش کی (گو وہ کوششیں بھی بے سود ثابت ہوئیں) لیکن انہوں نے ان کے اخلاق کی درستگی کے لئے کوئی کوشش نہ کی اور بالخصوص عورت کی حالت میں اصلاح کی مطلق کوئی کوشش نہ کی ۔ اور حق تو یہ ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اور کوئی کام نہ کیا ہوتا سوائے اس کے کہ عرب کو شراب خوری کی لعنت سے آزاد کر دیا ہوتا ۔ اور سوائے اس کے کہ عورت کی حیثیت کو بلند فرما دیا ہوتا

امتیاز نہیں رکھا گیا۔ نہ ہی اس اجر کے بارہ میں کوئی امتیاز بتایا گیا ہے جو ان فرائض کی ادائیگی پر انسانوں کو ملتا ہے خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں۔ اور اس کی کھلے الفاظ میں قرآن کریم نے تصریح فرما دی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتا ہے۔ ومن عمل صالحاً من ذکرٍ او انثیٰ وھو مومن فاولئک یدخلون الجنۃ یرزقون فیھا بغیر حساب (المومن ۔۴۰) اور جو کوئی اچھا عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ ایماندار ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اسکے اندر بغیر حساب رزق دیئے جائیں گے۔ اور فرماتا ہے من عمل صالحاً من ذکرٍ او انثیٰ وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون (النحل ۔ ۹۷) جو کوئی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ ایماندار ہو تو ہم اس کو ایک پاک زندگی میں زندہ کرینگے۔ اور ان کو اُن کا اجر دینگے اچھا اس کا جو وہ عمل کرتے تھے۔ اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ کس خوبی سے مردوں اور عورتوں کو ہر ایک کمال انسانی میں شریک ٹھیرا کر ہر دفعہ مرد کے ذکر کے ساتھ عورت کا ذکر کیا ہے۔ ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنات والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات والصابرین والصابرات والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات والحافظین فروجھم والحافظات والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ واجراً عظیماً (الاحزاب ۔ ۳۵) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔ اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانیوالی عورتیں۔ اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں۔ اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں۔ اور صبر کرنیوالے مرد اور صبر کرنیوالی عورتیں۔ اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنیوالی عورتیں۔ اور صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں۔ اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنیوالے مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں۔ اور اللہ کا بہت ذکر کرنیوالے مرد اور ذکر کرنیوالی عورتیں۔ اللہ نے ان کیلئے حفاظت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے +

یوں اسلام نے مذہباً حقیقی مساوات مرد و عورت میں قائم کر دی۔ اعمال کے کرنے میں بھی وہ اُن کے ہم پلہ ہو سکتی ہیں۔ اور اجر حاصل کرنے میں بھی ان کے ہم مرتبہ ہو سکتی ہیں۔ ہاں قرآن مرد اور عورت کو جو اس دُنیا میں ایکدوسرے کے رفیق ہو کر رہتے ہیں۔ اس خوشی اور سلامتی کے گھر

تم ظالموں سے ہو جاؤ گے لیکن شیطان نے اُن سے لغزش کرادی۔ اور جس حالت میں تھے اس سے اُن دونوں کو نکلوا دیا +

یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قرآن شریف میں یا حدیث صحیح میں کہیں نہیں لکھا کہ جس درخت کے قریب جانے سے آدم اور حوّا کو روکا گیا تھا۔ وہ علم کا درخت تھا۔ اور پھر جب آدم خدا کے حضور معافی مانگتا ہے تو وہ اپنے قصور کا بھی اعتراف کرتا ہے۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔ اے ہمارے ربّ ہم دونوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا (عورت اکیلی نے نہیں) اور اگر تو ہماری حفاظت نہ فرمائے۔ اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہونگے +

اِس طرح یہ وہ امر جو عورت کی اصلی ذلّت کا باعث ہُوا اُس کو جڑ سے کاٹ دیا گیا۔ اور ہبوط آدم کے ذکر میں عورت کو مرد کے برابر حیثیّت دے کر اُس مرتبہ کو بلند کر دیا جس میں یہودیّت اور عیسائیّت نے عورت کو رکھا تھا۔ نہ صرف اُس کے مجرم ہونے کے خیال کو محو کیا گیا۔ بلکہ سارے تذکرہ کو نہایت لطیف رنگ دیا گیا۔ نہ آدم اور نہ ہی حوّا اسباب کا مُوجب ہوئے۔ کہ ان کی نسل میں ہمیشہ کے لئے کوئی ورثہ گناہ کا چلے جو کسی طرح پر محو ہی نہ ہو سکے۔ بلکہ جو کچھ قصور آدم اور حوّا سے ہُوا تھا خدائے غفور رحیم نے اُسے بھی معاف کر دیا۔ چہ جائیکہ ان کی نسل کو بھی اُس گناہ سے آلودہ کر کے انسانی فطرت کو ہی گنہگار ٹھیرا تا۔ باوجود اس قصور کے جو اُن سے سرزد ہُوا اپنی خلافت کی امانت اللہ تعالےٰ نے آدم کے ہی سپرد کی۔ اُس نے مرد و عورت دونوں کو یہ وعدہ دیا کہ اگر وہ زمین پر رہکر اُس کے قوانین کی فرمانبرداری کریں۔ تو اُن کے لئے بڑا اجر ہوگا۔ باوجود انسان کی کمزوری اور اُس کے ضُعف اور اُس کے نقصوں کے اللہ تعالےٰ نے اُس امانت کو جسے پہاڑ بلکہ خود آسمان و زمین نہ اُٹھا سکے اِنسان کے سپرد ہی کیا حالانکہ اُن کے پہلے بزرگ سے کوئی نافرمانی بھی غلطی سے ہو چکی تھی۔ مگر خدا نے اپنے رحم سے انسان کو محروم نہیں کیا۔ حافظ نے ایک آیت قرآنی کا ہی ترجمہ کیا ہے ؎

آسماں بار امانت نتوانست کشید قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

وہ فرائض جو انسان کے ذمے ڈالے گئے ہیں۔ اُن کے بارہ میں مرد اور عورت کے اندر کسی قسم کا

عورت کی حالت میں اصلاح کے لئے بھی آپ اس قسم کے قوانین دُنیا کو دیتے۔ اور نسل انسانی کے معاشرتی اور مدنی تعلقات پر روشنی ڈالتے۔ دُنیا کے مذہبی شارعین میں صرف آپ ہی ایک ایسے انسان ہیں جنھوں نے عورت کے متعلق تفصیلی ہدایات دیں۔ چنانچہ ان کے مذہبی فرائض کے علاوہ آپ کی تعلیم میں یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ ان کے مدنی اور مُلکی حقوق کیا ہیں۔ ان کے اپنی جائداد پر کیا کیا اختیارات ہیں۔ بچوں کی حفاظت کا ان کو کہاں تک حق حاصل ہے وغیر ذٰلک غرض ان کو ایسی ہی وقعت دیگئی ہے جیسی مردوں کو +

سب سے پہلی اِصلاح جو اسلام نے عورت کی حیثیت میں کی وہ یہ ہے۔ کہ وہ یہ تسلیم نہیں کرتا کہ آدم کے جنت سے نکالے جانے میں اصل قصور عورت کا ہے۔ اور کہ وہی نسل انسانی کے گرانے کا ذریعہ بنی۔ اگرچہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا۔ کہ میں دُنیا میں کوئی بالکل نیا مذہب لایا ہوں۔ اگرچہ آپ یہودیوں اور عیسائیوں کو یہی فرماتے تھے۔ کہ الٰھنا والٰھکم واحد۔ ہمارا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے۔ اور ایک ہی خدا کی ہم سب عبادت کرنے والے ہیں۔ اگرچہ آپ نے اپنے پیرووں کو یہ نصیحت فرمائی۔ کہ وہ تمام قوموں کے پیغمبروں اور رہنماؤں کی عزت کریں خواہ کرشن ہو یا بدھ یا موسیٰ یا عیسیٰ۔ اگرچہ آپ نے بعض پُرانے قوانین اور رواجات کو قائم رکھا بالخصوص بنی اسرائیل کے عظیم الشان شارع موسیٰ کے لیکن آپ نے اُن خیالات کو قبول نہ کیا جو تمام دُنیا میں عورت کے حقوق اور حیثیت کے متعلق یا مذہبی معاملات میں اُس کے متعلق پھیلے ہوئے تھے۔

اسلام آدم کے اس عذر کو تسلیم نہیں کرتا جو بائبل کی رُو سے اُس نے اپنے خالق کے سامنے کیا۔ کہ اس عورت نے جسے تُو نے میری ساتھی کر دیا۔ مجھے اس درخت سے دیا اور میں نے کھایا۔ نہ وہ سینٹ پال کے اس خیال کو قبول کرتا ہے۔ کہ آدم کو دھوکا نہیں دیا گیا۔ بلکہ عورت دھوکا کھا کر پہلے مجرم ہوئی۔ بلکہ اُس کی پاک کتاب میں یُوں ہے وقلنا یاادم اسکن انت وزوجك الجنة وكلا منها رغدا حيث شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظلمين ٥ فازلهما الشيطن عنها فاخرجهما مما كانا فيه (البقرہ ۳۵-۳۶) اور ہم نے کہا۔ اے آدم تُو اور تیری بی بی جنت میں آرام سے رہو۔ اور اس سے جہاں چاہو بافراغت کھاؤ۔ اور اس درخت کے قریب مت جاؤ۔ ورنہ

یہ صاف صاف شہادتیں اس امر کی ہیں۔ کہ کس طرح بغیر کسی تحقیقت کے اسکے نیچے ہونے کے لوگوں نے بعض واقعات کے متعلق مُبالغہ کرتے ہوئے مسیح کے نام کے ساتھ بعض خیالات کو وابستہ کر دیا ہے۔ لیا گیا ہے محمودکوششیں رومن کیتھولک کلیسیانے اس امر کے متعلق کی ہیں۔ کہ مسیح کو اسکی اصلی اوراعلیٰ درجہ کی انسانی صفات سے الگ کرکے اُس کی طرف ایسی صفات کومنسوب کرنا چاہا ہے۔ جو کہ لوازم اس میں نہ تھیں۔ اور یہ اسلیئے کرتا اُسے کوئی بڑا مرتبہ دیکر خود اسکی خلافت یا نیابت کے رنگ میں دوسروں پر فرضی فوقیت حاصل کریں۔ تاریخ کی روشنی میں گو وہ روشنی نہایت دُھندلی ہوکر اس کے حالات پر پڑتی ہے۔ مسیح ایک پاک سادہ اور نیک انسان ہے جس نے اپنی زندگی میں اس غرض کو جس کے لئے خدانے اُسے پیدا کیا تھا پُورا کرکے دکھایا +

اسلام کا احسان عورت پر

(از ایچ۔ ایم قدوائی)

(قدوائی صاحب نے ایک نہایت فاضلانہ سلسلہ مضامین کا عورت کی حیثیت پر اسلامک ریویو میں شائع کیا تھا۔ جس میں اُنہوں نے بعض دوسرے مذاہب میں عورت کی حیثیت کے سوال پر روشنی ڈالی تھی۔ وہ سلسلہ مضامین ہم بعض مجبوریوں کی وجہ سے اشاعت اسلام کے قارئین تک نہیں پہنچا سکے لیکن یہ سوال کہ اسلام کے ماتحت عورت کی کیا حالت رہی ہے۔ یا اسلام نے عورت ذات پر کیا احسان کیا ہے۔ اس کا تعلق کسی دوسرے مذہب سے نہیں۔ اسلیئے ہم اس سلسلہ کو دسمبر ۱۹۱۶ء یعنی اسلامک ریویو جلد ۴ نمبر ۱۲ سے شروع کرتے ہیں۔ ایڈیٹر) +

اسلام نے جو حیثیت عورت کو دی ہے اس کو جاننا نہایت آسان ہے۔ کیونکہ اسلام کی پاک کتاب قرآن ہر ایک قسم کی دستبرد سے محفوظ چلی آئی ہے۔ اور دُنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہؤا جس کے اقوال اور الفاظ اس قدر احتیاط کے ساتھ محفوظ کئے گئے ہوں جیسے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال +

یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ آپ کے ظہور سے پہلے عورت کی کیا حالت تھی۔ اور چونکہ آنحضرت انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں عام قانون دُنیا کی ہدایت کے لئے دیئے۔ اسلئے ضرور تھا کہ

(پیدائش باب ۴۶ ورس ۴ - ۳۰) الیاس نے ایک مُٹھی بھر آٹے اور تھوڑے سے تیل کو اس قدر برکت دی۔ کہ وہ ایک خاندان کے لئے پورے سال کے لئے کافی ہو گیا۔ اسی طرح پر اور نبیوں مثلاً موسیٰ نے ایسے معجزات دکھائے جو دوسرے کسی نے نہیں دکھائے۔ موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر پر پھیلایا۔ اور اس کو خشک زمین کر دیا اور پانی تقسیم ہو گیا (خروج باب ۱۴ ورس ۲۱) یشوع کے کہنے پر تابوت کے اُٹھانیوالوں نے یردن کے پانیوں کو ان پانیوں سے جو اُوپر سے آئے تھے کٹا ہوا پایا۔ اگرچہ یہ ساری فصل خریف میں اپنے کناروں سے بھی باہر چلتا رہا (یشوع باب ۳ ورس ۱۰ - ۱۶) الیاس نے اپنی چادر کو لیا اور اسے لپیٹ کر پانی پر پھینکا اور وہ تقسیم ہو گئے (۲ سلاطین باب ۲ ورس ۸) +

اگر ہم معجزات پر ایمان لائیں تو سب پر ایمان لانا چاہیئے۔ اور مسیح کے معجزات دوسروں جیسے ہی ثابت ہونگے۔ اسلئے بڑے آدمیوں کی فہرست میں وہ کسی علیحدہ مقام کا حقدار نہیں پھر یہ کہا جاتا ہے کہ اسکی پیدائش خاص طور پر ہوئی۔ اور وہ کنواری مریم کے پیٹ سے پیدا ہوئے لیکن اگر مسیح بن باپ پیدا ہوئے تو اُن کے جدامجد آدم علیہ السلام بن ماں اور بن باپ کے پیدا ہوئے۔ اور اگر بن باپ پیدا ہونا کوئی وجہ فضیلت ہے تو آدم کا مرتبہ مسیح سے کچھ اُوپر ہونا چاہیئے۔ کیا اسکی پیدائش کو آسمانی ماننے کی وجہ مسیح سے زیادہ وزندار نہیں؟ پھر یہی حالت ملک صدق کی نظر آتی ہے۔ جس کے متعلق پولوس یوں رقمطراز ہے "جہاں پیشرو یسوع جو ملک صدق کے طور پر ہمیشہ کے لئے سردار کاہن ہے ہمارے واسطے داخل ہوا (عبرانیوں باب ۶ ورس ۲۰) اور پھر اس بیان کی تکمیل عبرانیوں باب ۷ ورس ۱ - ۳ میں یوں کرتا ہے۔ کیونکہ یہ ملک صدق سالیم کا بادشاہ خدا تعالےٰ کا کاہن تھا جس نے ابراہام کا جب وہ بادشاہوں کو مار کے پھر آتا تھا۔ استقبال کیا اور اس کے لئے برکت چاہی جس کو ابراہام نے سب چیزوں کی دہ یکی دی۔ وہ پہلے اپنے نام کے معنوں کے موافق راستی کا بادشاہ ہے۔ اور پھر شاہ سالیم یعنی سلامتی کا بادشاہ۔ یہ بے باپ۔ بے ماں۔ بے نسب نامہ جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا آخر مگر خدا کے بیٹے سے مشابہ ٹھہر کے ہمیشہ کاہن رہتا ہے" اب پولوس کہتا ہے یسوع صرف ملک صدق کے طور پر کاہن ہے۔ اور ملک صدق کو خدا کے بیٹے کا مشابہ بنایا گیا یسوع کی تو ماں تھی۔ مگر ملک صدق کی ماں بھی کوئی نہ تھی یسوع دنوں کا شروع اور زندگی کا آخر رکھتا تھا۔ مگر ملک صدق ان قیدوں سے بھی آزاد تھا +

میں پیدا شدہ ہیں چینیوں کو عموماً آسمانی قوم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسی اعتقاد کے ہم رنگ خیالات دوسرے مذاہب میں نظر آتے ہیں۔ ہندوؤں میں بجائے بیٹے کے اوتار کا لفظ اختیار کر لیا گیا ہے۔ مگر ان کے نزدیک بھی یہی انسان کا خدا بن جاتا ہے۔ پس اتنے دعویداروں کے ہوتے ہوئے ایک کو خدا کا بیٹا اور دوسروں کو اس عزت کے خطاب سے محروم قرار نہیں دیا جا سکتا

لیکن اس کو مان کر بھی انسان کی عقل اس بات کو سمجھنے سے بالکل قاصر ہے۔ کہ اس دنیوی معنے کے لحاظ سے جس میں بیٹے کا لفظ بولا جاتا ہے کوئی شخص خدا کا بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے۔ ہاں روحانی طور پر مسیح کو خدا کا بیٹا انہی معنوں میں کہہ سکتے ہیں جن معنوں میں داؤد سلیمان اور بہت سے اشخاص کو خدا کے بیٹے کہہ سکتے ہیں لیکن کسی اور معنے میں مسیح کا ابن اللہ ہونا سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اسلام میں ایمان اور عقل دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ وہ ایک مسلم کے مذہب کی دو آنکھیں ہیں اور فی الحقیقت یہ بڑے درجہ کی ناانصافی ہے۔ کہ جب ہم ان خداداد نعمتوں یعنی عقل اور فکر کو جو سب سے قیمتی خدائی عطیے ہیں زندگی کے دوسرے شعبوں میں کام میں لاتے ہیں۔ تو خود خدا اور اس کے پیغاموں کو سمجھنے میں کیوں ان کو جواب دے دیں آنکھیں بند کر کے ایمان لے آنا کوئی نیکی نہیں ہے اگر کوئی یہ کہہ دے کہ یہ بدی نہیں تو وہ کہہ سکتا ہے لیکن اس کا نام کبھی کسی نے نیکی بھی نہیں رکھا +

پچھلے زمانہ میں لوگ عقل و فکر کو کام میں لانے کے بجائے معجزہ نمائیوں سے قائل ہو جایا کرتے تھے۔ مگر اس قسم کی معجزہ نمائیوں کا سلسلہ ہمارے اس زمانہ میں قریباً مفقود ہے یسوع مسیح ان اشخاص میں سے ایک ہے جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ خطرناک سے خطرناک بیماریوں کو محض ایک دفعہ چھو دینے سے اچھا کر دیتے تھے مرے ہوئے لوگوں میں جان ڈال دیتے تھے۔ اور مٹی کے بنائے ہوئے پرندوں میں روح پھونک دیتے تھے۔ مگر اسی قسم کے غیر معمولی کام دوسرے انبیاء کی طرف بھی منسوب کیے گئے ہیں الیسع کی طرف بڑے بڑے عظیم الشان معجزات منسوب کیے گئے ہیں الیسع نے ایک مرے ہوئے بچے کو زندہ کر دیا (۲ سلاطین باب ۴ درس ۳۶) حزقیل نے ہڈیوں کے بکھرے ہوئے ایک میدان میں ایک بھاری فوج کو زندہ کر دیا (حزقیل باب ۳۷) الیسع نے نعمان کو برص سے چنگا کیا (۲ سلاطین باب ۵) اور جب یوسف نے یعقوب کی آنکھوں پر ہاتھ رکھے تو یعقوب نے اپنی بینائی کو دوبارہ پا لیا

اپنے اندر ایک معقولیت کا رنگ بھی رکھتے ہیں۔ لیکن جب ہم کو یہ کہا جائے۔ کہ اسکی ہستی میں ایک اَور بھی شریک ہے جو اس کا بیٹا کہلاتا ہے تو سب سے پہلا اثر ہمارے قلب پر یہ ہوتا ہے کہ اِس علو اور شان کے مقام سے جو خدائے بیچون کے نام سے ہمارے ذہن میں آجاتا ہے۔ یہ خیالات گر جاتے ہیں۔ اس بات کو الگ کر کے بھی کہ یسوع کی پیدائش آسمان پر ہوئی تھی یا نہیں۔ خود اِس خیال سے وہ رفعت اور علو ذات باری کے متعلق اس عقیدہ کو مان کر ہمارے دل میں باقی نہیں رہتا جو ایک خدا کے ماننے سے پیدا ہوا تھا +

بیٹے کا لفظ یا تو حقیقت پر محمول ہو سکتا ہے۔ اور اس کے لیئے یہ لازمی ہوگا۔ کہ ہم اسے اِسی طرح پر خدا کا بیٹا مانیں جیسے ایک اِنسان کے بچے کو اس اِنسان کا بیٹا مانتے ہیں۔ اور یہ ہو نہیں سکتا۔ اور اگر اس کو مجاز پر محمول کریں اور اس سے مُراد صرف اس قدر لیجائے کہ وہ بعض خدائی صفات کو اپنے اندر لیئے ہُوئے ہے۔ اور ان کا مظہر ہے تو پھر اور بھی بہتیرے ایسے بشر ہیں کہ ان پر یہ لفظ صادق آسکتا ہے۔ اور ان معنوں میں یہ لفظ درحقیقت بولا بھی گیا ہے مثلاً خروج باب ۴ ورس ۲۲ "تب تو فرعون کو یوں کہیو کہ خداوند نے یُوں فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا ہے" سلیمان اور داؤد کو بھی خدا کے بیٹے کہا گیا ہے۔ چنانچہ زبور باب ۸۹ ورس ۲۷ میں ہے "میں اُسے اپنا پلوٹھا بھی ٹھہراؤنگا۔ اور زمین کے بادشاہوں سے بالا"۔ پھر اتواریخ باب ۲۲ ورس ۱۰ میں سلیمان کے متعلق ہے"۔ وہی میرے نام کے لئے ایک گھر بناویگا۔ وہ میرا بیٹا ہوگا۔ اور میں اس کا باپ ہونگا۔ اور میں اسرائیل پر اُسکی سلطنت کا تخت ابد تک قائم رکھونگا"۔ قاضیوں کو بھی داؤد خدا کے بیٹے کہتا ہے۔ چنانچہ زبور باب ۸۲ ورس ۶ میں ہے "میں نے تو کہا کہ تم الہ ہو اور تم سب حق تعالےٰ کے فرزند ہو" +

اس کے علاوہ تاریخ میں اسکی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ کسی کی عظیم الشان قدر و منزلت کو ظاہر کرنے کے لئے اُسے خدا کا بیٹا کہدیا گیا ہے۔ رُومی لوگ اپنی سلطنت کے سب سے اعلےٰ رکن کو خواہ وہ خود مختار افسر اعلےٰ ہو یا شہنشاہ ہو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ چینی لوگ بھی اپنے بادشاہ کو بینگ لیو یعنی خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ جاپانی شاہی خاندان کی اصلیت آسمانوں میں بتائی جاتی ہے۔ کیونکہ میکاڈوؤں کے متعلق جاپانیوں کا یہ اعتقاد ہے۔ اور یہی وہ کہتے ہیں کہ وہ آسمان

قابل اعتبار نہیں عجوبہ اور نادر چیزوں میں محض بطور عجوبہ کے ہمارے لئے ایک دلچسپی کا سامان ہوسکتا ہے مگر ایسے امور ہماری زندگی کے قوانین قرار نہیں پاسکتے۔ درحقیقت یہ اپنے اوپر آپ تمسخر اُڑانا ہے۔ کہ ہم اپنے قلب کو اضداد کا مرکز بنائیں اور ایک چیز کو تو اس لئے قبول کریں کہ اُس کی قدر و قیمت واقعی ہماری سمجھ میں کچھ ہے۔ اور ایک دوسری چیز کو قبول کرنے کے لئے سوائے اس کو مان لینے یا اُس پر ایمان لے آنے کے اور کوئی فائدہ نہ ہو۔ اور اگر ہمارا اس پر ایمان نہ ہو تو فی الواقع بھی اس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو۔ اسی قسم کی چیزوں میں سے جو اپنی قدر و قیمت کو اسلئے کھو رہی ہیں کہ فی الواقع تو اُن کی کوئی قدر و قیمت تھی نہیں صرف ہم نے اپنے ایمان کے ذریعہ ایک وقعت ان کو دیدی تھی یہ وہ خیالات ہیں جن کو عام طور پر لوگ حضرت مسیح کے نام سے وابستہ کرتے ہیں ✤

ہم قدیم رومیوں اور یونانیوں کے معبودان باطل کو عموماً "گاڈز" (دیوتاؤں) کے نام سے پکارتے ہیں۔ صرف اسلئے کہ وہ زبان جس میں اُن کی صفات اور خواص ہم تک پہنچائے گئے ہیں رُومی اور یُونانی لٹریچر کے کمال کو ظاہر کرنیوالے ہیں ہم ان کو دیوتا کہتے ہیں اور اُن کی طاقتوں کو رومیوں اور یونانیوں کی توہمات قرار دیتے ہیں۔ اور علم کی اس شاخ کا نام دیوتاؤں کی کہانیاں رکھتے ہیں لیکن وہ خوبصورت جملے جن میں ان کے کارناموں کا ذکر ہے ان کو ہم لٹریچر یا علم سمجھتے ہیں۔ پس چاہئے کہ مذہب میں بھی اس قسم کی چھان بین کریں۔ اور ایک حصہ کو محض قصے اور کہانیاں اور باطل قرار دیں۔ اور دوسرے کو اعلےٰ درجہ کا لٹریچر لیکن اپنے مذہب کے متعلق اس سے آدھی بھی تحقیق نہ کریں ہمارا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ہم کسی قدر زیادہ احتیاط کے ساتھ اس بات کو دیکھیں کہ وہ چیزیں جو بطور ہمارے مذہب کے ہماری طرف منسوب کیجاتی ہیں واقعی وہ اس قابل ہیں کہ ہم سچے دل سے اُن کی وہ عزت کرسکیں جس کی وہ بظاہر مستحق ہیں ہم جانتے ہیں کہ خدا ایک ہے۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔ وہ سب سے بڑا ہے۔ اور کوئی دوسری شئے اُس کی مثل نہیں۔ وہ سب سے الگ اور سب سے بالاتر ہے دیکھی ہوئی چیزوں سے بھی اور اندیکھی چیزوں سے بھی۔ اب یہ خیالات اللہ تعالےٰ کی ذات کے متعلق آسانی سے سمجھ میں آنے کے قابل اور معقول نظر آتے ہیں۔ اور انسانی فطرت اس بات پر شاہد ہے۔ کہ جن خیالات کی بنا ان امور پر ہے وہ

مذہبی بےچینی

(از ملک عبدالقیوم بی اے علیگ)

اِس زمانہ کے قوائے عقلیہ کے کمال کی طرف ترقی کی ایک بین شہادت اس کی زندگی کا وہ پہلو ہے جس کو مذہبی بےچینی کے نام سے موسُوم کیا جاسکتا ہے۔ اِنسانی تحریکات کی کوئی شاخ اس کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو کم و بیش تحقیق کی روشنی کے نیچے نہیں آیا۔ اور جس کی بناوٹ کے متعلق پوری پوری دیکھ بھال اس زمانہ میں نہیں ہوئی۔ اعلےٰ سے اعلےٰ حاکم کے حکم کو بھی زیر بحث لایا جاتا ہے۔ اور اس پر بحث کرنے میں ایسی دلیری اور جوانمردی دکھائی جاتی ہے۔ جو ہمارے بڑوں میں نظر نہیں آتی۔ آج کے قانون کل محض ایک ردی کا انبار بن جاتے ہیں۔ اور لوگ بعض وقت اس قدر دُور چلے جاتے ہیں کہ وہ خود اپنے آپ کو بھی اس سلوک کے نیچے لانے سے نہیں ہچکچاتے جس کے نیچے صرف دوسروں کو لایا جاسکتا تھا زمین کے اعلےٰ سے اعلےٰ حکمران عام رائے کی تیز شعاعوں کا مقابلہ ایسی خوشی سے کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کو خود اپنے اوپر کس قدر اعتماد ہے۔ یہ زمانہ کی ایک عام حالت ہے۔ جو افراد پر اور کُل پر یکساں حاوی نظر آتی ہے۔ اسی سچائی کے ساتھ یہی بات ہماری مذہبی تحریکات کے متعلق کہی جاسکتی ہے۔ ہمارے عقائد کے چھوٹے سے چھوٹے مسائل جو ہمارے اصُول عقلی پر پُورے نہ اتریں اُن کی اب کوئی قدر نہیں کی جاتی۔ اور ان کو پس پُشت پھینک کر ان کی جگہ خدا پر ایمان کا کوئی بہتر خیال اختیار کیا جاتا ہے یقیناً یہ امید رکھنا جائز نہیں۔ کہ ہم اپنے ایمان اور اُمیدوں کی بُنیاد اس بات پر رکھیں جس میں ان سوالات کا جو ہمارے دِل میں پیدا ہوں کوئی سیدھا سادہ اور تشفی آمیز جواب نہ ملے۔ میں یہ بھی کہونگا کہ موجودہ زمانہ ایسے عقیدہ کا کبھی حامی نہیں ہوسکتا جس کی تشریح سوائے اس کے کچھ نہ ہو۔ کہ اس کو ایک راز قرار دے کر اس سے پیچھا چھڑایا جائے۔ بلکہ لوگ خدا کو بھی ماننے کیلئے تیار نہیں۔ اگر یہ نہ دکھایا جائے۔ کہ اسکو ماننے سے ہمیں کیا خاص فائدہ پہنچتا ہے۔ اسی طرح یہ ہر چیز جس کو ایک اوسط درجہ کی انسانی عقل نہ سمجھ سکے کسی طرح

تم اعراض کرو تو ان کو نرمی سے سمجھاؤ۔ اور نہ تو اپنے ہاتھ کو سکیڑ کر اپنی گردن سے جڑا ہوا رکھو اور
نہ اس کو اسکی آخری حد تک پھیلا دو۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ تم ملامت کیئے گئے تنگدست
ہو جاؤ گے[۵۱] تمہارا رب جس کے لیئے چاہتا ہے رزق کو وسیع کر دیتا ہے۔ اور جس کے لئے چاہتا
ہے تنگ کر دیتا ہے (یا وہ اندازہ سے دیتا ہے) کیونکہ وہ اپنے بندوں سے خبردار ان کو دیکھنے والا ہے
اور اپنی اولاد کو افلاس کے خوف سے قتل مت کرو۔ ہم ہی ان کو رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔
ان کو قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔ اور زنا کے نزدیک مت جاؤ۔ وہ بےحیائی کی بات اور بُرا چلن ہے اور
جس جان کو خدا نے منع کیا ہے۔ اُسے سوائے ضرورت حقہ کے مت مارو۔ اور جو شخص ظلم سے مارا جائے
اس کے وارث کو ہم نے اختیار دیا ہے سو چاہیئے کہ وہ بھی قتل میں حد سے نہ بڑھے۔ کیونکہ اس کی
مدد کی گئی ہے۔ اور یتیم کے مال کے قریب مت پھٹکو۔ مگر احسن طریق سے یہاں تک کہ وہ اپنے
بلوغ کو پہنچ جائے۔ اور عہد کو پورا کرو۔ یقیناً عہد کے متعلق سوال کیا جائیگا۔ اور جب ماپ کر دو
تو پورا پیمانہ دیا کرو۔ اور صحیح ترازو سے تول کر دو۔ یہ بہتر ہے۔ اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔ اور
جس بات کا تم کو علم نہیں۔ اُس کی پیروی مت کرو۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل سب کے سب سے ہی
سوال کیا جائیگا۔ اور زمین میں اکڑ کر مت چلو۔ تم زمین کو پھاڑ نہیں سکتے۔ اور نہ بلندی
میں پہاڑوں کو پہنچ سکتے ہو۔ یہ سب چیزیں ان کی برائی تمہارے رب کے نزدیک ناپسندیدہ
ہے۔ یہ وہ دانائی کی باتیں ہیں جو تمہارے رب نے تمہاری طرف وحی کی ہیں۔ اور خدا کے
ساتھ دوسرا معبود مت ٹھیراؤ۔ ورنہ تم ملامت کیئے گئے۔ اور دھتکارے گئے ہو کر جہنم میں
گرائے جاؤ گے۔ کیا تمہارے رب نے تم کو بیٹوں کے لئے چن لیا۔ اور فرشتوں کو لڑکیاں بنایا
یہ بڑی بُری بات کہتے ہو (بنی اسرائیل) +

۵۱ ہاتھ کو سکیڑ کر گردن سے جکڑا ہوا رکھنے سے مراد بخل دکھانا ہے۔ یعنی یہ کہ آدمی جب خرچ
کا موقع آئے تو بخل سے کام لے۔ کیونکہ طوق عربی میں خیرات کرنے کے موقعہ میں آتا ہے۔ اور کل البسط
یعنی پھیل سکنے کی حد تک پھیلا دینے سے مراد ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا ہے۔ یا اسراف ہے۔
بخیل کو ملامت ہوتی ہے اور فضول خرچ آخر تنگدست ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس میں عام اصول کفایت شعاری
کا سکھایا ہے (از ترجمۃ القرآن انگریزی مولوی محمد علی صاحب) +

ایک متوسط درجے کے نیک انسان کی تصویر قرآن کریم نے یُوں کھینچی ہے" اور خدائے رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں۔ اور جب جاہل ان سے جہالت کی باتیں کرنے لگیں تو سلام کہ دیتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کے آگے سجدے میں اور کھڑے ہوتے رات گذار دیتے ہیں۔ اور جو یہ دُعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب عذابِ جہنّم کو ہم سے پھیر دے۔ اس کا عذاب بڑی بھاری مصیبت ہے وہ بہت بُری قرار اور قیام کی جگہ ہے۔ اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ بیجا خرچ کرتے ہیں نہ موقع پر خرچ کرنے سے بُخل کرتے ہیں۔ اور اُن کے درمیان وسط کی راہ اختیار کرنا ہے۔ اور جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ سوائے ضرورت حقہ کے کسی جان کو قتل کرتے ہیں۔ اور نہ زنا کرتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اور جو جھُوٹ کے پاس نہیں جاتے۔ اور جب لغو پر گذرتے ہیں۔ تو وضعداری کے ساتھ گذر جاتے ہیں اور جن پر جب اُن کے رب کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گر جاتے اور جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیبیوں اور بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ اور ہم کو مُتقی لوگوں کا امام بنا ئیو" الفرقان۔ پھر فرمایا۔ نیکی یہ ہے کہ ایک شخص اللہ پر ایمان لائے اور آخرت کے دن پر اور کتاب پر اور نبیوں پر اور خدا کی محبت کے لئے اپنا مال قریبیوں کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور قیدیوں کے آزاد کرنے کے لئے دیدے۔ اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ ادا کرے اور اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے اور تنگی اور مصیبت میں اور جنگ کے وقت مصائب کو برداشت کرنے والے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اور یہی متقی ہیں (البقرہ)

اور فرمایا "تیرے رب نے یہ حکم دیا ہے۔ کہ اسکے سوائے کسی کی عبادت مت کرو۔ اور والدین کے ساتھ نیکی کرو۔ اگر ان میں سے ایک یا وہ دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک مت کہو اور اُن کو جھڑکو نہیں اور ان کے ساتھ مُودّبانہ بات کرو۔ اور محبت سے خاکساری کا پہلو ان کے سامنے جھکائے رکھو۔ اور کہو اے میرے رب ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھ چھوٹے سے کو پالا تمہارا رب جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اُسے جانتا ہے۔ اگر تم صلاحیت والے ہو تو وہ ان لوگوں کی حفاظت کرنے والا ہے جو اسکی طرف لوٹ لوٹ کر آتے ہیں۔ اور قریبی کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو بھی اور فضول خرچی نہ کر۔ فضول خرچی کرنیوالے شیطانوں کے بھائی ہوتے ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گذار ہے۔ اور اگر اپنے رب کی رحمت کے اُمیدوار ہو کر اُن سے

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں بنتا جب تک کہ جس بات کو اپنے لئے محبوب ٹھہراتا ہے۔ اسی کو اپنے بھائی کے لئے پسند نہ کرے لیکن قرآن کریم کی تعلیم کو کانفیوشس کی طرح عدل پر ختم نہیں کیا گیا بلکہ مومن کامل کے لئے یا ان لوگوں کے لئے جو سابقون میں داخل ہونا چاہتے ہیں عدل سے بڑھ کر بھی حکم ہے۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ۔ اللہ تعالےٰ عدل کا حکم بھی دیتا ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر احسان کا حکم دیتا ہے یعنی بغیر کسی معاوضہ لینے کے یا حق طلب کرنے کے دوسروں سے نیکی کرو۔ اور اس پر بھی بس نہیں کی۔ بلکہ اس سے آگے یہ حکم دیا کہ ایتاءِ ذی القربیٰ دوسروں کو تمہارا دینا ایسا ہو جیسا قریبیوں کو جہاں دل میں احسان کا بھی خیال نہیں ہوتا۔ بلکہ محض فطرت کا تقاضا ہوتا ہے۔ پس حقیقی انسان کامل کی اصلی حالت یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ نیکی کرنا اُس کی فطرت میں داخل ہو جائے۔ عدل کے بھی مشکل سے مشکل تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے قرآن کریم کی تعلیم میں زور دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ فرمایا۔ کہ یایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ انصاف کو ہاتھ میں لے کر بڑی مضبوطی سے کھڑے ہو جاؤ۔ تاکہ محض اللہ کے لئے گواہی دینے والے ہو۔ گو اس انصاف سے تمہاری اپنی جانوں کو بھی نقصان پہنچے یا وہ ماں باپ کے خلاف ہو یا قریبیوں کے خلاف ہو۔ پس یہاں تو انصاف کے اس پہلو کو کمال تک پہنچایا۔ کہ اگر انصاف کرنے میں تمہاری اپنی جان کو بھی نقصان پہنچے یا تمہارے عزیز سے عزیز رشتہ داروں کو نقصان پہنچے تب بھی انصاف کو ہاتھ سے نہ دو۔ اسی کمال کو ظاہر کرنے کے لئے قوامین بالقسط کا لفظ استعمال فرمایا۔ مگر ایک دوسرا پہلو بھی تھا اس کو بھی تصریح کے ساتھ بیان فرما دیا۔ ولا یجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔ یہ پہلے مرتبہ سے بھی بلند تر مرتبہ عدل کا ہے کیونکہ وہاں تو عدل کے مقابل پر نقصان اُٹھانے کی تعلیم ہے۔ یہاں عدل کی خاطر اپنے دشمن کو فائدہ پہنچانے کی تعلیم ہے۔ دشمن کے معاملہ میں انسان بعض وقت بہت زیادتی کر لیتا ہے۔ اور ایسا کرنے میں اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتا ہے اسلئے فرمایا۔ خود نقصان اُٹھانا پڑے تو بھی عدل کو ہاتھ سے نہ دو۔ دشمن کو فائدہ پہنچتا ہو تو بھی عدل کو ہاتھ سے نہ دو۔ گویا عدل کی تعلیم کو بھی کمال تک قرآن کریم نے ہی پہنچایا۔ اور اس کے اوپر جو تعلیم دی ہے۔ اُس کا ذکر میں کر چکا ہوں۔ (ایڈیٹر)

اس کا مقابلہ ہم اسلامی تعلیم سے کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام نے مومنوں کو یعنی ان لوگوں کو جو کمال کی طرف قدم بڑھانے والے ہیں دو قسم پر تقسیم کیا ہے۔ ایک اوسط درجہ کے راستباز انسان اور ایک وہ جن کو سابقین یا مقربین کے نام سے موسوم کیا ہے۔ سابقین کا مرتبہ تو بہت ہی بلند ہے جو تصویر قرآن کریم نے اوسط درجہ کے نیک انسان کی کھینچی ہے۔ وہ بھی ایک ایسا مرتبہ ہے جو کہ کانفیوشس کے خیال کے انسان کامل سے بڑھ کر نظر آتا ہے۔ اور جو نقص کانفیوشس کی اس تصویر میں جو انسان کامل کی اس نے کھینچی ہے رہ گئے ہیں خواہ اسکی وجہ خود اس زمانہ کی ضرورت ہو اور خواہ بعد میں بوجہ مرور زمانہ ساری تعلیم محفوظ نہ رہی ہو۔ ان نقصوں کی بھی یہاں اصلاح کر دی ہے۔ درحقیقت انسان کامل کے متعلق کانفیوشس کی ساری تعلیم کا نچوڑ والدین کی فرمانبرداری اور حقوق انسانی کا ادا کرنا یا عدل و انصاف کے ترازو کو مستقیم رکھنا ہے۔ اور اس تعلیم کو قرآن کریم نے چند لفظوں میں لے کر تفصیلات کو چھوڑ دیا ہے مثلاً والدین کی فرمانبرداری یا ان کے ساتھ نیکی کے سلوک کے متعلق تو یوں کمال کر دیا۔ کہ اسکو خدا کی عبادت سے دوسرے درجہ پر رکھدیا جیسا کہ فرمایا۔ وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا۔ تیرے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ اسکے سوائے کسی کی عبادت مت کرو۔ اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔ یہاں لفظ فرمانبرداری کی بجائے لفظ احسان اختیار کیا ہے۔ اور اسکی دو وجہ ہیں ایک تو یہ کہ حقیقی فرمانبرداری تو اللہ تعالےٰ کی ہی ہے۔ اسلیئے خدا کی عبادت کے لفظ کے ساتھ دوسرے کی فرمانبرداری کا بھی ذکر نہیں کیا۔ اور دوسرے یہ کہ احسان کے لفظ میں فرمانبرداری کا بھی ذکر آ گیا۔ کیونکہ احسان کے لفظ میں فرمانبرداری تو خود پائی جاتی ہے۔ ہاں اس کی تصریح دوسری جگہ یوں فرما دی۔ وان جاھداك علی ان تشرك بی ما لیس لك بہ علم فلا تطعھما۔ اور اگر وہ یعنی والدین یہ زور لگائیں کہ تم میرے ساتھ شریک ٹھیراؤ جس کا تمہیں علم نہیں تو اُن کی فرمانبرداری مت کرو جس سے معلوم ہوا۔ کہ امور دنیا میں اُن کی فرمانبرداری ان کے کافر ہونے کی حالت میں بھی ضروری ہے۔ ہاں جہاں وہ خدا کے صریح حکم کی خلاف کسی کام کے لئے کہیں تو فرمایا۔ کہ وہاں ان کی پیروی مت کرو۔ یہ تو ایک حصہ کانفیوشس کی تعلیم کا ہے جس کو دو آیات میں قرآن کریم نے کمال کو پہنچا دیا ہے۔ اور دوسرا حصہ یہ ہے ان اللہ یامر بالعدل۔ اللہ تعالےٰ عدل کا حکم دیتا ہے۔ عدل یہی ہے کہ انصاف کے ساتھ معاملہ کرو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ

ہم اپنے آپ کو جس قدر ممکن ہو مفید بنائیں۔ اور اپنی ساری قابلیت اور ساری لیاقت کو جو ہم رکھتے ہوں۔ خواہ وہ کتنی ہی تھوڑی کیوں نہ ہو۔ اور اپنی ساری ذہانت کو جو خدا نے ہمیں دی ہے انسانی نیکی یا کمال کے اعلےٰ سے اعلےٰ مرتبہ کو حاصل کرنے میں لگا دیں۔ کانفیوشس کا ایمان خدا سے بر تر بہر ممکن ہی تھوڑا ہو۔ اسکو یہ محسوس ہوا ہو جیسا کہ اس نے فی الواقع کہا ہے۔ کہ موت اور غیر فانی ہونے کے سوالات پر بحث کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ یہ ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔ مگر اس کی فطرت اصلی مذہبی خیالات اور احساسات سے لبریز نظر آتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس کے خیال میں موجودہ زندگی ہی ہمارے غور اور مطالعہ کا اعلےٰ سے اعلےٰ مقصد ہونا چاہئے۔ تاکہ ہم اس کو کامل کر سکیں۔ اسیطرح اس نے زندگی بسر کی اور اسی طرح وہ کام میں لگا رہا۔ اور اس کا مقصد ہمیشہ یہی رہا۔ کہ زندگی میں انسان کی خوشی کو بڑھائے۔ اور اس کے اخلاق کو بلند کرے۔ وہ کہتا ہے کہ "میں نہیں جانتا موت کیا ہوتی ہے کیونکہ ایک شخص جو ابھی یہ بھی نہیں جانتا کہ زندگی کیا ہے تو وہ یہ علم کیونکر حاصل کر سکتا ہے کہ موت کیا ہے"۔ یہ کہہ لو کہ یہاں دائرہ نظر انسانی کو تنگ کر دیا گیا ہے۔ مگر کیا ایک بلند مقصد نہیں تھا ؟ کیونکہ ایک انسان خدا سے محبت اور خدا کی قدر اس سے بہتر طریق پر کس طرح کر سکتا ہے کہ وہ اپنے ہمجنسوں سے محبت کرے۔ پس اگر ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا علم زیادہ ہے۔ ہم خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور آئندہ زندگی کی امید رکھتے ہیں تو کس قدر بڑھ کر ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے۔ کہ پھر اس زندگی کو بہتر سے بہتر طریق پر گذار دیں۔ ان تمام چیزوں سے بچیں جو کمینگی یا ذلت یا ناانصافی کی طرف لے جانیوالی ہیں۔ گو ان میں ہمارا فائدہ ہو۔ اور ان تمام امور کو مضبوطی سے پکڑ لیں جو حق ہیں جو شرف انسانی کے کام ہیں۔ جو راستبازی کی طرف لیجانے والے ہیں۔ اور ہر یوم آگے قدم بڑھاتے جائیں! اور انتہائے کمال کے مقصد کے زیادہ قریب ہوتے چلے جائیں۔ یہانتک کہ انسان کامل کی پوری تصویر اور نقشہ ہمارے اندر اتر آئے +

نیکی میں اوسط درجہ کا انسان مطابق تعلیم قرآنی

{ جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے جس میں کانفیوشس کے خیال کے مطابق انسان کامل کی تصویر کھینچی گئی ہے

اسکا موجودہ جرمن تہذیب کے خیالات کیساتھ مقابلہ کرو جو انسان کامل کے متعلق پیش کیئے جاتے ہیں۔
مگر یہ ایک ضمنی بات ہے میں اپنے مضمون کی طرف واپس آتا ہوں۔ میرے نزدیک کوئی آدمی جو ایسے بلند مقصد کو سامنے رکھکر اس کی نقل کرنے کی کوشش کریگا۔ وہ ضروری ہے کہ کچھ نہ کچھ بہتر ہو جائے اور زیادہ شرافت انسانی کو پائے۔ گو اس کا کامل مرتبہ نہ پائے۔ درحقیقت زندگی کے اعلےٰ معیار کو مدنظر رکھنے کا یہی معاوضہ ہے۔ کہ کوشش کرتے ہوئے ضروری ہے کہ کچھ نہ کچھ اپنے آپ کو بہتر بنالیں۔ جیا دہ زندگی کی تمام راہوں میں کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھالیں گو ہم انتہائی حد تک نہ پہنچ سکیں۔ کانفیوشس نے خود بھی کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا۔ کہ اُس نے وہ انتہائی مقام حاصل کرلیا ہے۔ وہ اپنی ساری زندگی میں ایک نہایت عاجزانہ روش رکھتا تھا۔ اور اپنی قابلیتوں کے متعلق نہایت انکسار سے کام لیتا تھا یوں تو میں وہ کہتا ہے "میں اس قدر نیک نہیں ہوں۔ کہ حزن و تفکرات سے آزاد ہوں۔ نہ اس قدر دانا ہوں کہ تشویش سے خالی رہوں۔ نہ اس قدر جری ہوں۔ کہ خوف سے بچا ہوا رہوں۔ ایک اور موقعہ پر اس کا اپنے آپ کو ان الفاظ میں بیان کرنا پایا جاتا ہے۔ "اگر میں ایک ایسے آدمی کا خیال کروں جو مرتبہ ولایت اور انسانیت کی نیکی دونوں اپنے اندر جمع رکھتا ہے۔ تو میں کس طرح اپنے آپ کا اس کے ساتھ مقابلہ کرسکتا ہوں میں صرف اسقدر کہنا چاہتا ہوں۔ کہ میں بغیر مایوس ہونے کے ان نیکیوں کے بجالانے کی کوشش کرتا ہوں" اور بغیر ناامید ہونے کے یا حوصلہ ہارنے کے انکو دوسروں کو سکھلانے کی کوشش کرتا ہوں"۔ کیا زندگی کا سچا طریق نہیں۔ کہ انسان خودستائی اور خودنمائی سے بچا رہے۔ ہاں نیک کام کرنے اور اچھی باتوں کو حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہے اور علم کے سکھلانے اور سیکھنے میں اپنے آپ کو لگائے رکھے کیونکہ یہی طاقت اور نیکی ہے یہی با خدا ہونا ہے۔

ایک اور سبق کی طرف کانفیوشس کی زندگی سے میں توجہ دلا کر بس کرتا ہوں۔ اچھے اور برے آدمی کا ذکر کرتے ہوئے کانفیوشس یہ دکھاتا ہے۔ کہ ہر ایک کے ساتھ کیسا معاملہ ہونا چاہیئے۔ وہ کہتا ہے "جب تم ایک دانا آدمی کو دیکھو تو غور کرو کہ کیا تمہارے اندر وہ خوبیاں ہیں۔ جو اُس کے اندر ہیں۔ جب تم ایک شریر آدمی کو دیکھو تو اپنی حالت پر غور کرو۔ اور اپنے چال چلن کا کامل غور سے معائنہ کرو"۔ "اگر ہم تین ہوں جو اکٹھے سفر کررہے ہوں۔ تو میں یقیناً اپنے رفیقوں میں دو معلم پاؤں گا۔ میں نیک آدمی کو اُس کے نقش قدم پر چلنے کے لئے اختیار کرونگا۔ اور برے آدمی سے اپنی اصلاح کا فائدہ اُٹھاؤنگا" اپنی تربیت کا فرض اس سے زیادہ صاف الفاظ میں نہیں رکھا جاسکتا۔ کیا اب بھی ہمارا اہم ترین فرض نہیں کہ

دینے سے پاک ہوجاتا ہے۔ اسطرح پر اپنی اندر کی بُرائی کو دُور کرکے اور نیکی کو قوت دے کر ہر ایک انسان اپنے لئے نجات حاصل کرسکتا ہے۔ اگر آپ ایکدفعہ اُس کی تعلیم کے اس عنصر کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لیں تو آپ کو یہ بات بہتر سمجھ آجائے ۔ کہ کانفیوشس کو انسان کی طاقت پر کہ وہ اعلےٰ سے اعلےٰ نیکی کے مرتبہ کو جیسا کہ انسان میں بہ نظر آتی ہے پاسکتا ہے کسقدر بھروسہ تھا۔ وہ نیکی کا مزہ کیا ہے۔ اسکو ہم اُسکی اپنی تصنیفات سے دیکھتے ہیں ذیل کے چند اقتباسات "لی کی" سے لیئے گئے ہیں :-

ا۔ "انسان کامل بننے کا طریق یہ ہے کہ اپنی تمام محبت کو حق پر لگائے ۔تعلیم سے محبت کرے جو علم کا ذریعہ ہے۔ اور نیکی سے محبت کرے جس کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کرسکتی" +

۲۔ "انسان کامل کا قول اُس کے فعل کی عزت کرتا ہے۔ اور اُس کا فعل اس کے قول کی عزت کرتا ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ انسان کامل میں کامل اخلاص ہوتا ہے" +

۳۔ "انسان کامل بجائے اسکے کہ اپنی یافت کو اپنی قابلیت سے بڑھ کر جانے۔ اپنی قابلیت کو اپنی یافت سے بڑھ کر رکھتا ہے" +

۴۔ "انسان کامل سارا نفع جو اسے حاصل ہوسکتا ہے نہیں لیتا بلکہ کچھ لوگوں کے لئے چھوڑتا ہے" +

۵۔ "انسان کامل صرف مُنہ کے لفظوں سے ہی اپنے ہمجنسوں سے محبت نہیں کرتا جب وہ ان لوگوں کے مُتعلق دریافت کرتا ہے جو سردی میں ہیں تو وہ انکو کپڑے پہناتا ہے۔ اور جو بھوکے اور محتاج ہیں ان کو کھانا کھلاتا ہے" +

اِس قسم کے اقتباسات بہت سے دیئے جاسکتے ہیں لیکن میں صرف ایک اور دونگا جو مجھے ہمیشہ بہت خوبصورت اور قریباً کامل معلوم ہوا ہے +

"جب انسان کامل اپنے مرتبہ کا لباس پہنتا ہے۔ تو وہ اس کو انسان کامل کے آداب سے سنوارتا ہے۔ اور اُن آداب کو وہ انسان کامل کی زبان سے سنوارتا ہے۔ اور اس زبان کو وہ انسان کامل کی نیکی کے ساتھ بہتر بناتا ہے۔ اسلیئے انسان کامل کو یہ شرم آتی ہے ۔کہ وہ لباس تو رکھے مگر آداب نہ رکھے۔ اور اسے شرم آتی ہے کہ آداب تو رکھے مگر طرز گفتگو نہ رکھے۔ اور اُسے شرم آتی ہے کہ وہ طرز گفتگو تو اچھی رکھے مگر نیک اوقع نیکی نہ رکھے۔ اور اسکو شرم آتی ہے کہ وہ نیکیاں تو رکھے مگر اُن کے مناسب چال چال چلن نہ رکھے" +

"جب معاملہ ایسا ہو جس میں کسی بُرے کام کا سوال ہو۔ تو ایک بیٹے کو نہیں چاہیئے کہ اپنے باپ کو سمجھانے میں کوئی کمی کرے۔ بلکہ بُرے کام میں محض فرمانبرداری ماں باپ کے ساتھ نیکی نہیں" +

اِسی کو دوسرے الفاظ میں ادا کرو۔ تو یہ تعلیم اس فرقہ کے قطعاً خلاف ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ بڑی نیکی کے لئے چھوٹی سی حق تلفی کر لینا جائز ہے۔ یا اس غرض سے بدی کا کرنا جائز ہے کہ تا نیکی پیدا ہو۔ کانفیوشس کے مذہب میں ضروری سے ضروری فرائض بھی باقی نہیں رہتے۔ اگر ان سے عزت یا انصاف کا خون ہوتا ہو۔ بدی سے بدی ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور کوئی شخص بغیر اس بلند مرتبہ سے گر جانے کے جو انسان کامل کا معیار حقیقی ہونا چاہیئے بدی کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ ان خیالات سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ کانفیوشس مسئلہ قدر کا قائل تھا۔ اسکی یہ تعلیم تھی کہ ہر ایک انسان اپنی قسمت کا آپ مالک ہے۔ اور اس لئے اپنے اعمال کے نتائج اسے خود برداشت کرنے چاہئیں۔ اس کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ انسان پیدا نشتاً نیک ہوتا ہے۔ نہ کہ جیسا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فطرتاً وہ بدکار ہے اور بذریعۂ اصلاح کے نیک بنتا ہو۔ اس قسم کا عقیدہ اس تعلیم کے خلاف ہے جو انسان کی عزت و شرف کے متعلق وہ دیتا تھا۔ اور اس کمال کی نفی کرتا ہے جو اس کے نزدیک انسان حاصل کر سکتا ہے +

پروفیسر ڈگلس کانفیوشس کے مذہب پر لکھتے ہوئے رقمطراز ہے "سب انسان نیک پیدا ہوتے ہیں۔ اور سب میں وہ خدا داد صفات ہوتی ہیں۔ جو اُن کو اعلےٰ سے اعلےٰ فطرت حاصل کرنے کے قابل بناتی ہیں۔ وہ چیز جو انسان ورثہ میں پاتا ہے نیکی ہے۔ اور یہی جب کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ تو اسکی فطرت بن جاتی ہے" +

بدقسمتی سے یہ نیکی جو خدا کی طرف سے انسان کو ورثہ میں ملتی ہے ہمیشہ بے عیب نہیں رہتی۔ یہ مثل ایک پاکیزہ پانی کی جھیل کی ہے جو بہت سی ندیوں میں ہو کر سمندر میں جا ملتی ہے۔ اور بعض ندیاں بہت دُور جانے سے پہلے آلودہ اور ناپاک ہو جاتی ہیں بعض دُور تک بہہ نکلتی ہیں۔ مگر زمین میں سے پاک نہیں رہتیں بعض زیادہ اور بعض کم ناپاک ہو جاتی ہیں لیکن تھوڑی ہیں جو اپنی اصلی پاکیزگی کے ساتھ سمندر میں جا ملیں یہی حالت انسانوں کی ہے وہ ایک پاک سرچشمہ سے نکلتے ہیں لیکن اکثر حالتوں میں دنیا کے تاثرات اُس کی حرص و ہَوَا اور اس کی خوشیاں ان کے خلاف ہوتی ہیں۔ اور وہ بہت جلد آلودہ ہو جاتے ہیں مگر ایسے آلودہ نہیں کہ اب ان کے پاک ہونے سے مایوس ہو جائیں کیونکہ جس طرح پانی فلٹر کے ذریعہ سے اور جوش

کہ ان کو اُن کے اصلی مفہوم اور معنی کا کچھ بھی علم نہیں ہوتا؟

بحیثیتِ مجموعی اس کے کام پر نظر کرتے ہوئے میں بہتر سمجھتا ہوں کہ مسٹر ٹی گورہم کے الفاظ نقل کردوں۔ جو بڑے مذاہب کے اصول اخلاق" کا مصنف ہے جو کہتا ہے:-

"ساری حد بندیوں کے باوجود کانفیوشس کے کام کے اخلاقی اصول بہت بلند ہیں۔ بیشک وہ کچھ گذشتہ کی حد سے زیادہ عزت پر زور دیا جاتا ہے۔ ماں باپ کے ساتھ نیکی اس حد تک پہنچائی گئی ہے۔ کہ مغربی اقوام کو اس کا علم بھی نہیں۔ اور بہت سی رسُوم جن کی تاکید کی گئی ہے۔ ان میں بھی نہ صرف توہم پرستی کا رنگ ہی نظر آتا ہے بلکہ وہ احمقانہ معلوم ہوتی ہیں لیکن اس کی تعلیم کی رُوح رواں اخلاقی نیکی ہے۔ اور اسکی تائید اور توضیح عقل صحیح کے پیدا کرنے سے کیجاتی ہے۔ تاکہ وہ اس کے عملی طور پر مفید ہونے کو زیادہ کرسکے"۔

اس کے ساتھ یہ امر واقع زیادہ کرو کہ رسم و رواج کی پُوری عزت و احترام کے ساتھ اور سوسائٹی کے قوانین کے جیسا کہ وہ اُنہیں جانتا تھا احکام اور قواعد کی پُوری پوری تعمیل کے ساتھ وہ صحیح زندگی اور حقیقی نیکی کے عملی رنگ پر پُوری نظر رکھتا تھا۔ وہ بار بار یہ کہتا تھا بلکہ اُس کا مقولہ اس کا نصب العین بنا ہُوا نظر آتا ہے۔ "جو تم نہیں چاہتے کہ دوسرے تم سے کریں وہ تم دوسروں سے مت کرو" چنگ ینگ میں وہ کہتا ہے:-

"انسان کامل کی راہ میں چار چیزیں ہیں۔ اپنے باپ کی خدمت کرنا۔ اس طرح جس طرح میں چاہتا ہوں کہ میرا بیٹا میری خدمت کرے۔ اپنے بادشاہ کی خدمت اس طرح کرنا جس طرح میں چاہتا ہوں کہ میرا وزیر یا عہدہ دار میری خدمت کرے۔ بڑے بھائی کی خدمت اس طرح کرنا جس طرح میں چاہتا ہوں کہ میرا چھوٹا بھائی میری خدمت کرے۔ اور خود پہلے اپنے دوستوں کے سامنے وہ چیز پیش کرنا جو میں ان سے چاہتا ہوں"۔

میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ گو ماں باپ کے ساتھ نیکی۔ یہاں سب سے پہلے مرتبہ پر رکھی گئی ہے۔ اور اسکی ساری تعلیم میں یہی رنگ نظر آتا ہے۔ مگر اس سے یہ مُراد نہیں کہ وہ فرمانبرداری بالکل بلا سوچے سمجھے ہو۔ انصاف اور حق کا اقتضاء ایسا غالب ہے کہ دوستوں کی محبت کے فرائض بھی اُس کے ماتحت کیئے گئے ہیں۔ وہ کہتا ہے:-

اِس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ کہ اسکی شکل وشباہت خاص طور پر اثر ڈالنے والی تھی۔ یہ چنگ کا ذکر ہے۔ جہاں اس کا ایک شاگرد اسے تلاش کر رہا تھا۔ اور سوالات کے جواب میں اسے یہ بتایا گیا "کہ ایک شخص مشرقی دروازہ میں کھڑا ہے جس کی پیشانی یاؤ کی طرح ہے۔ جس کی گردن کیاؤ یاؤ کی طرح ہے۔ اسکے کندھے دے چان کی طرح بلند ہیں۔ لیکن کمر کے نیچے یو کے قد سے کوئی تین انچ کی کمی ہے۔ اور بحیثیت مجموعی اسکی شکل ایک آوارہ کتے کی ہے"۔ جب اس کا ذکر کانفیوشس سے کیا گیا تو وہ بڑا محظوظ ہوا اور اس نے کہا کہ ظاہری شکل تو کچھ چیز نہیں۔ مگر یہ کہنا کہ میں ایک آوارہ کتے کی طرح ہوں بہت ہی عجیب ہے۔ کانفیوشس کا یہ پختہ اعتقاد تھا کہ گذشتہ زمانہ کے رسوم اور سادہ نیکیوں پر قائم ہونا لوگوں کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ لیکن لوگ ان باتوں کو نہ چاہتے تھے اور اسلیئے وہ غربت اور مایوسی کی حالت میں ۴۷۸ قبل مسیح میں فوت ہو گیا۔ اور تب (ایک چینی مؤرخ لکھتا ہے) اُس کی زندگی کی مایوسیوں کا معاوضہ یہ ہُوا کہ اسکی عزت قلوب میں بیٹھ گئی۔ مگر ایک ایسے شخص کے لیئے جو اپنی ساری اُمیدوں کی بنا آیندہ پر نہیں بلکہ گذشتہ پر رکھتا تھا۔ اور جس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ پہلے بزرگوں کی دانائی کی باتوں اور پُرانے زمانہ کی رسم و رواج کو زندہ کرے یہ معاوضہ گویا کچھ بھی نہ تھا +

میں نے اسباب پر کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ میری غرض اس سے یہ ہے کہ نامیں یہ دکھاؤں کہ جس شخص کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ وہ محض کوئی مذہبی مجنون نہ تھا جس کو دُھن لگ گئی ہو کہ میں دُنیا کی تعلیم کیلیئے پیدا ہُوا ہوں۔ اور خود وہ زندگی کی ابتدائی ضروریات سے بھی ناواقف ہو۔ بلکہ وہ ایک ایسا آدمی تھا جس نے لمبی اور پر استقلال محنت کے ساتھ مطالعہ کر کے اپنے آپ کو کام کے لیئے تیار کیا تھا ہم مغربی لوگوں کے لئے بالخصوص یہ بات سمجھ میں آنی مشکل ہے کہ وہ پُرانے رواجات پر اس قدر زور کیوں دیتا تھا۔ مگر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ وہ ایک ایسی قوم میں سے تھا جس کی عبادت رسم و رواج سے منتقل ہو چکی تھی جن پر ظاہری رسوم بہت آسانی سے اور زیادہ قوت سے اثر کرتی تھیں بہ نسبت اس کے جو خیالات یا حقائق کا اثر ہو۔ اور جب ہم اسباب کا خیال کرتے ہیں تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم باوجود اپنی علمی لاف زنیوں کے کیا اب بھی اس سے بہت پیچھے نہیں؟ کیا ہر فرقہ کے عوام کے طبقے مختلف رواجوں اور رسوم کو ہمارے درمیان اسی طرح بلا سوچے سمجھے لوانہیں کرنے

بسر کرتا اور انہی کے لئے کام کرتا تھا۔ اور اس کو اس بات پر یقین کامل تھا کہ وہ اپنے ہم جنسوں کو ایک بہتر اور اعلےٰ زندگی اور خوشحالی اور خوشی کے اعلےٰ مقام پر پہنچنے میں امداد کر سکتا ہے +

مگر اس کی کوئی حوصلہ افزائی نہیں ہوئی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ غالباً کوئی شخص بھی اپنی زندگی میں اس طرح ردّ نہیں کیا گیا۔ اور اپنی موت کے بعد اس قدر اس کی عزت و توقیر نہیں ہوئی جیسے کہ کانفیوشس۔ اسباب کا سمجھنا بڑا مشکل ہے کہ ایسا کیوں ہوا۔ کیونکہ اسکے اخلاق کا معیار بلند تھا اُس کی تعلیم نہایت پاکیزہ تھی۔ اور اس کا فلسفہ گو اس میں زندگی بخش روح نہ تھی۔ اور کمال کے درجہ سے بہت نیچے تھا۔ تاہم اسی فلسفہ نے چین کی زندگی کو گذشتہ بیس صدیوں میں ہدایت کے اصول دیئے ہیں لیکن یہ امر واقع ہے۔ کہ چند سالوں تک وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ گھومتا رہا اور اکثر اوقات ایسی حالت میں کہ اسکی کوئی پرواہ کرنے والا نہ تھا۔ اس کا وقت ابھی نہیں آیا تھا کیونکہ گو چین نے اس وقت تہذیب کی طرف خاصی ترقی کر لی تھی۔ مگر انصاف ان کے اندر شاذ تھا اور اسی لیئے تمدنی اور ملکی توازن بھی قائم نہ رہتا تھا۔ درحقیقت یہ ایک ایسی جگہ تھی کہ جس کے مختلف فریق ایک دوسرے پر حسد کرتے اور ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرپیکار رہتے تھے +

بہت مدت تک حصول علم کے بعد وہ اپنے اصل وطن لُو کو چھوڑنے کے قابل ہُوا۔ اور تب وہ چاؤ کو چلا گیا۔ یہاں اُس کی ملاقات تاسے ہوئی۔ جو ایک معقولی مذہب کا جس کے پیرو ٹاؤسٹ کہلاتے ہیں بانی ہوا ہے۔ اور اُس کی تعلیم کے اثر نے کانفیوشس کے بعد کے خیالات اور تحریرات پر بڑا اثر ڈالا۔ اس کے بعد وہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض گورنمنٹ کے عہدوں پر رہا لیکن چونکہ بڑے بڑے خاندانوں کے بہت سے آدمیوں سے اس کی مخالفت ہو گئی۔ اسلیئے وہ آخر کار دربار شاہی سے نکالا گیا۔ اور تیرہ سال ایک ریاست سے دوسری ریاست میں پھرتا رہا کبھی کوئی ملازمت مل جاتی۔ لیکن بسا اوقات کوئی اسے پوچھنے والا نہ ہوتا لیکن اس سارے زمانہ میں وہ مطالعہ میں مصروف رہا۔ اور آہستہ آہستہ اپنے پیروؤں کی تعداد بڑھاتا گیا۔ اپنی زندگی کے آخری پانچسال اس نے لُو میں خرچ کیئے اور اس عرصہ میں وہ زیادہ تر اپنی تصنیفات پر جو تاریخ اور رواج کے متعلق تھیں نظر ثانی میں مصروف رہا۔ اور کبھی کبھی گانے کی تعلیم اور مسئلہ میں اصلاح کی کوشش کرتا رہا +

اس کی شکل وصورت کے متعلق ہمیں کچھ علم نہیں لیکن ایک کہانی بیان کیجاتی ہے جس سے

کوئی رکاوٹ نہیں کیونکہ اکثر لوگوں کی حد درجہ کی خود غرضی ان کو ایسے امور کی طرف سے بالکل لاپرواہ کر دیتی ہے جہاں جہاں اور جب جب ایک امر انکے دنیوی مفاد کا موجب ہو۔ اور جب آیندہ کا کوئی خوف بھی ایسا نہ ہو جو خواہش موجودہ کو دبانے کا کام دے سکے +

میں کہہ چکا ہوں کہ میں اسباب کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ فی الواقع کانفیوشس اس حد تک پہنچا ہو۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنی کتاب تاریخ میں جو اس نے لکھی ہے کیا کہتا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ "اپنے آپ کو سنجیدگی سے فرائض انسانی کی ادائیگی میں لگا دینا اور روحانی ہستیوں کی عزت کرتے ہوئے ان سے الگ رہنا سچی دانائی کہلاتی ہے"۔ اب یہ فقرہ زیادہ سے زیادہ ایک اگنا سٹک یعنی خدا کے متعلق لاعلمی ظاہر کرنے والے کے خیالات کی طرز کا ہو سکتا ہے نہ ایک دہریہ کا۔ اور گو اس کے نزدیک زندگی کا مقصد خدا کو پانے کی نسبت زیادہ تر انسان کامل بننا تھا۔ مگر اسکی تصنیفات میں کہیں کہیں ایسے اشارات ملتے ہیں جو شاید اس کے اپنے خیال کی نسبت بھی گہرے حقائق کی طرف توجہ دلاتے ہیں +

اب ان باتوں کو چھوڑ کر ہم اختصار کے ساتھ اس عظیم الشان انسان کی زندگی اور حالات پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ اور ان سے کچھ مفید اور حوصلہ افزا خیالات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو ہماری اپنی زندگی میں خوبیوں کی تلاش کی جدوجہد میں کچھ کام آسکیں اور ہمیں آیندہ کی زندگی میں کسی اچھے مقام پر پہنچا سکیں +

کانفیوشس ایک سپاہی کا بیٹا تھا جو اچھے خاندان سے تھا اور بڑا بہادر تھا لیکن جیسا کہ آج بھی ہم دیکھتے ہیں غربت کی حالت میں ہی مر گیا۔ وہ ۵۵۱ قبل مسیح میں دسویں مہینہ کی اکیسویں تاریخ کو پیدا ہوا۔ جوانی کے ایام اس کے بڑے استقلال کی حالت میں گذرے۔ اور اس کا سارا وقت مطالعہ میں صرف ہوتا تھا۔ انیس سال کی عمر میں اس نے شادی کی۔ اور تین سال بعد یعنی بائیس سال کی عمر میں اس نے پبلک طور پر تعلیم دینی شروع کی۔ یہ تعلیم ان امور کے متعلق تھی جن کا نام اس نے پرانے زمانہ کے عقائد رکھا۔ ان تعلیمات میں کوئی نئی بات نظر نہیں آتی۔ بلکہ اس کی ساری زندگی ہی ایسی حالت میں گذری۔ کہ اس نے کوئی نیا کام نہیں کیا، بلکہ زیادہ تر ایک اڈیٹر یعنی ترتیب دینے والے یا مؤلف کا کام کرتا رہا۔ مگر جس بات پر اس نے ہاتھ ڈالا اس پر اپنی راستبازی حب الوطنی کا اثر چھوڑا۔ پرانے رسوم رواج کو بحال کرنا اور لوگوں کی بہتری یہی اس کی زندگی کے مقاصد رہے۔ انہی کے لیئے وہ زندگی

ہمیں پہلے یہ سمجھ لینا چاہئیے۔ کہ اس بزرگ انسان کے ساتھ ہم کس طرح اور کہاں اختلاف کر سکتے ہیں اور نیز یہ بھی بتا دینا چاہئیے۔ کہ وہ کونسی باتیں ہیں جن میں ہم کسی قسم کی بحث نہیں کر سکتے +

ان باتوں میں سب سے اول اور سب سے اہم ایک خدائے برتر حیّ و قیوم کی ہستی ہے۔ اور دوسری بات رُوح کا غیر فانی ہونا ہے۔ یہ دو باتیں ایسی ہیں کہ ہم ان کو بغیر کسی بحث کے قبول کرتے ہیں ایک مذہبی زندگی کے لئیے یہ دو امور بمنزلہ ایک رُوح کے ہیں۔ اور اس سے کسی طرح جدا نہیں ہو سکتیں بُدھ کی طرح کانفیوشس ان امور کو کوئی وقعت نہیں دیتا یہ الگ بات ہے کہ وہ ان کو مانتا ہو اسی لئیے کانفیوشس کے مذہب کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ ایک مذہب ہے بغیر خدا کے۔ ایک مسئلہ بغیر آیندہ کی اُمیدوں کے جیسا کہ میں نے کہا میں اس پر بحث کرنا نہیں چاہتا۔ مگر چلتے چلتے اِس قدر ضرور کہونگا۔ کہ میری رائے یہی ہے۔ کہ کانفیوشس کے خیالات اس حد تک نہیں پہنچے کہ وہ کلیتہً ان باتوں کا منکر ہو۔ اور اگر میں ان لوگوں کے ساتھ بھی پُورا اتفاق نہیں رکھتا جو یہ کہتے ہیں۔ کہ مذہب کے ان دو اہم اصُول کے بغیر اخلاق یا اعلےٰ زندگی پر کوئی دیر پا اور مستقل اثر پیدا نہیں ہو سکتا۔ تو نیز یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اس قسم کا مذہب ان تمام اعتراضات اور حملوں کا ہدف نظر آتا ہے جو ایک محض دُنیا داری کے رنگ کے مذہب یا نرجمت پر عائد ہوتے ہیں جن میں سکھایا جاتا ہو کہ صرف نیکی کی خاطر نیک بنو۔ اور انصاف اور صبر پر صرف اسلئے قائم رہو کہ یہ صفات پسندیدہ ہیں۔ اور جزا و سزا کا ان امُور سے کوئی تعلّق نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کامل کو چاہئیے کہ اسی بلند مقام پر پہنچ جائے۔ اور یہ ایک انسان کامل کی ہی تصویر ہے۔ مگر مجھے یہ شک ہے۔ کہ فطرت انسانی بغیر کسی خارجی امداد کے اس بلند مقام کو حاصل کر سکتی ہے۔ خود غرض غیر محتاط بلکہ نہ غور کرنے والی طبائع کے لئے اور اس کارخانہ عالم میں کثرت انہی کی ہے اور رہیگی۔ جب کبھی کوئی فعل امانت و دیانت کے خیال سے محل اعتراض یا اخلاقی پہلو سے کچھ گرا ہوا ہو مگر اس سے وقتی طور پر کوئی فائدہ یا خوشی حاصل ہوتی ہو تو ایسے فعل کو روکنے والی کوئی چیز بالمقابل نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کے لئے رُکاوٹ صرف یہی خطرہ ہے کہ ان کا یہ فعل دوسروں پر ظاہر ہو جائے۔ اور ان کی نظروں میں انکی عزّت احترام باقی نہ رہے بہتوں کیلئے بالخصُوص موجودہ جرمن تہذیب کے انسان کامل کے لئیے یہ بھی

صحیح مفہوم کو بالکل نہیں سمجھا ہے۔ جہاں تک میری تحقیق ہے یہ فقرہ انسان کامل پہلے پہل چینی دانا منگ ٹسز نے جو عام طور پر کانفیوشس کے نام سے مشہور ہے استعمال کیا ہے۔ اور اسلئے میں خیال کرتا ہوں کہ اس شخص کی زندگی اور حالات پر چند صفحات کا مخصوص کرنا دلچسپی اور فائدہ سے خالی نہ ہوگا

بہت سے لوگوں کا علم اس نیک انسان کے متعلق شاید اسی حد تک محدود ہے کہ انھوں نے یہ ایک نام سنا ہوا ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ اس قدر ایک دھندلا سا خیال دلوں میں ہوگا کہ وہ ایک بزرگ انسان تھا جو بہت مدت ہوئی کسی ملک میں ہوا تھا۔ ہاں بعض ایسے آدمیوں کو بھی میں ملا ہوں جو کانفیوشس کے متعلق یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ ایک شخص تھا جس نے ایک نئے مذہب کی تعلیم دی (کانفیوشس کا مذہب قریباً ساڑھے پانچسو سال قبل مسیح سے چلتا ہے اور اسلئے اس پر نئے مذہب کا نام اطلاق نہیں پا سکتا) اور وہ مذہب چونکہ اُن کا اپنا مذہب یا عقیدہ نہیں اسلئے اُن کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ جو کچھ تعلیم کانفیوشس نے دی ہو وہ غلط ہو۔ اور اس پر غور کرنا بھی ان کی رائے میں بیفائدہ ہے اور اسلئے وہ اس کے حالات اور مذہب کو اپنے آپ کو کسی بلند مقام پر خیال کرتے ہوئے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جیسا کہ تنگدل اور کم عقل لوگوں کا شیوہ ہے

لیکن ایک محقق یا غور کرنے والی طبیعت کے نزدیک یہ بالکل ناقابل اطمینان طریق ہے۔ وہ اس قسم کے مضامین کو اس نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ وہ اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ ایک ایسے انسان کی تعلیم جس کا اپنے وقت میں ایسا اثر تھا کہ اس کے پیرو لاکھوں کی تعداد تک پہنچ گئے۔ اور جس کی تعلیم کی بہتیری باتیں دو ہزار سال کا مقابلہ کر چکی ہیں۔ اور آج بھی ایک بڑے آباد ملک کی وسیع آبادی کے لئے زندگی کے اچھے پہلوؤں میں ہدایت کا کام دے رہی ہیں۔ ایسے شخص کی تعلیم زیادہ غور سے اور تعصب کی عینک کو دور کر کے دیکھے جانے کے قابل ہے۔ اور ضروری ہے کہ اسکے اندر واقعی کوئی قابل قدر حصہ اور کچھ حق ہو خواہ وہ ہمارے موجودہ معیار کی رو سے ہمارے بلند مقاصد سے کم مرتبہ پر ہی ہو

میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اس روح کو لیکر اس مضمون پر غور کریں۔ بیشک اس کے نقصوں اور کمزوریوں کو نہ چھپائیں لیکن ایک انصاف پسند دل کے ساتھ یہ بھی دیکھیں کہ اس کے اندر خوبی کیا ہے اور کس قدر ہے۔ اور اس کی تعلیم کے بہتر حصہ کو لیں۔ کیونکہ یہی وہ حصہ جو ہمارے لئے نمونہ یا رہنما کا کام دے کر مفید ہو سکتا ہے۔ اس کے حالات کو شروع کرتے وقت

نظر آتی ہے ذیل میں ہم پروفیسر سٹیفن کا مضمون درج کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

(نوٹ: اقتباسات میں اکثر جملے بار بار دہرائے ہوئے پائے جائیں گے جو جینی طرز تحریر کی خصوصیت ہے میں نے ان کو اصل کے مطابق قائم رکھنا مناسب سمجھا ہے بجائے اس کے کہ ترجمہ میں تبدیلی کر کے اقتباس کی قیمت کو کم کر دیتا) +

انسان کامل وہ ہے جو اپنی مرضی دوسروں سے منوا سکتا ہے۔ اور ایسا کرنے میں یہ پرواہ نہیں کرتا کہ دوسروں کو کیا نقصان پہنچیگا۔ اور ہر ایک طریق کو جو اُسے میسّر آجائے استعمال کر لیتا ہے" (نیٹشا) اسی کے قریب قریب برن ہارڈی کے خیالات بھی ہیں +

انسان کامل زندگی کے تمام تر حالات میں تعصّب سے پاک ہوتا ہے انصاف ہی اس کا رہنما ہوتا ہے" (کانفیوشس) +

الفاظ انسان کامل اس کثرت کے ساتھ ان ایّام میں ہمارے سامنے آتے رہے ہیں۔ کہ میں نے اس کے متعلق دو قسم کے خیالات کا نقشہ جو ایک دوسرے کے مقابل پر ہے عنوان میں کھینچ دیا ہے۔ ان میں سے اوّل الذکر موجودہ جرمن تہذیب کا نچوڑ ہے۔ اور دوسرا ایک بہت پرانے مشرقی دانا کا۔ اوّل الذکر گویا لالچ خود غرضی اور حرص کا دیوتا ہے۔ اور مؤخر الذکر نرمی۔ بے نفسی اور شرافت کا مجسّمہ۔ ایک ان تمام صفات کا خلاصہ ہے جو نہایت کمینہ اور قابل حقارت اور فطرت انسانی میں سب سے ناقابل ہیں۔ اور دوسرا بلند سے بلند اخلاق کا اور ان صفات کو جو انسان کو با خدا بنا دیتی ہیں۔ ایک کی بنیاد تو اس اصول پر ہے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس اور دوسرے کی اس پر کہ اصول انصاف ہی حقوق کی صحیح بنیاد ہے +

ان دونوں میں سے کونسا درست ہے اور کونسا صحیح "تم ان کو ان کے پھلوں سے پہچانو گے" یہ سچا اصول ہے۔ اور گذشتہ دو سال کی تاریخ پر نظر کرنے سے ایک ہی جواب ملتا ہے۔ کیونکہ موجودہ جرمن تہذیب کے نتائج کے پھل بری سے بری شکل اور خطرناک سے خطرناک رنگ میں ہماری آنکھوں کے سامنے پھر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ کس طرح تمام مقدّس اور انسانی امور کی طرف سے لاپرواہی اختیار کی گئی ہے اور کس طرح تمام حقوق کو محض ایک غرض حاصل کرنے کیلئے پاؤں تلے روندا گیا ہے۔ اور یہ بھی پرواہ نہیں کی گئی۔ کہ وہ ذرائع جن سے وہ غرض حاصل کی جاتی ہے جائز ہیں یا ناجائز۔ اسلئے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اس زمانہ کے مبلغین نے نہ صرف ایک فقرہ چرا لیا ہے۔ بلکہ اس فقرہ انسان کامل کے

یسوع نے انہیں جواب دیا کہ تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ میں نے کہا تم خدا ہو جبکہ اُس نے انہیں جن کے پاس خدا کا کلام آیا خدا کہا اور ممکن نہیں کہ کتاب باطل ہو۔ تم اُسے جسے خدا نے مخصوص کیا اور جہان میں بھیجا کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے۔ کہ میں نے کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں" (یوحنا باب ۱۰ ورس ۳۴-۳۶) کس قدر صفائی سے یہاں حضرت مسیح یہ فرما رہے ہیں۔ کہ میں نے اگر اپنے متعلق لفظ ابن اللہ استعمال کیا ہے۔ تو یہ انہی معنوں میں ہے۔ جن معنوں پہلے نیک لوگ خدا بھی کہلائے۔ پس جس طرح خدا کہلانے کی وجہ سے وہ فی الواقع خدائی کے دعویدار نہ بن گئے تھے اسی طرح ابن اللہ کہلانے سے میں بھی خدائی کا مدعی نہیں لیکن اس صراحت کے باوجود بھی آج ساری عیسائی دُنیا اس لفظ ابن اللہ سے یہ نتیجہ نکالتی ہے کہ مسیح علیہ السلام اپنے آپ کو سچ مچ خدا جانتے تھے۔

کانفیوشس اور بُدھ کی طرف خدا کی ہستی کا انکار درحقیقت کسی ایسی ہی غلطی پر مبنی معلوم ہوتا ہے ان دونوں بزرگوں کا زمانہ قریباً قریباً ایک ہے۔ مہاتما بُدھ کے حالات کے متعلق ہمیں یہ علم ہے کہ یہ وہ زمانہ تھا جب برہمنوں کا زور حد سے بڑھ گیا تھا ان لوگوں نے اپنے خدا سے تعلقات کی بنا پر دوسرے انسانوں کو انسانیت سے بھی خارج کر رکھا تھا۔ چونکہ اس غلطی کی اصلاح مقصود تھی۔ اسلیئے بُدھ کی تعلیم میں دوسرے پہلو پر زور دیا گیا جس سے مخالفین نے یہ نتیجہ نکال لیا ہوگا۔ کہ یہ خدا کی ہستی کا منکر ہے اور چونکہ آپ کی تعلیم میں فنا کے مرتبہ کے حصول پر بہت زور دیا گیا تھا۔ اسلیئے بجائے اس کے فنائے رُوحانی مُراد لینے کے آپ کے پیروؤں نے بھی بعد میں فنائے حقیقی مُراد لیکر خدا کی ہستی کے انکار کو انکی طرف منسوب کر دیا۔ کانفیوشس کی تعلیم جیسا کہ اصل مضمون سے معلوم ہوگا کچھ اسی کے قریب قریب رنگ رکھتی ہے۔ اس بزرگ کو بھی اس بات پر زور دینا پڑا کہ تم اپنی زندگی کی اصلاح کرو۔ موت اور غیر فانی ہونے کے سوالوں پر بحث کرکے تمہیں کچھ حاصل نہیں۔ اصل غرض اس کی تعلیم کی صرف یہی معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت معلوم ہوتا ہے انصاف اور حقوق انسانی کی طرف سے بہت لاپروائی تھی۔ اس لیئے ان کو تعلقات انسانی کے درست کرنے پر زیادہ زور دینا پڑا۔ اور ہوتے ہوتے یہی پہلو اُن کے پیرؤوں کے سامنے رہ گیا۔ پس اُنہوں نے یہ خیال کر لیا کہ وہ خدا کی ہستی کے قائل نہیں اور اس تعلیم کا ایسے حالات میں اُنکی طرف منسوب ہونا کوئی بعید امر نہیں۔ پروفیسر نورالدین سٹیفن کے مضمون میں بھی اس خیال کی جھلک

نے اِس دُنیا میں انسانوں کی طرح رہتے سہتے انسانوں کی طرح کھاتے پیتے انسانوں کی طرح بھوک پیاس اور دیگر لوازمِ انسانی کے قوانین میں حصہ لیتے ہوئے انسانوں کی طرح کھانے پینے سونے اور حوائجِ ضروریہ کا محتاج ہوتے ہوئے انسانوں کی طرح خواہشات اور نفرت و محبت کے تعلقات رکھتے ہوئے یہ دعوے کیا ہوگا کہ میں فی الواقع خدا ہوں۔ مگر آج ساری عیسائی دُنیا اس بات پر متفق ہے کہ آپ کی تعلیم یہی تھی کہ آپ انسان کے نیک اور راستباز بننے کے لئے عمل اور کوشش کی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ نہ کسی قانون کی پیروی کی حاجت خیال کرتے تھے۔ بلکہ صرف اپنی خدائی تسلیم کرا لینا کافی جانتے تھے۔ اگر فی الواقع ایسا ہوتا اگر حضرت مسیح کے حواریوں نے خدا کی راہ میں سعی کرنے کو نیکی کے قانون کی پابندی کو ضروری نہ سمجھا ہوتا تو یہ دین کبھی ترقی کر ہی نہ سکتا تھا۔ ان برگزیدہ لوگوں نے نیکی کی راہوں پر قدم مارا تو اُن کے نیک نمونہ کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اس دین میں داخل ہونے شروع ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس قدر بڑے بڑے ہادی گذرے ہیں اُن میں حضرت مسیح کا زمانہ سب سے آخر ہے۔ اور گویا ایک رنگ میں آپ تاریخی زمانہ کے بہت قریب ہوئے لیکن باوجود اس کے ان کی طرف یہ تعلیم منسوب ہو جاتی ہے۔ کہ آپ نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا پس ان بزرگوں کی تعلیم میں جو آپ سے بھی سینکڑوں برس پہلے گذرے۔ اور جن کی تعلیم کی حفاظت کا کوئی انتظام پختہ نہیں ہوا۔ اور وہ زمانہ تاریخ کی روشنی سے بھی بہت دُور پڑا ہوا ہے بڑے بڑے انقلابات کا آجانا کوئی بعید از قیاس امر نہیں بلکہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ اُن کی تعلیم حضرت مسیح سے بھی زیادہ بگڑ گئی ہو۔ کنفیوشس اور بُدھ کا زمانہ حضرت مسیح سے بھی قریباً پانچ سو سال قبل کا ہے۔ پس ان دونوں بزرگوں کی تعلیم کا جو رنگ ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے اس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ دونوں خدا تعالیٰ کی ہستی کے قائل نہ تھے تاریخ مذہب یہ بتاتی ہے کہ یہ ایک غلط خیال ہے جو ان کی طرف منسوب ہو گیا۔ اور بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ پہلے ایک راستباز پیغمبر کے دشمنوں نے ایک غلط الزام اس پر لگایا اور ہوتے ہوتے خود اس بزرگ کے پیروؤں نے اُسے اپنی تعلیم میں داخل کر لیا۔ اِس کے لئے میں پھر حضرت مسیح کی تعلیم کو ہی پیش کرتا ہوں حضرت مسیح پر یہودیوں نے یہ الزام لگایا تھا کہ تم خدائی کے دعویدار ہو۔ اسلیئے ہم تمہیں سنگسار کرینگے "تو کُفر کہتا ہے اور انسان ہو کے اپنے تئیں خدا بناتا ہے" حضرت مسیح نے انہیں کیسا پاک جواب دیا جو اگر اُس وقت یہودیوں کو شرمندہ کرتا تھا تو آج ساری عیسائی دُنیا کو شرمندہ کرنے کیلئے کافی ہے

کی غرض یہ قرار دے کہ دوسروں کی مدد اور ہمدردی میں لگا رہیگا۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی مقصد تجویز نہیں ہو سکتا۔ اسلیئے قرآن کی اصطلاح میں انسان کامل وہ ہے جو ہر قسم کے لالچ اغراض اور حرص سے پاک ہو اور خدا ہی اس کا ہادی ہو۔ کانفیوشس کا انسان کامل تعصب سے پاک ہے اور اس کا رہنما صرف انصاف ہے لیکن انصاف اور تعصب کے درمیان خط کہاں کھینچا جا سکتا ہے۔ جو خیالات عملی رنگ میں نہ آئے ہوں وہ اکثر مغالطہ دینے والے ہوتے ہیں۔ اور اپنے فائدہ کا خیال ان پر اپنا رنگ چڑھا لیتا ہے۔ ایک شخص یہ خیال کرتا ہے کہ میں فلاں کام کے کرنے میں حق بجانب ہوں۔ مگر وہی کام دوسروں کو نقصان پہنچانیوالا ہوتا ہے ہمارا انصاف کا خیال اسی قدر وسیع ہوتا جاتا ہے جس قدر دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا خیال وسیع ہو اور ساری مخلوق کے قائم رکھنے میں وہی ذات سب سے اوپر ہے جو سب کی ربوبیت کرتی ہے۔ اسلیئے اسلام کی تعلیم کے مطابق انسان کامل وہ ہے جس کی عبادات اور قربانیاں اور جس کی موت اور زندگی اس رب العالمین کے لیئے ہے جو کل مخلوق کی ربوبیت کرنیوالا ہے۔ وہ اسی سے قانون حاصل کرتا ہے اور وہ سب سے پہلا مومن ہے لیکن انسانی زندگی کا بینشا کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید ... زندگی کے قوانین کا ایک مجموعہ تجویز کرتا ہے۔ اور جو شخص اس راہ پر قدم مارتا ہے وہ مقصد کو بھی حاصل کر لیتا ہے لیکن اس امر کا نوٹ کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ کہ جو کچھ انسان کامل کی اعلےٰ صفات کانفیوشس کو نظر آتی ہیں وہ قرآن کی تعلیم کے ایک معمولی پیرو کی صفات کے قریب قریب پہنچتی ہیں۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کرینگے +

اِنسانِ کامل

(از پروفیسر نور الدین سٹیفن)

(ذیل کا مضمون پروفیسر نور الدین سٹیفن کے قلم سے دیتے ہوئے میں اس بات کے اظہار کو ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ زمانہ قدیم کے بزرگوں کی تعلیم جو ان کتابوں میں پائی جاتی ہے جو اُن کی طرف منسوب ہیں کم و بیش معرض تحریف میں آ چکی ہے۔ اور یہ صرف کانفیوشس کے متعلق ہی درست نہیں بلکہ گوتم بدھ کرشن مسیح سب کی تعلیم کا کم و بیش یہی حال ہؤا ہے۔ کیا ہم کبھی گمان کر سکتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام

ہیں کامیابی کے حصول کے لیئے یہ ضروری خیال کر لیا گیا ہے کہ دوسروں کے نقصان کی پروا کیئے بغیر اپنے آپ کو آگے بڑھانا چاہئے۔ مگر اب دُنیا کو اس خطرناک غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ گو اس احساس کے حاصل کرنے کے لیئے خطرناک گراں قیمت ادا کرنی پڑی ہے +

اس فلسفہ کی تعلیم کے خلاف قرآن کریم کامل بےغرضی اور بےنفسی کو انسان کامل کی اعلےٰ سے اعلیٰ صفت ٹھیراتا ہے۔ نیٹشا کو بھی انسان کامل کی تصویر کھینچتے ہوئے یہ ماننا پڑا ہے کہ وہ ہر قسم کے لگاؤ اور اغراض سے بالاتر ہونے کے بغیر اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا۔ اپنے اغراض کے حصول میں انسان دوسروں پر اس کے نتائج سے لاپروا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ یہ نہ جانتا ہو کہ اپنے فوائد کو کس طرح قربان کرے۔ اپنے تمام ذاتی اور شخصی تعلقات کو رکھتے ہوئے ہم دوسروں پر ایک کام کے نتائج سے اس وقت لاپروائی اختیار نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنے اوپر ان نتائج کے واقع ہونے سے لاپروا نہوں۔ اور یہی کامل درجہ کی بےغرضی ہے۔ انسان جب ایک کام کرتا ہے تو کئی قسم کے اغراض اس کے مدنظر ہو سکتے ہیں۔ بعض وقت اپنے نفس کی محبت۔ بعض وقت بیوی بچوں کی محبت۔ بعض وقت رشتہ داروں اور دوستوں کی محبت۔ بعض وقت ملک اور قوم کی محبت۔ اور بعض وقت نسل انسانی کی محبت انسان کے ایک کام کے لیئے محرک ہو جاتی ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جتنا جتنا اور جتنا پاکیزہ اور جتنا خود غرضی سے پاک انسان کا مقصد ہو اسی قدر اعلےٰ کام ہوتا ہے جو انسان کرتا ہے لیکن ان تمام مقاصد سے جو انسان اپنے لیئے تجویز کر سکتا ہے بالاتر مقصد خود ذات الٰہی کی محبت ہے۔ جو کام انسان کرتا ہے اس میں اپنی بہتری ہو یا اپنے عزیزوں کی بہتری ہو یا اپنے ملک اور قوم کی بہتری ہو یا نسل انسانی کی بہتری ہو لیکن اس کام کے اصل محرک باری تعالیٰ کی محبت ہونی چاہیئے۔ کیونکہ صرف یہی ایک صورت ہے کہ جس میں کام بھی ہو جائے۔ اور اس کے کرنے میں ساری مخلوق خدا کے ساتھ انصاف اور کامل درجہ کی بےغرضی بھی دکھائی جا سکے۔ یہ انسانی زندگی کا اعلےٰ سے اعلےٰ مقصد ہے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کے کامل نمونے نظر آتے ہیں۔ آپ کی نماز اور آپ کی قربانیاں آپ کی زندگی اور آپ کی موت یہ سب کچھ محض اللہ تعالےٰ کے لیئے تھے جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین (از انگریزی ترجمہ مولوی محمد علی صاحب) رب العالمین کے لیئے زندگی بسر کرنے کے کیا معنی ہیں یہی کہ انسان اپنی زندگی

انسانِ کامل اور معمولی انسان

دوسری جگہ ہم ایک فاضلانہ مضمون اپنے فاضل بھائی پروفیسر نور الدین سٹیفن کے قلم سے انسانِ کامل کے عنوان کے ماتحت درج کرتے ہیں مضمون جو خود اپنے اندر دلچسپی کا سامان رکھتا ہے فاضل مضمون نویس کے عالمانہ عنوان سے اور بھی زیادہ دلچسپ ہو گیا ہے بالخصوص اسلئے کہ اس سے ہم موجودہ اور قدیم لوگوں کے خیالات اسکے متعلق معلوم کر سکتے ہیں۔ کنفیوشس کو آثارِ قدیم اور نیٹشا کو موجودہ زمانہ کی مثال کے طور پر پیش کیا گیا ہے نیٹشا (جو ایک جرمن فلاسفر آجکل کا ہے) کے خیال میں انسانِ کامل وہ انسان ہے جو اپنی قوتِ ارادی کا دوسروں کو ماتحت کر سکتا ہے یعنی اپنی مرضی دوسروں سے منوا سکتا ہے۔ اور ایسا کرنے میں اسباب کی پروا نہیں کرتا کہ دوسروں کیلئے اسکے نتائج کیا ہونگے۔ بلکہ ہر طریق جو اسکو میسر آئے استعمال کر لیتا ہے۔ نیٹشا کا خیال ہے اور اس میں شک نہیں کہ زندگی کے جہاد میں کامیابی بدوں اس کے میسر نہیں آسکتی کہ انسان کے اندر ایسی ہمت ہو اور مشاہدہ بھی یہی بتلاتا ہے۔ کہ جن لوگوں نے تاریخِ انسانی میں کوئی بڑے کارہائے نمایاں کئے ہیں ان میں واقعی آگے بڑھنے کی یہ قوت پائی جاتی تھی۔ لیکن ایک انسان کے افعال کے جو نتائج دوسروں پر وارد ہوں ان سے لاپرواہ ہونا یا جو طریق کامیابی حاصل کرنے کیلئے انسان کو میسر آسکیں انکے منصفانہ یا ظالمانہ ہونے کی پرواہ نہ کرنا قابلِ رشک صفات میں سے نہیں اور نسلِ انسانی کی عام بہتری کے لئے نہایت خطرناک ہے۔ وہ لوگ جو بڑی قوتِ ارادی رکھتے ہیں اور اپنی مرضی منوا کر چھوڑتے ہیں وہ مہلک نقصان سے بھی خالی نہیں ہوتے۔ اور کیا نیٹشا کے انسانِ کامل نے آج دُنیا میں ایک خطرناک آگ نہیں جلا دی ہے۔ لیکن موجودہ حامیان جرمن فلاسفی نے یہ سبق قانونِ قدرت کے گونگے اور اپنے آپ پر قابو نہ رکھنے والے نظاروں سے لیا ہے۔ جہاں پہلے اور اسی قسم کے دوسرے مشاہدات کرنے والوں نے بھی ٹھوکر کھائی ہے۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ کس طرح بیلیں جب اپنے آپ کو آگے بڑھاتی ہیں تو گلاب اور یاسمن کو دبا کر خود سرسبز ہو جاتی ہیں۔ اس طرح یہ اعلیٰ درجہ کا مسئلہ قابل ترین اشیاء باقی رہتی ہیں جو انسان کے ارتقاء میں بڑا طاقت بخش عنصر ثابت ہوا ہے موجودہ زمانہ کے فلسفہ کے اثر کے نیچے جنگل کا حامی ہی بن گیا ہے۔ اور زندگی کے جہاد

اس سے جلد ہی عُمدہ نتائج کی توقع رکھنا غلط ہے۔ ہاں تدریجاً اور آہستگی کے ساتھ یہ اُمید کی جاتی ہے۔ کہ شراب سے پرہیز کا اصُول جو درحقیقت فطرت انسانی کو اپیل ہے آخر کار کامیاب ثابت ہوگا +

اسی طرح پر سُور کا گوشت بہت سی ان تکلیفات کا موجب ہے جن کو ہم دیکھتے ہیں۔ مگر وہ اندر ہی اندر ایک زہریلا اثر پیدا کر رہی ہیں تمام طبیبوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ کہ ان بیماریوں میں سے جو عام طور حیوانات میں پائی جاتی ہیں بہت سی بدترین بیماریاں ایسی ہیں کہ سؤر اُن سے بہت جلد اثر پذیر ہوتے ہیں۔ سُور کی غلیظ اور قابلِ نفرت عادات کی وجہ سے سُوروں کے رہنے کی جگہ میں وہ جانور جو دوسرے جسموں پر رہتے ہیں بہت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اور سُوروں میں ایک قسم کا بخار پایا جاتا ہے جو جب ایک کو چڑھ جاتا ہے تو اس سے پچاسی فیصدی تک ہلاک ہوجاتے ہیں پھیپھڑے کے مرض اور سُوروں کا سُرخ باد دو اور مُہلک بیماریاں ہیں جن کا سُور بہت شکار ہوتے ہیں۔ لیکن سُور کا سب سے خطرناک دشمن ایک قسم کا جانور ہے جس کو ٹینیا سولیئم کہتے ہیں۔ اور جو اس کے گوشت کے اندر پٹھوں میں پایا جاتا ہے۔ اور جس کو اگر انسان کھا جاوے تو وہ بھی ایسی بیماری کا شکار ہوجاتا ہے +

اور بہت سے بڑے بڑے ڈاکٹروں کے علاوہ ایک مشہور ڈاکٹر النسن ہیں جو ہمیشہ پبلک کو ان خطرناک نتائج سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ جو سُور کا گوشت کھانے سے پیدا ہوتے ہیں اسلام کا یہ حکم کسی دُنیوی حاکم کا بیفائدہ حکم نہیں جو اصُول کفائت کے ماتحت یا دوسرے کسی اس قسم کے اصُول کے ماتحت دیا گیا ہو بلکہ یہ ایک خدائی حکم ہے جو سُور کے گوشت کو جو بیماری ہے اور شراب کو جو موت ہے قطعی طور پر حرام ٹھیرا تا ہے۔ اور اس کے نیچے بڑے بڑے مصالح پوشیدہ ہیں +

عکس مکتوب آنحضرت صلعم

جو تبلیغی خط آنحضرت صلعم نے شاہ مقوقس والی مصر کو لکھا معہ حروف عربی۔

یہ عکس نہایت ہی قابل دید ہے جس پر آپ کی مُہر نبوت بھی ثبت ہے۔ ایسی متبرک چیز کی متعدد کاپیاں احباب کو ضرور خریدنی چاہئیں۔ قیمت فی عکس ۱ر فی درجن ۲ر +

انکار کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ مانتا ہے کہ ہر قوم میں رسُول آئے لیکن اگر ایک طرف تغیرات زمانہ نے اُنکی حالت کو بدل دیا اور کچھ کا کچھ بنا دیا تو دوسری طرف اس کے حامیوں نے بھی ایسے دعوے اُن کی طرف منسوب کر دیئے۔ کہ گو ایک وقت لوگ وہ بڑے خوش معلوم ہوئے ہوں مگر آج کس قدر شرمندگی کا سامنا ہے۔ کہنے کو تو بات آسان تھی کہ کہدیا کہ وید اتنے ارب سال سے ہیں اور جابیان ترند تو ارب دو ارب سے بھی آگے نکل گئے۔ کہنے والوں نے سمجھا ہوگا کہ کون اس امر کی تحقیق کرنے بیٹھیگا۔ ہمارے اس زمانہ میں خصوصاً سوامی دیانند جی بانی آریسماج نے اسبات پر بہت زور دیا کہ وید وہ کلام ہے جو ابتدائے آفرینش میں نازل ہوا اور قیامت تک بھی رہیگا۔ مگر اب جو ویدوں کو پڑھا جاتا ہے۔ تو اُن کے اندر راجوں اور رانیوں کے قصے بھرے پڑے ہیں۔ ان کا دان دینا اور جن کو دان دیئے گئے اُن کا دان دینے والوں کی مدح سرائی کرنا پھر ان راجوں کے نسب نامے فلاں فلاں کا بیٹا اور فلاں کا پوتا۔ ایک ہی حوالہ سے قدامت کا سارا دعویٰ خاک میں ملجاتا ہے۔ مگر ایک مُسلم کے لیئے کس قدر خوشی کا مقام ہے کہ اس کی پاک کتاب میں کوئی دعوے ایسا نہیں جس پر تاریخ یا سائنس کی رُو سے کوئی حملہ ہو سکتا ہو۔ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہٖ

سُور اور شراب

اسلام کی تعلیم کی رُو سے سُور اور شراب خدا کی نگاہ میں قابل نفرت چیزیں ہیں۔ یہ قرآن کا حُکم اصُول قربانی کی وجُوہات پر مبنی نہیں بلکہ اس کی بڑی اور حقیقی وجہ حفظان صحت کے قواعد ہیں۔ اس لحاظ سے یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ اخلاقی اور رُوحانی وجُوہ پر بھی یہ حُکم دیا گیا ہے کیونکہ یہ ظاہر بات ہے کہ سلیم قلب کے لیئے جسم بھی تندرُست ہی چاہیئے۔ ان جسمانی اور اخلاقی تباہیوں کی تعداد جو اُم الخبائث یعنی شراب کا نتیجہ ہیں اندازہ سے باہر ہے۔ اور وہ بھاری کوششیں جو اب مغرب میں ہر جگہ اس خطرناک بیماری کے دُور کرنے کے لئے کیجارہی ہیں صاف بتا رہی ہیں کہ قرآن کی اس تعلیم کی جس نے شراب کو مطلق حرام ٹھیرا کر اس کے استعمال سے کُلیتہً روک دیا دلوں میں کس قدر حقیقی عزت ہے۔ موجودہ حالات میں جو کچھ ابتری پیدا ہو چکی ہے

زکوٰۃ کی ادائیگی کی طرف جس سے تبلیغ اسلام کے بڑے بڑے عظیم الشان کام ہو سکتے ہیں اکثر مسلمانوں کو توجہ نہیں۔ بیشک زکوٰۃ کے حقدار غربا و مساکین بھی ہیں۔ مگر اس وقت تو جو غربت کی حالت اسلام پر ہے وہ کسی انسان پر کیا ہوگی۔ اور فی سبیل اللہ یعنی اشاعت اسلام زکوٰۃ ان مصارف میں سے ایک مصرف ہے جس کی طرف خود قرآن کریم نے توجہ دلائی ہے۔ ایسا ہی نومسلموں کے لیئے یا اُن لوگوں کے لیئے جو مولفۃ القلوب ہیں زکوٰۃ کا روپیہ لگانا ضروری ہے۔ اور یہ مصارف زکوٰۃ کے آج جس خوبی کے ساتھ ووکنگ مشن کے ذریعہ سے پورے ہو سکتے ہیں۔ اور کسی ذریعہ سے نہیں ہو سکتے۔ اسلیئے صاحب زکوٰۃ احباب کو اس طرف خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی ہے +

قرآن کریم کی ایک حفاظت تو ظاہری اللہ تعالےٰ نے فرمائی کہ اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہونے دی۔ حالانکہ دُنیا کی سب مذہبی کتابوں میں کم و بیش تحریف ہو گئی۔ لیکن ساتھ ہی اس کے حفاظت باطنی بھی فرمائی۔ اور ایسی حفاظت باطنی کی طرف ہی اشارہ ہے ان پاک الفاظ میں لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید۔ باطل اس پر کبھی حملہ آور نہیں ہو سکتا نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے یعنی نہ تو دُنیا کی گذشتہ تاریخ صحیح کوئی امر اس کے خلاف بیان کرتی ہے اور نہ دُنیا کے آیندہ تجارب صحیحہ میں کوئی ایسا علم آئیگا جس سے اس قرآن پر کسی قسم کی رد پڑے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا کی مذہبی کتابیں اس قسم کے حملوں کے نیچے آئی ہیں۔ بعض میں ایسی باتیں درج پائی جاتی ہیں جن کو آج گذشتہ علم تاریخ نے غلط ثابت کر دیا۔ اور بعض میں ایسے اصول کی تعلیم پائی جاتی ہے جس کو دُنیا کا صحیح تجربہ باطل ٹھیراتا ہے۔ لیکن قرآن کریم ان دونوں نقصوں سے پاک ہے +

بعض کتب سماوی کے متعلق کتنے کتنے بڑے دعوے پائے جاتے ہیں۔ مگر عند التحقیق اُن کتابوں کے حامیوں کو کس قدر شرمندگی اُٹھانی پڑتی ہے۔ مثلاً ایک حامیان وید کو ہی لیلو۔ وید اپنے زمانہ میں لوگوں کی ہدایت کے لئے کوئی منجانب اللہ ہدایت ہو اس سے ایک مسلم کو

قوموں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اگر ایک شخص ایک کام کر لیتا ہے تو دوسرا اگر اُس کی مدد کرنا نہیں چاہتا اور اپنا زور علیحدہ لگانا چاہتا ہے تو ایک الگ کام اختیار کرتا ہے +

مُسلمانوں کے سامنے بڑا وسیع میدان تبلیغ کا پڑا ہے بیسیوں بڑی بڑی زبانیں ہیں جن کو سیکھنا اور ان کے اندر اسلامی لٹریچر کو لانا ضروری ہے۔ مگر اس کے لئے کیا اہتمام ہے۔ اگر اسی قدر انتظام ہم میں ہو سکتا۔ کہ اسلامک ریویو کا ترجمہ ہی پانچ سات اور بڑی بڑی زبانوں میں ہوجاتا تو اسلامی صداقتیں ہم نے بہت سے اَور مقامات میں پہنچا دی ہوتیں۔ پھر یورپ کی مختلف زبانوں میں بہت سا اسلامی لٹریچر پڑا ہے۔ ہم میں اتنی بھی ہمت نہیں۔ کہ اس کو ہی عوامُ النّاس کے ہاتھوں تک پہنچائیں +

آج تک جس قدر کوششیں غیر ممالک میں تبلیغ اسلام کی کی گئی ہیں عموماً عارضی ثابت ہُوئی ہیں لیکن ووکنگ مشن کے قدموں کو اللہ تعالےٰ نے اب خوب مضبوط کر دیا ہے اور اس کے قیام اور استقلال کے اور اس کا نفع دیرپا ہونے کی سب سے بڑی علامت یہی ہے۔ کہ اس کے ساتھ ایک وسیع ذخیرہ اعلےٰ درجہ کے اسلامی لٹریچر کا انگریزی زبان میں پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور یہ کام بہت مفید اور دیرپا ہے۔ اور اسی کے ذریعے ان خیالات میں جو اب تک یورپ کے اسلام کے متعلق رہے ہیں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو سکتا ہے۔ بلکہ درحقیقت وہ انقلاب شروع ہو چکا ہے مگر جس قدر زیادہ یہ کام ترقی کرتا ہے اُسی قدر زیادہ زور بھی اس کے قیام پر لگانا ضروری ہے۔ اب اس مشن کو کافی طور پر مضبوط کر کے پھر دوسری طرف ہماری توجہ ہونی چاہیئے۔ ہاں اس میں حرج نہیں کہ دوسرے ممالک کی زبانوں کے لئے ابھی سے اپنے آپ کو تیار کیا جائے۔ اور ایسے لوگ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے جو تبلیغ اسلام کے لئے کم از کم ہر مُلک میں ایک مرکز قائم کر دیں۔ اور اوّل اُن لوگوں کی زبانوں سے پھر اُن کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کریں +

پھیلی ہوئی ہے۔ دوسری قوموں کی زبانوں کا تو کیا پوچھنا۔ کوئی باقاعدہ یا بیقاعدہ کوشش آج تک ہم میں نمودار نہیں ہوئی جس کا مقصد یہ ہو کہ قرآن کریم اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اُن اخلاق اور اقوال کو جو دلوں کو مسخر کرنے والے ہیں دوسری قوموں تک پہنچایا جائے۔ ہم میں سے بہت ہیں کہ اُن کا منتہائے مقصد صرف اس قدر ہوتا ہے کہ اگر کوئی خادم اسلام نظر آیا تو اسکی پگڑی اُتارنے میں اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ اور پبلک کو بجائے حقائق کا علم دینے کے اور ان کو سیدھے راہ پر لگانے کے ان کے جذبات کو اشتعال میں لاکر کچھ ذاتی فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اُن لوگوں کو یہ فکر نہیں ہوتی کہ اسلام کی خدمت کس طرح ہو بلکہ زیادہ تر یہ خیال دامنگیر ہوتا ہے کہ لوگ ہمیں واہ واہ کہیں۔ اور اگر کسی بھلے مانس کی پگڑی اُتارنے سے واہ واہ کا نعرہ بلند ہو سکے۔ تو وہ اس طرح بھی قسمت آزمائی کرنے سے نہیں ٹلتے ✣

ایک اور مصیبت یہ ہے کہ ایک شخص کو ایک کام کرتا ہوا دیکھ کر سب یہی خیال کرنے ہیں کہ ہم بھی یہی کام کرینگے تو کامیابی ہوگی۔ ووکنگ مشن کے قیام سے پہلے کبھی لوگوں کا خیال جاپان کی طرف جاتا تھا۔ اور کبھی امریکہ کی طرف۔ جاپان میں اسلام کی اشاعت و تبلیغ کی تجاویز تو مدتوں اخباروں میں گشت لگاتی رہیں۔ لیکن ایک شخص کو جب اللہ تعالیٰ نے انگلستان میں کچھ کامیابی دی۔ اور اس کے ذریعہ سے خدا کا نام تثلیث کی سرزمین میں بلند ہوا تو اب سب کا خیال یہی ہوا۔ کہ ایک ہی کام کرنے کی جگہ یا موقع ہے۔ حالانکہ یہ اسی کم ہمتی کی علامت ہے۔ کہ کوئی کام خود شروع کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا۔ آگے جہاں کام چلتا نظر آیا۔ اگر خیال آتا ہے تو دوسروں کو بھی اسی جگہ کام کرنے کا خیال آتا ہے حالانکہ اس قدر دُنیا اسلام سے ناآشنا پڑی ہوئی ہے۔ کہ اگر پچاس مبلغ بھی ہوں تو اپنے مرکز الگ الگ قائم کرکے ایکدوسرے کے لیئے قوت کا باعث ہو سکتے ہیں۔ نہ یہ کہ بعض وقت چلتے کام میں ہی روڑا اٹکانے والے بن جائیں۔ چونکہ ایک شخص نے ووکنگ اور لندن میں کام شروع کیا ہے۔ اسلیئے سب کو تبلیغ اسلام کے لیئے اب وہی ایک جگہ نظر آتی ہے۔ زندہ

۱۲ مئی۔ کس طرح دہریہ خدا کے سامنے جھکتے ہیں۔

علاوہ اس تبلیغی انتظام اور ان ہفتہ وار لکچروں کے ہر دوشنبہ پنجشنبہ اور جمعہ کی شام کو لندن میں درس قرآن کا انتظام کیا گیا ہے۔ امید ہے۔ کہ یہ تحریکات اسلام کے متعلق صحیح خیالات کی اشاعت میں بڑی معاون ثابت ہونگی۔ گو اسلامک ریویو بھی اس پہلو میں بڑا کام کر رہا ہے مگر جبتک قلم کے معاون زبان اور زبان کے معاون قلم نہو پورا فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ اسلیئے یہ لسانی تبلیغ قلمی اشاعت کے لیئے بڑی معاون ثابت ہوگی۔ اور جوں جوں سُننے والوں کے دائرہ کی توسیع ہوگی اسلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا جائیگا۔ اللہ تعالےٰ اس کام کے کرنیوالوں کی ہمت میں برکت دے۔ اور اپنے دین کی خدمت کے موقعے اُن کو عطا فرمائے +

قرآن شریف ترجمہ و تفسیر انگریزی اصل کتاب چھپ کر مطبع سے نکل چکی ہے۔ اور جلد ساز کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے تمہید اور انڈکس باقی تھے سو خدا کے فضل سے اُن کے پروف بھی پہنچ گئے۔ اور عنقریب یہ بھی جلد ساز کے پاس پہنچ جائینگے اور بہت جلد کتاب پبلک کے ہاتھوں میں پہنچ جانے کے قابل ہو جائیگی۔ خواجہ صاحب کی بیماری کی وجہ سے گو کسی قدر التوا ہو گیا مگر وہ خود بھی پبلک کے انتظار کو کم کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ اور اس بیماری میں باوجود صاحب فراش ہونے کے پروف وغیرہ دیکھتے رہے ہیں۔ جزاہُ اللہ خیرا +

اسلامی مذہبی علوم کے انگریزی زبان میں کمی مسلمانوں کی کم ہمتی یا عدم توجہی کی ایک نمایاں مثال ہے۔ وہ رسول جس کے متعلق یہ ارشاد الٰہی تھا لیکون للعالمین نذیرا۔ ساری قوموں کو ڈراؤ۔ اُسکی اُمت نے آج اُس پیغام مقدس کو قوموں میں پہنچانے کے لئے کیا کام کیا ہے۔ وہ ساری قوموں کے لیئے رسول ہوسکتا ہے جب تک کہ اُس کا پیغام ساری قوموں کی زبانوں میں ترجمہ نہو۔ مگر کیسی افسوسناک حالت ہے کہ اُس عظیم الشان قوم کی زبان میں ہمارا مذہبی لٹریچر معدوم کے حکم میں ہے جس کی سلطنت نہ صرف ہم پر بلکہ دنیا کے ہر گوشہ میں

ہوتی رہی تو وہ دن آجائیگا کہ نہ تو مخالفت کی ہوائیں اس پر کوئی اثر کر سکیں گی۔ اور نہ اس کو بیرونی امداد کی ضرورت ہوگی۔ اور اس کی شاخیں دُور دور پھیل جائیں گی +

اِس رسالہ میں ماہ مارچ کے متعلق رپورٹ ہونی چاہئے تھی۔ مگر ہم قارئین کرام کو افسوس سے یہ اطلاع دیتے ہیں۔ کہ خواجہ کمال الدین صاحب ماہ مارچ میں سارا مہینہ ہی بیمار رہے اور ایسے بیمار رہے کہ بستر سے اُٹھ نہیں سکے۔ کئی راتیں سخت تکلیف کی گذریں جتنے کہ نیند بھی نہیں آئی۔ ڈاکٹری تشخیص کی غلطی نے بھی بیماری کو کچھ لمبا کر دیا۔ پورے ایکماہ کے بعد ۴ اپریل کو بستر سے اُٹھنے کے قابل ہوئے۔ مگر ابھی کمزوری بہت ہے۔ اور لاغر بھی بہت ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِس نافع الناس وجود کو صحت کامل عطا فرمائے۔ تاکہ وہ اِس جہاد دینی میں پورا زور صرف کر سکیں +

تبلیغ کا کام اب دوکنگ کے علاوہ لندن میں بھی شروع کر دیا گیا ہے۔ اور ہفتہ میں تین دن لندن میں تبلیغ کے لئے رکھے گئے ہیں۔ اور نوٹنگ ہل گیٹ سٹیشن کے قریب ۱۱۱ کیمبڈن ہل روڈ پر مکان لیلیا گیا ہے۔ جہاں خواجہ صاحب ہفتہ میں تین دن صرف کرینگے۔ اللہ تعالیٰ اِس نئے کام کو بابرکت کرے۔ جنگ کی وجہ سے گو مذہب کی طرف توجہ کم ہے۔ مگر اپنی کوششوں کو بڑھاتے رہنا ہی کامیابی کی کنجی ہے +

اِسی تبلیغ کے سلسلہ میں ذیل کے ہفتہ وار لکچروں کا اعلان کیا گیا ہے۔ جو اتوار کے دن دوکنگ اور لندن میں ہونگے :۔

۸ - اپریل - توحید الٰہی پر ایمان ترقی تہذیب میں ایک بھاری عنصر ثابت ہوا ہے ۔

۱۵ - اپریل - فطرت کا مذہب - سائنس اور وحی الٰہی ۔

۲۲ - اپریل - نجات اور ارتقاء ۔

۲۹ - اپریل - دُعا - خواہشات - آرزوئیں اور مقاصد ۔

۵ - مئی - ذات باری کا تصوّر اور اُس کا اثر اخلاق پر ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

اشاعتِ اسلام

ترجمۂ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریۂ لنڈن

جلد (۳) بابت ماہ مئی ۱۹۱۷ء نمبر (۵)

شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ جس نومسلم انگریز کی تصویر شائع ہوتی ہے اُن کا نام مسٹر امین ہنری سکبی ہے۔ اُن کی زوجہ امینہ سکبی نہ صرف اپنے اسلام میں اپنے خاوند پر ہی تقدم رکھتی ہیں بلکہ اُن کے ذریعہ سے آٹھ شخص اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ ایسی نیکدل اور پُرجوش خواتین کا اسلام میں داخل ہونا یقین دلا رہا ہے۔ کہ اب اسلامی تبلیغ کی تحریک انگلستان میں مضبوط قدم جما چکی ہے۔ ایک بیج تھا جو بویا گیا اور خدا کے فضل نے اُسے ایک سرسبز پودہ بنا دیا ہے۔ مگر ابھی یہ نازک پودہ ہے اور اسے ضرورت ہے کہ اسکی خبرگیری میں پوری کوشش کیجائے۔ کیونکہ پودہ کو دیکھ کر حاسدین کا حسد مختلف رنگوں میں نمودار ہونا ضروری ہے۔ اور مخالفت کے جھونکے بھی اس پر ضرور چلیں گے۔ اِس لیئے اگر ایک طرف یہ آبیاری کا محتاج ہے تو دوسری طرف اب یہ حفاظت کو بھی چاہتا ہے۔ ہاں اگر اس وقت اِن دونوں صورتوں میں اسکی خبرگیری



MR. AMLEN [illegible]

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و رسالہ اشاعت اسلام اُردو کے

اغراض و مقاصد

اِن رسالوں کی غرض و غایت بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کے کام کو مضبوط کرنا ہے۔ انہی دو رسالوں کا منافع بہت حد تک اخراجات ووکنگ مسلم مشن کا کفیل ہے۔ ان کی خریداری کے بڑھنے سے ذیل کے امُور مترتب ہونگے:۔

۱۔ ان سے ایک اعلےٰ پایہ کا اسلامی لٹریچر پیدا ہوگا +

۲۔ رسالہ اسلامک ریویو کے مضامین کو انگلش پریس نے اسلام کی ایک طاقت تسلیم کیا ہے +

۳۔ اخراجات اشاعت اسلام میں سہولت ہوگی +

۴۔ منتظمین اسلامک ریویو انگریزی مجریہ لندن کو موجُودہ سے زیادہ تعداد میں انگریزی رسالہ مفت بلاد غربیہ میں تقسیم کرنے کا موقع ملیگا۔ اور اس طرح سے یہ اعلیٰ مقصد پُورا ہو جاویگا جس کے لئے یہ رسالے جاری کئے گئے ہیں احباب ضرور ان رسالوں کی توسیع اشاعت میں سعی بلیغ فرماکر عنداللہ ماجُور ہوں خصُوصاً اپنے حلقۂ اثر میں۔ خویش واقارب میں۔ دوست و احباب میں توسیع فرمائیں +

کاغذ کی قلّت و گرانی

روز افزوں ترقی پر ہے۔ مُربّیان رسالہ و جملہ خریداران کی خدمت میں مُؤدبانہ التماس ہے کہ ازراہ کرم توسیع اشاعت میں سعی بلیغ فرماکر عنداللہ ماجُور ہوں +

دو دو خریدار فراہم کرنے ہمارے ہر ایک بہی خواہ رسالہ کے آگے کونسی بڑی بات ہے۔ اور خصُوصاً ایسے اسلامی رسالہ کے لئے جس کے اجراء کی غرض و غایت ہو نصب العین بھی نیک اور اہم +

خاکسار۔ بندہ منیجر رسالہ ہذا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۲

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مُسلم مشنری و مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے۔

جلد (۳) | بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۷ء | نمبر (۵)

فہرست مضامین

۱ - شذرات	۱۹۳	۶ - مذہبی بے چینی	۲۲۱
۲ - شورا اور شراب	۱۹۹	۷ - اسلام کا احسان عورت پر	۲۲۶
۳ - انسان کامل اور معمولی انسان	۲۰۱	۸ - حیوان ناقل	۲۳۶
۴ - انسان کامل	۲۰۳	۹ - زکوۃ اور اس کا مصرف	۲۴۰
۵ - نیکی میں اوسط درجہ کا انسان مطابق تعلیم قرآنی	۲۱۶		

یونین سٹیم پریس لاہور میں لالہ بخشی دیوان چند کے اہتمام سے چھپوا کر مرزا یعقوب بیگ آنریری سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے شائع کیا

اشتہار

انگریزی زبان میں پہلی اور بینظیر کتاب لاجواب جس کی مثال آج تک کوئی نظر نہیں آتی۔

البیان فی علوم القرآن۔ یہ کتاب جناب مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی شمس العلماء دہلی کی تصنیف ہے۔ اس میں مولانا نے ان تمام علوم کو ظاہر کیا ہے۔ جو کہ قرآن شریف میں وارد ہوئے ہیں۔ اس اعتبار سے کہ آجکل علماء نئی روشنی پرانی روشنی منقولی علوم مشرقی علوم علم کی تقسیم کرتے ہیں۔ یہ کتاب ان سب کو حاوی ہے۔ اور مخالفان اسلام جو کچھ اسلام پاک پر اعتراض کرتے ہیں اس کتاب میں ہر ایک عقلی نقلی جواب ہے خوبی یہ کہ نہایت مختصر و مدلل پڑھنا شروع کرو یہی جی چاہتا ہے۔ کہ تمام کئے بغیر نہ چھوڑیں۔

تحریر کا باعث یہ ہوا کہ ندوۃ العلماء کے جلسے میں جو کہ مدراس میں ہوا تھا۔ ایک شخص نومسلم آسٹریلیا کا رہنے والا عبدالحق نام بھی شریک تھا۔ اس نے اثناء تقریر میں یہ افسوس ظاہر کیا کہ انگریزی زبان میں ایسی کوئی کتاب نہیں ملتی کہ جو انگریزیدان صحاب کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہو۔ ارباب جلسہ نے یہ کام مولانا موصوف کے سپرد کیا اور آپ نے یہ کام کمال محنت اور نہایت عرق ریزی سے کیا۔ کہ اول اردو زبان میں کتاب تیار کی۔ بعد ازاں تھیکر کمپنی کلکتہ میں انگریزی کرواکر طبع کرائی۔ اور زمینداروں کی آرزو پوری کی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزا ۔

کتاب تو اس قابل ہے کہ اگر اس کی قیمت سو روپیہ کردی جائے تو بھی تھوڑی ہے مگر ناظرین کی سہولت کیلئے ۔۔ وی پی کے خرچہ سمیت ؏ روپے کردی ہے۔ اس کی خریداری کیا ہے دینی سودا دس روپیہ میں ہر فن اور ہر علم کا عالم ایک واعظ ملتا ہے انگریزی زبان میں تعلیم پانیوالے اور دین اسلام کی اشاعت کرنے اور کرانیوالے صاحبان اس کتاب کو خرید فرماکر خود بھی مطالعہ کریں۔ اور تقسیم بھی کراویں۔ دونوں مطالب بر آمد ہونگے۔ بغرض اطلاع عریضہ ہذا اشتہار کے طور پر مرسل ہے۔ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

مکرر عرض ہے کہ فرمایش کیساتھ دو روپیہ بمد پیشگی بھیجنا چاہئے۔ اور وی پی بھجوا دیئے جاوینگے اور زیادہ نسخوں کے خریدار کو محصول معاف ۔

پتہ :۔ حاجی محمد اسحاق ۔ محمد احمد سوداگر صدر بازار دہلی ۔

چہرے کی خوبصورتی

کا راز مُفت ہے

جب ہر چہار طرف سے لوگوں نے نقلی صابون کے اشتہار دینے شروع کر دیئے تو ہمارے کارخانے نے بھی اپنی ترقی کا ارادہ اس میں سمجھا کر ایک لاکھ بکس گلفام سوپ **نصف قیمت** میں فروخت کر کے اس کا منافع خریداروں ہی میں تقسیم کر کے کم سے کم ایک لاکھ گھرانوں کو اپنا گرویدہ بنا کر دائمی فائدہ اٹھایا جاوے۔

گلفام سوپ

یہ صابون نہایت پاک و صاف ہر قسم کی خلاف مذہبی اشیاء و چربی وغیرہ سے مُبرا۔ نہایت خوشبودار بیگمات و رئیس زادوں کے استعمال کے قابل ہے۔ جس کے استعمال سے سیاہ اور جھائیں دار چہرہ گلاب کی پتی کی رنگت اور ملائمت میں تبدیل ہو کر دیکھنے والوں کو حیران بنا دیتا ہے۔

زیادہ تعریف فضول۔ سادگی سے صرف اس قدر کہہ دینا بلکہ مشورہ دینا ضروری ہے۔ کہ اگر آپ خوبصورت بننا چاہتے ہیں اپنی خوبصورتی کو قائم رکھنا چاہتے ہیں تو خود استعمال کریں اور گھر میں استعمال کرائیں۔ یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ آپ صابون اور رنگت کو ہی دیکھ کر عش عش کر جائیں گے کیونکہ ہم نے صفائی مال میں ولایت والوں کو بھی مات کر دیا ہے۔ امید ہے کہ آپ ہماری حوصلہ افزائی کا باعث ہوں گے۔ اس پر بھی طرفہ یہ کہ اگر مال گراں اور ناقص ہو تو واپسی کی شرط

اصل **قیمت** فی بکس تین ٹکیہ ڈیڑھ روپیہ رعایتی الغائی **قیمت** صرف بارہ آنہ ۱۲؍

نمونہ صابون کا اثر

جناب من نمونہ کے طور پر گلفام سوپ کا بکس منگوایا تھا اگر اس کی تعریف کروں تو بلاشبہ لوگ مبالغہ خیال کریں گے۔ اس لئے صرف اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ اس کے استعمال سے نہ صرف چہرہ ملائم ہو جاتا ہے بلکہ رنگت میں بھی نمایاں فرق معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے عہد کر لیا ہے کہ اپنے کنبہ میں ہمیشہ اس کا ہی استعمال کروں گا۔ دستخط [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] ایک لاکھ بکس گلفام سوپ کی فروخت کا منافع مبلغ بیس ہزار خریداروں ہی میں [illegible]
خریداران و مشتہرین [illegible] دسمبر [illegible] کو بطریق ذیل بطور زر امداد تقسیم کر دیا جاویگا:-

اول انعام دس ہزار روپیہ۔ دوئم انعام چار ہزار روپیہ۔ سوئم انعام ایک ہزار روپیہ۔ پندرہ انعام فی انعام ایک سو روپیہ۔ بیس انعام فی انعام پچاس روپیہ۔ ایک سو انعام [illegible] روپیہ۔ تین سو انعام فی انعام پانچ روپیہ۔ صرف کل بیس ہزار روپیہ۔ یہ روپیہ تاریخ مقررہ پر ضرور بضرور تقسیم کر دیا جائیگا اگر خریداروں کی تعداد میں کچھ کمی بھی رہ گئی تو بھی تاریخ ہرگز تبدیل نہ ہوگی۔ بلکہ انعامات اسی نسبت سے تقسیم کر دیئے جاویں گے یہ بھی ضرور خیال رہے کہ [illegible] صابون کسی حالت میں ڈیڑھ روپیہ بکس سے کم نہ ملیگا۔ ممکن ہے کہ قسمت آپ کی منتظر ہو۔ اگر آپ بھی اس مفید کام میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو فوراً [illegible] آنہ کا منی آرڈر بھیجیں تاکہ وقت پر آپ بھی شامل ہو سکیں کیونکہ تعداد پوری ہونے پر منی آرڈر بھی واپس ہوں گے [illegible] کوپن پر اپنا پورا پتہ لکھو۔

(تار کا پتہ) گلفام دہلی

گلفام سوپ آفس صدر بازار دہلی

کلوروڈاین

یہ انگریزوں کی ایک خانگی دوا ہے۔ ریاحی درد مروڑ خواہ کسی صورت سے ہو۔ اس کی ایک ہی دو خوراک سے جاتی رہتی ہے۔ آؤں دست اور پیچش کے لئے یہ نہایت مفید ہے۔ ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے ایک نامی دواخانہ سے بنوایا ہے۔ اور دیگر کلوروڈائن سے کہیں بہتر ہے۔ اس لئے بازاری کلوروڈائن کو نہ خرید کرکے اس کلوروڈائن کو خریدیں۔ قیمت ۱۰؍ اور ایک درجن کے چار روپے۔ محصول ڈاک ۵؍

دانت کے درد کی دوا

لگاتے ہی درد مٹاتی ہے۔ روتے کو ہنساتی ہے۔ ایک باریک و مضبوط تنکے یا سینک کے سرے پر روئی لپیٹ کر اُسے دوا میں ڈبو کر ٹھیک درد کے مقام پر لگائے اور اگر دانت کی جڑ میں درد ہو تو ذراسی روئی ڈبو کے اس میں بھر دیں۔ فوراً درد بند ہو جاتا ہے قیمت ۴؍ محصول ڈاک ایک سے ۸ شیشی تک ۶؍

جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی اسپتال کی تجربہ کی ہوئی دوائیوں سے بنایا گیا ہے۔ اس سے ہر اقسام کے جلدی بیماری یعنے چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی۔ چھاجن ابرص وغیرہ رفع ہوتے ہیں۔ برص سے خراب ہوئے چمڑے میں یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے۔ اس میں تیل لگانے سے پورا نفع نہیں ملتا۔ اس وجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خون صاف کرنے والی دوا ایڈ و ڈائیرڈ سالسہ بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہئے۔ قیمت فی شیشی

۸؍ محصول ڈاک ایک سے چار تک ۵؍ سالسہ قیمت ۱۲؍ محصول ۶؍

ڈاکٹر ایس کے برمن کا جوہر پیپرمنٹ

یہ تو غالباً سب ہی لوگ جانتے ہیں۔ کہ معمولی درد شکم میں جوہر پیپرمنٹ کو استعمال کیا کرتے ہیں مگر بازار کے جوہر میں دوسری چیزیں ملی ہوئی ہیں۔ اس لئے وہ پورا نفع نہیں کرتا ہے۔ یہ جوہر جاپان کے ایک مشہور کارخانہ سے طیار کرا کے منگوایا گیا ہے۔ اس لئے اسے چاول کے برابر پان میں رکھ کر کھائے۔ مُنہ کی بدبو۔ پیٹ کا درد ریاحی وغیرہ کو دُور کردیگا تیل میں ملا کر کنپٹی میں لگانے سے درد سر کے لئے بھی مُفید ہے۔ قیمت فی شیشی ۱؍ محصول ڈاک وغیرہ ۵؍

نوٹ: ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں۔ ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

نمبر	نام کتاب	مضامین	قیمت
۳۰	مجموعہ وظائف	مجرّب وناعدہ وظائف۔	۳؍
۳۱	انشائے نسوان	جس میں مستورات کو لکھنا بتانے کے قواعد طرز تحریر ورسم الخط کی اصطلاح ۔ زنانہ محاورات کے القاب وطریقہ ۔ خطوط نویسی مع نمونہ خطوط بتائے گئے ہیں ۔	۴؍
۳۲	ادیب نسوان	اس میں طبقۂ نسوان کی پردہ نشین مستورات کی قابلیت بڑھانے کیلئے عصمت ۔ اتباع خاوند ۔ پردہ ۔ حیا ۔ انتظام خانہ داری ۔ تہذیب تعلیم اولاد ۔ گھر کے کام وکاج وہنر آموزی کے تمام مضامین درج ہیں ۔	۴؍
۳۳	فیمیل ڈائری یعنی زنانہ حساب کتاب مجلّد	جس میں گھر کا حساب کتاب لکھنے کے آسان نقشے دیئے ہیں اور حساب نویسی کا ایسا آسان طریق بتایا ہے کہ ایک معمولی لکھی پڑھی خاتون بھی اپنے گھر کا حساب روزمرّہ اس میں لکھ سکے دھوبی کا حساب وغیرہ اس میں تاریخوار لکھا جاسکتا ہے ۔ ایک ڈائری مدتوں کام دیسکتی ہے ۔ سال وتاریخ کی قید نہیں کی گئی ۔ سن عیسوی اور ہجری کی جنتریاں ساتھ ہیں ڈاکخانہ وتار اور ریلوے کے متعلق ضروری ہدایتیں تنخواہ زمین اور روزن کرنیکا آسان قاعدہ اس میں نہایت تفصیل کیساتھ لکھا گیا ہے ۔ آپ فی الفور بھیجکر منگائیے تاکہ آپ کے تمام روزانہ کام جائے ہر گھر میں ایک ڈائری ضرور ہونی چاہئے ۔ جلد بھی خوبصورت بند ہوائی گئی ہے قیمت صرف	۸؍
۳۴	انتظام خانہ داری	اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ گھر کیلئے کن باتوں کی ضرورت ہے اور وہ باتیں کس طرح حاصل ہوسکتی ہیں ۔ جن سے گھر بنے اور زندگی بھر کسی قسم کی تکلیف نہ ہو بلکہ زندگی آرام سے گذر سکے	۴؍

[illegible]	نام کتاب	مضامین	[illegible]
۱۴	سراۂ جنت	نیک اور بیباک باز مرد و عورتوں کے نتیجہ خیز قصے	۲ر
۱۵	ناصح مشفق	نصیحت کے پورے ایک سو سچے موتی نہایت قابل دید کتاب ہے۔	۳ر
۱۶	لکچر اسلام	مسز بینی بیسنٹ کا لیکچر اردو میں اسلام کی خوبیوں پر	۲ر
۱۷	لوری نامہ	بہت سی دلچسپ لوریاں درج ہیں جنہیں بچے خوش ہو کر سنتے ہیں	۲ر
	مجموعہ ظرافت	ہنسنے ہنسانے کا مہذب سامان اس کتاب میں موجود ہے	۲ر
۱۸	زنانہ خطوط	عورتوں کو خطوط نویسی سکھانے کیلئے آسان طریقے درج ہیں	۵ر
۱۹	حالات زمین	عورتوں کیلئے دنیا کا آسان جغرافیہ۔	۵ر
۲۰	تعلیم الصبیان	بچوں کیلئے انشاپردازی کا ایک آسان طریقہ۔	۲ر
۲۱	لایق ماں کا لایق بیٹا	تعلیمیافتہ اور جاہل ماؤں کا مقابلہ۔	۳ر
۲۲	حجاب النساء	عورتوں کے پڑھنے کے قابل پردہ کے متعلق دلچسپ کتاب	۳ر
۲۳	ترتیب النسا	تہذیب و اخلاق حاصل کرنے کیلئے طرز عمل قصہ کے پیرایہ میں	۵ر
۲۴	کرن تارہ	قلعہ آگرہ کی داستان شہنشاہ اکبر اور جودھا بائی کے حالات	۱
۲۵	دائیہ	جس میں بچہ اور زچہ کے متعلق مفید سے مفید ہدایتیں درج ہیں۔ علاوہ اس کے ابتدائی حالت جنین میعاد حمل۔ علامات حمل تدبیر حمل۔ دودھ۔ اوپری دودھ سے بچے کی پرورش۔ بچہ کا غسل و لباس۔ دودھ کا استعمال ان تمام ضروری مسائل پر کافی بحث کی گئی ہے۔	۸
۲۶	تاثیر صحبت	نوجوانوں کی اصلاح ایک دلچسپ پیرایہ میں۔	۸ر
۲۷	باورچی خانہ	مسلمانی۔ ہندوانی اور انگریزی کھانا پکانے کی ترکیبیں	۴ر
۲۸	حوران جنت	معزز اور مشہور خواتین کے مقدس اور معصوم حالات	۴ر
۲۹	بہشتی حوریں	جس میں نیکدل اور پاک عورتوں کے سچے اور صحیح حالات درج ہیں	۴ر

فہرست کتب اشاعت اسلام بک ڈپو

شریف بیگمات کے پڑھنے کی خاص کتابیں

عورتوں کو علم اور تہذیب سکھانے میں یہ کتابیں لاجواب ہیں

نمبر	نام کتاب	مضامین	قیمت
۱	رسول عربی	جناب رسول کریم صلعم کی مقدس سوانح عمری خاص عورتوں کے لئے۔ قیمت	۸ر
۲	بنت الرسول	خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات۔ قیمت	۵ر
۳	کفایت شعاری	فضول خرچ مرد اور عورتوں کیلئے ایک مفید کتاب	۴ر
۴	چڑیا چڑے کی کہانی	انسان کی ہمدردی کے قصے دو بے زبانوں کی زبان سے۔ قیمت	۳ر
۵	آداب نسوان	دل پسند اور مفید نصیحتوں کا مجموعہ اخلاق و آداب کے متعلق	۶ر
۶	پہیلی نامہ	سیکڑوں نایاب اور دلچسپ پہیلیاں معہ حل کے۔	۵ر
۷	صبر کی دیوی	ایک معصوم بچی پر سوتیلی ماں کے ظلم اور اسکے صبر کا نتیجہ	۳ر
۸	لاڈلا بیٹا	ماں باپ لاڈ و پیار میں اولاد کو کس طرح بگاڑتے ہیں	۳ر
۹	عقیلہ بیگم	ایک کفایت شعار اور مستقل مزاج خاتون کی زندگی کا نمونہ	۲ر
۱۰	جمیلہ خاتون	پردہ نشین مستورات کو کفایت شعاری سکھانے میں بےنظیر ہے	۳ر
۱۱	علم کی دیوی	پردہ کے متعلق ایک عیسائی لیڈی سے بحث مباحثہ	۵ر
۱۲	قومی گیت	بچوں اور بچیوں کے پڑھنے کے قابل اخلاقی گیت	۳ر
۱۳	خوش انجام	ایک موثر کہانی بیفکر شوہروں پر بچوں کی بے کسی کا اثر	۲ر

اعجاز نماء اناملں کے کٹورے

یعنی

پانی پینے کے پیالے

ان کٹوروں میں کلمہ طیبہ اور قرآن پاک کی مختلف سورتیں بخط عربی خوشخط کندہ ہیں۔ ان میں پانی پینا عام طور پر امراض وبائی کو بطور حفظ ماتقدم مفید اور بالخصوص مریض کے لیئے شفا بخش ثابت ہوا ہے ان متبرک کٹوروں کا استعمال جسمانی اور روحانی ہر پہلو سے مفید اور ہر مسلم گھر میں انکا رہنا از بس ضروری ہے۔ یہ کٹورے مراد آباد کے ساختہ اور نہایت خوش وضع ہیں جنکی عمدگی اور برکت کما حقہٗ ناظرین کو دیکھنا فقط سے ہی معلوم ہوسکتی ہے۔ ہدیہ کٹورہ۔ سورۃ یٰسین یا سورۃ الرحمٰن تین روپے۔ (سے)

" " " ۔ سورۃ الحمد و سورۃ اخلاص و آیۃ الکرسی (عہ)

نوٹ:۔ علاوہ مذکورہ بالا تبرکات کے دیگر سورتیں اور نام وغیرہ حسب فرمائش کندہ کئے جاسکتے ہیں ۔

المشتہر منیجر اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ نولکھا۔ لاھور

اشتہار واجب الاظہار

بے مثل بے نظیر ہمارا خضاب ہے

گویا جہاں میں آپ یہ اپنا جواب ہے

شائقین کو دوستیں عرض ہے کہ ہمارا خضاب مست سیدہ ہے جس کا مقدور تمام ہندوستان اور پنجاب وغیرہ کا کافی ہی اور ناظرین خوب ہی جانتی ہیں کہ جلد منہ جلدی پڑکر۔ کہ اگر ایسا نہ ہو قیمت واپس۔ سیلہ [illegible] کا کچھ فائدہ نہیں ہے یہ خضاب تیل کی قسم سے ہی۔ کہ ہر تجربہ استعمال کرلیجے معلوم ہوگا۔ پانچ منٹ میں بحکم خداوند تعالیٰ بال اپنی اصلی صورت پر ملائم اور چمکدار ہو جاتے ہیں جلد پر [illegible] نہیں لگتا قیمت علاوہ محصول ڈاک فی بکس [illegible] و [illegible] بے خبیارکو فی [illegible]۔ خریدنے [illegible]

نوٹ پتہ نہایت صاف [illegible]

المشتہر حاکم محمد حسین حکیم سید احمد شاہ بخاری

[illegible]

خضاب ہاشمی

یہ بے مثل روغنی خضاب ہے جو بغیر کسی قسم کی زحمت تکلیف اور صرف [illegible] سفید بال کو چند منٹ میں سیاہ مبخور کر دیتا ہے۔ اور اصلی و مصنوعی بالوں میں تمیز نہیں ہو سکتی۔

یہی وجہ ہے کہ امرا و رؤسا بلکہ حرفت پیشہ [illegible] سب کو یکساں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دن بدن یہ خضاب مقبول و دلپسند ہو رہا ہے۔ مثل بازاری خضاب کے اس کو کوئی ہمارا شعار نہیں۔ اطمینان کے واسطے ہم سے بہتر ضمانت کیا ہو سکتی ہے کہ ایک دفعہ ضرور آزمایا گیا ہے۔ اگر حسب اشتہار ثابت نہ ہو تو بلا عذر قیمت منگا لیجئے۔ قیمت فی بکس ایک روپیہ (عہ) علاوہ محصول ڈاک۔ سوداگروں کے لئے [illegible]

المشتہر ایس محرقلی اینڈ کمپنی پروینشل مرچنٹ

[illegible]

علیحدہ قوت نہیں رکھتا۔ اس کی طاقتیں خدا نے مسلوب نہیں کر دیں۔ کہ وہ تو بغیر جائداد کے پلنے کے دُنیا میں گذر نہیں کر سکتا۔ اور دُوسرے کر سکتے ہیں۔ پس یہ ظاہر ہے۔ کہ قرآن کریم کی تقسیم وراثت مساوات حقوق انسانی اور اعلےٰ درجہ کی معقولیت پر مبنی ہے +

ہاں اس تقسیم میں اولاد کا ذکر کرتے ہوئے یہ اصُول باندھ دیا۔ کہ للذکر مثل حظ الانثیین لڑکے کو دو لڑکیوں کے حصّے کے برابر ملے گا۔ اسکی وجہ ظاہر ہے۔ کہ عموماً کمانے والے دُنیا میں مرد ہی ہوتے ہیں عورتوں کو ایسے موقعہ بھی کم ملتے ہیں۔ اس لیئے مردوں کا حصّہ عورتوں کی نسبت فائق رکھا۔ اور پھر مرد کو اپنی بی بی پر خرچ بھی کرنا پڑتا ہے۔ اِس طرح ہر عورت بذریعہ مرد کے بھی ایک حصّہ پالیتی ہے اور یہ تقسیم عقل اور انصاف کے بالکل مُطابق ہے +

اس سے ظاہر ہے کہ بڑی بات جو اسلام نے تقسیم وراثت میں مدّنظر رکھی ہے وہ یہ ہے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو سب لوگوں کو دُنیا میں یکساں موقعہ دیا جائے۔ مال کثیر کا ایک ہی شخص کے پاس جمع ہوتے چلے جانا ایک ایسا امر ہے جس پر آج خود یورپ میں ایک بڑا گروہ نالاں ہے۔ اور وہ دولت میں مساوات کے اصُول کو قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ گروہ سوشلسٹوں کا کہلاتا ہے جن کا اصُول یہ ہے کہ دولت جو مختلف لوگ کمائیں وہ سب میں یکساں تقسیم ہو۔ ظاہر ہے۔ کہ ایسا کوئی قانون عملی رنگ میں نہیں آسکتا۔ مساوات دولت کا اصُول جہاں تک ممکن تھا اس کو اسلام نے اپنے اندر لے لیا ہے۔ اور ان میں سے ایک امر جو دُنیا میں دولت کی مساوات پیدا کرتا ہے۔ یہی تقسیم وراثت کا اصُول ہے۔ دوسرا امر اسی رنگ میں سود کی ممانعت ہے۔ کیونکہ سود کا نتیجہ بھی یہی ہوتا ہے۔ کہ جو شخص زیادہ مالدار ہیں اُن کا مال بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور جو غریب ہیں اُن کا افلاس بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پس حرمت سود سے بھی اسلام نے دولت کی مساوات دُنیا میں پیدا کرنی چاہی ہے +

قرآن کریم موٹے موٹے اصول بتا دیتا ہے۔ تفصیلات میں پڑنے سے ایک قانون کی ساری تفصیلات سے ہی اتنی بڑی کتاب بن جائے اور پھر بھی کل کی کل تفصیلات اس کی نہ آسکیں۔ عام طور پر دُنیا میں جائدادیں اس قابل نہیں ہوتیں۔ کہ انھیں ضرور محفوظ رکھا جائے اور کوئی خاص فوائد ان کے محفوظ رکھنے سے حاصل ہو سکیں۔ دُوسرے جس صورت میں ایک بیٹے کا دوسرے کی خاطر محروم کیا جانا صاف طور پر خلاف انصاف ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ صرف جائدادوں کی فرضی حفاظت کے لیئے انسانوں کو اُن کے حقوق سے محرُوم کیا جائے۔ اور پھر حفاظت کیا ہے۔ کیا بڑی بڑی جائدادوں کو اکیلے وارثوں نے پاکر تباہ نہیں کر دیا۔ اگر کسی قانون کی غرض کسی خاص جائداد کا دیر تک محفوظ رکھنا ہے۔ تو اسلام نے استثنائی صورتوں میں اس کے لیئے قانون وقف علی الاولاد بتا دیا ہے۔ ورنہ اکیلے وارث کو ملجانے سے کسی جائداد کے محفوظ ہو جانے کی کوئی ضمانت نہیں ملجاتی۔ بلکہ اور بھی زیادہ اس کی تباہی کا سامان ہوتا ہے +

اسلام کا اصُول تقسیم وراثت حقوق انسانی کی مساوات پر مبنی ہے۔ اولاد میں ایک مساوات ہے وہ سب حصہ دار ہونے چاہئیں۔ یہ نہیں کہ بیٹیوں کو محروم کر دیا جائے۔ اور بیٹوں کو ساری جائداد دی جائے۔ اور نہ ہی یہ قرین انصاف ہے۔ کہ ساری اولاد کو محرُوم کر کے ایک کے سپرد کل جائداد کر دیجائے۔ اسی طرح پر اگر میاں بی بی کی جائداد کا وارث ہو سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ بی بی میاں کی جائداد میں سے حصہ نہ لے اور اُس کے لیئے کیسی مصیبت ہے۔ کہ ایک طرف اُس کا خاوند مرجائے دوسری طرف وُہ کل جائداد سے محرُوم کر دیجائے۔ اِسی طرح پر ماں باپ کے حقوق ہیں۔ گویا اس تقسیم وراثت میں بھی اسلام نے جمہوریت کا اصُول قائم رکھا ہے۔ کہ جن کے یکساں حقوق ہیں وہ سب اپنے حقوق کو پائیں۔ اور کسی کو یہ اختیار نہیں۔ کہ دوسروں کو اُن کے حقوق سے محروم کر دے پس یہی وہ صحیح قانون ہے۔ جس سے دُنیا کی حقیقی اصلاح ہو سکتی ہے۔ رہا جائدادوں کا بننا یا تقسیم ہونا سو جس طرح ایک انسان اپنی سعی اور کوشش سے ایک جائداد بنا سکتا ہے۔ اسی طرح دُوسرا بھی بنا سکتا ہے۔ جو قوتیں ایک انسان کو اللہ تعالےٰ نے دی ہیں۔ وہی دوسرے کو بھی دی ہیں۔ جو سامان ایک کے لیئے مہیا کیئے ہیں۔ وہی دوسرے کے لیئے بھی مہیا کیئے ہیں۔ پس جو مساوات قانون قدرت میں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اسی کو تقسیم وراثت میں مدّ نظر رکھا ہے۔ بڑا بیٹا چھوٹے بیٹوں سے

خود لے لیتے ہیں۔ کمزوروں کو اُن کے حقوق دلانا۔ بھر بلا اُن کے مطالبہ کے دلانا یہ اس خدا کا کام تھا جو طاقتوروں کمزوروں دونوں کا خدا ہے۔ قرآن کا یہ کس قدر احسان عورتوں پہ ہے۔ نہیں نسلِ انسانی پر کس قدر احسان ہے کہ اُس کی آواز آج سے تیرہ سو سال پیشتر ہر ایک ضعیف اور عاجز کے لیئے اُٹھی اور ایسی اُٹھی کہ ان کو زبردستوں کے مظالم سے ہمیشہ کے لیئے آزاد کر گئی۔ ہاں افسوس ہے تو ان مسلمانوں پر جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کر کے آج اس قرآنی قانون کو بالائے طاق رکھدیا ہے۔ اور اپنے رواجوں کی پیروی کر کے عورتوں کو اپنے حقوق سے پھر محروم کر دیا ہے +

کمزوروں کے حقوق کی حفاظت کے بعد مختلف ورثاء کے حصص قایم کر دیئے۔ اور ہر ایک شخص کی متروکہ جائیداد کے چند حصے کر دیئے ہیں۔ کچھ خاوند یا بی بی کو مل جاتا ہے۔ کچھ ماں باپ کو کچھ اولاد کو اور بعض حالات میں بھائیوں بہنوں کو۔ یا قریبی رشتہ داروں کے نہ ہونے کی صورت میں دُور کے رشتہ داروں کو گویا ہر شخص کی جائیداد میں سے اُن لوگوں کو حصہ دیا ہے جن سے انسان کو کچھ نفع عام طور پر پہنچتا رہتا ہے۔ اور اس طرح پر گویا ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کا قانون سکھایا ہے۔ عام طور پر ہر انسان اپنی زندگی میں خاوند یا بی بی سے ماں باپ سے اولاد سے کچھ منفعت اُٹھاتا ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ اُس کے مال میں جو وُہ اپنی وفات کے وقت چھوڑے ان قریبیوں میں سے بعض تو کچھ پالیں یا جیسا بعض ملکوں میں رواج ہے ایک ہی سب کچھ پالے اور باقی محروم رہجائیں۔ اس لیئے پہلی حکمت وراثت کو سب میں تقسیم کرنے کی یہ ہے کہ تا سب وہ لوگ جن سے انسان کو منفعت پہنچی ہے اس سے منفعت حاصل کریں۔ اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان الفاظ میں کہ اٰبائکم وابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا یعنی تمکو ماں باپ سے بھی منافع پہنچتے ہیں۔ اولاد سے بھی منافع پہنچتے ہیں۔ اس لیئے خدا نے ان سب کو انسان کے مال میں حصہ دار سمجھا ہے۔ اور ایک کو دُوسرے پر بلا وجہ ترجیح نہیں دی +

یہ بات تو نہایت صاف تھی۔ اور قانون الٰہی جس مصلحت پر مبنی ہے وہ ایسی نہیں کہ کوئی عقلمند انسان اس سے انکار کر سکے۔ لیکن بعض دلوں میں یہ وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس طرح پر بنی بنائی جائیداد تباہ ہو جاتی ہے۔ یوں تو لوگ کسی جائیداد کو محفوظ کرنا چاہیں۔ اسلام نے اس کے لیئے بھی ایک راہ وقف علی الاولاد کے قانون میں رکھی ہے۔ مگر سیاست تمدنی حالات ہوتے ہیں

وراثت میں اصول جمہوریت

اسلامی قانون وراثت کو بعض جلد باز معترضین نے اس بنا پر محل اعتراض ٹھیرایا ہے کہ اسی سے جائداد ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو جو کچھ قانون وراثت اسلام نے قائم کیا۔ اس میں بھی مساوات انسانی کا پہلو دکھایا ہے۔ اور کمزوروں کے حقوق کی حفاظت کی ہے۔ چنانچہ اس قانون کا پہلا اصول یوں قائم کیا۔

للرجال نصیب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترك الوالدان والاقربون مما قل منه اوکثر نصیبا مفروضا۔ مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو والدین یا قریبی چھوڑ مریں اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے اس میں سے جو والدین اور قریبی چھوڑ مریں۔ تھوڑا ہو یا بہت ایک مقرر حصہ ہے۔ اہل جاہلیت یعنی اسلام کے ظہور سے پہلے عرب لوگ ورثہ کا کوئی حصہ عورتوں کو نہ دیتے تھے اور نہ بچوں کو دیتے تھے۔ ان کا اصول قانون وراثت یہ تھا۔ کہ جو شخص جنگ کر سکتا ہے۔ اور غنیمت کا مال حاصل کر سکتا ہے وہی ورثہ کا حقدار بھی ہے۔ اس طرح عورتوں اور چھوٹے بچوں کو ہمیشہ محروم الارث رکھا جاتا تھا۔ قرآن کریم نے پہلی اصلاح قانون وراثت میں یہ کی۔ کہ مردوں اور عورتوں کو مال متروکہ میں یکساں حصہ دار ٹھیرایا۔ کیا طاقت تھی کہ ایک لفظ سے صدیوں کے قانون کو بدل دیا۔ آج تو عورتیں اپنے حقوق طلب کرنے کے لئے مہذب ممالک میں کھڑی ہیں پھر تعلیمیافتہ ملک ہیں۔ لیکن ان کے حقوق دینے میں مردوں کو کیسا تامل ہے۔ مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے والی عورتیں نہ تھیں عرب میں کسی کو وہم وگمان بھی نہ تھا۔ مگر ادھر ایک فقرہ قرآن کے اندر نازل ہو لیا۔ ادھر پرانا قانون اس طرح دنیا سے مٹا کہ گویا اس کا کبھی نام و نشان بھی نہ تھا۔ یہ الٰہی طاقت تھی۔ کہ بغیر کسی ظاہری طاقت کے پرانے قانون کو توڑ کر آن کی آن میں نیا قانون منوا لیا۔ کسی کی کیا مجال تھی۔ کہ آئندہ عورتوں کو حصہ دینے سے انکار کرے۔ یہ اصلاح منجانب اللہ تھی۔ کہ ایک ضعیف اور بے کس مخلوق کے جس کے حقوق کو صدیوں پاؤں تلے روندا گیا تھا۔ ایک قانون دنیا میں آگیا۔ ملا تنو راوابے حقوق

ان کی تعداد آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ آپ اس تعداد کو بڑھانے کے لیئے کیا کرتے ہیں۔ ہم اپنا فرض بحیثیت مضمون نویسوں کے اپنی اپنی قابلیت کے مطابق ادا کر رہے ہیں۔ کیا آپ بھی اس کے اشتہار دینے والے ایجنٹ ہی کا حصہ دار اور دخت کنندہ بن کر اس کے پورے پورے مویدبنکر اپنا فرض ادا کرنیکی طرف توجہ کریں گے۔ یہ اسلام کی حمایت کا کام ہے۔ اور یہ ضروری ہے +

ایک دن متنبی نے جو ایک بڑا مشہور عربی شاعر گذرا ہے اپنے ممدوح سیف الدولہ کے پاس چودہ مختلف درخواستیں ایک ہی شعر میں کیں۔ اور اس فیاض امیر نے ان سبھی درخواستوں کو فوراً منظور کیا میں نہ شاعری کرنے لگا ہوں نہ آپ پر اتنا بوجھ ڈالنا چاہتا ہوں۔ بلکہ ایک ہی لفظ میں ان ساری باتوں کو ادا کرتا ہوں اور وہ لفظ

فرض

ہے۔ وہ سلف کے مسلم بادشاہ اور اُمراء علوم کے حامی اور دین کے بڑے مؤید تھے۔ وہ فیاض تھے اور شاہانہ خیالات کے لوگ تھے۔ کیا عرب اور افریقہ کے شریفوں اور سیدوں۔ ایشیا کے شہزادوں اور نوابوں اور امراء اسلام کے موجودہ فرزندوں کی رگوں میں وہی غیرتِ اسلامی کا خون نہیں بہتا؟ کیا وہ فیاضی کی قوت اور وہ فیاض دل اُن کے سینوں میں نہیں؟ کیا اُن کی محبت اس دین کے لیئے کمزور ہو گئی ہے۔ اور اُن کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا ہے جس کی اُن کے بزرگوں کے دلوں میں اس قدر محبت تھی اور جس کے لیئے انھوں نے جب حالات متقاضی ہوئے جانیں قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا؟ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایسا نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اب بھی اس جوش کی آگ مسلمانوں کے دلوں میں شعلہ زن ہے۔ اور اسلام کی محبت اب بھی ایسی ہی زبردست ہے۔ اور یہ مطالبہ کہ ہر ایک ان الفاظ کا پڑھنے والا اس رسالہ کا خریدار بن جائے۔ اور جو خریدار ہیں وہ قلم یا زبان یا دونوں سے دوسروں کے لیئے خریداری کے محرک بن جائیں"۔ ایک ادنے سا مطالبہ ہے اسلام کا جھنڈا برطانوی جزائر میں لہرا رہا ہے۔ اے مسلمانوں کے فرزندو! مغربی ہواؤں میں اس کے سدا لہرانے کا سامان جلد مہیا کر دو +

میں چاہتا ہوں کہ مسلمان اسے خریدیں اور ہزاروں کی تعداد میں خریدیں۔ کیونکہ ان میں سے ہزارہا اس آباد دنیا پر پھیلے ہوئے ہیں جو اسے خرید سکتے ہیں۔ مگر جنھوں نے ابھی اسے خریدا نہیں اُس کی قیمت بہت تھوڑی ہے۔ اور بہت تھوڑے لوگ ہیں جن کے لیئے اس قلیل قیمت کا ادا کرنا واقعی مشکل ہو سکتا ہے اور ایسے لوگوں کو ہم معذور سمجھتے ہیں۔ میں صرف یہی نہیں چاہتا۔ کہ اُس کی خریداری سے تم اسے اس قابل بنادو کہ یہ اپنے اخراجات کا آپ متحمل ہونے لگے۔ بلکہ میں چاہتا ہوں۔ کہ تم اس کو اس کثرت کے ساتھ خریدو۔ کہ اس کی ہزاروں کاپیاں مفت غیر مسلموں کے ہاتھوں تک پہنچائی جا سکتیں۔ تمہارے ہی وہ خیالات ہیں جن کا اس کے اندر اعتبار ہوتا ہے۔ تمہارے ہی وہ مقاصد ہیں جو اس کے پیش نظر ہیں۔ یہ چیز بھی تمہارا ہی ہے اور سب سے بڑھکر **یہ کام تمہارا ہی ہے**۔ اس لیئے اس جھنڈے کے گرد جمع ہو جاؤ۔ جمع ہونے کا یہی وقت ہے۔ اور ہر ایک شخص جو اس قابل ہے اُس کا فرض ہے کہ وہ فوراً کھڑا ہو جائے۔ اسلام کی اس فوج میں کوئی کاہل نہیں چاہیئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر چل کر

دین کے لیئے استقلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ

جس قدر زور لگا سکتے ہو اس وقت لگاؤ۔ تا کہ اسلام کا شاندار جھنڈا برٹش امپائر کے مرکز میں اور عیسائیت کے سب سے بڑے شہر میں ہاں دنیا کے سب سے نمایاں مقام میں بلند رہے +

تمہارا ہمیشہ سے یہ دعوے رہا ہے۔ کہ اسلام کو اس قسم کے تنخواہ دار مشنریوں کی ضرورت نہیں جیسے عیسائیت کو بکار ہیں۔ کیونکہ ہر ایک مسلم ایک مشنری یعنی مبلغ ہے۔ جو ہر آن اور ہر حال میں اہل کے دُور کے جزائر اور افریقہ کے جلتے ہوئے میدان میں اسلام کے پھیلانے کے کام میں لگا ہوا ہے۔ یہ دعوے درست اور بیشک قابل قدر دعوے ہے۔ اور ایسا طریق اس انیسویں صدی کی عظیم الشان ایجادات سے پہلے جنھوں نے مطبع اور دخانی جہازوں اور ریلوے کی صورت میں نمودار ہو کر دنیا کی کایا کو ہی پلٹ دیا ہے۔ بالکل کافی تھا۔ مگر آج بیسویں صدی کی تہذیب کے سبب اس کے وسیع ذرائع ملاقات خط و کتابت کے لیئے اس کے وسیع تجربے اور مختلف فوائد کے لیئے [illegible] +

خیالات کے رو کی پہلی صف میں جگہ حاصل کرنے کے لیئے۔ اور اس [illegible] میں [illegible] کے لیئے یہ ضروری ہے کہ ہمارا ایک موقت الشیوع پرچہ ہو۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم [illegible] کام [illegible] کامیابی سے لیں۔ کوئی تنگ دائرہ اب مفید نہیں ہو سکتا۔ کامیابی میں بڑا عنصر [illegible] رسالہ کا ہے

نہ کچھ بن رہے ہیں - ہاں اپنی یا دوسروں کی قسمت ڈہا کے بن رہے ہیں - ہم سب کچھ لکھ رہے ہیں ہاں اس تختگاہ عالم پر اپنی ہی تاریخ لکھ رہے ہیں خواہ وہ ہنسانے والی ہو یا رُلانے والی +

ہم کیا لکھ رہے ہیں ؟ ہم کیا لکھ چکے ہیں - یہی سب سے بڑا سوال ہے - کیا تم نے وہ بات لکھی ہے تم وہ بات لکھ رہے ہو جس پر قدرت کی پنسل بھی شاباش کا نشان کرے گی ؟ کیا وہ مقاصد جو تمنے اپنے زیر نظر رکھے ہیں اور جن کی تائید کی ہے وہ آج کی چیزیں ہیں جو کل کو فراموشی کے عالم میں محو ہو جائیں گے یا وہ قیمتی چیزیں ہیں جو ہمیشہ تک زندہ رہیں گی ؟ کیا تمہارا ہر لمحہ جو گذر رہا ہے - تمہارے لیئے حقیقی راحت کا موجب ہے - کہ تم نے اپنا فرض ادا کیا ہے ؟ کیا تمہارا ہر قدم جو آگے بڑھ رہا ہے وہ یقیناً اس سڑک پر ہے جو خدا کی طرف لیجا رہی ہے ؟

ایک سچے مسلمان کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے - کہ اس زندگی کی تحریکات بہت سی ہیں - اور کہ وہ سب نسل انسانی کی ترقی اور خوشحالی کے لیئے مفید ہیں - اور کہ مخلوقات کے سارے دائرہ میں ہر جگہ مذہب ہے - مگر ساتھ ہی اس رسالہ کے ایڈیٹروں نے اس اصلی غرض کو جو رسالہ کے جاری کرنے میں مدنظر تھی کبھی فراموش نہیں کیا - برادران میں چاہتا ہوں کہ آپ اس بات کو خوب ذہن نشین کر لیں - کہ یہ پروا کرنے کی بات نہیں کہ ریویو کو کس نے جاری کیا - کون اس میں مضمون لکھنے والے ہیں - ریویو ان کا پرچہ نہیں نہ اُن کے فائدہ کے لیئے چلایا جاتا ہے - اس کی اشاعت میں کسی خاص شخص کا مالی فائدہ مدنظر نہیں - یہ نہ خواجہ صاحب کا پرچہ ہے نہ برطانوی مسلمانوں کا +

اے مسلمانو ! ریویو تمہارا پرچہ ہے -

تمہیں پر اس کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار ہے - ایک اخبار یا موقت الشیوع پرچہ اس امداد پر ہی زندہ رہ سکتا ہے جو اسے اپنے قارئین سے ملے - بالخصوص قارئین کے اس حصہ سے جن کو ان خیالات کی اشاعت سے وابستگی ہے - جو اس کے ذریعہ سے پھیلائے جاتے ہیں +

ریویو اسلام کو پھیلاتا ہے اور اسلیئے یہ اسلام کا ہی ہے -

اور اسلام کے پیروؤں کا - یہ تمہارا پرچہ بھی ہے اور ہمارا بھی ہے - اور تم پر یہ فرض ہے کہ تم اسے ہر طرح سے قوت اور مدد پہنچاؤ - عطیہ جات بہت اچھی چیز ہیں - مگر میں عطیہ جات کے لیئے تم سے اپیل نہیں کرتا - میں یہ چاہتا ہوں - کہ اس ماہوار رسالہ کی اشاعت بہت وسیع پیمانہ پر ہو -

...دن یا ایک ہفتہ یا ایک سال میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔ عوام الناس میں یہ نفوذ کرتا ہے مگر اس کا ... ہوتا ہے۔ یہ ایک بیج ہے جو بو یا گیا ہے۔ اور ایک دن آئے گا جب یہ پھٹے گا اور پھلے ... ایک جہاں کی فصل ... کاٹنے کے لئے تیار ہوگی۔ کیونکہ انجام ان ہاتھوں میں ہے۔ جو ان بیج ... سے پوشت بڑھا ... ہیں۔

... صلے اللہ علیہ وسلم پہلے پہل مکہ میں کھڑے ہوئے اور خوشخبری سنائی اور اپنا پیغام ... پہلی بار ... سننے والوں میں سے کون اس بات کا یقین کرتا ہوگا۔ کہ چند سالوں میں ہی کسی ... کی فصل تیار ہو جائے گی ... زمانہ ہمیشہ بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ آپ میں استقلال اور صبر ... اعلےٰ درجہ کے تھے ... یہی خیال آج بھی زندہ ہے اور وہی طاقت وہی زندہ کرنے کی قوت وہی زندگی بخش روح اپنے اندر رکھتا ہے۔ قوموں کی مدنی آزادی۔ اُن کی علمی ترقی اور اُن کی نجات کے لیئے اسی طرح پر طاقت اس کے اندر بھری ہوئی ہے۔ جیسی کہ اس وقت جب مکہ کے ایک اُمی کی رگِ حیات میں خون چلتا تھا۔ اور وہ وحی نبوت کے بلند ٹیلہ پر کھڑا تھا۔ اور ایک ایسی آواز سے ... کے اندر خدائی قوت اور شان نظر آتی تھی۔ وہ ایک خدا کا پیغام ایسے الفاظ میں لوگوں کو پہنچا رہا تھا۔ جو اپنے اندر ایک ایسی آگ رکھتے تھے۔ جو خواہشات کی خس و خاشاک کو بھسم کرتی چلی جاتی تھی

اے آلِ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم!

جو ... نسب فیشان ہو۔ اور جنہوں نے ایک بیش قیمت ورثہ اس مقدس والد سے پایا ہے۔ ان باپوں کے بیٹو! جنھوں نے تاریخ کے رو کو بدل دیا ہے۔ اور قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کر دیا ہے۔ تمہارے سامنے اس کا پاک نمونہ موجود ہے۔ ایمان میں کامل۔ مقصد میں بلند ہمت۔ جس کے لیئے ایسا مضبوط کہ کبھی اُس کا قدم نہ لرزا اور نہ وہ دائیں متوجہ ہوا نہ بائیں۔ بلکہ ہمیشہ سیدھا آگے کی طرف ہی نظر رکھتا تھا۔ خیال میں مستقیم اور عمل میں مستقل سب کام پوری دیانتداری سے ... کرنے والا بڑا الامین تھا۔

یاد رکھو کہ جب خدا کا ہاتھ قدرت کی قلم سے زمین سے میدانوں ... پر کچھ لکھتا ہے تو یہ مٹتا نہیں۔ جو کچھ لکھا جاتا ہے ہمیشہ کے لئے لکھا جاتا ہے۔ علت و معلول کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اور اُس کی ہر حرکت ہمیشہ آگے ہی آگے حال سے استقبال کی طرف چلتی ہے ... کچھ

غالباً ... ... ہی ... دور ہوتی جا رہی ہے ...

... وسیع ... اور ... کرتی جا رہی ہے ...

... زیادہ ... ...

... سال ... بہت ... ...

... ہمارے قابل اور ... بھائی

جنہوں ... ایک ...

بھی ... بڑا ذخیرہ ... اعلیٰ ...

ان کے وہ مضامین جو انھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اسلامی ... ... قانونی اور ملکی قوانین کے ماتحت ... کی حالت پر لکھے ہیں تحقیق واقفیت ... کا ایک ذخیرہ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ میرے مصری بھائی اور دوست ... کے خاص مضامین ... ساتھ جو بڑی قابلیت سے لکھے گئے ہیں ... اسلامی تصوف ... نے علمی تجربہ خوب روشنی ڈالی ہے۔ لارڈ ... سے ... ہی ہے اور ... انہوں نے بڑی قابلیت سے ... کام ... ہاتھ ... محمد صادق نے۔ میرے پرانے دوست پروفیسر لیون نے جن ... واقفیت ... کے متعلق ... سب سے آخر اور سب سے بڑھ کر ... ... جو مغرب کے مسلمانوں کا عظیم الشان بوڑھا آدمی ہے۔ قانون قدرت کے سوالات پر ... عالمانہ مضامین لکھے ہیں ... رسالہ کے لیے باعث فخر ہو سکتے ہیں۔ ان مضامین سے معلوم ہوتا ہے ... ان کی نگاہ انسانوں اور چیزوں پر بڑی باریک ہے۔ جو گہرے تدبر اور وسیع مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ اور ایسی سادہ انگریزی زبان میں خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جو فصاحت اور خوبی میں انگریزی علم ادب میں ... سے اعلیٰ مقام پر رکھے جانے کے قابل ہے۔ اس قسم کے مضامین رسالہ کی زینت ہیں۔ میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ میرے اس دوست کو دیر تک سلامت رکھے اور اسے قلم چلانے کی توفیق دے۔ تاکہ وہ ہمارے لٹریچر میں خوبصورت چیزوں کا اضافہ کرتا رہے جو ہمیشہ انسان کے لئے زیادہ ... ہوتی ہیں اس قسم کی تحریریں ان لوگوں پر جو انھیں پڑھتے ہیں بڑا اثر ڈالتی ہیں۔ یہ اثر ... ... مگر ...

اسلامک ریویو

بھی ایک مقصد رکھتا ہے - اس کی بُنیاد ایک خاص غرض کے لیئے ۱۹۱۳ء کی ابتدا میں رکھی گئی - جب ہمارے بھائی خواجہ کمال الدین نے ایک نئے کام کی بُنیاد رکھی جس میں تازہ خون اور جوش بھرا ہوا تھا - اور جس کو مذہبی سرگرمی نے ایک قوت دیدی - لورپول میں نہیں بلکہ لنڈن میں جو عظیم الشان برطانوی امپائر کا مرکز ہے - اور پراٹسٹنٹ عیسائیت کا دارالخلافہ ہے - یہ ایک بڑی ہمت کا کام تھا جسے مسلمان نے جو دین اسلام کی توسیع اشاعت کے لیئے - اور غیر ممالک میں اُس کی صحیح تصویر پیش کیا جانے کے لیئے جو اسے ہر دلعزیز بنادے جوش رکھتا تھا بڑی خوشی سے لبیک کہا - لیکن یہ ایک ایسی ہمت کا کام تھا جو ہمارے اس معزز بھائی سے ایک عظیم الشان قربانی چاہتا تھا - اور وہ قربانی بڑی خوشی سے اور شرح صدر سے اُس نے کرکے دکھائی - اور میں خیال کرتا ہوں - کہ اس قربانی کے کرنے میں اسے افسوس نہیں ہؤا - اور اس کا ثبوت یہ ہے - کہ ہندوستان میں کچھ دورہ کرنے کے بعد وہ پھر ہمارے درمیان اس کام کو جاری رکھنے کے لیئے آگیا ہے - آپ لوگ ریویو کو پڑھتے ہیں - آپ اُس کے اصول اُسکی امیدوں اُس کی آرزوؤں اُس کے مقاصد اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اس کی قیمت کو جانتے ہیں - آپ یہ بھی جانتے ہیں - کہ اس کی غرض کیا رہی ہے - اس نے کس قدر کوشش کی ہے کہ مسلمانوں نے علوم کی ترقی اور تہذیب کی تدریجی نشوونما میں کیا کیا کوششیں کی ہیں - اسی طرح پر مختلف عنوانوں پر اور مضامین فلسفیانہ اور دُوسرے رنگ کے لکھکر ریویو کو غیر مسلموں کے لئے دلچسپ بنانے کی کوشش کی ہے - اور ان سے ہمدردی اور قدردانی حاصل کی ہے - اور ایسے ایسے خط و خال ہمارے ہیں جن سے خود مسلمانوں کو بہت کچھ فائدہ پہنچا ہے - وہ لوگ جنھوں نے اس رسالہ میں مضامین لکھے ہیں انھوں نے بھی اپنی اپنی قابلیت کے مطابق اس غرض کی ادائیگی میں حصہ لیا ہے جو اُن پر تھا - جیسا کہ اسکے صفحات کے مطالعہ سے معلوم ہوگا - بہت لوگوں نے ان اصول کو جن کی اس میں تعلیم دیجاتی تھی قبول کیا ہے - اور دین اسلام اختیار کرکے اس مذہب کے عظیم الشان سلسلہ اخوت میں منسلک ہوگئے ہیں - لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کی کامیابی اس سے بہت بڑھ کر ہے - جس کا اندازہ اس کے صفحات سے لگ سکتا ہے - اس قسم کے کام کی کامیابی کا معیار ان لوگوں کی گنتی نہیں ہوسکتی جنھوں نے فی الواقع تبدیل مذہب کر لیا ہے - بلکہ اس کی اصلی کامیابی یہ ہے - کہ اسلام کے متعلق جو بیشمار

زندگی بسر کرتے ہیں تو ہم صرف اپنے لیئے زندگی بسر نہیں کرتے۔ بلکہ اس لیئے کہ ہماری آئندہ نسل یا یوں کہو کہ آئندہ کی نسل انسانی ہمارے تجربہ سے فائدہ اُٹھانے۔ تاکہ وہ ان مقاصد کو اور بھی وسیع کریں اور ان کے پُورے طور پر حاصل کرنے میں کامیاب ہوں۔ مقاصد کے اشاعت کے لیئے

کوشش

کی ضرورت ہے۔ کوشش کا مسلسل ہونا ضروری ہے۔ کوئی بڑی اصلاح خواہ مذہبی ہو یا ملکی عمل میں نہیں آسکتی۔ جب تک کہ اُس کے لیئے لگا تار کوشش نہ ہو۔ اور ان لوگوں کی جو اسکے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھتے ہوں دماغی قوے میں ایک تحریک پیدا نہ کی جائے۔ تاکہ وہ عظیم الشان مقصد جو اُنھوں نے حاصل کرنا ہے۔ اور وہ رستہ جس پر چلکر وہ مقصد حاصل ہونا ہے ہمیشہ اُن کے سامنے رہے۔ پھر ایک اور امر یاد رکھنے کے قابل یہ ہے۔ کہ کوشش خواہ کتنی بڑی کتنی ہی پرجوش اور کتنی ہی مسلسل کیوں نہ ہو اچھے مقصد کے حصول کا انحصار اس

طریق

پر ہے جو اختیار کیا جاتے۔ طریق بھی بہت سے ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک اپنے رنگ میں اچھا بھی ہوتا ہے ایک حالت میں جو طریق مناسب ہے۔ ضروری نہیں کہ اس طریق پر چلنے سے دوسری حالت میں بھی کامیابی مل سکے۔ کامیابی کے لیئے یہ ضروری ہے۔ کہ ہر حالت میں مناسب طریق تجربہ سے معلوم کیا جائے۔ اغراض اشاعت کے لیئے رسالے اخبارات سب سے زیادہ طاقتور ہتھیار ہیں۔ ایک ہی پرچہ میں لکھنے والوں کی تعداد بہت ہوتی ہے۔ اس لیئے ان کے طریق بھی بہت سے اور مختلف ہوتے ہیں۔ ہر مضمون نویس کا ایک خاص طریق ہوتا ہے۔ بعض کئی کئی طریقوں کو استعمال کرتے ہیں۔ ایک اچھی سارنگی کی طرح ایک اچھا مضمون نویس بہت سی لہریں پیدا کر سکتا ہے۔ ہر سلسلہ جسکو بعض مقاصد کی اشاعت کے لیئے جو اس کے سب ممبر رکھتے ہوں بنایا گیا ہے۔ اس کے لیئے ضروری ہے کہ وہ اپنا ایک اخبار یا رسالہ بھی رکھتا ہو۔ جو اس کے مقاصد کی تائید میں لگا رہے۔ آواز اور قلم تلوار سے بڑھ کر ہیں اور قلم آواز سے بڑھ کر ہے۔ اسکا دائرہ بھی وسیع تر ہوتا ہے۔ اور اس کے نتائج بھی زیادہ دیرپا ہوتے ہیں یہ ایسے مقامات تک پہنچ سکتی جہاں آواز نہیں جا سکتی۔ یہ عقل اور جذبہ دونوں کو اپیل کرتی ہے اسکی سب سے شاندار فتوحات عقلی رنگ کو اپیل کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس لیئے زیادہ دیرپا ہوتی ہیں۔

کی زمی باہم ملکر ایک ایسی صورت پیدا کریں جو نسلِ انسانی کے لیئے فی الواقع مفید اور قابل عملد رآمد ہو۔

جملہ اہل اسلام کیلئے اسلامک ریویو

مقاصد۔ کوششیں اور نتائج

(از مجیلے پارکنسن)

ہر ایک مقصد خواہ یہ کسی قسم کا ہو کچھ نہ کچھ قیمت رکھتا ہے۔ یہ نہ صرف موسوی کام کرنے کی تحریک پیدا کرتا ہے۔ بلکہ دوسرے مقاصد میں بھی محرک ہو جاتا ہے۔ جو اس کے بالکل مخالف واقع ہوئے ہوتے ہیں۔ مقاصد کی قیمت کم و بیش ہوتی ہے۔ سب سے ادنی مقصد سے لے کر جو ایک سخت خود غرض انسان کسی خفیف امر کے متعلق رکھتا ہے اس عظیم الشان مذہبی یا تمدنی مصلح کے عالمگیر اعلے مقاصد تک جس کے خیالات نسل انسانی کے کروڑہا افراد پر اثر ڈالتے ہیں اور بڑی بڑی انسانی جماعتوں کے اندر جوش پیدا کرتے ہیں اور نسلاً بعد نسلاً صدیوں تک نسل انسانی کی قسمتوں کا فیصلہ کر دیتے ہیں اس لیئے ضروری ہے کہ ہمارے مقاصد اشرف سے اشرف ہوں۔ اور وہ اعلے سے اعلے مقام پر پہنچ جانے کے قابل ہوں۔ وہ نہ صرف ہمارے اخلاق اور ہمارے اعلے سے اعلے خیالات کو ہی ظاہر کرتے ہیں۔ بلکہ وہ اس سانچہ کو بھی ڈھالتے ہیں جن میں ہمارے بچے بڑھتے اور نشو ونما پاتے ہیں اور اس طرح پر وہ اُن کی روح کو بلکہ آئندہ نسل کی روح کو ایک خاص شکل دینے میں فیصلہ کن عنصر بن جاتے ہیں ÷

اس بات کو فرض کر کے۔ کہ ہم سب کسی نہ کسی قسم کے مقاصد اپنے سامنے رکھتے ہیں خواہ وہ مذہب کے متعلق ہوں یا معاملات ملکی کے یا فلسفہ کے یا اور کسی امر کے۔ اور کہ ہم ان مقاصد کو پاک اور سچے سمجھتے ہیں۔ اور کہ اگر وہ مقاصد عام طور پر شایع ہوں اور سب لوگ اُن کو قبول کر لیں۔ تو وہ سب کے لیئے فائدہ بخش ہو سکتے ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہو جاتا ہے۔ کہ خواہ ہمیں کچھ بھی قربانی کرنی پڑے اُن کو ہمیں عام طور پر شایع کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر ہم حق اور صداقت اور انصاف سے

کے قانون سے زیادہ خوشگوار اثر انسانی سوسائٹی پر پیدا ہوگا۔ اور زیادہ مفید شہری پیدا ہوسکیں گے موسوی قانون کی سختی اگر مسیح کی نصائح کے ساتھ مناسب ترمیمات کرکے کم کیجائے۔ تو نسلِ انسانی کیلئے یقیناً ایک نہایت خوشگوار قانون بن سکتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سوسائٹی کے امن اور نظام کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہر ایک جرم کی سزا دیجائے۔ مگر بعض جرائم میں اگر پہلی مرتبہ جرم پر جبکہ اقتضائے عمر بھی اصلاح کی امید دلاتا ہو۔ اور پہلے حالات بھی اسی خیال کے مؤید ہوں کہ معافی سے اصلاح ہو جائے گی۔ تو ایسے حالات میں مجرم کو بجائے سزا کے اصلاح کا موقعہ دینا نہ صرف سوسائٹی کے لئے ہی زیادہ مفید ہوگا۔ بلکہ اصل غرض سزا کی یا عدل و انصاف کی بھی اس طریق پر اچھی طرح پوری ہوسکتی ہے۔ اور یہ ہمارے لیے بڑی خوشی کا موقعہ ہے کہ آخر دُنیا نے بہت تلخ تجربوں کے بعد اس ضرورت کو محسوس کیا ہے۔ اور قریباً تمام دُنیا کی مہذب اقوام نے اس قسم کے قوانین کی ضرورت کو تسلیم کرکے انہیں اپنے تعزیری قوانین میں کسی نہ کسی رنگ میں جگہ دی ہے۔ بعض حالات میں نئے جیلخانوں کے اصلاحی مدرسے کھولے گئے ہیں۔ اور بعض ممالک میں نیک چلنی کی ضمانت لیکر اس قسم کے مجرموں کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور ان کو ایسے عرصہ تک مہلت دیجاتی ہے۔ کہ انکی طبائع کا مجرمانہ میلان اس دباؤ سے اس عرصہ میں زائل ہوجائے۔ موسےٰ کا قانون اپنے وقت میں ضروری مگر عام استعمال کے لیئے زیادہ سخت تھا۔ مسیح کا قانون اپنے وقت میں ضروری مگر عام حالات انسانی میں ناقابل عمل درآمد تھا۔ اس کے الفاظ پر عمل نہ ہوسکتا تھا۔ ہاں بغرض اصلاح مناسب حالات میں اس کی روح سے ہم کام لے سکتے تھے۔ لیکن اگر مجرم کی اصلاح کی امید نہ ہو تو مسیح کا قانون عدل و انصاف کے خون کے برابر تھا۔ ہاں اعتدال کی راہ صدیوں اس سے پہلے جو یورپ کی مہذب دُنیا نے اس کی ضرورت کو محسوس کیا ہو۔ ایک اُمی پر ملک عرب میں منکشف ہوچکی تھی۔ اور آج سے تیرہ سو سال پہلے وہ سنہرا قانون جو نسلِ انسانی کی حقیقی ضرورت کو پورا کرنے والا تھا قرآن کریم میں بدیں الفاظ صریح بتایا جاچکا تھا۔ جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفی واصلح فاجره علی اللہ بدی کا بدلہ تو یہی ہے۔ کہ اُسکے مطابق سزا دیجائے۔ لیکن جو شخص معاف کرے اور اُسکی معافی اصلاح کے لیئے ہو۔ تو ایسا شخص خدا کے نزدیک بڑے اجر کا مستحق ہے۔ یہ آیت موسوی قانون کو بھی قائم رکھتی ہے اور مسیحی قانون کو بھی عمل میں لاتی ہے۔ مگر ایسے حالات کے ماتحت کہ ایک کی سختی اور دوسرے

ذلیل عادات کے غلام ہو چکے تھے۔ اور اُن کو فاتح اور حاکم بنانے کے لیئے یہ ایک ضروری تمہید تھی۔ تو رحم کا قانون اب ان کے لئے ازبس ضروری تھا۔ کیونکہ اس وقت وہ غضب اور کینہ کا شکار ہو چکے تھے۔ اور اُن کی کھوئی ہوئی عظمت اُن کو نہ مل سکتی تھی۔ جب تک وُہ نقص دُور نہ ہو جو اُن میں پیدا ہو گیا تھا۔ جس قانون کی تعلیم مسیح نے دی وہ ہمیں بے شک ناقابل عملدرآمد معلوم ہوتا ہے۔ اور عام طور پر دُنیا کی بہبودی اور خوشی کے مناسب حال نظر نہیں آتا۔ مگر یقیناً یہ اُن کے لوگوں کے لیئے جو غضب اور کینہ کے غلام ہو چکے تھے ایک بڑی بھاری خوشخبری تھی۔ اور اسی میں ان کی نجات کا سامان تھا۔ پس مسیح کا قانون اپنے وقت پر ضروری تھا اور مفید تھا۔ اور موسےٰ کا قانون اپنے وقت پر ضروری اور مفید تھا۔ وُہ دونوں خاص حالات کے ماتحت دیئے گئے۔ اور خاص اغراض اُن کے دینے میں مدنظر تھیں۔ اگر ایسے ہی حالات پھر پیدا ہو جائیں۔ جیسے ان برگزیدگان الٰہی کی زندگیوں میں تھے۔ تو پھر انہی قوانین پر عمل کرنا تقاضائے انصاف ہوگا۔ لیکن اُن کو عام دُنیا کی بہبودی اور اصلاح کے قوانین قرار دینا ایک خطرناک غلطی ہے۔ آج زمانہ کی ضروریات ایسی بڑھی ہیں۔ کہ ہم ضرورت کے وقت اُن کے اصل مغز کی پیروی کر سکتے ہیں۔ مگر الفاظ کی نہیں +

مگر یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ موسوی قانون کی ہمیشہ دنیا کو ضرورت رہی ہے۔ دُنیا کا کوئی قانون اُس کو ترک نہیں کر سکتا۔ یہی قانون قصاص تھا۔ جس نے دُنیا میں مجسٹریٹ پیدا کیئے۔ مگر قانون رحم کی طرف سے ہمیشہ لاپروا رہے ہیں۔ دُنیا کے کسی تعزیری قانون میں ہم کو مسیح کے قانون کی رُوح کام کرتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ لیکن حق یہ ہے۔ کہ انصاف و عدل کے ٹھیک طور پر قائم رکھنے کے لیئے اُس کی بھی ضرورت ہے۔ بعض مجرمانہ میلان ایسے ہیں۔ کہ قبل اس کے کہ انسان تمیز کو پہنچے اس میں ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ مثلاً چوری کو دیکھ لو۔ بعض طبائع میں یہ میلان بہت چھوٹی عمر سے ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں سزا سے فی الواقع اصلاح کم ہوتی ہے۔ سزائے جرم پا کر نکلنے کے بعد زیادہ لوگ پھر جیلخانہ کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ اور تھوڑے ہوتے ہیں جو اصلاح کر لیں۔ اس لیئے یہ سوال ہوتا ہے۔ کہ کیا انسان کی بہتری کے لیئے یہ زیادہ موزون نہیں کہ کوئی ایسا طریق اختیار کیا جائے۔ کہ معمولی جرموں کی صورت میں پہلے قصور پر مجرم کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔ اور اُسے سزا دے کر زیادہ سخت دل نہ بنایا جائے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ اس قسم

دوسری قوموں سے سوائے بنی اسرائیل کے کچھ تھا۔ وہ اس لیئے آیا تھا۔ کہ بنی اسرائیل کے اخلاق کو درست کیے اور ان لوگوں کے اخلاق سے عاری ہونے کو ظاہر کرے جو موسوی شریعت کے مفسر بنے بیٹھے تھے۔ اس شریعت کا غلط استعمال ہؤا اور مسیح اسی کو واضح کرنے آیا +

منسوخی کی تشریح

اس سارے قضیہ کو سمجھنے کے لیئے جس کی وجہ سے یہ دو قانون بظاہر ایک دوسرے کی ضد ایسے دو انسانوں کی طرف سے شائع ہوئے ہیں جو ایک ہی خدا سے الہام پانے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ ان واقعات کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جن کی وجہ سے شریعت موسوی کی ضرورت پیش آئی۔ غلامی کے فرزندوں کو جسمانی طور پر بھی اور اخلاقاً بھی دونوں طرح کی آزادی کی ضرورت تھی۔ مختلف فراعین مصر کی حکومت کے ماتحت ایک عرصہ دراز تک حالت غلامی میں رہنے نے اسرائیلیوں کے تمام اعلیٰ اخلاق کو برباد کر دیا تھا۔ اور وہ بالکل ذلیل اور بزدل ہو گئے تھے۔ بحیرہ قلزم کے اس پار ہو کر وہ شاہان مصر کی غلامی کے جوئے سے تو آزاد ہو گئے مگر محض دریا کے اس پار آجانے سے غلامی کی ذلیل عادات اُن سے دُور نہ ہو سکتی تھیں۔ اس لیئے ان "غلامی کے فرزندوں" کو ایک جنگی قوم بنانے کے لیئے یہ ضروری تھا۔ کہ اُن کو اصول زندگی یہ سکھایا جائے۔ کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ تاکہ اُن کی رُوح جو بالکل نکمی ہو چکی تھی دوبارہ قوت حاصل کرے۔ اور اس قانون نے واقعی اپنا اثر خوب دکھایا۔ اور غلامی کے فرزندوں کو فاتح اور حکومت کرنے والی قوم بنا دیا۔ اب اس قانون کا غلط استعمال شروع ہؤا۔ اُنھوں نے اصل غرض کو تو بھلا دیا اور الفاظ کی پرستش شروع کر دی۔ مغز کو چھوڑ دیا اور چھلکے کے پیچھے پڑ گئے۔ اُنھوں نے قانون انتقام کی لفظی تعمیل پر زور دیا۔ اور رفتہ رفتہ ایک سخت کینہ ور قوم بن گئے۔ جب وُہ غضب میں آتے تو حد سے نکل جاتے اس طرح پر اخلاقاً وہ بہت ذلیل ہو گئے اور اُس کے ساتھ ہی اُن کی دُنیوی عزت اور شوکت بھی رخصت ہو گئی۔ تب وُہ پھر دوسری قوموں کے حکام کے جوئے تلے آ گئے۔ اور ایک نجات دہندہ کی اُنکو ضرورت ہوئی۔ چنانچہ ان میں وعدہ کا مسیح ظاہر ہؤا۔ اور وُہ اپنے ساتھ اصلاح کا قانون بھی لایا۔ اُنکی سابقہ تاریخ میں اُن کے لیئے بہت عبرت تھی۔ اگر اُن کی سابقہ آزادی کسی قانون کی پیروی کا نتیجہ تھی تو دوسری ضرورت بھی کسی قانون کی محتاج تھی۔ اگر قانون انتقام ان کو اس حالت میں دینا ضروری تھا جب وہ

کی صورت میں ظہور پذیر ہو۔ تو محض لفظ ہی لفظ ہوں گے۔ اور موت کے بعد سزا کا ڈر خواہ وہ سزا ہمیشہ تک رہنے والی ہو مجرمانہ میلان کے خلاف اکثر ناکام ثابت ہوُا ہے۔ موسےٰ کے خدا نے جب بنی اسرائیل کے لئے کچھ احکام دیئے تو ساتھ ہی آنکھ کے بدلے آنکھ دانت کے بدلے دانت ہاتھ کے بدلے ہاتھ پیر کے بدلے پیر کا قانون بھی دینا ضروری ہوُا +

قانون موسوی اور حضرت مسیح کا اسے منسوخ کرنا

اس قانون قصاص کو جو اہمیت نسل انسانی کے فوائد میں حاصل ہے۔ اُس کو کوئی الفاظ بیان نہیں کر سکتے۔ اس نے مختلف قوموں اور ترقی کرنے والی تہذیبوں کے آیندہ قوانین کے لیے ایک نہایت عمدہ بنیاد قائم کر دی۔ مگر اس میں ایک نقص بھی تھا۔ اس میں اس قدر سختی تھی کہ ان صورتوں میں بھی جب مجرم کی اصلاح کی امید ہو نرمی جائز نہ رکھی گئی تھی۔ رحم کا قانون بھی ضروری تھا۔ اور یہ قانون یسوع مسیح لائے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ زیتون کی پہاڑی کے قانون نے کوہ سینا کے قانون کو بالکل منسوخ ہی کر دیا۔ یہ الفاظ کہ "تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا۔ کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ جو تیرے دہنے گال پر تمانچہ مارے دوُسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے" یہ سابقہ قانون میں ترمیم نہیں بلکہ اُس کی عملی تنسیخ ہے۔ اِس سے سارا قانون قصاص منسوخ ہو جاتا ہے۔ اگر مسیح کے آنے سے دُنیا میں جرائم کا خاتمہ ہو جاتا تو یہ قانون بہت ہی مفید تھا۔ لیکن اگر واقعہ صلیب کے بعد بھی دُنیا میں جرائم کا وجوُد باقی رہا ہے تو مسیح کے قانون کی نسبت موسیٰ کا قانون ہمارے لیئے زیادہ مفید نظر آتا ہے +

ساری مشکل یہ ہے کہ مسیح کی بعثت کی غرض و غائت کو اور اس کے اس قسم کے قوانین دینے کے اصل منشا کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ اگر مسیح کو اپنے صحیح مقام پر رکھا جائے۔ اور یہ وہی مقام ہے جس کا وہ خود دعوےٰ کرتا ہے تو اُس کی پوزیشن صاف ہو جاتی ہے اور اُس پر کوئی الزام باقی نہیں رہتا۔ کہ اس نے کیوں اس قسم کی ناقابل عملدرآمد تعلیم دی۔ جیسا کہ خیال کر لیا گیا ہے مسیح اس لیئے نہ آیا تھا۔ کہ دُوسروں کا بوجھ خود اُٹھا لے اور اس طرح بدی کا مقابلہ نہ کرنے کی تعلیم سے دُنیا میں ظلم و تعدی کا دروازہ کھول دے۔ وُہ دُنیا میں کوئی عام اصُول قائم کرنے [illegible]

اپنے دوسرے بھائیوں کا محتاج ہونا پڑتا ہے۔ یہی حال ہماری دوسری خواہشات بھوک پیاس وغیرہ کا ہے۔ ہم اپنے خواہشات کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ ہمیں انھیں پورا کرنا پڑتا ہے۔ مگر ہم دوسروں کی مدد کے بغیر ایسا نہیں کر سکتے۔ انسانی مدنیت کی بنیادی اینٹ ایک دوسرے کی امداد ہے اور عوض معاوضہ کا اصول ہے۔ اگر دانشمندی اور نیک نیتی سے اس پر عمل کیا جاوے تو خوشی اور انتظام پیدا کر سکتا ہے۔ مگر خود غرضی ہم پر حکومت کرتی ہے۔ ہم یہ کوشش کرتے ہیں کہ دوسروں سے زیادہ سے زیادہ جو حاصل کرنا ممکن ہے لے لیں۔ اور دوسروں کو جو کم سے کم دینا ممکن ہے دیں۔ اس سے اکثر اوقات ناخوشگواری پیدا ہوتی ہے اور کینہ اور حسد بڑھتا ہے تو اس کا نتیجہ اعتدا اور جرم ہے جو امن اور سکون کو برباد کر دیتا ہے۔ لیکن ہم اس سے بچنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ہم اپنی خود غرضی کی خواہشات کو نہیں چھوڑتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم دوسروں کو لوٹ لیں۔ مگر اس طرح کہ اُن کو پتہ بھی نہ لگے۔ اور اس لیئے ہم مخفی تدبیروں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہمارا مجرمانہ میلان اپنی تجاویز کے لیئے نئی نئی ایجادات کر لیتا ہے۔ اور اس طرح چوری۔ لوٹ۔ فریب۔ دغا شروع ہو جاتے ہیں۔

"اپنے ہمسایہ کی عزت کرو" "دوسروں سے ایسا معاملہ کرو جیسا تم چاہتے ہو کہ وہ تم سے کریں"

اس قسم کے سنہری اصول ہمارے مجرمانہ میلان کو دبا سکتے تھے۔ مگر عموماً انسانوں کا احساس کچھ ایسا موٹا واقع ہوا ہے۔ کہ ان اعلےٰ درجہ کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کے لیئے ہم بعض فیصلہ کن تجاویز کے محتاج ہوتے ہیں۔ اس طرح پر فوجداری قانون کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور تعزیری قوانین موجود ہوتے ہیں۔ امر واقع یہ ہے کہ کوئی انسانی نظم کمال کا دعوےٰ نہیں کر سکتا جب تک کہ مال اور جان کے امن کے لیئے کوئی تعزیری تدابیر عمل میں نہ لائے۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی نظم قائم نہیں رہتا۔ بلکہ ایک قسم کی بدنظمی پیدا ہو جائے گی جو سوسائٹی کی زندگی کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیگی اور مصیبت پیدا کر دے گی۔ اس لیئے کسی نہ کسی قسم کا تعزیری قانون نسل انسانی کی اہم ضرورت ہے۔ اور اگر مذہب خدا کی طرف سے اس لیئے آتا ہے۔ کہ وہ ہمارے لیئے امن اور خوشی کی حالت پیدا کرے۔ تو جب تک ایسی کوئی ہدایت اس کے اندر نہ پائی جائے۔ یقیناً یہ اپنے مقصد کے حصول میں ناکام ہوگا۔ اخلاق اور نیکی کے قوانین جو سکھائے جائیں۔ اور جن پر عمل کی ہدایت کی جائے۔ اگر اُن کے ساتھ کوئی سختی سے عملدرآمد میں آنے والی ایسی تدبیر نہ ہو جو ان کے توڑنے

خدا کے کلام اور قانون کو دُنیا میں اشاعت دینے کا ذریعہ بن گیا۔ تیرہ سو سال سے اس کی معجزانہ طور پر حفاظت ہوتی چلی آئی ہے۔ اور اس کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف محفوظ چلا آیا ہے۔ اور آج کے دن یعنی نسل انسانی کے چوتھے حصہ کے لیئے نہ صرف مذہبی ہدایات کا مجموعہ ہے۔ بلکہ اُن کی روحانی اخلاقی۔ تمدنی۔ ذہنی۔ جنگی۔ دیوانی۔ فوجداری ضروریات کو بھی پُورا کرتا ہے۔ اور آج تک باوازِ بلند دُہرا رہا ہے +

فاتوا بسورۃ من مثلہ

کہ ساری دُنیا میں اس کی مثل ایک ہی سورت بنالاؤ۔ ایک اُمی کے مُونھ سے ایک ایسی کتاب نکلتی ہے جس کو سن کر عرب کے بڑے بڑے فصحا و بلغاء یہ پکار اُٹھے۔ ان ھذا الا سحر مبین یہ تو کھلا جادو ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی طاقت کس قدر عظیم الشان تھی۔ کہ آپ کو ایک ایسی پرعظمت اور تمام عالم کی ضروریات پر حاوی وحی کے لیئے چُنا گیا۔ ایک ایسے شاندار مذہب کا بانی آپ کو بنایا گیا جو صرف دُنیا کا ایک ہی مذہب ہے۔ جو نسلِ انسانی کی ترقی یافتہ عقل اور نشو و نما یافتہ نور قلب کو مطمئن کر سکتا ہے۔ اے خدا تیری بے شمار برکتیں اور رحمتیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ہوں اور تیری تائیدات اور نصرتیں اسلام اور مسلمانوں کے شامل حال ہوں +

قانون قصاص

موسےٰ مسیح اور محمد صلعم

نسلِ انسانی کی ابتدا سے ہی انسان نے اپنی طبیعت کا میلان خونریزی کی طرف دکھلایا ہے اور کوئی شاخ نسل انسانی کی ایسی نہیں ہوئی جس کے اندر قابیل صفت لوگ نہ ہوئے ہوں وہ احتیاج جو ہم کو ایک دوسرے سے تمدنی الانسانی مدنیت کو پیدا کرتی ہے۔ مگر بقا کے لئے ہماری جدوجہد جس میں ہم دُوسروں کی پروا نہیں کرتے۔ اس الانسانی مدنیت کی بنیاد کو ہلا دیتی ہے۔ اگر قدرت اپنے انعامات میں ہم پر ایسی ہی فیاض ہوتی جیسی بعض پہلوؤں میں بے زبان جانوروں پر ہے تو بہت سی خونریزی دُنیا پر مفقود ہوتی۔ ادنےٰ درجہ کے حیوانات کو سردی اور گرمی سے چلانے کے لیئے قدرت نے اُن کو آرام دہ چمڑے دے رکھے ہیں۔ لیکن ہمیں موسم کی شدت سے بچنے کیلئے

شفا دینے والا۔ تیری شفاء کے سوائے کوئی شفا نہیں۔ ایسی شفا جو کسی دکھ کو باقی نہ چھوڑے +

جب کوئی شخص کسی تکلیف کی یا کسی زخم یا پھنسی کی شکایت کرتا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی کو تر کرکے اور اُسے زمین پر رکھنے اسکے بعد ماؤف حصہ پر اُسے رکھتے اور فرماتے۔ اللہ کے نام سے ہم یہ اس سئے کرتے ہیں۔ تاکہ خدا کے اذن سے بیمار کو صحت ملے +

روائیت ہے کہ ایک دفعہ ملک میں بڑا سخت امساک باران ہوا۔ لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور عرض کیا۔ کہ بارش کے لیئے دُعا فرمایئے۔ آپ نے دُعا کی تو بارش شروع ہوئی اور اس قدر کثرت سے اُس کا سلسلہ جاری رہا۔ کہ لوگوں کے مکانات گرنے شروع ہوئے۔ لوگ پھر آئے اور عرض کیا۔ کہ اس کے بند ہونے کے لئے دُعا کریں۔ آپ نے دُعا کی اور بارش بند ہوگئی۔ لوگ سخت حیران ہوئے۔ لیکن آنحضرت نے انھیں تنبیہہ کی۔ کہ آپ محض بشر ہیں اور ساری طاقت خدا کے ہاتھ میں ہی ہے +

معراج

ایک واقعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کا بیان کیا جاتا ہے جو معراج کے نام سے مشہور ہے۔ بعض مسلمان یہ مانتے ہیں۔ کہ معراج اس جسم خاکی کے ساتھ ہوا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ معراج حالت کشف میں ہوا تھا۔ یعنی رُوحانی تھا +

وحی

پہلی وحی کے بعد جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ حضرت جبرئیل آپ پر متواتر وحی لاتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔ بعض وقت جب آپ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ تو آپ ایک ربودگی کی حالت میں ہوتے تھے۔ جیسے ایک ایسی آواز آتی تھی جیسے جرس کی آواز ہوتی ہے۔ تب الفاظ وحی بڑی صفائی کے ساتھ آپ کے قلب پر نازل ہوتے۔ جب وحی ہو چکتی تو آپ زید یا کسی دُوسرے کاتب کو بُلاتے۔ کہ الفاظ وحی کو تحریر میں اسی طرح محفوظ کرلے۔ اس طرح یہ قرآن کریم سارے کا سارا منجانب اللہ وحی ہے۔ یہ فی الواقع اور حق طور پر خدا کا کلام ہے۔ جیسا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے حواس نبوت سے سُنا۔ یہ سب سے بڑا اور سب سے عظیم الشان معجزہ ہے جو دنیا نے کبھی دیکھا۔ یہ تمام زمانوں کی کامل ترین قوت روحانی کا ظہور ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جیسا ایک امی انسان

ہاتھوں کے اُوپر ہے +

(۱۰) فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین - پس جب میں اُسے ٹھیک بنالوں اور اُس کے اندر اپنی رُوح کو پھونک دوں - تو تم اُس کے لیئے فرمانبرداری کرنے والے ہو کر گر جاؤ +

رُوحانی طاقت پر امام غزالی کے خیالات

امام غزالی کہتے ہیں "یہ صرف حاصل کردہ اور فطری علم کی وجہ سے ہی نہیں - کہ انسان کی رُوح کل مخلوقات پر فضیلت رکھتی ہے - بلکہ قوت کی وجہ سے بھی جس طرح پر ملائکہ عناصر پر حکمران ہیں - اسی طرح پر رُوح سارے اعضائے انسانی پر حکمران ہے - جن روحوں کو خاص طاقت حاصل ہو جاتی ہے وہ صرف اپنے اُوپر ہی حکومت نہیں کرتیں - بلکہ دوسروں پر بھی حکومت کرتی ہیں - اگر وہ ایک بیمار کو اچھا کرنا چاہیں تو وہ اچھا ہو سکتا ہے یا ایک تندرست انسان کے لیئے چاہیں کہ وہ بیمار ہو جائے تو وہ بیمار ہو جاتا ہے - یا وہ چاہیں کہ کوئی شخص اُن کے سامنے آجائے تو وہ کھچا ہُوا سامنے آجاتا ہے - پھر اگر وہ تاثرات جو یہ روحیں پیدا کریں اچھے ہوئے تو وہ معجزات یا خوارق کہلاتے ہیں - اور برے ہوں تو یہ سحر کہلاتا ہے - یہ روحیں دُوسرے انسانوں سے تین باتوں میں امتیاز رکھتی ہیں - اوّل - جو دوسرے لوگ صرف [illegible] دیکھتے ہیں اُن کو حالت بیداری میں بھی نظر آجاتا ہے - دوئم - دوسرے لوگوں کی قوت ارادی اپنے اعضا تک محدود ہوتی ہے - اُن کی قوت ارادی اپنے سے علاوہ دوسرے اجسام کو بھی حرکت میں لا سکتی ہے - سوئم - وُہ علم جو دوسروں کو محض کوشش سے مل سکتا ہے اُن کو یُوں ہی حاصل ہو جاتا ہے "

رُوحانی شفا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے روایت ہے - کہ جب ہم میں سے کوئی شخص بیمار ہوتا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ بیمار کے جسم پر پھیرتے اور یہ دُعا کرتے - اللھم رب الناس واشفہ انت الشافی لا شفاء الا شفاءک شفا لا یغادر سقما - اے اللہ لوگوں کی ربوبیت کرنے والے اس بیماری کو دُور کر دے - اور شفا عطا فرما - تو ہی

جن کے ساتھ وہ پکڑتا ہے۔ اور اُس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ چلتا ہے +

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اے انسان تو صرف میرے احکام پر چل تو تُو میری مثل ہو جائے گا۔ اور تب تو کہے کہ ہو تو وُہ چیز ہو جائے گی +

قرآن کریم کی بعض آیات جو باطنی معنے رکھتی ہیں

قرآن کریم کی ذیل کی آیات بہت غور طلب ہیں:۔

(۱) واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین الذین یظنون انھم ملاقوا ربھم وانھم الیہ راجعون۔ اور مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ساتھ۔ اور یہ یقیناً بھاری ہے۔ مگر نہ فروتنی اختیار کرنے والوں پر جو جانتے ہیں کہ وُہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔ اور کہ وُہ اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں +

(۲) ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ اور ہم اُس سے اُس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں

(۳) وھو معکم اینما کنتم۔ اور جہاں کہیں تم ہو وہ (یعنی اللہ) تمہارے ساتھ ہے +

(۴) یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔ تو اُس سے راضی وُہ تجھ سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا +

(۵) ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون۔ اور ہم تمہاری نسبت اُس سے زیادہ قریب ہیں۔ لیکن تم نہیں دیکھتے ہو۔

(۶) وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ اور مشرق و مغرب اللہ کے لیئے ہی ہے سو جدھر تم رُخ کرو گے اُدھر ہی اللہ کی توجہ ہے +

(۷) ھو الاول والاخر والظاھر والباطن۔ وہ اول ہے وہ آخر ہے وہ ظاہر ہے وہ باطن ہے

(۸) کل قد علم صلوٰتہ وتسبیحہ۔ ہر ایک اُس کی دُعا اور اُس کی تسبیح کو جانتا ہے +

(۹) ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔ وہ لوگ جو تم سے بیعت کرتے ہیں (یعنی محمد رسول اللہ سے) وہ اللہ سے ہی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ اُن کے

چنانچہ فریقین میں دوبارہ گفتگو ہو کر رومیوں کے غلبہ کی میعاد نو سال مقرر کی گئی۔ اور دس اُونٹ کی بجائے سو اُونٹ شرط میں رکھے گئے۔ اور پیشگوئی اپنی میعاد کے اندر پُوری ہوئی۔ چونکہ اُبی اس خبر کے پہنچنے سے پیشتر مر چکا تھا۔ اس لیئے حضرت ابو بکرؓ نے شرط کے مطابق سو اونٹ اس کے ورثاء سے وصول کیئے۔ اور یہ سب غرباء میں تقسیم کر دیئے گئے +

دوئم۔ ان الذی فرض علیك القرآن لرادك الی معاد۔ ضرور وہ خدا جس نے تجھ پر قرآن کو فرض کیا ہے تجھے لوٹ آنے کی جگہ کی طرف واپس لائے گا۔ یہ اس وقت کی پیشگوئی ہے۔ جب آپ ابھی مکہ میں تھے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ تم کو اس جگہ سے نکالا جائے گا۔ مگر اللہ تعالےٰ تمکو پھر یہاں لوٹا کر لائے گا۔ چنانچہ یہ پیشگوئی دونوں رنگ میں پوری ہوئی۔ پہلے آپ مکہ سے نکالے گئے۔ اور آخر پھر فاتح ہو کر وہاں واپس آئے +

سوئم۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ہم نے ہی قرآن کو اُتارا ہے۔ اور ہم ہی اسکی حفاظت کریں گے۔ یہ پیشگوئی بھی کیسی صراحت کے ساتھ پُوری ہوئی۔ کہ دشمن بھی اسکا انکار نہیں کر سکتے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض لطیف اقوال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اقوال روحانی رنگ میں بڑے قیمتی خزانے ہیں مثلاً آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جو شخص مجھ پر نیک گمان رکھتا ہے۔ میں اُس کے گمان کے پاس ہی ہوں (انا عند ظن عبدی بی) اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُس کے پاس ہوتا ہوں +

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اس کے لیئے دس گنا اجر ہے۔ اور میں جسے چاہوں اُس سے بھی بڑھ کر دیتا ہوں۔ اور جو شخص بدی کرتا ہے تو اس کی سزا اس کی مثل ہے یا میں اسے مُعاف کر دیتا ہوں۔ اور جو شخص میری طرف ایک بالشت آتا ہے میں اُس کی طرف ایک گز جاتا ہوں۔ اور جو شخص میری طرف ایک گز آتا ہے تو میں اُس کی طرف دو گز جاتا ہوں۔ اور جو شخص میری طرف چل کر آتا ہے میں اُس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔ اور جو شخص زمین کے برابر گناہوں سے بھرا ہُوا میرے پاس آتا ہے اور مجھ پر ایمان رکھتا ہے۔ میں اُسی قدر غفر کا معاملہ اُس کے ساتھ کرتا ہوں +

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جس شخص سے میں محبت کرتا ہوں۔ میں اُس کے کان ہو جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ سُنتا ہے۔ اور اُس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ دیکھتا ہے۔ اور اُس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں

آپ پر ایمان بھی لایا +

چند قرآنی پیشگوئیاں

خود قرآن شریف ایسی پیشگوئیوں سے بھرا ہُوا ہے۔ جو اپنے وقت پر پُوری ہوئیں:۔

اوّل۔ الم غُلبت الروم فی ادنی الارض وھم بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین لله الامر من قبل ومن بعد ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر الله ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم وعد الله لا یخلف الله وعدہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ رومی قریب کی زمین میں مغلوب ہوگئے۔ اور وہ اپنی مغلوبیت کے بعد چند سال میں ہی غالب آجائیں گے۔ (بضع کا لفظ جس کے معنے اردو میں چند کیئے گئے ہیں۔ عربی زبان میں تین سے نو تک کے اعداد پر بولا جاتا ہے۔ گویا مراد یہ ہے کہ نو سال کے اندر اندر وہ پھر غالب آجائیں گے) پہلے بھی اور پیچھے بھی حکم اللہ کا ہی ہے۔ اور اُس دن مومن بھی اللہ کی نصرت کی وجہ سے خوش ہونگے۔ وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے۔ اور وُہ غالب مہربان ہے۔ اللہ کا یہ وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے +

ایرانی جیسا کہ سب کو معلوم ہے آگ کے پرستار تھے۔ اور رومی عیسائی تھے۔ اس لیئے جب رومیوں کے ایران سے مغلوب ہوجانے کی خبر مکّہ میں پہنچی تو کفار بہت خوش ہوئے اور انھوں نے کہنا شروع کیا۔ کہ جس طرح اہل کتاب کا ایک گروہ مغلوب ہوگیا ہے۔ اسی طرح یہ مسلمان بھی جو کتاب کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہماری قوت کے سامنے مغلوب اور ہلاک ہوجائیں گے۔ اس موقعہ پر یہ آیات جو اوپر نقل کی گئی ہیں نازل ہوئیں۔ اس پر حضرت ابوبکر نے بڑے زور سے اعلان کیا۔ کہ اُن کی خوشی غم میں مبدّل ہو جائے گی۔ اور کہا کہ میں خدا کا نام لے کر تم کو یہ بتاتا ہوں۔ کہ رومی پھر ایرانیوں پر غالب آجائیں گے اس پر ابی ابن خلف نے جو مخالفین کا بڑا بھاری سردار تھا ابوبکرؓ کو جھوٹا کہا۔ اور کہا کہ اس بات پر وہ شرط لگائے۔ تین سال کی میعاد مقرر کی گئی اور دس اُونٹ بطور شرط قرار دیئے گئے۔ یعنی جو فریق جھُوٹا نکلے وہ دُوسرے کو دس اُونٹ دے۔ حضرت ابوبکر نے اس سارے واقعہ کا ذکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بضع کا لفظ تین سے نو تک پر صادق آتا ہے۔ اس لیئے بہتر ہے۔ کہ میعاد کی توسیع نو سال تک کی جائے۔ اور شرط میں خواہ دس اُونٹ سے زیادہ کر دیئے جائیں

نہیں ہو سکتی۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون
اور ان لوگوں کے حق میں جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جائیں۔ یہ مت کہو کہ وہ مردہ ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم کو ہی احساس نہیں +

بعض خارق عادت واقعات

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا جعفرؓ شہید ہوئے۔ تو ایک رویا میں اُن کو بہشت میں اُڑتے ہوئے دیکھا گیا۔ اس وقت سے طیار یعنے اُڑنے والا کا لفظ اُن کے نام کے ساتھ بڑھایا گیا +

ایک جنگ میں جو جنگ خندق کے نام سے موسوم ہے۔ خندق کھودی جا رہی تھی۔ ایک سخت پتھر درمیان میں حائل ہؤا۔ تب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ہتھوڑے سے اُس کو توڑا۔ اُس کے ٹوٹنے کے ساتھ ہی ایک روشنی نمودار ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے قیصر اور کسرے کی سلطنتوں کو دیکھا ہے۔ کہ جلد میری اُمت اُن پر مسلط ہو جائے گی۔ یہ آپ کی پیشگوئی آپ کی وفات کے بعد پوری ہوئی جب آپ کے صحابہ نے ہر دو سلطنتوں کو فتح کیا +

عرب کا ایک بادیہ نشین سراقہ نام تھا۔ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے کہا "میں دیکھتا ہوں کہ کسرے کے سونے کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں ہیں"۔ جب خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کے وقت میں ایران فتح ہؤا تو آپ نے کسرے کے سونے کے کڑے سراقہ کے ہاتھوں میں پہنائے۔ اور اس طرح پر آنحضرت صلعم کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی +

ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اونٹ گم ہو گیا۔ لوگوں نے اُسے بہت تلاش کیا۔ مگر اُس کا کچھ پتہ نہ لگا۔ ایک کافر آیا اور اُس نے کہا کہ تم پیغمبر ہونے کا دعوے کرتے ہو۔ حالانکہ تم کو اتنا بھی علم نہیں۔ کہ تمہارا اونٹ اس وقت کہاں ہے۔ پھر ایک دوسری دُنیا کی خبریں تم لوگوں کو کس طرح دے سکتے ہو۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ مجھے اس غرض کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ کہ میں لوگوں کو راستی اور تقویٰ اور عقل کی راہوں پر چلاؤں۔ میں اس لئے آیا ہوں۔ کہ لوگوں کو شریعت اور قانون پر چلاؤں نہ اس لئے کہ اُسے توڑوں۔ اس لئے میں اپنی رُوحانی طاقتوں کو اُن باتوں پر نہیں لگاتا۔ لیکن چونکہ تم نے میرے منصب نبوت پر حملہ کیا ہے۔ اس لئے میں تمہیں یہ بتاتا ہوں۔ کہ میرا اونٹ فلاں مقام پر ہے اور اُس کی نکیل ایک درخت میں اُلجھی ہوئی ہے۔ ایک شخص گیا اور اُس جگہ سے اُسے لے آیا۔ اور

روکتے ہیں۔ اور ان کے درمیان کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دُوسرے معبُود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو جسے اللہ نے حرام ٹھیرایا قتل کرتے ہیں۔ مگر اقتضائے انصاف کے لئے۔ اور نہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو کوئی ایسا کرتا ہے وہ اس کا خمیازہ اُٹھائیگا قیامت کے دن اس کا عذاب دوگنا کیا جائے گا۔ اور وہ اس میں ذلیل ہو کر رہے گا۔ مگر وُہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا۔ اور اچھے عمل کیئے تو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالےٰ نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو کوئی توبہ کرے اور پھر اچھے عمل کرے وہ فی الواقع اللہ کیطرف رجُوع کرتا ہے۔ اور وہ جو جھوٹ کے پاس نہیں جاتے اور جب لغو پر گذرتے ہیں۔ تو عزت والوں کے طور پر گذرتے ہیں۔"

اور سورہ رعد میں اُن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

الذین یوفون بعهد الله ولا ینقضون المیثاق۔ والذین یصلون ما امر الله به ان یوصل ویخشون ربهم ویخافون سوء الحساب۔ والذین صبروا ابتغاء وجه ربهم واقاموا الصلوٰة وانفقوا مما رزقنٰهم سرا وعلانیة ویدرؤن بالحسنة السیئة اولئك لهم عقبی الدار جنّٰت عدن یدخلونها ومن صلح من اٰبائهم وازواجهم وذرّیٰتهم والملٰئكة یدخلون علیهم من كل باب سلٰم علیكم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اور وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پُورا کرتے ہیں۔ اور وعدہ کو نہیں توڑتے۔ اور وہ لوگ کہ جن تعلّقات کو خدا نے جوڑنے کا حکم دیا ہے ان کو جوڑتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اور بُرے حساب کا خوف رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو اپنے رب کی رضا کے لئے صبر کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا اُس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں۔ اور بُرائی کو نیکی کے ساتھ دُور کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے اچھا انجام گھر کا ہے۔ ہمیشگی کے باغ جن میں وہ داخل ہونگے۔ اور وہ بھی جو ان کے باپ دادوں میں سے اور ان کی بیبیوں میں سے اور اُن کی نسل میں سے اصلاح والے ہونگے۔ اور فرشتے ان پر ہر دروازہ سے داخل ہونگے تم پر سلامتی ہو۔ اس لیئے کہ تم نے صبر کیا۔ پس کیا ہی اچھا انجام گھر کا ہے۔

آجکل کے سپرچولسٹ خیال کے پیرو لوگوں کے لئے ذیل کی آیت قرآنی دلچسپی سے خالی

شریک ٹھیرائے۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا اسے بھی خدا بخشدیتا ہے۔ اگر وہ توبہ کرے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔ رحمتی وسعت کل شیٔ۔ میری رحمت ہر ایک چیز کو اپنے اندر لیئے ہوئے ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اُجیبُ دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون۔ اور جب میرے بندے تم سے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہوں پکارنے والے کی پکار کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں پس چاہیئے۔ کہ میری فرمانبرداری اختیار کریں۔ اور مجھ پر ایمان کامل لاویں تاکہ وہ سیدھی راہ پائیں۔ اور وہ فرماتا ہے امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض ءالٰہ مع اللہ قلیلا ما تذکرون۔ یا وہ جو اضطرار سے دُعا مانگنے والے کی دُعا کو جب وہ اس سے دُعا کرے قبول کرتا ہے۔ اور مصیبت کو دُور کر دیتا ہے۔ اور تم کو زمین کے بادشاہ بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہو سکتا ہے۔ بہت کم نصیحت پکڑتے ہیں۔ اور فرماتا ہے ادعونی استجب لکم۔ مجھے پکارو میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا۔ ایسا ہی فرماتا ہے۔ واذا جاءك الذین یؤمنون بایاتنا فقل سلٰمٌ علیکم کتب ربکم علی نفسه الرحمة انّه من عمل منکم سوءً بجھالة ثم تاب من بعده واصلح فانّه غفورٌ رحیم اور جب وہ لوگ تمہارے پاس آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو کہو تم پر سلامتی ہو۔ تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔ کہ جو کوئی تم میں سے ناواقفی سے بُرائی کر بیٹھے۔ پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرے۔ پس وہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی زندگی اور آپ کی تعلیم نے آپ کے ساتھیوں کو کمال انسانی کے نمونے بنا دیا۔ قرآن کریم نے اُن کی نیکیوں کی شہادت ذیل کے الفاظ میں ادا کی ہے۔ دیکھو سورہ فرقان کا آخری رکوع وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا۔ ہم صرف اسکے ترجمہ پر کفایت کرتے ہیں " اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں۔ اور جب جاہل اُن سے خطاب کرتے ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں سلامتی ہو۔ اور وہ جو راتیں اپنے رب کے حضور سجدے کرتے ہوئے اور کھڑے ہو ہو کر گذارتے ہیں۔ اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب تو جہنم کا عذاب ہم سے پھیر دے۔ بے شک ان کا عذاب چھٹ جانے والا ہے۔ اور وہ بُری قرار گاہ اور بُرا مقام ہے۔ اور وہ لوگ جو جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بیجا خرچ کرتے ہیں اور نہ بجا طور پر خرچ کرنے سے ہاتھ

شناخت فرض کی نصائح

قرآن کریم فرماتا ہے۔ ان لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ ؐ وان لیس للانسان الا ما سعیٰ
کہ ایک بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ اور انسان کو وہی چیز ملتی ہے
جس کے لیئے وہ کوشش کرتا ہے +

پھر فرماتا ہے وبالوالدین احسانا وبذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین والجار ذی القربیٰ والجار
الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم۔ ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور
رشتہ داروں کے ساتھ اور یتیموں کے ساتھ اور مسکینوں کے ساتھ اور صاحب قرابت ہمسایہ کے ساتھ اور
اجنبی ہمسایہ کے ساتھ اور پاس بیٹھنے والوں کے ساتھ اور مسافر کے ساتھ اور ان کے ساتھ جن کے تمہارے
داہنے ہاتھ مالک ہیں +

پھر فرمایا ہے۔ واوفوا الکیل ولا تکونوا من المخسرین وزنوا بالقسطاس المستقیم ولا
تبخسوا الناس اشیاء ھم ولا تعثوا فی الارض مفسدین۔ اور پورا ناپ دو اور کم دینے
والوں میں سے نہ بنو اور درست ترازو کے ساتھ تولا کرو۔ اور لوگوں کے معاملات میں کمی نہ کرو۔ نہ زمین
میں فساد پھیلاتے ہوئے دوڑو +

اسلام کی اخلاقی نصائح ایک مکمل مجموعہ ہے جس میں انسان کا فرض صفائی سے اس کے سامنے
رکھدیا گیا ہے +

خدا کی محبّت

لیکن اسلام کے مذہب میں جو حصہ محبت کا ہے وہ بھی بہت ہی قدر کے قابل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ساری دُنیا کی دولت بھی لاکر میرے سامنے ڈھیر کی جائے تو میں اُسے اس حق
کی جگہ قبول نہیں کرسکتا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔ قل یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم
لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ کہدو اے میرے بندو جنھوں نے اپنی
جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔ اللہ سارے کے سارے گناہ ہی معاف
کردیتا ہے۔ ایک شخص نے ایک مرتبہ پوچھا۔ کہ یا رسول اللہ اس شخص کا کیا حال ہے جس نے خدا کیساتھ

اس ملک کے اندر ہوئے ہیں۔ جیسے کرشن اور بُدھ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صرف اسی قدر کام نہ تھا۔ کہ جو قوانین یا شریعت آپ پر نازل ہو وہ دوسروں کو پہنچا دیں۔ بلکہ آپ اپنی عظیم الشان قوت روحانی کی وجہ سے تمام دلوں پر حکومت کرتے تھے۔ اور ان شرائع پر ان کو پورے فرمانبردار بنا کر چلاتے تھے۔ آج کے دن تک اس کرہ کے قریبًا ایک چوتھائی آبادی شراب کو اس لئے چھوڑے ہوئے ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی میں ایسا چاہا۔ حافظ جس کا دیوان بہت سے اعلےٰ خیالات اور جذبات کو پیدا کرنے والا ہے۔ کہتا ہے ؎

مارا بخیال تو چہ پرواہ شراب است + خم گو سر خود گیر کہ خمخانہ خراب است

جب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبوت کے منصب عظیم پر مامور ہوئے۔ آپ کو ان تمام رُوحانی قوتوں کو دبا کر رکھنا پڑا جن کو وہ اپنی ذات میں فائدہ اُٹھانے کے لئے استعمال کر سکتے تھے۔ اس کی غرض یہ تھی۔ کہ تا آپ کے متعلق اس قسم کی غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں جیسی بعض انبیائے ماسبق کے متعلق پیدا ہوئیں۔ آپ کو اس معاملہ میں بڑی غیرت تھی۔ کہ کوئی ایسی مثال آپ کے ہاتھ سے قائم ہو۔ جو آپ کے تبلیغ کے کام کو نقصان پہنچانے والی ہو۔ جس سے کسی قسم کی توہم پرستی یا سستی یا غفلت یا فرض منصبی سے لاپروائی پیدا ہو۔ جس سے خدا کی توحید کامل کے متعلق کسی قسم کا اشتباہ پیدا ہو سکے جو کسی انسان کے خدا کے ہمسر ہونے کا خیال پیدا کر سکے۔ طاقت میں یا علم میں یا اور کسی بارہ میں۔ لیکن جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کوئی پیشگوئی نہ کر سکتے تھے یا آپ کے اندر ایسی روحانی طاقت نہ تھی۔ کہ بیماروں کو اچھا کر سکیں وہ جاہل ہیں وہ آپکی سیرت آپ کی تاریخ سے۔ اور اس ہمیشہ زندہ رہنے والی کتاب قرآن شریف کی تاریخ سے جو آپ پر نازل ہوئی شرمناک طور پر جہالت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ خود قرآن ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان روحانی طاقت کا زندہ ثبوت ہے۔ اگر وہ ساری کتابیں جو رُوحانیت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے لکھی گئی ہیں ایک طرف رکھی جائیں اور جو کتابیں روحانیت پر آپ کے بعد آپ کے پیروؤں نے لکھی ہیں دوسری طرف رکھی جائیں۔ تو مؤخر الذکر نہ صرف مقدار میں ہی بہت بڑھ کر ثابت ہونگی۔ بلکہ بلحاظ اپنی خوبی کے بھی بہت بڑھ کر اعلےٰ پایہ کی ثابت ہونگی +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تصور رُوحانیت میں فرض اور محبت دونوں ملے ہوئے ہیں +

ہی عملی رنگ کا بھی ہو جس پر معمولی انسان چل سکیں۔ ایسا نمونہ جو اس عالم کی خلق کے اغراض کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔ جہاں ہر چیز ایک قانون کے ماتحت چلتی ہے۔ جہاں ہر نتیجہ ایک سبب رکھتا ہے جہاں ہر رُوح کو ایک جسم میں رہنا ضروری ہے۔ جہاں صلح کے شہزادہ کو بھی یہ منادی کرنی پڑتی ہے "یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا۔ صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے کو آیا ہوں۔ کیونکہ میں آیا ہوں کہ مرد کو اُس کے باپ اور بیٹی کو اس کی ماں اور بہو کو اس کی ساس سے جُدا کروں" (متی باب ۱۰ درس ۳۵-۳۶) +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے ایک نبی کی حیثیت میں یہ ضروری تھا۔ کہ اعلےٰ درجہ کے اخلاق کو قائم کریں۔ معاشرت انسانی کو بلند مقام پر پہنچائیں۔ اور ہر پہلو اور ہر رنگ میں انسان کی زندگی کو ترقی دیں۔ آپ تمام عالم کے رسُول تھے۔ سقراط اور افلاطون کی تکمیل اور آئینی خواہیں بھی آپ کے ذریعہ سے ہی پُوری ہوئی تھیں۔ آپ کو اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈال کر بھی حق کی حمایت کرنی تھی۔ اور اسے دُنیا میں پھیلانا تھا۔ آپ کے لیئے یہ بھی ضروری تھا۔ کہ آپ قوانین بنائیں۔ آپ نے سپاہی بھی بننا تھا۔ اور بادشاہ بھی۔ ایک فوج کا جرنیل بھی۔ اور ایک جمہوری حکومت کا افسر اعلےٰ بھی۔ مگر ان سب اشغال کے اندر آپ کی رُوح ایک لمحہ کے لیئے بھی خدا کی طرف سے غافل نہ ہوتی تھی۔ آپ کے دن اور آپ کی راتیں اگر انسانوں کی بہتری میں گذرتی تھیں۔ تو خدا کے حضور میں بھی گذرتی تھیں +

آپ کے پیرو ہر روز پانچ وقت نمازوں میں اپنے مولےٰ کے حضور حاضر ہوتے تھے۔ مگر آپ کی رُوح اس پر بھی قناعت نہ کرتی تھی۔ آپ جب رات کے وقت نماز میں کھڑے ہوتے۔ اُس وقت جبکہ ساری دُنیا آرام میں ہوتی تو اس قدر دیر تک کھڑے رہتے۔ کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے۔ نماز آپ کے لئے وہ اعلےٰ سے اعلےٰ ذریعہ تھا۔ جو انسان کو قرب الٰہی میں پہنچا سکتا ہے۔ اور اپنی بعثت کی غرض میں معمُولی کامیابی کے لیئے بھی آپ نماز اور دُعا سے ہی کام لیتے تھے۔ اور ایک انسان کے لیئے کس طرح ممکن تھا۔ کہ وہ قادر اور علیم۔ رحم کرنے والے اور بلند شان والے۔ محبت کرنے والے۔ مگر بدی کی سزا دینے والے خدا کا جس کی حکومت زمین و آسمان پر ہے۔ خلیفہ ہو سکے۔ اگر اس کے اندر روحانی الٰہی طاقت نہ ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت رُوحانی ایسی عظیم الشان تھی۔ کہ دُوسرے کسی انسان اور دوسرے کسی نبی میں وہ قوت رُوحانی نظر نہیں آتی۔ نہ موسےٰ میں نہ عیسےٰ میں۔ نہ اُن زبردست روحانی پہلوانوں میں جو

جس میں ہر شے تسبیح الٰہی کرتی ہے۔ اس رات کے عین درمیان میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص منصب پر ماموُر کیا گیا۔ آپ نے ایک آواز سُنی جو ان تمام آوازوں سے جو آپ پہلے سُنتے تھے بہت زیادہ پرشدّت اور بہت بڑھ کر پُرشوکت تھی۔ وہ آواز کیا تھی گویا ایک سمندر تھا جو موجزن ہُوا۔ اور آپ کو حکم ہُوا اقرأ یعنی پڑھیئے۔ دو بار یہ آواز پورے زور سے آئی۔ اور دونوں مرتبہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ کہ میں تو اُمّی ہوں پڑھنا نہیں جانتا۔ تیسری بار پھر وہی آواز آئی۔ کہ اقرأ۔ تب آپ نے محسُوس کیا کہ یہ حکم ٹلنے والا نہیں۔ اور فرمایا میں کیا پڑھوں۔ حکم ہُوا۔ اقرأ باسم ربك الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرأ وربك الاکرم۔ الذی علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم۔ تب آپ نے انہی الفاظ کو دہرایا اور آپ کے قلبِ مبارک پر وہ الفاظ کا لنقش فی الحجر ہو گئے۔ جب وہ حالت ربودگی کی جاتی رہی۔ تو وہ مَلک جو پیغام لایا تھا وہ تو غائب ہو گیا۔ مگر آپنے ایسا محسُوس کیا کہ اس کے لفظ آپ کے دل پر ایک گہرا نقش چھوڑ گئے ہیں۔ تاہم پہلے پہل یہ بوجھ آپکو ایسا بھا۔ ی معلوم ہُوا۔ یہ اعلیٰ سے اعلیٰ انعام جو آپ کی رُوحانی ترقیات اور ارتقائے علوی پر آپکو ملا تھا۔ اس نے آپ کے قلب پر ایسا اثر ڈالا۔ کہ آپ کانپتے ہوئے اپنے بڑے غمگسار اور رفیق یعنی اپنی بی بی خدیجہؓ کے پاس آئے اور اس واقعہ کا اُن سے ذکر کیا۔ حضرتِ خدیجہؓ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام کو ایسا پہچانتی تھیں۔ اور آپ کے حالات سے ایسی واقف تھیں۔ کہ دوسرا کوئی اس قدر واقف نہ تھا۔ کیونکہ وہ آپ کی امانت و دیانت آپ کے معاملہ کی راستبازی آپ کی صداقت آپ کے زہد و اتقا۔ آپ کے قرب الٰہی۔ آپ کی ہمدردی انسانی کے حالات سے پُورے طور پر آگاہ تھیں۔ اُنھوں نے فرمایا آپ خوش ہوں اور مطمئن رہیں وُہ جس کے ہاتھ میں خدیجہ کی جان ہے میں اُس کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ آپ کو خدا نے اس قوم کا پیغمبر بنانے کے لیئے چُن لیا ہے۔ اور ایسا ہی ہُوا۔ اس وقت سے لے کر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے پیغامبر قرار پائے۔ آپ کی زبان خدا کے ارشاد اور منشاء کو ظاہر کرنے والی تھی۔ نہ صرف اس قوم کے لیئے جو اس وقت آپ کے سامنے تھی۔ بلکہ تمام دُنیا کے لیئے اور تمام زمانوں کے لیئے اس عہدۂ جلیلہ پر ماموُر ہونے کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خلوت اور تنہائی کی زندگی چھوڑنی پڑی۔ آپ کے سُپرد صرف یہی کام نہ تھا۔ کہ آپ لوگوں کو تعلیم دیں۔ بلکہ آپ ہر معاملہ میں لوگوں کے لیئے مثال اور نمونہ بھی قائم کرنے والے تھے۔ ایسا نمونہ جو نہ صرف احسن ہی ہو۔ بلکہ ساتھ

امام غزالی کہتے ہیں۔ کہ جو شخص اس معاملہ میں غور کرے گا وہ دیکھ لے گا۔ کہ حقیقی راحت خدا کی معرفت کے ساتھ وابستہ ہے۔ ہماری ہر قوت پوری خوشی تب ہی حاصل کرتی ہے جب یہ اس مقصد کو پالیتی ہے جس کے لیئے یہ پیدا کی گئی تھی۔ شہوت خواہش کے پورا ہونے سے خوشی حاصل کرتی ہے۔ غصہ کی طاقت انتقام لے کر خوش ہوتی ہے۔ آنکھ خوبصورت چیزوں کو دیکھ کر خوشی حاصل کرتی ہے۔ کان شیریں آواز کو سن کر خوش ہوتے ہیں۔ مگر انسان کی روح کا سب سے بلند مقصد حق کا معلوم کر لینا ہے۔ اس لیئے اس میں اس کو سب سے بڑی راحت بھی حاصل ہوتی ہے +

حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خوشی کو حاصل کر لیا تھا۔ آپ کی روح نے حق کو اپنے لیئے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا۔ اگر صرف اس قدر پر آپ مطمئن نہیں ہو گئے۔ آپ خودغرض نہ تھے۔ آپ خودبین نہ تھے۔ صرف اپنے آپ کو بلند مقام پر پہنچا لینے سے آپ کو خوشی حاصل نہ ہو سکتی تھی۔ نہیں آپ اس سے بہت بلند تر مقصد کے حصول کے لیئے پیدا ہوئے تھے۔ آپ کا دل اپنی قوم کے لیئے نہیں۔ کل نسل انسانی کے لیئے۔ بنی نوع کے لیئے۔ خواہ وہ دنیا میں کہیں بھی ہوں خون ہو رہا تھا۔ جب آپ ارتقائے روحانیت میں عبادت اور تسلیم کے ذریعہ سے ایک اعلےٰ مقام پر پہنچ گئے۔ تو خدا ہاں حکیم خدا نے۔ رحمان خدا نے آپ کو چن لیا۔ کہ آپ اس کا پاک پیغام۔ اپنے آپ کو خدا کی کامل فرمانبرداری میں لگا دینے کا پیغام۔ ساری مخلوق کو پہنچا دیں۔ صحیح معنوں میں آپ اول المسلمین تھے۔ اور خود اپنے آپ کو اپنے مالک کی کامل فرمانبرداری میں لگا کر آپ خدا کے محبوب بن گئے۔ آپ وہ برگزیدہ ٹھہرے جسے خدا نے اس لیئے انتخاب کر لیا۔ تاکہ آپ اس کا آخری پیغام نسل انسانی کو پہنچائیں اور ابدی روشنی کے مشعل بردار بن جائیں آپ سے پہلے موسےٰ اور مسیح بھی ایسے ہی کام کے لیئے چُنے گئے تھے۔ جب وہ منزل روحانیت کے اعلےٰ مقام پر پہنچ گئے۔ مگر اُن کی روحانی قوت اس کمال کو نہ پہنچی تھی۔ کہ ساری دنیا کی اصلاح کے لیئے اُن کا انتخاب کیا جاتا۔ موسےٰ اور مسیح دونوں بنی اسرائیل کے لیئے آئے۔ غیر اسرائیلی مسیح جیسے انسان کی نظر میں بھی "کتوں" کی طرح ہی تھے۔ مگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اس لیئے چنا گیا۔ کہ وہ ساری نسلِ انسانی کا ایک ہی معلم ہو۔ اور اس لیئے اس کے حق میں فرمایا گیا۔ کہ ہم نے تم کو تمام مخلوقات کے لیئے اور تمام قوموں کے لیئے رحمت بنا کر بھیجا ہے + وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

پس ایک رات اس مبارک رات میں جو لیلۃ القدر کہلاتی ہے۔ کیونکہ وہ خاص برکات کی رات ہے

نور کامل طور پر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب میں اپنی پوری چمک کے ساتھ منعکس ہوا آپ ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہنچ چکے تھے۔ جہاں دوئی باقی نہیں رہتی اور آپ خدا کے ساتھ گویا ایک ہو چکے تھے۔ قرآن فرماتا ہے۔ اللہ نور السّمٰوات و الارض۔ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ یہی نور۔ ہاں صرف یہی نور۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب میں منعکس ہوا۔ قدرت کے تمام عطایا میں زندگی کے ہر ایک تعلق میں۔ چڑھتے ہوئے چاند میں۔ غروب ہوتے ہوئے سورج میں آپ خدا کے ہاتھ کو کام کرتا ہوا دیکھتے تھے۔ ہاں صرف ایک واحد خدا کے۔ صرف اس اکیلی ہستی کے جو سارے عالم پر حکومت کرتی اور سارے عالم میں سرایت کیئے ہوئے ہے۔ اور آپ پر وہ حالت آچکی تھی جس کا نقشہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۝ کہدو میری نماز اور میری قربانی۔ اور میری زندگی اور میری موت سب ایک اللہ کے لیئے ہے۔ جو ساری مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے +

دُعا اور بحر رُوحانیت میں استغراق سے اپنے آپ کو دُنیا اور اُس کے تعلقات سے منقطع کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی روح کی اصلی تڑپ اور سچّی خواہش کو محسوس کر لیا تھا۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَآءَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ۝ ہم نے تجھ سے تیرا پردہ اُٹھا دیا۔ سو تیری بصارت آج کے دن بہت تیز ہے۔ یہ پردہ اسی زندگی میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے اُٹھا دیا گیا۔ آپ نے اس بات کو دیکھ لیا اور محسوس کر لیا۔ کہ انسانی رُوح خدا کی طرف سے ہے۔ خدا کے لیئے ہے اور خدا کی طرف ہی لوٹ کر جانے والی ہے۔ یہی اس آیہ کریمہ میں سکھایا گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۝ ہم اللہ کے لیئے ہی ہیں۔ اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں +

اس وقت ابھی نماز کے قواعد اور آداب مقرر نہیں ہوئے تھے۔ رمضان کے روزے بھی مقرر نہ ہوئے تھے۔ شریعت اسلامی بھی ابھی ظاہر نہ ہوئی تھی۔ اس شریعت کا ابھی علم نہ تھا۔ مگر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوح روحانی ارتقاء میں اس کمال کو پہنچ چکی تھی۔ کہ جہاں خدا کی پوری معرفت اُسے حاصل ہو چکی تھی* +

* اس میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال رُوحانی کا دکھانا مقصود ہے۔ ورنہ علم آپ کا بھی ترقی کرتا تھا جیسے کہ اس دُعا کے سکھاتے سے ظاہر ہے۔ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ کہہ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ کر دو انسان کی رُوح کی ترقیات درحقیقت غیر متناہی ہیں + (ایڈیٹر)

ذریعہ نظر نہ آتا تھا۔ ان بڑے بڑے آدمیوں کی رُوحیں بھی جو اس دُنیا سے گذر چکے تھے خاموش اور بے آواز ہو چکی تھیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ وُہ بھی دُنیا کی طرف سے لاپرواہیں۔ ہاں ان سوالات کا جواب اور ایسے ہی اور ہزارہا سوالات کا جواب اگر مل سکتا تھا۔ تو خود حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی روح سے ہی مل سکتا تھا۔ کارلائل لکھتا ہے:۔ "اس انسان کی اپنی روح اور جو کچھ اس کے اندر الہام الٰہی تھا وہی یہ جواب دے سکتی تھی۔" ہاں یہ محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوحانیت ہی تھی۔ جو آپ کی فکر اور تجسس کرنے والی رُوح کے ہزارہا سوالات کا جواب دے سکتی تھی۔ اور اس جواب کے لئے آپ کی رُوح بذریعہ عبادات اور خدا سے تعلق پیدا کر کے تیار بھی ہو چکی تھی۔ شادی کے بعد کئی سالوں تک برابر آپ غارِ حرا میں چلے جایا کرتے تھے۔ کبھی تنہا اور کبھی اپنی وفادار بی بی کے ساتھ۔ وہاں آپ عبادت میں اور مراقبہ میں رہتے۔ اس زمانہ میں تنہائی گویا آپ کی رُوح کی غذا ہو گئی تھی۔ آپ اپنے آپ کے مطالعہ میں معروف تھے۔ اور رُوحانیت یا انسانی جذبات پر اقتدار حاصل کر رہے تھے۔ دُنیا کے تمام شور و شغب سے الگ ہو کر آپ پے در پے راتیں اس کُنجِ تنہائی میں بسر کرتے اور زُہد و ریاضت کی مشقتیں اُٹھاتے تھے۔ پھر آپ کو سچّی خوابیں آنی شروع ہوئیں۔ اور آپ نے ایسی آوازیں سُننی شروع کیں جن آوازوں کے دینے والوں کو آپ دیکھتے نہ تھے۔ غیب کی باتیں آپ پر ظاہر ہونے لگیں۔ اور وہ جو دُوسروں کو نظر نہیں آتا آپ کو نظر آنے لگا۔ آپ قدرت کی کتاب کو پڑھ سکتے تھے۔ وہ اُمّی انسان کتابِ قدرت کا سب سے بڑا عالم بن گیا پتھروں نے بھی اس سے باتیں کرنی شروع کر دیں۔ اور درختوں تک نے بھی آپ کو یہ آوازیں دینی شروع کیں۔ کہ نسل انسانی کو رُوحانیت کی زندگی بخشنے کا مقدس کام آپ اپنے سر پر ہیں۔ ہاں ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ سارا عالم ہی آپ کو پُکار رہا ہے۔ کہ آپ مادہ پرستی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ بتوں اور مجسموں کو توڑ دیں۔ انسان کی عبادت کو دُنیا سے نیست و نابود کر دیں۔ اور نسل انسانی کو یہ سکھا دیں۔ کہ وہ اپنے آپ کو پہچانے اور اس طرح پر خدا کی معرفت کو حاصل کرے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے ساتھ اتحاد کامل پیدا کر کے ایک ہو چکے تھے۔ اس خدا سے جو سب پر غالب۔ ہر جگہ موجود اور سب طاقتوں کا رکھنے والا ہے

امام غزالی کہتے ہیں:۔ اخلاقی تربیت کا مقصد یہ ہے۔ کہ انسان کے دل کو جذبہ اور کینہ کی خواہشات سے پاک کر دے۔ یہاں تک کہ ایک شفاف شیشہ کی طرح اس میں خدا کے نور کا عکس ظاہر ہو۔ خدا کا

یعنی وہ احساس جو انسان کو اس قابل بناتا ہے۔ کہ اُس کی رُوح کا اصل تقاضا کیا ہے۔ وہ کہاں سے آئی اور کہاں جائے گی۔ اس قسم کی رُوحانیت اس زمانہ میں جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہؤا دُنیا سے بالکل مفقود تھی۔ بعض اچھی رُوحیں خود عرب کے اندر بُت پرستی سے بیزار ہو چکی تھیں۔ اور ایک خدائے واحد سے تعلق پیدا کرنے کے لیئے پرواز کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔ لیکن اس بلند مقام پر پُہنچنے کا سامان کوئی نہ تھا۔ حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائیش انہی بُت پرست عربوں میں ہوئی تھی۔ جن کی بُت پرستی اس انتہا تک پُہنچ چکی تھی۔ کہ وہ گھر جو خدا کی توحید کا نشان تھا۔ اس میں بھی تین سو ساٹھ بُت موجود تھے۔ لیکن آپ کی روح ان تمام تاریکیوں سے پاک تھی۔ اگر آپ کی قوم خطرناک سے خطرناک بد اخلاقیوں اور بے حیائیوں میں مُبتلا تھی۔ تو آپ بھی راستی اور دیانتداری کے اعلےٰ سے اعلےٰ مقام پر کھڑے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی قوم پکار اُٹھی تھی۔ کہ آپ الامین ہیں۔ آپ کی روح ان قیود کے اندر ایک لمحہ کے لیئے بھی نہ رہ سکتی تھی۔ میں کیا ہوں۔ یہ پرمانہ اور ناقابل حل معمہ جس کو مخلوقات کہتے ہیں کیا چیز ہے۔ زندگی کیا ہے۔ موت کیا ہے۔ کون اس سب کا جو موجود ہے وجود میں لانیوالا۔ کون اس کا قائم رکھنے والا۔ کون اس کا پالنے والا ہے۔ انسان کیا ہے۔ اس کا تعلق اپنے خالق و مالک سے کیا ہے۔ سورج اور چاند اور عناصر یہ کیا چیزیں ہیں۔ کیا وہ فی الواقع خدا ہیں؟

اس قسم کے سوالات خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے آپ سے کیئے ہونگے۔ ان کا جواب کون دے سکتا ہے؟ کارلائل کہتا ہے۔ کہ حرا کی سیاہ خشک چٹانوں سے جہاں آپ تنہائی میں رہتے تھے ان باتوں کا جواب نہ مِل سکتا تھا۔ آسمان کے وسیع فضا خاموشی سے گردش کرنے والی اور اُس کے چمکدار ستارے بھی ان سوالات کو حل کرنے کے قابل نہ تھے۔ کارلائل کہتا ہے کہ واقعی ان امُور کا جواب دینے کے لیئے عرب کے مناظر قدرت میں کوئی سامان نہ تھا میں بھی کہتا ہوں کہ فی الواقع کوئی چیز ایسی نہ تھی کہ ان سوالوں کا جواب اس سے مل سکتا۔ بلکہ عرب کو چھوڑو ہندوستان۔ چین فلسطین اور ناصرہ کے بڑے بڑے بزرگ جو اس وقت موجود تھے وہ بھی ان سوالات کا جواب دینے کے قابل نہ تھے۔ کرشن۔ بُدھ۔ موسےٰ۔ مسیح کی رُوح حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح کو ایک روحانی پیغام بھیجدے تو الگ امر ہے۔ مگر ظاہر پر نظر کرکے کوئی ایسا

تند جذبات اور پُرجوش ولولوں کے جوان کو اکثر اپنے آپ سے باہر لے گئے ہیں۔ بالآخر یہ ایک مذہب ہے جس سے اولیاء اور شہداء۔ تصویروں اور یادگاروں کی پرستش ہر ایک قسم کے راز اور فلسفیانہ پیچیدگیاں۔ راہبانہ خلوت نشینی اور اپنے آپ کو دکھوں میں ڈالنا یہ تمام اُمور دُور کیئے گئے ہیں۔ اور جس میں اندرُونی شہادت اِس بات کی پائی جاتی ہے۔ کہ یہ حقائق اشیاء پر اس وقت کی دُنیا کی قوموں کی حالت اور حیثیت پر۔ اور مذہب اور عقل کی اغراض میں اتحاد قائم کرنے پر گہرے مطالعہ کا نتیجہ ہے +

حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی زندگی کا رُوحانی پہلو

(از الوارثی)

یہ ایک حقیقت نفس الامر کا اظہار ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے روحانیت دُنیا سے بالکل مفقود ہوچکی تھی۔ بلکہ ارتقائے رُوحانیت کا پہلا مرتبہ یعنی اخلاقی پہلو بھی ادنےٰ سے ادنےٰ حالت میں تھا۔ ہندوستان کے بڑے بڑے رُوحانی معلّموں کی تعلیمات بالکل مسخ ہوچکی تھیں۔ گوتم بدھ کی اعلےٰ رُوحانیت گر کر ایک دہریت کی حالت تک پہنچ چکی تھی۔ یہودی روحانیت بھی غلط فہمیوں کی تاریکیوں کے نیچے دھندلی ہوچکی تھی۔ اور مسیح کی رُوحانیت تو تثلیث کا علمبردار بن گیا۔ انسان کو خدا تجویز کر چکی تھی۔ عرب کی حالت تو کچھ پوچھو ہی نہیں۔ بلکہ حیوانیت کے درجہ تک گر چکی تھی۔ اس کا کوئی انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ دُنیا میں کہیں کہیں کسی گوشۂ تنہائی میں یا کسی دور دراز جنگل میں یا پہاڑ کی کسی کھوہ میں ایسے افراد بھی تھے جنھوں نے دُنیا سے اور اس کے کاروبار سے قطع تعلق کر رکھا تھا۔ اور جو صرف اپنے نفس کی درستگی میں ہی مصروف تھے۔ اور اپنے آپ کو عام انسانوں سے بلند مرتبہ پر رکھنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ لیکن رُوحانیت جو عام طور پر نسل انسانی کو ایک بلند مقام پر پہنچانے کا ذریعہ ہے

کسی قسم کی توہم پرستی کی تائید نہیں کی۔ اسلام میں نہ کوئی معجزانہ قلب ماہیت یا استحالہ ہے اور نہ ایک کی جگہ کفارہ کے طور پر دوسرے کا پکڑا جاتا ہے۔ نہ کوئی معمہ تین میں ایک اور ایک میں تین کا ہے نہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی تعلیم کبھی بجبر منواتے تھے۔ قرآن صرف ایک ہی مذہبی کتاب دُنیا میں ہے جس نے اپنے اصُول کا قائل کرنے کے لیئے انسان کی عقل کو اپیل کیا ہے۔ قرآن کا سب سے بڑا اور سب سے اعلےٰ مضمون خدا کی توحید ہے۔ اس نے نہایت ہی معقول اور دل پر اثر کرنے والے دلائل اس اصُول کو قائم کرنے کے لیئے اور اسے ذہن میں جانشین کرنے کے لیئے دیئے ہیں۔ خدا کی توحید اس کی نہایت ہی بلند قدرت اور طاقت۔ اس کی کامل محبت اور رحم کی شہادت پیش کی ہے معجزات سے نہیں بلکہ قدرت کے واقعات سے۔ یہاں دوسرے مذاہب بالخصوص عیسائی مذہب سے کس قدر فرق نظر آتا ہے۔ جان ڈیون پورٹ نے عیسائیت اور اسلام کے فرق کا خوب اندازہ لگایا ہے۔ وہ لکھتا ہے :۔

"یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ جہاں ایک طرف عیسائیت کے پیرو اس اثر کو جو اس مذہب نے دُوسروں پر کیا ہے۔ اس کے عقاید میں مضمر بتاتے ہیں۔ اور اس طرح یہ مذہب اور اخلاق کو ایک دُوسرے سے بالکل الگ الگ کر دیتے ہیں۔ اس کے برخلاف اسلام میں عقیدہ نہیں۔ بلکہ اس کا عملی حصہ وہ چیز ہے جس نے اس کے ماننے والوں کے اخلاقی۔ تمدّنی۔ سیاسی اور مُلکی حالات اور خیالات پر اپنا اثر ڈالا ہے۔ پس ایک مُسلمان کے ذہن میں حُبُّ الوطنی۔ جواز روائیت قانون حقوق یہ تمام چیزیں ایک لفظ اسلام میں داخل ہیں۔ ۔ ۔ ۔ جو مذہب قرآن نے اس طرح پیہ قائم کیا ہے۔ وہ ایک سادہ اور مضبُوط توحید کا مذہب ہے۔ اور اس کے ابتدائی خیال میں جو خدا کی ذات کے متعلق ہے کوئی الہام اور پیچیدگی نہیں ہے۔ اللہ محض ایک فلسفیانہ علّت اوّل نہیں جو چند قوانین کے ذریعہ سے جن میں وہ خود بھی مقیّد ہو اس کائنات پر حکومت کر رہا ہو اور اس کے کاروبار سے بوجہ اپنی عظمت کے بعد کے بے تعلّق ہو۔ بلکہ وہ ایک ہمیشہ موجود اور ہمیشہ کام کرنے والی طاقت ہے۔ پھر یہ ایک ایسا مذہب ہے جس میں کسی قسم کے مباحثہ کو بھی دخل نہیں۔ اور جو کسی قسم کے راز کو پیش کرتا ہو۔ جو عقل انسانی پر ظلم کرنے والا ہو۔ اور یہ انسانوں کی قوّت متفکرہ کو یہ ایک سادہ اور معیّن طرز عبارت پر مُطمئن کر دیتا ہے۔ باوجود

کی آمیزش سے خالی ہو۔ جیساکہ وہ اس وقت تھا جب نسلِ انسانی کی رہنمائی کے لیئے اسے خدا نے الہام کیا تھا۔ ایک ایسا مذہب جس میں کوئی ایسا سربستہ راز نہ ہو جو میری عقل پر ایک نشہ آور دوا کا عمل کرے۔ جس کے اندر ایسے پروہت نہ ہوں جو مجھ میں اور مجھ سے محبت کرنے والے میرے خالق میں حائل ہوں۔ ایک ایسا مذہب جو نجات کا دار و مدار صرف ایمان پر نہ رکھتا ہو۔ بلکہ اعمالِ صالح کو بھی نجات کے لئے ضروری قرار دیتا ہو۔ ایک ایسا مذہب جو قانون قدرت سے مطابقت رکھتا ہو خواہ وہ قانون قدرت انسان کے اندر اس کی فطرت کے رنگ میں ظاہر ہو رہا ہو۔ اور خواہ عالم بیرونی میں اُس کے قوانین کے اندر۔ ایسا مذہب کہاں سے مِل سکتا ہے؟ یہ وہ سوال ہے جو میری فطرت بار بار مجھ سے کرتی تھی۔ مجھے یہ تعلیم دی گئی تھی۔ کہ ایک ہی مذہب ہے۔ جو فی الواقعہ مذہب کہلانے کا مستحق ہے۔ اور وہی مذہب کسی مہذّب قوم کا مذہب ہو سکتا ہے۔ یعنی عیسائی مذہب دُوسرے مذاہب کے پیرو سب بُت پرست سمجھے جاتے تھے۔ اسلام کو بالخصُوص میں نے ایسا مذہب پایا۔ جو بہت ہی مُلامت کے نیچے تھا۔ اور مجھے اب معلوم ہُوا ہے۔ کہ ہمارے روحانی معلّم کیوں اِسبات سے گھبراتے ہیں۔ کہ اُن کی بھیڑیں اِسلام کی طرف کبھی جائیں یعنی اس مذہب کی طرف جس کی تعلیم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ وہ اسلام سے اس لیئے ڈرتے ہیں۔ کہ اسلام ایک سلیم دل اور ایک صحیح اور سنجیدہ دماغ کی اصلی اور حقیقی خواہشات کو پُورا کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کی تعلیم ہر ایک راز سے مبرا ہیں۔ عقل کی کامل روشنی اُن پر ڈالی گئی ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک تاریخی انسان ہے۔ اُس نے وہ زندگی بسر کی جو ایک انسان بسر کرتا ہے۔ اُس نے کبھی کوئی راز اپنی زندگی میں نہیں آنے دیا۔ اُس نے بلند آواز سے دنیا میں یہ پکار کر کہدیا۔ کہ میں ایک بشر ہوں۔ ایک کھلا ڈرانے والا ہوں۔ آپ کی طرف بھی بہروں۔ اندھوں وغیرہ کو شفا دینے کے معجزات منسُوب کیئے گئے ہیں۔ جیسے کہ مسیح کی طرف۔ مگر آپ نے خود کبھی ان باتوں کی ترویج دینا پسند نہیں کیا۔ بلکہ اس کے خلاف قرآن نے بآواز بلند یہ کہدیا ہے۔ کہ معجزہ کا کام کسی تعلیم کی صداقت کا معیار نہیں ہو سکتے جسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اکلوتا بیٹا فوت ہُوا اُسیدن سورج کو گرہن لگا۔ آپ کے پیرووُں میں سے بعض لوگوں کا خیال ہوُا۔ کہ سورج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ کی وفات کی وجہ سے تاریک ہوُا ہے۔ مگر آپ نے فوراً اِس خیال پر لوگوں کو ملامت کی۔ آپ نے

حضرت محمد صلعم مصطفےٰ

ایک معقولی معلّم اور نبی کی حیثیت میں

محمدؐ اشرف ایک انگریز نومسلم کی قلم سے

میں گذشتہ تین سال سے عیسائی مذہب کا مطالعہ کرتا رہا ہوں جیسا کہ اُس کے مختلف فرقوں کے عقیدوں میں اُس کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور میں نے یہ کوشش کی۔ کہ اپنے قوائے عقلی کے مطابق اس کے اصول کو ذہن میں لا سکوں۔ مگر مجھے یہ معلوم کر کے بہت ہی مایوسی ہوئی۔ کہ خدا کی وہ سب سے بڑی نعمت جو اُس نے انسان کو دی ہے۔ یعنی اُس کے نشوونما یافتہ قوائے عقلی و ذہنی۔ وہی عیسائی عقائد مذہب کی سب سے بڑی دشمن سمجھی جاتی ہے۔ میرے مذہبی پیشواؤں۔ روحانی معلّموں اور پروہتوں نے مجھے صفائی سے یہ جتا دیا۔ کہ اگر میں اپنے قوائے عقلی و ذہنی کو ایک بچّہ کی طرح اس معاملہ میں بیکار نہ کر دوں تو مذہبی معاملات میں فیصلہ اور امتیاز کی راہ تلاش کرنے کے میں مردود ابدی ٹھیرایا جاؤں گا۔ اس علم الٰہیات میں جن کو عیسائی مذہب نے پیدا کیا ہے۔ عقل کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ وہ چیز جس کی یہاں ضرورت ہے وہ ایمان ہے۔ اور ایمان بھی وہ جو آنکھیں بند کر کے لایا جائے۔ اور جاہلانہ رنگ میں اسے قبول کیا جائے۔ ایسا ایمان نہیں جو عقل اور علم کی روشنی سے منوّر ہو۔ میرا نورِ قلب اِس قسم کے کفریّہ اعتقادات کی برداشت نہ کر سکا۔ میرے نزدیک خدا کا یہ فعل جو اُس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ کہ اس نے ہمارے کسی بزرگ کی محبّت علمی کی وجہ سے۔ اور اُن کے علم کے درخت سے پھل کھا لینے کے جرم کی پاداش میں ہمیں سزا دی ہے۔ خود ذات خداوندی کے اور ان قوائے ذہنی کے جو ہم میں ودیعت کئے گئے ہیں ہتک تھی۔ گویا ایک قوت ہم میں رکھ کر اُس کے استعمال کو ہی جرم ٹھیرایا گیا۔ یہ ایسا ہے جیسا کوئی کہدے۔ کہ انسان کا اپنے روزمرہ کاروبار میں اپنی قوت بصارت کو استعمال میں لانا ایک جرم ہے

پس میرا دل ایک ایسے مذہب کی تلاش میں تڑپ رہا تھا۔ جو عقلی تحقیقات کا مؤید ہو معقول اور علمی اخلاق سکھاتا ہو۔ ایک ایسا مذہب جو زمانہ کی دستبرد سے محفوظ ہو۔ جو آج بھی ایسا ہی پاک اور غلطی

نمونہ اُن کو آپ کی زندگی میں ملتا ہے۔ آپ نے زمانہ کی ریت پر نہایت نمایاں اور نہ مٹنے کے قابل نقش قدم چھوڑے ہیں۔ اگر مولوی صدرالدین ان نقشوں پر چل سکتے ہیں تو دوسرے بھی چل سکتے ہیں جو کوئی اس مبارک نقش قدم پر چلے گا وہ ہر دلعزیز ہو جائے گا۔ اس کی عزت لوگوں کے دلوں میں ہو جائیگی۔

مولوی صدرالدین صاحب انگریزی زبان کے اچھے ماہر تھے۔ ہندوستان میں بھی ان کے تعلقات یورپین افسروں سے رہے تھے۔ پگڑی کو الگ کر کے باقی لباس وہ یورپین طرز کا رکھتے تھے مگر اُنکے رفیق بلال نور احمد ٹوٹی پھوٹی انگریزی جانتے تھے۔ وہ ہندوستانی لباس پہن کر ووکنگ کے بازاروں میں پھرتے تھے۔ اُن کو یہ بات سمجھ میں ہی نہ آتی تھی۔ کہ کس طرح کوئی شخص نری مادیت کا قائل ہو سکتا ہے۔ ان کو رویا اور مکاشفات بکثرت ہوتے تھے۔ اور وُہ اُن کو اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں اُن انگریزوں کے سامنے جو مسجد کی زیارت کے لئے آتے تھے بیان کیا کرتے تھے۔ اُن میں سے بہت سے جو مادہ پرستی میں غرق تھے اُن کی گفتگو پر ہنسا کرتے تھے۔ وُہ ان کی گفتگو کی طرز سے بالکل ناآشنا تھے۔ مگر ووکنگ کے سارے قصبہ میں ایک بھی آدمی ایسا نہ تھا۔ جو بلال نور احمد مشہور "منشی جی" کو جانتا ہو۔ اور پھر اُن سے محبت نہ کرتا ہو۔ باوجود اس کے کہ ان کا لباس اس کے نزدیک عجیب و غریب اُنکی انگریزی ٹوٹی پھوٹی۔ اُن کی گفتگو ناآشنایانہ تھی۔ جب وہ بازار میں نکلتے تھے۔ تو چھوٹے بچے بجائے اسکے کہ ان کے غیر معروف لباس کی وجہ سے اُن پر ہنسیں یا اُن کو دق کریں۔ اسلامی سلام کے ساتھ اُنکو ملتے تھے یعنی السلام علیکم کہتے تھے۔ جو اُنھوں نے خود ہی اُن کو سکھا دیا تھا۔ اُن کی بلند آواز جب وہ نماز کے لیئے پکارتے تھے جس نے اُن کے لیئے بلال کا نام خاص کر دیا۔ مسجد کے زائرین کے لیئے ایک دلکشی کا موجب ہوتی تھی۔ اُن کے مہربانانہ اور ہمدردی کے سلوک نے سب دلوں میں اُن کے لیئے محبت پیدا کر دی تھی۔ وہ ایک سچے مسلم کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور اس لیئے ضرور تھا کہ اُن سے محبت کی جاتی۔ اور اُن کی عزت کی جاتی۔ مولوی صدرالدین اور بلال نور احمد دونوں کی ہر دلعزیزی کا اصلی راز ایک ہی تھا۔ وہ دونوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے تھے۔ میری دعا ہے۔ کہ سب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ان پاک نقوش پر چلنے کی توفیق دے۔ اور اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں کو سچی راحت اور کامیابی عطا فرمائے جنھوں نے برطانوی سرزمین پر اس نقش پا کو زندہ کرنے کے لئے کوئی خدمت کی ہے۔ جو نقش قدم پہلے تیرہ سو سال ہوئے۔ عرب کی ریتلی سرزمین پر ڈالے گئے تھے

آمین

یا اس کے کسی کام آئے۔ جو کچھ میل جول کے اخلاق ہیں وہ اکثر حالات میں محض سطحی ہوتے ہیں۔ وُہ گہری ہمدردی جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے حقیقی طور پر ملا سکتی ہے۔ وہ عموماً معدُوم ہے۔ اکثر اوقات نہایت قریبی رشتہ داروں میں بھی زندگی کے حالات میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک دوست سے مالا مال عیش و آرام میں زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے تو دوسرا ذلیل مفلسی کی حالت میں پڑا ہوتا ہے۔ اور اس کی عملی ہمدردی کا خیال تک بھی کہیں نہیں ہوتا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ اہل یورپ کی زندگی کے روشن پہلو بھی ہیں۔ اُن کی خوبیاں بھی ہیں۔ مگر تاریک پہلو بھی ضرور ہیں۔ مشرق مغرب سے بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔ مگر مغرب بھی بہت کچھ مشرق سے سیکھ سکتا ہے۔ یہ مشرق سے ہی تھا۔ ہاں اسی مشرق سے جواب مسلم ہے۔ کہ مغرب نے اپنا مذہب سیکھا۔ مگر بدقسمتی سے مذہب کے لینے میں مغرب ایک غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا اور اس سچے مذہب کو بگاڑ دیا گیا۔ اور اپنی تہذیب بھی مغرب نے درحقیقت مشرق سے ہی حاصل کی ہے۔ یعنی اسلامی مشرق سے۔ مگر اس میں بھی بہت سے نقصان رساں اجزا شامل کر دیئے گئے۔ چاہیئے کہ مسلمان پھر حقیقی تہذیب کا نمونہ اس ملک کے لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ وہ تہذیب جو اپنے اندر روح اور دل رکھتی ہو۔ وہ ترقی جو مادی اور اخلاقی دونوں رنگ میں ہو محض لفظوں کی وعظ یہاں کچھ فائدہ نہ دیگی۔ جس چیز کی ضرورت ہے وہ نیک نمونہ ہے۔ انسانی فطرت کا علم انسانوں کی ہدایت کے لیئے نمونہ طلب کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم یسوع مسیح کی نسبت بہت زیادہ کامیاب ہوئے۔ مسیح کے پیرؤں نے اُنھیں خدا بنا لیا۔ ایسے مقام پر پہنچایا جہاں خود نہیں پہنچ سکتے۔ اب وہ اُن کے لیئے نمونہ نہ رہا۔ مسیح کو خدا بنانا محض ایک توہم پرستی ہی نہ تھی محض ایک ناقابل قبول بُت پرستی ہی نہ تھی۔ محض ایک نامناسب انسان پرستی ہی نہ تھی۔ بلکہ اس کا سب سے بڑھ کر یہ نقصان ہوا۔ کہ یسُوع مسیح کے وعظ کی جو اصل غرض تھی وہی اُس کے ساتھ مفقود ہو گئی۔ اس کا اس زمین پر آنا محض بے سود ہو گیا۔ جب اس کے متعلق یہ اعتقاد ہو گیا۔ کہ کوئی بشر اس کی پیروی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ بشر نہ تھا بلکہ خدا تھا۔ اس کے برخلاف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کمال یہ رہا ہے۔ کہ آپ بشر تھے اور بشر ہی رہے۔ مسلمان جانتے ہیں کہ وہ آپکی پیروی کر سکتے ہیں۔ آپ کے اخلاق سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ آپ کے نقش قدم پر چل سکتے ہیں۔ انسان میں جو اعلےٰ سے اعلےٰ وصف پایا جا سکتا ہے۔ ان تمام اوصاف کا اسوہ حسنہ نیک اور کامل

اس قابل ستائیش انسان کے اخلاق حمیدہ سے فایدہ اُٹھایا جس کا نام نامی محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ جو تمام قوموں کے لیئے قابل ستائیش انسان ہے۔ جو مشرق کا بھی نبی ہے اور مغرب کا بھی نبی ہے۔ جو ساری مخلوقات کے لیے خدا کی رحمت ہے۔ جو غیر مسلموں کا بھی الامین ہے۔ جو اوّل المومنین اور اوّل المسلمین ہے یہی راز مولوی صدرالدین صاحب کی اجنبیوں میں ہردلعزیزی کا تھا۔ ان کی روانگی کے وقت سب طرف سے یہ آواز سُنی جاتی تھی۔ کہ برطانیہ کے لوگ اُن کی عدم موجودگی کو بہت محسوس کریں گے۔ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اسلام کی تربیت اور تہذیب بھی عالمگیر ہے۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بڑے ہردلعزیز انسان تھے۔ اس لیئے جو کوئی شخص صحیح معنے میں مسلم ہے۔ اور حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتا ہے وہ ہر سوسائٹی میں سب سے اعلٰے درجہ کا جنٹلمین ہوگا خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ چونکہ مولوی صدرالدین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے میں نمایاں طور پر کامیابی حاصل کی۔ اس لیئے باوجود مقامی حالات کی ناواقفی کے وہ مغربی لوگوں میں ہردلعزیز ہوگئے۔ ان کا وعظ لفظوں تک محدود نہ تھا۔ بلکہ اُنھوں نے اپنی عملی زندگی میں اپنے وعظ کی صداقت کا ثبوت دیا۔ جو کچھ وُہ مُونھ سے اسلام کی تائید میں کہتے تھے اُس پر خلوص دل اور سچّے جوش سے خود بھی ایمان رکھتے تھے۔ اس لیئے ان کا وعظ بہت مُوثر ہوا۔ اور اُن کو برطانوی مُسلمانوں کی تعداد میں بیش بہا اضافہ کی بے نظیر کامیابی ہوئی۔ اُن کی اپنی فیاض طبیعت اُن کی منکسرالمزاجی اُنکی ہمدردی اُن کی ملنساری۔ اُن کی اپنے مذہب اور ہم مذہبوں کے ساتھ ہمدردی یہ وہ باتیں تھیں جنھوں نے اُنھیں ایک کامیاب واعظ۔ دوست اور مہماندار بنایا۔ وہ لوگ جو ان کے کام پر آئیں اُنکو چاہیئے کہ اُن کے طرزِ عمل سے فایدہ اُٹھائیں اور اُن کے نمونہ کی پیروی کریں۔ اور مغربی اقوام کے سامنے ایک سچّے مسلم کی زندگی کا صحیح نمونہ پیش کریں۔ اسلام ایک عملی رنگ کا مذہب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ہر تفصیل کا دُنیا کو علم ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں آپ نے ہمارے لیئے ایک قیمتی مثال چھوڑی ہے۔ مُسلمانوں کے لیئے یہ مشکل نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اسلام کی پیروی کریں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے سبق حاصل کریں۔ یورپ میں زندگی بہت خودغرضانہ مادی اور غیر ہمدردانہ ہوگئی ہے۔ اس میں انسانیت کا عنصر بہت کم ہوتا جارہا ہے۔ اکثر اوقات ایک شخص کو اپنے ہمسایہ کے نام کا بھی علم نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ وہ اُسی کی مُصیبت میں اس کے ساتھ ہمدردی کرے

مولوی صدر الدین صاحب اور منشی بلال نور احمد

(از قدوائی)

جب کبھی مورخین برطانوی جزائر میں اسلام کی تاریخ لکھیں گے۔ تو حضرت مولوی صدر الدین صاحب کا نام اسلام کے شیدائیوں کی صف اول میں لکھا جائے گا۔ مولینا صدر الدین صاحب مئی ۱۹۱۴ء میں ووکنگ پہنچے۔ تاکہ خواجہ کمال الدین صاحب کی جگہ جن کے سر پر برطانوی جزائر میں تبلیغ اسلام کا جھنڈا گاڑنے کا سہرا ہے تبلیغ کے کام کو سنبھالیں۔ مولوی صاحب کا انتخاب خواجہ صاحب کی جگہ ایک بے نظیر کامیابی کا موجب ہوا۔ خواجہ صاحب اس سے بہتر ہاتھوں میں اپنے قیمتی کاموں کو نہ چھوڑ سکتے تھے اور اس انتخاب میں حکمت الٰہی کا ہاتھ تھا۔ جب مولینا مولوی صدر الدین صاحب ولایت میں تشریف لائے تو وہ یہاں کے لوگوں کے اطوار اور عادات سے بہت حد تک ناواقف تھے۔ اور اس لیئے بہ نسبت اس کے۔ کہ وہ یہاں کے لوگوں میں وہ ہردلعزیزی حاصل کریں جس کی ضرورت ایک مبلغ کو ہے۔ یہ اندیشہ زیادہ قوی تھا۔ کہ وہ ان کے حالات میں غلط فہمی کا شکار ہوں۔ لیکن چونکہ انھوں نے اپنے رفیق خواجہ کمال الدین کی طرح یہ خدمت بڑی بھاری قربانی اور اپنے فوائد کا ایثار کر کے محض اللہ کی خاطر اپنے ذمہ لی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کو اپنی نصرت دی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جب قریبًا اڑھائی سال بعد وہ یہاں سے رخصت ہونے لگے تو برطانوی۔ مصری اور ہندوستانی مرد عورتیں اور بچے جو گروہ در گروہ ووکنگ سٹیشن پر اُن کو رخصت کرنے کے لیئے جمع ہوئے سب کے سب اُن کی جدائی کا درد محسوس کر کے زار زار رو رہے تھے +

اُن کی اس بے نظیر ہردلعزیزی کا راز یہ تھا۔ کہ اگرچہ مولوی صدر الدین صاحب یورپ کے آداب سے ناواقف تھے۔ مگر وہ آداب اسلامی کے خوب واقف تھے اور انھوں نے کوشش کی کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ معاملات میں اس سید البشر کی پیروی کریں جس کو خدائے عظیم کی طرف سے صاحب خلق عظیم کا پرعظمت خطاب ملا تھا۔ بے شک مولوی صدر الدین صاحب کی ہردلعزیزی کے جو انھوں نے اس قدر قلیل عرصہ میں حاصل کی۔ اسکی وجہ سوائے اس کے کوئی نہ تھی کہ آپنے

ہاں اس میں کوئی بھی شک نہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی معجزات نے ہی عرب کو آپ کے سامنے جھکا دیا۔ جنگوں میں ہزاروں کی تعداد میں آپ قیدی پکڑتے۔ اور اکثر اوقات بغیر ایک حبہ معاوضہ لینے کے اُن کو چھوڑ دیتے۔ پھر ایسے اخلاقی معجزات کو دیکھ کر کیوں وہ لوگ گرویدہ اسلام ہوتے فتح مکہ میں جو نمونہ عفو کا آپ نے دکھایا اُس نے سارے اہل مکہ کو جو آپ کے سخت ترین دشمن رہ چکے تھے۔ اس آیت قرآنی کا مصداق بنادیا ادفع السیئہ بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم۔ وہ لوگ جو خوب جانتے تھے۔ کس طرح پر ہم نے مسلمانوں کو دکھ دیئے اور قتل کیا۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جان لینے کے ہر قسم کے منصوبے کیئے۔ اس کی جمعیت کو برباد کرنا چاہا۔ اب جب کہ محمد رسول اللہ کو ہم پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ اسے بھی ہمارے ساتھ جائز طور پر اسی قسم کا سلوک کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ مگر جب انھوں نے اخلاق نبوت کا وہ عظیم الشان معجزہ دیکھا کہ آپ نے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم۔ آج کے دن تم کو ہم ملامت بھی نہیں کرتے۔ تو وہ جوق در جوق اسلام کے اندر داخل ہو گئے +

غرض یہ بالکل سچ ہے۔ کہ اخلاقی معجزات نے ہی پہلے اسلام کا گرویدہ لوگوں کو کیا۔ اور اب بھی مسلم مشنری کی پہلی ضرورت یہی ہے کہ وہ صاحب خلق عظیم کے نقش قدم پر چل کر لوگوں کو اسلام کا عاشق بنائے مغرب اسلام کو ضرور قبول کرے گا۔ مگر جب تک اخلاق کے نمونے انسانوں کی شکل میں اُن لوگوں کو نہ دکھلائے جائیں۔ اس وقت تک تری تعلیم کی اشاعت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی +

اس ماہ کے مضامین ناظرین بالخصوص تحیۃ النصر پارکنسن صاحب کے مضمون کو توجہ سے پڑھیں۔ کیونکہ اس میں اُن کے لیئے بڑی بیش بہا نصائح ہیں۔ پارکنسن صاحب ایک نو مسلم ہیں۔

ز سعدی شنو گر زمن نشنوی

کرتی ہے۔ جب مسلمانوں کو یہ اجازت دی گئی۔ کہ اُن میں سے جو کوئی چاہے کفار سے جاملے۔ تو اب وُہ لوگ جو بجبر مسلمان ہوئے تھے اُن کو کیسا اچھا موقع تھا۔ کہ وہ مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر مکہ میں چلے جاتے۔ اور اس طرح پر مسلمانوں کی جمعیت کمزور ہو جاتی اور کفار کی جمعیت طاقتور ہو جاتی۔ لیکن کیا ساری تاریخ میں ایک بھی مثال ملتی ہے۔ کہ اس قدر اختیار دینے کے باوجود ایک ہی مسلمان ایسا ہو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر مکہ میں کفار کے پاس چلا گیا ہو۔ اگر ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ایک بھی مسلمان ایسا نہیں ملتا۔ تو یہ ایک قطعی اور یقینی ثبوت ہے اس امر کا۔ کہ بجبر کوئی مسلمان نہ ہوا تھا۔ دوسری طرف جو شرط مسلمانوں نے قبول کر لی تھی۔ کہ اگر کفار میں سے کوئی شخص مسلمانوں کے ساتھ آملے تو مسلمان مجبور ہونگے۔ کہ وُہ اسے کفار کی طرف لوٹا دیں۔ اُس نے بھی اخلاق اور استقلال اسلامی کا ایک بے نظیر نقشہ دُنیا میں دکھایا ہے۔ صلح کے تھوڑے ہی دن بعد لوگ کفار میں سے مسلمانوں کی طرف آنے لگے۔ تاکہ مدینہ میں پہنچ کر امن کی حالت میں اعلان اسلام کریں۔ مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفائے عہد کا اس موقعہ پر وہ بے نظیر نمونہ دکھایا ہے۔ جس کی نظیر ساری دنیا میں تلاش کرو تو نہیں ملتی۔ آپ کا دِل کس قدر دردمند تھا۔ کہ لوگ اسلام کے اندر داخل ہوں۔ اور کس طرح یہ ماریں کھا کر آپ ایک ایک شخص کو اسلام کا پیغام پہنچاتے تھے۔ لیکن اب آپ کے پاس لوگ آتے ہیں کہ ہمیں اسلام میں داخل کرو۔ تو آپ انھیں جواب دیتے ہیں۔ کہ نہیں میں عہد کر چکا ہوں۔ میں تمھیں اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ یہ تو آپ کے وفائے عہد کے خُلقِ عظیم کا نمونہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اسلام کی طاقت کو بھی دیکھو۔ جس دِل میں ایک دفعہ گھر کر لیا پھر اُس نے موت کو آسان سمجھا۔ مگر اسلام کو نہیں چھوڑا یہ لوگ بجائے اس کے کہ اسے بدسلوکی سمجھ کر اپنی قوم کے ساتھ واپس جاملیں۔ اس قدر اسلام کے عاشق ہو چکے ہیں کہ وہ کہتے ہیں۔ اچھا اگر محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے معاہدہ کا پابند ہے۔ تو ہم نے تو خدا کے لیئے دین اسلام کو قبول کیا ہے۔ ہم مدینہ کو چھوڑتے ہیں۔ مگر ہم اب کفر کی طرف واپس نہیں لوٹ سکتے۔ وہ ایک ایک دو دو کر کے ایک خاص علاقہ میں جو مسلمانوں کی حکومت سے بھی باہر ہے۔ اور کفار مکہ کی حکومت بھی وہاں نہیں ایک بستی بنا لیتے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ یہ ایک بھاری بستی بنجاتی ہے بمقام غور ہے۔ کہ کس قدر قوت اسلام کے اندر تھی۔ اور لوگوں کے دِل کس طرح اُس کے قابو میں آتے تھے کہ دُنیا کی ہر ایک روک اُن کی آنکھوں کے سامنے ہیچ تھی +

اعلےٰ سے اعلےٰ مقام پر انسان کو پہنچا دیتا ہے۔ مسٹر قدوائی نے ان لوگوں کو جو تبلیغ اسلام کو ایک نہایت سہل کام سمجھتے ہیں۔ درحقیقت اس مشکل کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ پہلے انسان ان لوگوں کو خود اسلام کے اعلےٰ اخلاق کا نمونہ بن کر دکھائے۔ تب اس کی بات مؤثر ہوسکتی ہے۔ ورنہ اگر اچھا نمونہ ساتھ نہ ہو۔ اخلاق میں صاحب خلق عظیم کا اتباع نہ ہو تو ساری تعلیم بے سود ہے +

فی الواقع اسلام کی کامیابیوں میں ہمیشہ اخلاق ہی بڑا کام کرتے رہے ہیں۔ خود ملک عرب کا ۲۰ برس سال کے عرصہ میں اس طرح پر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا شیدا ہو جانا۔ کہ اس کی ایک آواز پر سینکڑوں اور ہزاروں سالوں کی بدیوں کو ترک کر دیا۔ اور عادات کے اندر داخل ہوئی رسوم کو خیرباد کہدیا۔ اور اپنے مذہب کو خس و خاشاک کی طرح پھینک دیا۔ درحقیقت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی معجزات کا نتیجہ تھا۔ مخالف تو کہتے ہیں۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بزور شمشیر عربوں کو مسلمان بنایا۔ مگر کیا جن لوگوں کو جبر سے ایک بات منوائی جائے اُن کے اندر اس کی حقانیت کے لیئے ایسی شرح صدر پیدا ہوسکتی ہے کہ یہ لوگ دیوانوں کی طرح دُنیا میں پھیل گئے۔ کہ جس پاک سرچشمہ سے اُن کو زندگی ملی ہے۔ اس کا پتہ دوسروں کو بھی دیں اور ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کیں۔ مگر دنیا کا کوئی کونہ خالی نہ چھوڑیں کیا یہ تڑپ اسلام کی تبلیغ کی ان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوسکتی تھی جو خود اسلام کو ناپسند کرتے ہوں۔ اور محض تلوار کے ڈر سے کہدیا ہو کہ اچھا ہم بھی خدا کو ایک اور محمد صلعم کو سچا رسول مانتے ہیں

صلح حدیبیہ کا واقعہ اکیلا ہی اس بات کو ثابت کرنے کے لیئے کافی ہے۔ کہ نہ صرف لوگ بجبر مسلمان نہ ہوتے تھے۔ بلکہ باوجود مخالفین کے جبر کے مسلمان ہوتے چلے جاتے تھے۔ صلح حدیبیہ میں یہ شرط نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قبول کر لی تھی۔ کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص کفار کے ساتھ جا ملے تو کفار اس کو واپس کرنے کے پابند نہیں ہونگے لیکن اگر کفار میں سے کوئی شخص مسلمانوں کے ساتھ آملے۔ تو مسلمان پابند ہونگے۔ کہ اُسے کفار کی طرف لوٹا دیں۔ اس شرط کو بعض صحابہ نے ناپسند بھی کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ یہ ہمارے لیئے ذلت کی شرط ہے۔ مگر وہ شخص جس کے قلب میں خدا کی وحی کا نور تھا۔ اس نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ اور آج ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ اس شرط کی قبولیت کس طرح پر اسلام سے اعتراض جبر کو دور

خدا کو ملنے والے ہیں۔ تو اس دُنیا اور اس کی زندگی کا کچھ اور ہی رنگ ہو جائے۔ کیونکہ پھر سفید رنگ کے لوگوں یا زیادہ مالدار لوگوں کے لئے کوئی خاص جگہ نہ ہوگی۔ میں مشرقی لوگوں سے بہت ہی محبت کرتی ہوں۔ اور میرا پیارا دوست مسٹر...... نیکی کا ایسا نمونہ ہے۔ کہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ اسکا مذہب ایک سچا مذہب ہے۔ (راقمہ ای بی)

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام کا یہ آسان پہلو ہے۔ کہ وہاں لوگ کس قدر غلط عقائد کو چھوڑ کر معقول بات کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ گو یا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ ہزاروں لوگ مسلمان ہیں۔ مگر ان کو ابھی اپنے مسلمان ہونے کا علم نہیں۔ لیکن با ایں اس کام کا ایک مشکل پہلو بھی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان ہزاروں لوگوں تک اگر اسلام کی صحیح تصویر کھینچکر اسلامی لٹریچر پہنچایا جائے۔ تو اُن میں سے بہت سے اہل ہمت ایسے بھی نکل آئیں گے جو کسی مخالفت کی پروا نہ کرکے علانیہ اسلام کے جھنڈے تلے آجائیں گے جس کی ایک مثال خود مسز بکسن ہیں۔ مگر محض لٹریچر کا پہنچانا کبھی بھی کوئی مفید اثر پیدا نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اُس کے ساتھ اسلامی تعلیم کی زندہ اور جیتی جاگتی تصویریں بھی ان لوگوں کے سامنے پیش نہ کی جائیں۔ یہ وہ بات ہے جس کی طرف درحقیقت مسٹر قدوائی نے اپنے اس مختصر مضمون میں توجہ دلائی ہے۔ جو اُنھوں نے ولایت سے مولانا مولوی صدرالدین صاحب اور بلال نور احمد صاحب کی روانگی کے متعلق لکھا ہے۔

اس امر کو بیان کرتے ہوئے۔ کہ مولینا مولوی صدرالدین صاحب کی کامیابی کا کیا راز ہے۔ اور کس طرح پر اُنھوں نے اور اُن کے رفیق سفر بلال نور احمد صاحب نے اس قدر ہر دلعزیزی حاصل کی۔ کہ اُنکی روانگی کے وقت ریلوے سٹیشن پر لوگ رو رہے تھے۔ مسٹر قدوائی اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ اور وہ نتیجہ بالکل درست ہے۔ کہ یہ اعلےٰ درجہ کے اسلامی اخلاق تھے جنھوں نے لوگوں کو اس قدر گرویدہ کرلیا۔ اور ایک تھوڑے سے عرصہ میں ایک کثیر تعداد کا مسلمان ہو جانا درحقیقت اسی وجہ سے تھا۔ کہ اُنھوں نے وسعت اخلاق کا وہ نمونہ دکھایا جس نے دلوں کو مسخر کرکے ان کو اسلام کا شیدائی بنا دیا۔ محض تعلیم کو بھی اچھے رنگ میں پیش کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ عملاً یہ ثابت نہ کر دیا جائے۔ کہ اسلام خلق کے کس

پھیل سکتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ باوجود ملک کی اس تیاری کے ہماری طرف سے کوئی کوشش اسلامی لٹریچر ان لوگوں کے ہاتھ میں پہنچانے کے نہیں ہوتی۔ ایک ایسے وسیع ملک میں جہاں ہر شخص خواندہ ہے ایک ہزار رسالہ اسلامک ریویو کی تقسیم ایک بیابان میں ایک چلو بھر پانی پھینکنے کے برابر ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ اگر پہلے سال دو ہزار رسالہ مفت تقسیم ہوا ہے۔ تو دوسرے سال تعداد دو گنی اور تیسرے سال تگنی ہوتی۔ مگر کافی فنڈ مہیا نہ ہونے کی وجہ سے ترقی مسدود ہے +

مسز گبسن لکھتی ہیں:۔ ڈیر مسٹر خواجہ کمال الدین۔ مجھے معاف فرمائیے۔ کہ میں اس خط کو لکھ کر آپکے اوقات گرامی میں مخل ہو رہی ہوں۔ مگر میں آپکو یہ بتانا چاہتی ہوں۔ کہ میں مذہب اسلام پر ایمان لانے کے اعلان کے بعد اپنے آپ کو کیسا خوش پاتی ہوں +

مَیں نے بہت سیاحت کی ہے اور بہت سے مذاہب کو دیکھا ہے۔ کئی سال سے میں اپنے مذہب کے متعلق متامل رہی ہوں اور اپنے آپ کو کہتی رہی ہوں۔ کہ میرا ایمان تو فلاں بات پر نہیں ہے۔ اور نہ فلاں پر ایمان ہے۔ اس لیئے میں نہ پراٹسٹنٹ ہوں نہ کیتھولک۔ نہ میتھوڈسٹ۔ بلکہ مذہب اسلام ہی ایک مذہب ہے۔ جو میرے عقیدہ کو صحیح طور پر ظاہر کر سکتا ہے۔ اس لیئے میں اب اُسے قبول کرتی ہوں اور اللہ اپنے خالق اور ایک خدا پر بھروسہ کرتی ہوں۔ کہ وہ مجھے وہ اطمینان قلب عطا فرمائیگا جس کے لیئے ہم سب تڑپتے ہیں +

میری دلی آرزو یہ ہے۔ کہ میں بہت سے اور سفید رنگ کے لوگوں کو اس قدر جرأت سے کام لیتا ہوا دیکھوں۔ کہ وہ اس عظیم الشان کام میں امداد کرنے کے لیئے باہر نکلیں۔ کیونکہ مجھے یقین ہے۔ کہ ہزارہا آدمی ہیں جو فی الواقع مسلمان ہیں۔ مگر شاید وہ اسے جانتے نہیں۔ اس زمانہ کے کلیسیا اس امر کا بیّن ثبوت ہیں کہ دنیا میں ایک بے اطمینانی اور بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ آپ کے مذہب میں کوئی خودنمائی کوئی نمود اور خودستائی نہیں۔ سب بہن اور بھائی ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ دلکش بات ہے کہ قومیت کا کوئی امتیاز نہیں۔ ڈیر مسٹر کمال الدین۔ اگر دنیا وسعت قلبی اختیار کرے۔ اور چند منٹوں کے لیئے ہی یہ خیال کرے۔ کہ دوسرے عالم میں اس بات کا کوئی امتیاز نہ ہوگا۔ کہ ہم کس رنگ کے ہیں یا کس قدر روپیہ ہمارے پاس ہے۔ بلکہ سب ایک ہی شے کے لیئے کوشش کر رہے ہیں اور ایک ہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۳) بابت ماہ اپریل ۱۹۱۷ء نمبر (۴)

شذرات

افسوس سے قارئین کرام کو یہ اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ اس دفعہ تصویر وقت پر نہیں پہنچی اور زیادہ انتظار میں رسالہ میں بہت توقف ہو جاتا۔ اس لئے یہی مناسب سمجھا گیا۔ کہ رسالہ کو اس دفعہ بلا تصویر ہی شائع کیا جائے۔

گذشتہ ماہ میں مسز بکن کا فہرست نومسلمین میں اضافہ ہوا جن کا اسلامی نام حنیفہ رکھا گیا ہے۔ اس بی بی کا اصل خط جو انھوں نے لکھا ہے بہت دلچسپ ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ جو سوسائٹی کے اندرونی خیالات سے واقف ہیں اُن کو کس قدر یقین ہے کہ اسلام اس ملک کے اندر بہت ہی سرعت کیساتھ

کاغذ کی قلت و گرانی

روز افزوں ترقی پر ہے۔ **مربیان** رسالہ و جملہ **خریداران** کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ از راہ کرم توسیع اشاعت میں سعی بلیغ فرماکر عند اللہ ماجور ہوں +

دو عدد جدید خریدار فراہم کرنے ہمارے ہر ایک بہی خواہ رسالہ کے آگے کون سی بڑی بات ہے۔ اور خصوصًا ایسے اسلامی رسالہ کے لیئے۔ کہ جس کے اجراء کی غرض و غایت کا نصب العین بھی نیک اور عمدہ ہو +

خاکسار **بندہ منیجر رسالہ ہذا**

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی مسلم مشنری ووکنگ (لندن)

(۱) براہین نیرہ حصہ اوّل معروف بہ "زندہ و کامل الہام" یعنی قرآن کریم ۔ ۱۲ر

(۲) ام الالسنہ معروف بہ "زندہ و کامل الہامی زبان" یعنی عربی مبین + ۱۲ر

(۳) اسوہ حسنہ معروف بہ "زندہ و کامل نبی" یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔ ۸ر

(۴) سلسلہ خطبات عربیہ[۱] موسوم بہ "مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات" ۳ر

(۵) سلسلہ خطبات عربیہ[۲] موسوم بہ "توحید۔ دعاء۔ تصوف" ۳ر

(۶) سلسلہ خطبات عربیہ[۳] موسوم بہ "خطبات عیدین" ۳ر

(۷) سلسلہ خطبات عربیہ[۴] موسوم بہ "دہریوں اور ملحدین کو خطاب" ۳ر

(۸) سلسلہ خطبات عربیہ[۵] موسوم بہ "اسلام اور دیگر مذاہب" ۳ر

(۹) سلسلہ خطبات عربیہ[۶] موسوم بہ "حقوق لنسوان" ۲ر

(۱۰) مسلم مشنری کے ولائتی لکچروں کا سلسلہ نمبر اول انگریزی ۲ر اردو ۱ر

(۱۱) " " " " " نمبر دوم " ۲ر " ۱ر

(۱۲) " " " " " نمبر سوم " ۲ر " ۱ر

(۱۳) احادیث نبوی کا اقتباس۔ انگریزی قیمت ... ۲ر

(۱۴) مسلم پریئر .... " ۴ر

(۱۵) صحیفہ آصفیہ تبلیغ بحضور نظام حیدر آباد دکن اردو .. ۳ر

(۱۶) بنگال کی دلجوئی اردو ۱ر انگریزی ... ۱ر

(۱۷) مسلم ائی چیوڈ ٹورڈ گورنمنٹ۔ انگریزی ... ۲ر

(۱۸) لیکچر اسلام در جلسہ مذاہب الہ آباد " ۱ر اردو ۱ر

(۱۹) لمعات انوار محمدیہ۔ اردو ۲ر

(۲۰) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی جلد سنہ ۱۹۱۴ء ۶ر

(۲۱) " " " " جلد سنہ ۱۹۱۵ء ۸ر

(۲۲) " " " " جلد سنہ ۱۹۱۶ء ۸ر

(۲۳) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ اسلامک ریویو سنہ ۱۹۱۴ء ۶ر

(۲۴) " " " " جلد سنہ ۱۹۱۵ء ۶ر

(۲۵) " " " " جلد سنہ ۱۹۱۶ء ۶ر

(۲۶) کرشن اوتار اردو قیمت ۱ر

(۲۷) لندن میں مولود شریف اردو۔ قیمت ... ۲ر

(۲۸) الوداعی پیغام بوقت روانگی ووکنگ لندن انگریزی ۱ر

(۲۹) تصاویر نو مسلمانان انگلستان۔ تصاویر نماز عیدین۔ عکس مکتوب آنحضرت صلعم۔ جو تبلیغی خط آپ نے مقوقس شاہ مصر کو لکھا:

قیمت فی درجن (۱۰ر) فی فوٹو ۱ر

المشتھر خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی۔اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدر الدین بی۔اے بی۔ٹی

اسے پڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں تو آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ انھیں سالو نکی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۳) بابت ماہ اپریل ۱۹۱۷ء نمبر (۴)

فہرست مضامین

(۱) شذرات (ایڈیٹر) ۱۴۵
(۲) مولوی صدر الدین صاحب اور منشی بلال نور احمد صاحب (از قادیانی) ۱۵۱
(۳) حضرت محمد صلعم مصطفےٰ (محمد اشرف ایک انگریز نو مسلم کی قلم سے)
(۴) حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی زندگی کا روحانی پہلو .... (از الوارثی) ۱۵۸
(۵) جملہ اہل اسلام کے لیئے اسلامک ریویو ..... (از ہیجی پارکنسن) ۱۸۱
(۶) وراثت میں اصول جمہوریت (ایڈیٹر) ۱۸۹

ووکنگ مسلم مشن پریس لاہور میں دل محمد پرنٹر کے اہتمام سے چھپا اور مرزا یعقوب بیگ آنریری سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

اشتہار

انگریزی زبان میں پہلی اور بے نظیر کتاب سلاحواب جس کی مثال آج تک کوئی نظر نہیں آتی۔

"البیان فی علوم القرآن" یہ کتاب جناب مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی شمس العلماء دہلی کی تصنیف ہے اسمیں مولینا نے ان تمام علوم کو ظاہر کیا ہے۔ جو قرآن شریف میں وارد ہوئے ہیں۔ اس اعتبار سے کہ آجکل علماء نئی روشنی پرانی روشنی مغربی علوم مشرقی علوم علم کی تقسیم کرتے ہیں۔ یہ کتاب ان سب کو حاوی ہے۔ اور مخالفان اسلام جو کچھ اسلام پاک پر اعتراض کرتے ہیں اس کتاب میں ہر ایک عقلی و نقلی جواب ہے۔ خوبی یہ کہ نہایت مختصر و مدلل پڑھنا شروع کر دیں جی چاہتا ہے کہ ختم کیے بغیر نہ چھوڑیں

تحریک کا باعث یہ ہوا کہ ندوۃ العلماء کے جلسہ میں جو کہ مدراس میں ہوا تھا۔ ایک شخص نومسلم اسٹریلیا کا رہنے والا عبدالحق نامی بھی شریک تھا اُسنے اثناء تقریر میں یہ افسوس ظاہر کیا کہ انگریزی زبان میں ایسی کوئی کتاب نہیں ملتی کہ جو انگریزی دان احباب کے لیئے ہدایت کا ذریعہ ہو ارباب جلسہ نے یہ کام مولانا موصوف کے سپرد کیا اور آپنے یہ کام بکمال محنت اور نہایت عرقریزی سے کیا کہ اول اُردو زبان میں کتاب تیار کی۔ بعد ازاں تھیکر کمپنی کلکتہ میں انگریزی کروا کے طبع کرائی اور زمینداروں کی آرزو پوری کی خیراً ۱۲ اللہ خیر الجزاء

کتاب تو اس قابل ہے کہ اگر اسکی قیمت سو روپیہ کر دیجاوے تو بھی تھوڑی ہے۔ مگر ناظرین کی سہولت کے لیئے فقط وی پی کے خرچ سمیت ۱۰؎ کر دی ہے۔ اسکی خریداری کیا ہے یعنی سوا دس روپیہ میں ہر فن اور ہر علم کا عالم ایک واعظ ملتا ہے۔ انگریزی زبان میں تعلیم پانیوالے اور دین اسلام کی اشاعت کرنے اور کرانیوالے صاحبان اس کتاب کو خرید فرما کر خود بھی مطالعہ کریں اور تقسیم بھی کراویں دونوں مطالب برآمد ہونگے بغرض اطلاع عریضہ ہذا اشتہار کے طور پر مرسل ہے۔ ؎ "گر قبول افتد زہے عزو شرف"

کمترین عرض ہے کہ فرمائش کے ساتھ دو روپیہ بمد پیشگی بھیجنا چاہیئے۔ اور وی۔ پی میں مجرا کیئے جاویں گے۔ اور زیادہ نسخوں کے خریدار کو محصول معاف۔

پتہ

حاجی محمد اسحاق محمد احمد سوداگران دہلی صدر بازار

لال شربت قیمت فی شیشی ۱ر و آنے (۱۲)

دیکھیئے

جنابہ عباسی بیگم صاحبہ اور جنابہ شمیم صاحبہ کے سوال و جواب

سوال تہذیب نسواں مورخہ جولائی ۱۹۱۳ء

پیاری اڈیٹر صاحبہ تسلیم۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کا لال شربت جسکا اشتہار بہت سے اخباروں میں دیا گیا ہے کیا درحقیقت وہ ایسی ہی تعریف کا مستحق ہے۔ جو اخباروں میں ہوا کرتی ہے۔ اگر اخباری بہنوں میں سے کسی نے اپنے پیارے بچوں کے لیئے منگوا کر اس کا تجربہ کیا ہے۔ اور درحقیقت ایسا ہی نکلا۔ تو مجھے مطلع کریں۔ میں ممنون و مشکور ہوں گی +

جواب تہذیب نسواں مورخہ ۱۲۔ جولائی ۱۹۱۳ء

پیاری بہن عباسی بیگم صاحبہ تسلیم۔ کل کے پرچہ اخبار تہذیب سے آپکا استفسار معلوم ہوا۔ گو اشتہاری دنیا میں قدم رکھنے اور اشتہاری ادویات کے استعمال کرنے سے میں بھی سخت متنفر تھی۔ اور میں ہمیشہ سے ان کو نقصان مال اور صحت کا زوال بر عکس نہند نام زنگی کا فور خیال کیا کرتی تھی۔ مگر اس لال شربت نے واقعی لال رنگ کر کے لال ہو لال کر دیا۔ میں آپ بیتی سناتی ہوں۔ جو تازہ تجربہ اور حال کا مشاہدہ ہے۔ برخورداری نجم النسا بیگم جسکی عمر اب پونے دو سال کی ہے۔ عرصہ تین ماہ سے نصیب اعدا ایسی لاغر ہوتی گئی۔ کہ کوئی اُسکے دشمنوں کو اثر غلش۔ اوپر والیوں کا سایہ اور کوئی سوکھا بیر بتانے لگیں۔ پرانے خیالات کے بزرگواروں نے گنڈہ تعویذ حاضرات میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ بعض ضعیف الاعتقاد بہنیں اس معصوم بچی کے سایہ سے حذر کرنے لگیں۔ میں جو کہ بھوت پریت کی قائل۔ گنڈے تعویذ کی معتقد نہ کبھی ہوئی اور نہ ہوں۔ آخر کار ڈاکٹر ایس کے برمن صاحب کا یہ لال شربت مایوسی میں استعمال کرایا جسکے فوری اثر نے۔ دن بدن اثر کا نمایاں کرشمہ دکھایا۔ بفضل الٰہی بچی اپنی پوری طاقت اور اصلی حالت پر تین ہفتے ہی کے استعمال سے پہنچ گئی۔ گویا ایس۔ کے برمن صاحب کا شربت بھوت پریت۔ سایہ۔ پرچھاواں کے دُور کرنے کے لیئے مجرب تعویذ اور سوکھے بیر کے لیئے سریع الاثر نسخہ ہے۔ میں نے قصد مصمم کر لیا ہے۔ کہ متواتر بارہ سال تک بلا ناغہ شربت استعمال کراؤں گی۔ دیکھئے میں تم بہن کی پریشانیوں کے دُور کرنے کے لیئے ترغیب دیتی ہوں کہ وہ بھی برخورداری علیمہ بیگم کو کم از کم دو شیشیاں ضرور پلائیں اور قدرت الٰہی مشاہدہ کرائیں۔ اور نتیجہ سے اطلاع بخشیں +

الراقمہ

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن ۔۔۔ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

خضاب شمسی

یہ وہ بےمثل روغنِ خضاب ہے جو بغیر کسی قسم کی زحمت تکلیف اور اسراف وقت کے سفید نکلے جیسے بالوں کو چند منٹ میں سیاہ بھنور کر دیتا ہے اور اصلی و مصنوعی بالوں میں تمیز نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ امراء و رؤسا۔ تجار حرفت پیشہ اور ملازمین سب کو یکساں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دن بدن یہ خضاب مقبول و دلپسند ہو رہا ہے مثل بازاری اشتہاروں کے یا وہ گوئی ہمارا شعار نہیں۔ اطمینان کے لیئے اس سے بہتر ضمانت کیا ہو سکتی ہے۔ کہ ایک دفعہ بغرض آزمائش منگائیے۔ اگر حسب اشتہار ثابت نہ ہو تو بلا عذر قیمت منگا لیجئے

قیمت فی بکس ایک روپیہ .... (عہ)

محصول ڈاک بذمہ خریداران ہوگا۔ اور بالخصوص سوداگران و تجار سے رعایت ہوگی +

المشتہر

ایس مرتضے اینڈ کمپنی پروپرائٹر مرچنٹ

(امام واڑہ روڈ پوسٹ بمبئی۔)

اشتہار واجب الاظہار

بے مثل بے نظیر ہمارا خضاب ہے

[گویا جہاں میں آپ یہ اپنا جواب ہے،

شائقین کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ ہمارا خضاب مدت مدید سے جسکا دورہ تمام ہندوستان اور جہاں گیر تک جاری ہے۔ اور ناظرین خوب ہی جانتے ہیں کہ اصل سند ہماری یہ ہے۔ کہ اگر ایسا نہ ہو قیمت واپس زیادہ لکھنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ یہ خضاب تیل کی قسم سے ہر ایکمرتبہ استعمال کرنے سے معلوم ہوگا۔ پانچ منٹ میں یکدم خط بال اصلی صورت پر ملائم اور چمکدار ہو جاتے ہیں جلد پر داغ نہیں لگتا قیمت علاوہ محصول ڈاک فی بکس (عہ) اور زیادہ کے خریدار کو فی درجن لعہ، خرچہ بذمہ خریدار معرفت نمائش شرط

نوٹ:۔ پتہ نہایت صاف معہ ڈاکخانہ ضلع وغیرہ خوشخط ہو

المشتہران۔ حکیم محمد حسین حکیم سید احمد شاہ بخاری

بھنڈی بازار پیر مین۔ پوسٹ نمبر ۹ بمبئی

ست سلاجیت

(موميائی) قیمت فی تولہ (عہ)

ہم اشتہاری حکیم نہیں ہیں۔ اور نہ ہی دوکانداری ہمارا پیشہ ہے۔ یہ بے ضرر دوائی رگوں اور پٹھوں پر فوری اثر کرے۔ بدن میں چستی پیدا کرتی ہے حد درجہ کی مقوی دماغ و معدہ ہے۔ جگر و گردہ و مثانہ کو مضبوط کرتی ہے۔ زکام اور ریزش میں بھی مفید ہے۔ درد کمر یا دیگر دردوں کو بھی جو ریح یا چوٹ کے باعث ہوں دور کرنا اس کا فعل ہے۔ طلباء۔ وکلاء اور کلرکوں کے لیئے نہایت مفید ہے۔ اس کے استعمال سے دماغ دن بھر کام کرنے سے نہیں تھکتا +

یہ کم قیمت مفرد دوائی انگریزی قیمتی مرکبات کے مقابل نہایت ہی زود اثر ثابت ہوئی ہے۔ مرد و زن ضعیف بغیر کسی پرہیز کے ہر موسم میں استعمال کر سکتے ہیں۔ ایک تولہ ڈبیہ کی قیمت (عہ) ہے جو ڈھائی ماہ کے لیئے کافی ہوتی ہے۔ خوراک ایک رتی سے ڈیڑھ رتی یا حسب مزاج کم و بیش ہمراہ دودھ۔ قیمت فی ڈبیہ (عہ)

نوٹ:۔ قیمت واپس اگر خالص نہ ہو۔ آگ کے نزدیک دوائی رکھنے سے اسکا اثر بہت کم ہو جاتا ہے ہاں اگر سخت ہو جائے تو ڈبیہ کو ابلتے ہوئے پانی میں پانچ منٹ رکھو نرم ہو جائے گی ہمارے کارخانہ میں خالص نافہ مشک یعنی کستوری اور اصلی کشمیری زعفران یعنی کیسر بھی ملتی ہے

نافہ مشک قیمت فی تولہ .... (عہ) زعفران اصلی قیمت فی تولہ .... (عہ)

المشتہر [illegible]

پیرس کی خوبصورتی کا راز مفت ہے

جبکہ ہر چہار طرف لوگوں نے نقلی صابون کے اشتہار دینے شروع کر دیئے تو ہمارے کارخانہ نے بھی اپنی ترقی کا راز اسمیں سمجھا ہے کہ ایک لاکھ بکس گلفام سوپ نصف قیمت میں فروخت کر کے اسکا منافع خریداروں ہی میں تقسیم کر کے کم سے کم ایک لاکھ گھرانوں کو اپنا گرویدہ بنا کر دائمی فائدہ اُٹھایا جاوے ۔

گلفام سوپ } یہ صابون نہایت پاک و صاف ہر قسم کی خلاف مذہبی اشیا چربی وغیرہ سے مبرا نہایت خوشبودار بیگمات و رئیس زادیوں کے استعمال کے قابل ہے ۔ جس کے استعمال سے سیاہ اور مرجھایا ہوا چہرہ گلاب کی پتی کی رنگت اور ملائمت میں تبدیل ہو کر دیکھنے والوں کو حیران بنا دیتا ہے ۔ زیادہ تعریف فضول سمجھ کر صرف اس قدر کہدینا بلکہ مشورہ دینا ضروری ہے ۔ کہ اگر آپ خوبصورت بننا چاہتے ہیں ۔ یا اپنی خوبصورتی کو قائم رکھنا چاہتے ہیں ۔ تو خود استعمال کریں اور گھر میں استعمال کرائیں ۔ یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے ۔ کہ آپ صابون اور پیکنگ کو ہی دیکھ کر عش عش کر جائیں گے ۔ کیونکہ ہم نے صفائی مال میں ولایت والوں کو بھی مات کر دیا ہے ۔ اسی لیئے امید ہے کہ آپ ہماری حوصلہ افزائی کا باعث ہونگے ۔ اس پر بھی طرفہ یہ کہ اگر مال گراں اور ناقص ہو تو واپسی کی شرط ۔ اصل قیمت فی بکس تین ٹکیہ (۱۲) رعایتی انعامی قیمت صرف بارہ آنے .... (۱۲)

نمونہ صابون کا اثر } جناب من نمونہ کے طور پر گلفام سوپ کا بکس منگوایا تھا ۔ اگر اسکی تعریف کروں تو بلاشبہ لوگ مبالغہ خیال کریں گے ۔ اسی لیئے صرف اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ اسکے استعمال سے نہ صرف چہرہ ملائم ہو جاتا ہے ۔ بلکہ رنگت میں بھی نمایاں فرق معلوم ہوتا ہے ۔ چنانچہ میں نے عہد کر لیا ہے ۔ کہ اپنے کنبہ میں ہمیشہ اس کا ہی استعمال کروں گا ۔ دستخط لچھمی نارائن صاحب پروپرائیٹر کیلاش ہارمونیم ورکس لکھیر ٹن روڈ دہلی ایک لاکھ بکس گلفام سوپ کی فروخت کا منافع مبلغ بیس ہزار خریداروں میں ہی بذریعہ قرعہ اندازی خریداران معززین ۳۰ ۔ دسمبر ۱۹۱۶ء کو بطریق ذیل بطور زر امداد تقسیم کر دیا جاوے گا

اوّل انعام دس ہزار روپیہ ۔ دوئم انعام چار ہزار روپیہ سوئم انعام ایک ہزار روپیہ ۔ پندرہ انعام فی انعام ایک سو روپیہ ۔ بیس انعام فی انعام پچاس روپیہ ۔ ایک سو انعام ۔ اس روپیہ تین سو انعام فی انعام پانچ روپیہ صرف کل بیس ہزار روپیہ ۔ یہ روپیہ تاریخ مقررہ پر ضرور بالفرور تقسیم کر دیا جائے گا ۔ اگر خریداروں کی تعداد میں کچھ کمی بھی رہ گئی تو بھی تاریخ ہرگز تبدیل نہ ہوگی ۔ بلکہ انعامات اسی نسبت سے تقسیم کر دیئے جاوینگے ۔ یہی غور خیال رہے کہ اسکے بعد یہ صابون کسی حالت میں بھی ڈیڑھ روپیہ بکس سے کم نہ ملے گا ۔ ممکن ہے کہ قسمت آپکی منتظر ہو اگر آپ بھی اس مفید کام میں شامل ہونا چاہتے ہیں ۔ تو فوراً ۱۲ کا منی آرڈر بھیجدیں تاکہ وقت پر آپ بھی شامل ہو سکیں کیونکہ تعداد پوری ہونے پر منی آرڈر بھی واپس ہونگے ۔ کوپن پر اپنا نام و پورا پتہ لکھو

(تار کا پتہ) گلفام دہلی

گلفام سوپ آفس صدر بازار دہلی

باب کے بعض سے پرانے نسخوں میں یہ پایا نہیں جاتا۔ نہ ہی اس کا وجود سینا ٹک اور ویٹیکن کوڈوں میں ہے۔ نہ ہی بہت سے اور نسخوں میں اور یہ یقیناً اصل عبارت میں بعد کا ملایا ہوا ہے ٭

اب شہادت سے یہ صاف پایا جاتا ہے۔ کہ یہ خط کسی رسول برنباس کی قلم کا نہیں جو پولوس کا رفیق تھا۔ اس کا بڑا حصہ ان معنوں میں ضرور ابتدائی زمانہ کا ہے۔ کہ یہ دوسری صدی کا ہے۔ اور غالباً سنہ ۱۳۰ء کے قریب لکھا گیا ہوگا۔ اس میں نہ تو قطعاً یہ شہادت ملتی ہے۔ کہ لکھنے والے کو ہماری اناجیل کا علم تھا۔ نہ ہی یہ کہ یہ اناجیل جن لکھنے والوں کی طرف منسوب کیجاتی ہیں انکا ہی کوئی علم لکھنے والے کو تھا۔ یہ خط صرف ایک ایسے یسوع کا بیان کرتا ہے۔ جو لوگوں کے گناہوں کے لیئے صلیب دیا گیا جس کو جب صلیب پر لٹکایا گیا تو اُس کو سرکہ اور کوئی تلخ چیز پینے کو دی گئی۔ ایک ایسے یسوع کا جس نے بعض باتیں کیں جو نقل کی گئی ہیں۔ لیکن اس بات کا کچھ پتہ نہیں بتایا گیا۔ کہ یہ کہاوتیں کہاں سے لی گئیں یا اُن کی سند کیا ہے۔ پھر ایسے الفاظ بھی یسوع مسیح کی طرف منسوب کیئے گئے ہیں جو ہماری اناجیل میں نہیں پائے جاتے۔ ساتویں باب کے آخری فقرہ میں حسب ذیل لکھا ہے:۔

"اس طرح یہ بھی وہ فرماتا ہے۔ کہ وے جو مجھے دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور میری بادشاہت کو پانا چاہتے ہیں مصائب اور شدائد کو سہیں گے تو مجھے پا سکتے ہیں"

اب اس قسم کا کوئی قول مسیح کا ہماری اناجیل میں نہیں پایا جاتا اور اسلیئے اس خط کے دیکھنے والے کی سند کوئی اور ہوگی۔ اعمال ۱۴: ۲۲ میں پولوس اور برنباس کی تعلیم کا حوالہ دیتے ہوئے یہ لکھا ہے "اور کہا ضرور ہے کہ ہم بہت مصیبتیں سہکے خدا کی بادشاہت میں داخل ہوں" چونکہ لکھنے والا اکثر ناقابل اعتبار کتابوں سے حوالے دیتا ہے۔ اور دوسرے غیر معلوم ذرائع سے اور کبھی کسی رسول کا ذکر نہیں کرتا نہ کسی انجیل کا نام لیتا ہے۔ اس لیئے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو کوئی بھی لکھنے والا ہو اُس کو ہماری مروجہ اناجیل کا کوئی علم نہ تھا ٭

"یہ بات کہ برنباس نے وہ گمنام خط لکھا ہو جو کلیمنٹ آف الگزنڈریہ کے وقت سے اُسکا سمجھا گیا ہے اور اس لیے رسولوں کے زمانہ کے بزرگوں کی تحریروں میں اس کا شمار کیا گیا ہے۔ کسی طرح سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اور عبرانیوں کے خط[1] کی تصنیف کو اُسکی طرف منسوب کرنے سے بھی بڑھ کر بعید از قیاس ہے۔ شریعت سے آزاد کرنے کے دعوے میں یہ پولوس سے بھی کئی قدم آگے ہے۔" (انسکلوپیڈیا ببلیکا)

پروفیسر مذکور اس کا زمانہ ۱۳۰ء کے قریب رکھتا ہے۔ ہر قسم کی شہادت پر غور کرنے کے بعد یہ تاریخ زیادہ قرین قیاس ہے۔ یہ نسبت اس کے جو لائٹ فٹ اُس کی طرف منسوب کرتا ہے +

اِسکا لکھنے والا بہت سی ناقابل اعتبار تصنیفات سے عبارتیں نقل کرتا ہے۔ مثلاً انوخ کی کتاب حکمت کی کتاب۔ اور ۲ ایسڈراس اور ان سب کی الہامی کتابیں ہونے کے قائل ہے۔ اس میں صرف ایک فقرہ ہے جو ہماری اناجیل کے کسی فقرہ سے مشابہت رکھتا ہے +

"اسلیے ہمیں محتاط رہنا چاہیئے تاکہ ایسا نہ ہو جیسا لکھا گیا ہے کہ بہت بلائے گئے پر برگزیدہ تھوڑے ہیں[2]"۔ یہاں اس فقرہ میں جو عبارت کا حصہ منقول ہے۔ اس کے متعلق یہ دعوے کیا گیا ہے۔ کہ متی ۲۰: ۱۶ اور ۲۲: ۱۴ سے منقول ہے۔ لیکن اسکے متعلق ذرہ بھی شہادت پیش نہیں کی گئی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو۔ یہ امر مسلم ہے کہ اس زمانہ میں ہماری اناجیل مسلمہ کتب مقدسہ نہ تھیں اور ابتدائی بزرگ صرف پرانے عہدنامہ کی کتابوں کو الہامی نوشتے سمجھتے تھے۔ پھر اسی خط کا لکھنے والا ۴ ایسڈراس کو جو ناقابل سند کتابوں میں سے ہے۔ الہامی نوشتہ قرار دے کر اس میں سے عبارت نقل کرتا ہے۔ اور اس کتاب میں ہم ذیل کی عبارت بھی پاتے ہیں:۔

"کیونکہ بہت پیدا کیئے گئے ہیں۔ مگر تھوڑے بچائے جائیں گے"

"وے جو تباہ ہوتے ہیں اُن کی نسبت زیادہ ہیں جو بچائے جائیں گے"

اس قسم کی کہاوتیں ضرور ہے۔ کہ عام ہوگئی ہوں۔ لیکن ایک اور یاد رکھنے کے قابل بات یہ ہے کہ خود متی میں بھی غالباً یہ تحریف ہے۔ دوسری اناجیل ثلاثہ میں سے کسی میں یہ فقرہ نہیں ہے اور یہ اُن تمثیلات کے آخر پر جہاں یہ بیان کیا گیا ہے۔ بالکل بیہودہ معلوم ہوتا ہے پھر متی بیویں

[1] بعض مصنفوں نے عبرانیوں کے خط کو بھی برنباس کی طرف منسوب کیا ہے +

[2] انسکلوپیڈیا ببلیکا میں اس کا ترجمہ یوں کیا ہے "آؤ ہم احتیاط کریں۔ تا ایسا نہ ہو جیسا کہ لکھا ہے۔ کہ ہم ایسے ثابت ہوں کہ بہت بلائے گئے مگر تھوڑے برگزیدہ ہوئے" +

"کچھ بھی شہادت نہیں"

یہ بات کہ اس کا لکھنے والا بڑے بڑے پولوس کی طرف منسُوب خطوط سے واقف تھا ظاہر ہے اور ایک وقت تک حامیان عیسویت اس بات کا دعوےٰ کرنے کی بھی کوشش کرتے رہے ہیں کہ اسکے بعض فقرات ثابت کرتے ہیں۔ کہ وہ متی اور لوقا کو بھی جیسے وہ آج ہمارے ہاتھوں میں ہیں جانتا تھا۔ لیکن اب اس بات کو عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ اس خط کی اناجیل سے عبارتیں نقل کرنے کا کوئی ثبوت نہیں۔ لکھنے والا اپنے ناظرین یا سامعین کو اکثر یہ نصیحت کرتا ہے کہ "یسوؔع مسیح کے الفاظ کو یاد کرو۔ کیونکہ وہ کہتا ہے" اور اس کے بعد وہ قول ہوتا ہے مگر کسی جگہ بھی وہ ان الفاظ کا جن کو وہ نقل کرتا ہے حوالہ نہیں دیتا۔ نہ ہی وہ سوائے پولوس کے کسی رسُول کا نام لیتا ہے۔ پھر وہ یسوؔع مسیح کی طرف ایسے اقوال بھی منسُوب کرتا ہے۔ جو ہماری اناجیل میں نہیں پائے جاتے۔ جو اس بات کا مزید ثبوت ہے۔ کہ اسکے اقوال منقولہ کا منبع کوئی اور تھا۔ سارے خط کو پڑھ کر یہ ہرگز معلُوم نہیں ہوتا۔ کہ اسکا لکھنے والا ہماری اناجیل سے واقف تھا یا یہ کہ یہ اناجیل اسوقت موجود تھیں۔ بلکہ یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اس نے ان رسُولوں کا نام بھی سُنا تھا جن کی طرف یہ اناجیل منسُوب ہیں +

برنباس کا خط

اب ہم اس خط کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو برنباس کا بتایا جاتا ہے۔ خود اس خط پر بھی کسی لکھنے والے کا نام موجود نہیں ہے۔ اوّل اوّل اس کا ذکر کلمنٹ آف الگزنڈریہ نے کیا ہے۔ اور وہ اُس کا لکھنے والا برنباس رسول کو بتاتا ہے۔ جو غالباً پولوس کا رفیق ہے۔ جس کا ذکر اعمال میں ہے۔ اور یحنا اسکا حوالہ الہامی نو... کی حیثیت میں دیتا ہے مگر یوسیبس اس کو جعلی کتابوں کے اندر شامل کرتا ہے۔ ابتدائی زمانہ کے کلیسیا میں اس کی قدر کیجاتی تھی اور سینیاٹک کوڈ میں موجودہ مروّجہ اناجیل کے بعد اسکا نمبر رکھا گیا ہے۔ لائٹ فٹ یہ فرض کر کے کہ یہ برنباس رسول کا اصلی خط ہے۔ اسکی تاریخ سنہ ۷۰ سے ۷۹ء کے درمیان رکھتا ہے مگر یہ اب عام رائے نہیں ہے۔ بلکہ اب یہ بات مانی جاتی ہے۔ کہ اسکا لکھنے والا برنباس نہیں ہے اور اُسکا زمانہ تصنیف سنہ ۱۲۰ و ۱۵۰ء کے درمیان سمجھا جاتا ہے پروفیسر شمیڈل لکھتا ہے۔ کہ

ہو سکتا ہے۔ کہ اس میں کچھ بڑھایا گیا ہو۔ گو اکثر متقدین کی یہ رائے نہیں ہے۔ پولوسی لٹریچر کی طرح یہ ایک ایسی حالت نظم اور اس قسم کی عملی سرگرمی کو ظاہر کرتا ہے جو اس ابتدائی زمانہ میں جس کا لکھا ہوا یہ بتایا جاتا ہے۔ موجود نہ تھے۔ اس خط کا لکھنے والا جب ان لوگوں کو جو تفرقوں وغیرہ میں شامل تھے۔ توبہ کرنے کی نصیحت کرتا ہے۔ تو بہت سے ایسے لوگوں کی ثنائیں بیان کرتا ہے جنھوں نے دوسروں کی خاطر خود تکلیف اٹھانے کے لیئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ موسے اور بادشاہ اور شہزادے۔ اور

"بابرکت جوڈتھ جب اس کے شہر کا محاصرہ کیا گیا۔ تو اس نے بزرگوں سے نہ اظہار کیا۔ کہ وہ اسے دشمنوں کے ڈیرہ میں جانے کی اجازت دیں اور وہ اس محبت کی خاطر جو اسے اپنے ملک سے اور اپنے لوگوں سے جو مجبور تھے تھی اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالتی ہوئی چلی گئی۔ اور خداوند نے ہولوفرنس کو ایک عورت کے ہاتھوں میں دے دیا"

اب یہ جوڈتھ کی کتاب کی طرف اشارہ ہے۔ اور ہمارے سامنے اب یہ سوال کرتا ہے کہ یہ کتاب کب لکھی گئی۔ ہٹزنگ۔ وولکمار اور ہار اس بات کے مدعی ہیں۔ کہ جوڈتھ کی کتاب کسی صورت میں ۱۱۷ء؁ عیسوی سے پہلے کا نہیں ہے۔ اگر یہ درست ہے۔ تو خط زیر بحث ۱۲۰ء؁ عیسوی سے پیشتر کا کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔ اور اس صورت میں یہ قرین قیاس نہیں کہ یہ کلیمنٹ کا لکھا ہوا ہو۔ خود خط پر کسی لکھنے والے کا نام نہیں ہے۔ اور جبکہ ہم بتا چکے ہیں کلیمنٹ کے بشپ ہونے کے مفروضہ زمانہ کے قریباً نصف صدی بعد ڈائیونیسیس آف کارنتھ نے پہلے اس خط کو کلیمنٹ کی طرف منسوب کیا ہے۔

دوسری طرف یہ بھی ذکر کر دینا ضروری ہے۔ کہ یہ خط ابتدائی صدیوں میں بہت مدت تک عیسائیوں کے اتوار کے مجمعوں میں پڑھا جاتا تھا۔ اور الگزنڈرین کوڈ کی کتابوں میں یہ شامل ہے۔ اور چھٹی یا ساتویں صدی تک اس کا حوالہ ایک الہامی نوشتہ کے طور پر دیا جاتا تھا۔

یہ فرض کر کے کہ اسے کلیمنٹ نے ۷۵ء؁ اور ۱۰۰ء؁ کے درمیان لکھا۔ اس سے کیا شہادت اس امر کی پیدا ہوتی ہے۔ کہ مروجہ اناجیل اس وقت موجود تھیں۔ یا بطور تاریخ انکی صحت قابل تسلیم ہے۔ اس سوال کا جواب ہم یہ دیتے ہیں۔ کہ

ہم بڑی اہم تحریرات کو اور اُن کو جو اولیت کا حق رکھتی ہیں لیں گے۔ مثلاً ذیل کے مصنفین کی تحریریں یعنی کلیمنٹ آف روم۔ برنباس۔ اگنیشیئس۔ پالی کارپ پیپئیس جسٹن مارٹر اور نکودیمس

کلیمنٹ آف روم۔

اُس مصنف کی طرف جو دو خطوط منسوب کیئے گئے ہیں اُن کے ترجمے میرے سامنے موجود ہیں۔ وہ دونوں کارنتھیوں کے نام تھے۔ معلوم ہوتا ہے کارنتھ کے لوگ بڑے ہی ضدی تھے کیونکہ انکو درست رکھنے کے لیئے اس قدر خطوط کے لکھنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ وہ پہلے اُن کی اصلاح اور نیکی کے لیئے اُن کی تعریف کرتا ہے۔ پھر اُن کے تفرقوں اور جھگڑوں کی وجہ سے اُنھیں ملامت کرتا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کریں اور توبہ کریں۔ یہ پہلے خط کا مضمون ہے۔ دوسرے خط کو اب فرضی سمجھا جاتا ہے۔ جو بعد میں جعلی بنایا گیا۔ کلیسیا کے ابتدائی بزرگ جو پہلے خط کا حوالہ دیتے ہیں دوسرے خط کا کبھی کوئی ذکر نہیں کرتے۔ یوسیبئیس جو ۲۷۰ سے ۳۴۰ سنہ عیسوی کے درمیان کا مصنف ہے سب سے پہلا مصنف ہے۔ جس نے دوسرے خط کا ذکر کیا ہے۔ اور وہ بھی اُسکے اصلی ہونے کے متعلق شک کا اظہار کرتا ہے۔ اب پہلے خط کو کلیمنٹ آف روم کا خط قبول کرکے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ وہ کون تھا۔ اور کس زمانہ میں اُس نے خط لکھا۔ اس کے متعلق متفرق باتیں کہی جاتی ہیں مثلاً یہ کہ وہ پطرس کا شاگرد تھا۔ بعدہٗ روم کا بشپ تھا۔ کہ وہ رسولوں میں سے ایک۔ یا رسولوں کے زمانہ کا آدمی یا قریباً قریباً ایک رسول تھا۔ وہ کب سے کب تک بشپ رہا اس کی صحیح تاریخوں کا بھی کوئی پتہ نہیں۔ یوسیبئیس کے خیال کے مطابق یہ زمانہ سنہ ۹۲ء اور سنہ ۱۰۱ء عیسوی کے درمیان کا زمانہ ہے۔ پادری ای۔ اے ایبٹ خط کی تاریخ قریباً سنہ ۹۵ء مانتے ہیں۔ دوسرے لوگ اُس سے بعد کا مانتے ہیں اور جیسا کہ ہم ابھی دکھائیں گے اسے بعد کا ماننے کی بہت سی وجوہات ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ بعد میں بہت سے خطوط کلیمنٹ کے نام پر جعلی بنائے گئے اور خود یہی امر اس خط پر جس پر ہم بحث کر رہے ہیں شک ڈالنے کے لئے کافی ہے +

خط کا ذکر پہلے پہل ہگیسپس نے دوسری صدی کے پچھلے نصف میں کیا ہے یعنی سنہ ۱۵۰ء اور سنہ ۱۶۰ء کے درمیان۔ کارنتھ کا ڈایونیسئیس (۱۶۸-۱۷۶) پہلا انسان ہے۔ جو کلیمنٹ کو اس خط کا لکھنے والا مانتا ہے۔ خود اس خط کی اندرونی شہادت بعد کی تاریخ کی گواہی دیتی ہے۔

[illegible]

ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یا اُس کے سب سے قدیم نسخے جو ہمیں معلوم ہیں وہ ان حواریوں کی تحریروں کی نقلیں ہیں۔ اور کہ ابتدائی زمانہ کے عیسائیوں کے ہاتھ میں حواریوں کی وہ اصل تحریریں تھیں۔ اور انہی سے وہ حوالے نقل کیا کرتے تھے۔ اور کہ یہ سلسلہ خود حواریوں کے زمانہ تک ممتد ہے۔ اس قسم کی دعاوٰں کی تائید یا تردید صرف اسی طرح ہوسکتی ہے کہ جن تحریرات کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ اُن کی ورق گردانی کی جائے۔ اور اصل حالات کا پتہ لگایا جائے +

اس قسم کی تحقیقات کر کے میں اس سے بالکل برعکس نتیجہ پر پہنچا ہوں جس نتیجہ پر پادری گرسٹون صاحب پہنچے ہیں۔ اس لیئے میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی تحقیقات کی مختصر کیفیت ناظرین رسالہ ہذا کے سامنے پیش کروں تاکہ وہ بھی اس میں دلچسپی لیں۔ اور شائد اس طرح سے بعض لوگوں سے وہ دھندلے خیالات جو اناجیل کی تاریخ تصنیف کے متعلق پائے جاتے ہیں دور ہو کر معاملہ صاف ہوجائے۔ اور وہ یقینی طور سے ایک صحیح نتیجہ پر قائم ہوسکیں۔

میں نے اس سے پہلے اسی ریویو کے اوراق میں یہ بتایا تھا۔ کہ پولوس کے خطوط جو مسلم طور سے نئے عہدنامہ کے مجموعہ کی سب سے قدیمی تصنیف ہیں اناجیل یا انجیلی یسوع کے متعلق کچھ نہیں کہتے۔ ان سے صرف ایک ایسے یسوع مسیح کا حال معلوم ہوتا ہے۔ جو انسانوں کی خاطر صلیب پر چڑھایا گیا۔ اور مردوں میں سے جی اٹھا۔ مگر اس یسوع مسیح کا کوئی حال معلوم نہیں ہوتا جو تعلیم دیتا ہو۔ اور معجزات اور عجائبات دکھاتا ہو جس نے کسی پہاڑی پر یا میدان میں کوئی وعظ کیا ہو۔ جو تمثیلوں کے ذریعہ سے لوگوں سے باتیں کرتا ہو۔ جو ہزارہا انسانوں کو چند روٹیوں اور مچھلیوں سے سیر کر دیتا ہو۔ جو بیماروں۔ لنگڑوں اور اندھوں کا علاج کرتا ہو۔ اور جو مُردوں کو زندہ کرتا ہو۔ حالانکہ اناجیل میں جس یسوع کا ذکر ہے۔ وہ یہ سب کام کرتا ہے۔ اور اُس کی زندگی کی غرض وغایت ہی یہی باتیں نظر آتی ہیں پس اگر اناجیل پولوس کے خطوط کے وقت موجود ہوتیں۔ تو ضرور تھا کہ اناجیل والے یسوع مسیح کا بھی کچھ ذکر پولوس کے خطوط میں پایا جاتا۔ مگر ان خطوط کی شہادت کو الگ رکھ کر آؤ اب ہم ان ابتدائی تحریرات کیطرف توجہ کریں۔ جو اس مضمون پر کچھ روشنی ڈالتی ہیں۔ اور جن سے شہادت حاصل کرنی ممکن ہے۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ ان ساری تحریرات پر اس مختصر مضمون میں بحث نہیں ہوسکتی۔ اس لیئے

...ات میں متحد نہیں۔ اور ان میں جو اختلافات پا...
...سب کے سب بائبل کی موجودہ عبارت...
...سکتے ہیں۔ وہ عبارت جو اب ہمارے...
...ں خیال کیا ... میں چوتھی صدی کے وسط میں لکھی گئی ہے۔

اب اس بات کو قبول کرکے۔ کہ سب سے پہلے نسخے جو ہمارے قبضہ میں ہیں ۳۵۰ء کے قریب کے ہیں۔ یہ ماننا پڑے گا۔ کہ اناجیل ہمیں اس شخص کی زندگی کے تاریخی حالات۔ نہ صرف تاریخی۔ بلکہ الہامی بھی صحیح طور پر بتاتی ہیں۔ جو اس کے لکھا جانے سے تین سو سال سے زائد عرصہ پیشتر وفات پا چکا تھا۔ اور نہ صرف اُسکی زندگی کے حالات بتاتی ہیں۔ بلکہ اُس کے اقوال اور افعال کو بھی صحت کے ساتھ منضبط کرتی ہیں۔ اب یہ لمبا زمانہ جو یسوع مسیح کی وفات اور سب سے ابتدائی نسخوں کے جو ہمارے ہاتھوں میں ہیں لکھائے جانے سے پیشتر گذرا اس کے متعلق کیا جواب دیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تو ظاہر بات ہے کہ تین سو سال تک بغیر کسی طور پر ان واقعات اور اقوال کے محفوظ رہنے کے قلمی نسخوں میں یہ صحیح طور پر مندرج نہ ہو سکتے تھے۔ اور اس لیے قابل اعتبار بھی نہیں۔ پادری آر۔ بی گرڈسٹون صاحب نے اس مضمون میں جس کا حوالہ میں نے اُوپر دیا ہے۔ اس کا جواب حسب ذیل الفاظ میں دیا ہے:۔

"اس زمانہ کی مشکلات ہماری اغراض کے لیئے ان منقولات سے حل ہو جاتی ہیں۔ جو ابتدائی عیسائی تحریرات میں جو اب تک مروج ہیں پائے جاتے ہیں۔ ان تحریرات کے لکھنے والے ۳۲۵ء کے قبل کے ہیں۔ اور اس لیئے ضرور اُن کے ہاتھ میں کتابیں آئی ہونگی۔ جو اسکے بعد تباہ ہو گئیں" اگر اس مضمون نویس کا یہ منشا ہے۔ کہ ابتدائی عیسائی بزرگوں کی تحریریں میں ایسے حوالے اناجیل سے منقول ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ وہ کتابیں جو اب اناجیل کے نام سے موسوم ہیں (کیونکہ سارے سوال کا دارومدار اناجیل کی تاریخ پر ہے) ۱۵۰ء سے پیشتر موجود تھیں تو یہ بیان میرے نزدیک صحیح نہیں۔ اس کے مضمون سے یہ ظاہر ہے کہ مضمون نویس نے یہ فرض کر لیا ہے۔ کہ اناجیل کو ۱۵۰ء سے پیشتر چار تاریخی انسانوں متی۔ مرقس۔ لوقا۔ اور یوحنا نے لکھا۔ جو ایک نبی یسوع مسیح نام کے حواری تھے۔ اس کی دلیل کا ماحصل یہ ہے۔ کہ بائبل جیسی

نئے عہدنامہ کا زمانہ

نمبر (۱)

از یحییٰ النصر پارکنسن

[اس مضمون کو یحییٰ النصر صاحب نے مئی ۱۹۱۶ء کے انگریزی رسالہ میں شروع کیا تھا۔ اور اردو رسالہ میں جولائی کے نمبر میں اس کا ترجمہ پہلے دیا گیا۔ مگر غلطی سے اس کا پہلا نمبر رہ گیا۔ اس مضمون کے سلسلہ کا ابھی آخری نمبر باقی ہے جو اگلے رسالہ میں درج ہوگا۔ لیکن سارے مضمون کی تکمیل کے لیئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا پہلا نمبر اوّل دے دیا جائے +]

مَیں نے اس رسالہ میں ایک چھوٹا سا مضمون پادری آر بی مگرڈسٹون صاحب کا اسی عنوان کے نیچے پڑھا ہے۔ اس مضمون کے اکثر بیانات مجھے واقعات کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ اور اس مضمون کے پڑھنے والے کو جو ابتدائی تصنیفات سے واقف نہ ہو نہ صرف اس مضمون سے غلطی لگنے کا احتمال ہے۔ بلکہ قرین قیاس ہے کہ وہ غلط نتیجہ نکالے گا۔ میں اس وقت بہت باریک تفصیلات کو چھوڑ کر صرف ابتدائی بڑے مسودات کو لیتا ہوں۔ اور اُن کی وہ تاریخیں قبول کرتا ہوں جنکے متعلق عام طور پر اتفاق ہے کہ وہ ابتدائی تاریخیں ہیں جب ان کا لکھا جانا ممکن تھا۔ اور ان سے پہلے وہ بہرحال نہیں لکھے گئے +

چوتھی صدی کوڈکس ویٹیکن۔ جس میں سب کتابیں شامل ہیں۔ سوائے عبرانیوں کے کچھ حصّہ اور خطوط اور مکاشفات کے +

سنیاٹک کوڈ۔ اس میں نئے عہدنامے کی ساری کتابیں ہیں۔ اور غالباً مصر میں لکھا گیا +

پانچویں صدی - بیزا کوڈ۔ اناجیل اور اعمال۔ لاطینی اور یونانی عبارت +

الگزینڈرین کوڈ۔ سب کتابیں شامل ہیں +

کوڈکس افریمی سیری۔ قدیم چمڑے کے نسخے۔ اسمیں قریباً سب کتابوں کے ٹکڑے پائے جاتے ہیں

گروہ فوراً اس خطرہ کو محسوس کر کے آنحضرت کے سامنے اپنے آپ کو ایک مضبوط دیوار کی صورت میں بنا دیتا ہے۔ اور تھوڑے سے آدمیوں کا ایک ایسا قلعہ دشمن کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے جس کو تین ہزار کی زبردست فوج توڑ نہیں سکتی۔ تیروں کی بوچھاڑ اس انسانی دیوار کے اُوپر پڑتی ہے۔ مگر اس پر اتنا بھی اثر نہیں کرتی جتنا ایک پتھر کی دیوار پر۔ جو آدمی گر جاتا دوسرا فوراً اُس کی جگہ پر کھڑا ہو جاتا۔ حضرت طلحہؓ نے اُس دن دو یا تین کمانیں توڑیں۔ اور قریباً بیّنتیس زخم اُن کے جسم پر آئے۔ ابو دجانہؓ نے اس خیال سے کہ دشمن کی خطرناک بوچھاڑ پر دل پر کوئی خوف طاری نہ ہو جائے۔ دشمن کی طرف پیٹھ پھیر لی اور پہاڑ کی طرح سامنے کھڑا رہا۔ دشمن کی جمعیت میں سے ایک شخص تلوار لے کر باہر نکلا۔ تاکہ اس قلعہ میں سے گذر کر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کام ختم کر دے۔ مگر جبھی کہ وہ قریب پہنچا اس کی کھینچی ہوئی تلوار جو اُسکے سر کے اُوپر تھی اُس پر طلحہؓ کا ننگا ہاتھ چلا۔ اور گو طلحہ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ مگر دشمن کی تلوار بھی گر گئی اور اُس کا وار ناکام ہوا۔ غرض اس حال میں آپ کے صحابہ نے ایسا مقابلہ کیا کہ دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اور آخر اُسے میدان چھوڑ کر گھر کی طرف واپس ہونا پڑا۔ اور نہ صرف مرد ہی نے ہی اس موقعہ پر مردانگی اور اپنے آپکو قربان کر دینے کا بے نظیر نمونہ دکھایا۔ بلکہ عورتوں نے بھی اس سلسلہ میں حصہ لیا +

یہ رُوح جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے اندر پیدا کر دی تھی۔ کہ دشمن کے مقابلہ میں دُنیا کی کسی طاقت کی پروا نہ کرتے تھے۔ اور جان، مال، عزت اُن کی نظر میں یہ سب چیزیں ہیچ تھیں۔ اور اسی رُوح نے ہی وہ کام بھی کر دکھایا جسکو دُنیا آج تک حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے کہ کس طرح پر ہر قسم کی بد عادتیں اور بری رسوم ایک آن کی آن میں اُن لوگوں کے اندر سے نکال کر باہر پھینک دی گئیں تاریخ اس امر کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ کہ کوئی ایسا مصلح دُنیا میں آیا ہو۔ جسکے ہر ایک حکم کے آگے ایک آن میں صدیوں کی جڑ پکڑے ہوئے عقاید اور رسوم اور خون میں رچی ہوئی عادات ایسی ھباءً منثورا ہو گئی ہوں کہ اُنکا نام و نشان بھی کبھی نظر نہ آئے۔ ایک شراب خوری ہی دیکھو کسقدر خطرناک یہ بد عادت ہے۔ کہ جو ایک دفعہ اسکا شکار ہو جائے اُسکا اسکے پنجے سے خلاصی پانا محال ہو جاتا ہے۔ مگر ایک ملک کا ملک محمد رسول اللہؐ کے ایک ہی حکم پر ایسا اس سے پاک ہو جاتا ہے۔ کہ گویا اس قوم نے کبھی شراب کا نام ہی نہ سنا تھا۔ غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ روح صحابہ کے اندر پیدا کر دی۔ کہ کوئی قربانی ایسی باقی نہ رہ گئی جو انھوں سے کر کے نہ دکھائی ہو۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ اس برگزیدہ معلّم کے لئے وہ اپنی جانوں کو بے دریغ قربان کرتے چلے جاتے تھے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جانیں قربان کرنے والے

از

مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی

ایک شخص کے اندر ایثار اور قربانی کی رُوح کا موجود ہونا بڑا بھاری جوہر ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ عظیم الشان انسان ہیں جنھوں نے ہزارہا انسانوں کے اندر ایسی قربانی کی روح پیدا کردی۔ کہ جس کی کوئی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ ذیل کے مضمون میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس کمال کا ایک پہلو دکھایا گیا ہے +

یہ اُحد کا میدان تھا۔ اور ایک دفاعی جنگ تھی یعنی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہُوا تھا۔ اس جنگ میں ایک موقعہ پر دشمن کا دباؤ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر اس قدر بڑھ گیا۔ کہ بہت سے صحابہ شہید ہوگئے۔ اور خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم زخموں سے چور ہوکر گرگئے۔ آپ کے جسمِ مُبارک پر اسّی سے زیادہ زخم لگے۔ آپ کے خود کی دو کڑیاں آپ کے رُخسار مبارک میں کھب گئیں۔ چہرہ خون آلود ہوگیا۔ اور ایک ایسا صدمہ مُنہ پر پہنچا۔ کہ ایک دانت بھی نکل گیا۔ دشمن ابھی اپنا دباؤ بڑھاتا چلا جارہا تھا۔ اور اُس کے تیروں کی بوچھاڑ ایسی خطرناک تھی۔ کہ جس کے سامنے کوئی انسان کھڑا نہ رہ سکتا تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی خطرہ کی حالت میں تھی۔ اس موقعہ پر آپ کے صحابہ نے جو شجاعت اور مردانگی کا ثبوت دیا ہے۔ اور جس طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی جان کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو پروانہ وار قربان کیا ہے۔ وہ ایک بہت ہی تعجب خیز اور حیرت انگیز امر ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت علی مرتضےٰؓ۔ حضرت عمرؓ فاروق۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ ابو عبیدہؓ۔ ابودجانہؓ۔ اور بہت سے صحابی فوراً اپنے آپ کو دشمن کے سامنے ڈھال نہیں بلکہ ایک مضبوط قلعہ کی صورت میں بنا دیتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک گڑھے میں گرے ہوئے ہیں۔ اور دشمن کے خطرناک تیراندازی کا نشانہ ہیں۔ میدان صاف ہے۔ کوئی روک آپ کے اور دشمن کے درمیان حائل نہیں۔ مگر یہ پاک

مجاہدات کا قائم مقام ٹھیراتے ہیں۔ بلکہ میرے نزدیک اس ارشاد میں اشارہ زیادہ تر راہبانہ عبادات کی طرف ہے۔ یعنی علم کا حاصل کرنا ایسی عبادات سے بہتر ہے۔ جیسے بعض لوگ گوشہ نشینی اختیار کر کے اور انسانی زندگی کے جہاد سے الگ ہو کر بھی عبادات میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

ہم علم کی قیمت کو مشاہدہ کے نیچے کیونکر لا سکتے ہیں؟ کیا تم اس بات کو محسوس کر سکتے ہو؟۔ جاہل انسان زندگی بسر کرتا ہے۔ مگر وہ درحقیقت زندگی نہیں رکھتا۔ اسکی حد بندیاں اتنی بڑی ہیں کہ وہ ایک ایسے شخص کی طرح ہے جس کو ایک کوٹھڑی کے اندر بند کر دیا جائے جس کی چار دیواری ہی اُس کی دُنیا ہے۔ مگر تھوڑا سا علم بھی اس کوٹھڑی کو محل بنا سکتا ہے۔ اور جو علم سے زیادہ حصہ لیتا ہے اُس کے لیئے وُہ بہشت بن جاتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس سیڑھی پر چڑھنا آسان نہیں۔ جیسا کہ رسکن کہتا ہے۔ تھوڑا سا علم حاصل کرنے کے لیئے بہت سا وقت بکار ہے۔ مگر کسی شخص کو اس وجہ سے ہمت نہ ہارنی چاہیئے۔ سوائے اُن علوم کے جو کتابوں میں ہیں۔ اور بھی بہت سے قسم کے علوم ہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے۔ کہ بہت سے کتابیں پڑھنے والے ہیں۔ جو حقیقی علم بہت کم رکھتے ہیں۔ اور بہت سے عالم ہیں جو بہت تھوڑی کتابیں پڑھے ہوئے ہیں۔ سب سے بڑا علم نباتات کا ماہر جسے مینے دیکھا ہے پڑھ نہیں سکتا تھا۔ مگر اُس کی جھونپڑی کے ارد گرد میلوں تک جتنے پودے پھول اور درخت تھے وہ سب کے نام اور اُن کی زندگی کے حالات بتا سکتا تھا۔ اور بہت سے لوگ جن کے ناموں کے پیچھے بہت سے حرُوف اُن کی فضیلت کے اظہار کے لیئے لگے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی دور سے اولڈ جان سے مشورہ کرنے آتے تھے۔ تاکہ اپنے شکوک کو حل کریں۔ پس اگر تم کتابی فضیلت کو حاصل نہ بھی کر سکتے ہو تو علم ضرور حاصل کرو۔ فضیلت اور علم ایک نہیں۔ قدرت کا مطالعہ کرو۔ اور سب سے بڑھ کر اپنے بنی نوع انسان کا مطالعہ کرو۔ کوئی علم کبھی شائع نہیں ہوتا۔ اگر تم اسے استعمال کرو۔ اسلیئے علم حاصل کرو۔ علم صاحب علم کو اس قابل بناتا ہے۔ کہ وہ حق اور باطل میں تمیز کر سکے۔ یہ جنت کے رستہ کو روشن کرتا ہے۔ یہ صحرا میں ہمارا دوست۔ خلوت میں ہمارا انیس۔ اور جب کوئی دوست نہ ہو تو اُسوقت ہمارا رفیق ہوتا ہے۔ یہی خوشحالی کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اور مصیبت میں ہمارے لیئے سہارا ہوتا ہے۔ یہ دوستوں میں زینت کا اور دشمنوں کے خلاف ہتھیار کا کام دیتا ہے۔"

گیا ہے۔ اور یہ ضروری ٹھیرا دیا گیا ہے۔ کہ ہر شخص جہاں تک ہو سکے۔ اور جس علم کو حاصل کرنا اُس کی طاقت میں ہو اُسے حاصل کرے۔ اپنی قوت کو بہتر سے بہتر کام میں لگائے۔ اور چونکہ قوائے انسانی سے بہترین کام بغیر حصول علم کے لیئے نہیں لیا جا سکتا۔ اور جہالت اُس کے لیئے ایک روک ہے۔ اس لیئے آپ نے جہالت کو دُور کرنا اور علم کو حاصل کرنا ہر مسلم کا فرض قرار دے دیا ہے +

مَیں نے ایک دفعہ اِس بات پر بحث ہوتے ہوئے سُنی ہے۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہیں تھا۔ کہ آپ کے اس توسیع علم کے نتائج کیسے خطرناک اور کس قدر دُور تک اثر کرنیوالے ہونگے اور کہ علم اگر نیکی کے لیئے ایک طاقت ہے تو اکثر بدی کے لیئے بھی ایک طاقت ہے۔ میں اِن دونوں باتوں سے متفق نہیں۔ میں ہرگز اس بات کو نہیں مان سکتا۔ کہ علم اکثر بدی کے لیئے بھی ایک طاقت ہے۔ اس کے خلاف میرا الیقین ہے۔ کہ علم ہمیشہ نیکی کی طرف انسان کو مائل کرتا ہے۔ گو میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ اکثر اسے لوگوں نے بدی پر لگا لیا ہے +

یہ بات کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ علم کا اثر کہاں تک پہنچتا ہے۔ آپ کے دُوسرے اقوال سے بالکل صاف نظر آتا ہے۔ مثلاً آپ نے فرمایا۔ کہ جو شخص حصولِ علم میں لگ جاتا ہے وُہ مرتا نہیں۔ ایک انسان کی زندگی زمین پر بہت مختصر ہے۔ مگر اُسکا علم اسکے پیچھے زندہ رہتا ہے۔ اور اُس کے اثر کی انتہا کو کوئی شخص دیکھ نہیں سکتا۔ یہ بات کہ اُس کے خطرات کا بھی آپ کو علم تھا۔ اِس سے ظاہر ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کہ برا عالم بدترین انسان ہے۔ اور ایک نیک عالم سب سے بڑھ کر نیک ہے۔ اس میں آپ نے یہ اشارہ کر دیا ہے۔ کہ علم سے جو طاقت انسان کو ملتی ہے وہ نیکی اور بدی دونوں کے لیئے استعمال ہو سکتی ہے۔ مگر محض یہ گمان کہ علم کی طاقت بدی کے لیئے بھی استعمال ہو سکتی ہے۔ علم کے حاصل کرنے پر زور دینے سے آپ کو روک نہ سکا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ یقین کامل تھا۔ کہ وہ طاقت جو علم پیدا کرتا ہے۔ گو وُہ کبھی بُرائی کے لیئے بھی استعمال ہو جائے۔ لیکن اس کے نیکی کے لیئے استعمال کا پلہ ہمیشہ بھاری رہیگا چنانچہ آپ کا ایک یہ بھی ارشاد ہے۔ کہ ایک عالم کی باتوں کو سُننا اور اُن کو دُوسرے کے ذہن نشین کرنا مجاہدات مذہبی سے بڑھ کر ہے۔ مگر یہاں یہ غلطی نہ کھانی چاہیئے۔ کہ آپ اُنکو مذہبی

کے علم کو عوام سے حاسدانہ رنگ میں محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور حصول علم صرف پروہتوں یعنی مذہبی پیشواؤں اور حکام کا حق سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ بعض وقت دوسروں کے لیئے حصولِ علم کے خلاف تعزیر بھی تجویز کی گئی۔ اور اُن لوگوں کو جو مذہبی پیشواؤں کے خلاف کسی قسم کا کلمہ کہیں جیلخانوں میں ڈالا جاتا تھا۔ اور علاوہ ازیں علم پھیل جانے کے خوف سے بڑے بڑے قیمتی کتبخانے جو گذشتہ نسلوں نے جمع کیئے تھے انھیں آگ کے شعلوں کی نذر کیا گیا۔ اور اسطرح دُنیا کو وہ نقصان پہنچایا گیا جو بالکل ناقابل تلافی ہے۔ اور یہ بربادی کا کام دُنیا کی تاریخ میں ہمیشہ ایک سیاہ دھبہ کے طور پر باقی رہے گا۔ اور اُن لوگوں کے لیئے جنھوں نے یہ کام کیا۔ اور اُس کلیسیا کے لیئے جس نے ایسے کام کو پسند کیا ہمیشہ ایک ذلّت کا موجب رہے گا۔ اب ایک طرف دُنیا کی اس حالت کو دیکھو۔ کہ علم سے کس طرح دُوسروں کو محرُوم کرنے کی کوشش ہے۔ اور دوسری طرف محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر غور کرو +

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ

یعنی علم کا حاصل کرنا ہر ایک مسلم مرد اور مسلم عورت کا فرض ہے۔ کیسی قابل قدر یہ تعلیم ہے کیسی عزت اس شخص کی جس نے یہ تعلیم دی۔ اور اس دین کی جو اُس نے سکھایا۔ اس سے ہر ایک علم دوست انسان کے دل میں پیدا ہونی چاہیئے۔ اور پھر اس لحاظ سے کہ آپ کے دشمنوں نے کیا کیا طریق اختیار کیئے ہیں۔ اس کی عظمت اور عزت اور بھی بڑھ جاتی ہے +

گو میرے مضمون کا تو یہ موضوع نہیں۔ مگر یہاں میں اس کا ذکر کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ یہاں اس ارشاد نبوی سے اس بات پر کیسی صاف روشنی پڑتی ہے کہ آپ عورت کو کس بلند مقام پر پہنچانا چاہتے ہیں۔ علم کا حاصل کرنا مردوں کا ہی فرض نہیں۔ بلکہ ہر ایک مسلم عورت کا بھی ویسا ہی فرض ہے جیسے مسلمان مرد کا۔ کیا صرف آپ کی تعلیم کا یہی ایک فقرہ ان لوگوں کے لیئے کافی جواب نہیں جو یہ کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ محمد رسول اللہ نے یہ تعلیم دی ہے۔ کہ عورتوں میں نہ رُوح ہے نہ عقل ہے۔ پھر اس خیال کی وسعت پر بھی ایک نظر کرو۔ آپ کل دنیا کے سامنے علم کی کتاب کو کھول کر رکھنا چاہتے ہیں۔ مرد ہو یا عورت۔ امیر ہو یا غریب عوام الناس میں سے ہو یا خواص میں سے۔ علم کو حاصل کرنا نہ صرف ہر ایک انسان کا حق قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ ہر ایک کا فرض قرار دیا

صاحب عظمت انسان ہے۔ تو اُس کی باتیں اور اُس کی تعلیم تاریخ اور آئندہ نسلوں پر ایک نشان کے طور پر باقی رہ جاتے ہیں۔ جو اُس کے ہزارہا بجنسوں پر اچھا یا بُرا اثر ڈالتے ہیں۔ بلا شُبہ ایسے ایک صاحب عظمت انسان محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ ایک عظیم الشان انسان تھے اور علمی لحاظ سے ایک نہایت طاقتور انسان تھے۔ جس کے نمونہ اور اثر نے وُہ اصلاحات کر دکھائیں جو ان حالات کے ماتحت جن میں وہ تھے معجزانہ تھیں +

یہ درست ہے کہ وہ پڑھے ہوئے نہ تھے۔ لیکن علم اور آداب کے لحاظ سے وہ اس سے بہت بڑھ کر تھے۔ جو عام طور پر ان کو سمجھا گیا ہے۔ میں اس نتیجہ پر اس واقعہ سے پہنچتا ہوں کہ ”بنی قریش کی قوم اور بالخصوص اُس کی وُہ شاخ جو بنی سعد کے نام سے موسوم ہے۔ جن کے اندر آنحضرت کا بچپن کا زمانہ گذرا۔ سارے عرب میں اپنی زبان کی پاکیزگی اور فصاحت کے لیئے شہرت رکھتے تھے“ اور سر ولیم میور جس نے ایک دوست کی حیثیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری نہیں لکھی۔ کہتا ہے کہ ”آپ کی گفتگو جزیرہ نمائے عرب کی خوبصورت زبان ایک نہایت ہی پاکیزہ نمونہ پر ڈھلی ہوئی تھی“ پس آپ کو ایسے موقع مل گئے جن کا اثر یہ ہونا ضروری تھا۔ کہ آپکے خیالات میں پاکیزگی اور شستگی آجاتی۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے بڑے بڑے صاحب علم انسانوں کو اپنی طرف کھینچ لیا +

آپ کی غور و فکر کی عادت ایک اور شہادت اس امر کی ہے۔ کہ آپ کو غور و علم سے سچی محبت تھی۔ آپ خلوت پسند بھی تھے۔ تا لوگوں سے الگ ہو کر اصلیت امور پر غور کریں۔ اور کسی معاملہ کی حقیقی وجوہات کا پتہ لگائیں۔ مگر میں آپ کی سوانحعمری لکھنا نہیں چاہتا۔ نہ میں اس کام کے لیئے موزوں ہوں۔ بلکہ میں آپ کے صرف چند اقوال کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور ان اقوال پر چند نتائج کی بُنیاد رکھتا ہوں۔ کیونکہ میری رائے میں ایک شخص کے اقوال عموماً اُسکے دِل کی حالت کو ظاہر کرنے والے ہوتے ہیں۔ وُہ فرماتے ہیں کہ عالم کی سیاہی شہید کے خون سے زیادہ عزت کے قابل ہے۔ یہ آپ کے بے خوف اور کھُلے اظہار خیال کی بیّن شہادت ہے۔ کیونکہ وہ زمانہ جب آپ نے علم کیطرف ان پُر زور الفاظ میں توجہ دلائی۔ ایک ایسا زمانہ تھا جس کے کئی صدیاں بعد تک بھی زمانہ کیحالت یہی رہی۔ کہ اکثر مذہبی جماعتیں۔ عیسائی اور غیر عیسائی ہر قسم

کے بعد قانون شریعت کے ماتحت ہوتی تھی۔ ایک خاص حد قربت کے اندر تمام رشتہ داروں کو کچھ حصہ ملتا تھا۔ اس لیئے سرمایہ یا زمین ایک شخص کی ذات یا ایک خاندان میں سب سے بڑے ممبر کے ہاتھ میں نہ چلی جاتی تھی۔ بوڑھے اور کمزوروں کے لیئے سامان کرنا حکومت کا فرض تھا۔ بوڑھوں کی پنشن جو انگلستان میں اب مروج ہوئی ہے اسلام میں اسکی عمر کئی صدیوں کی ہو چکی ہے۔

ان واقعات کی موجودگی میں ہمیں اس سوال پر مشکل باذہن سے کام لینے کی ضرورت نہیں رہتی کہ آجکل کے مدنی مسائل کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیا راہ اختیار فرماتے۔ اگر وہ سارے اصول جو آپ نے سکھائے تھے عملدرآمد میں رہتے تو جماعتوں کے ان باہمی جھگڑوں کا نام ونشان تک نہ ہوتا۔ ناداری یا افلاس کبھی زور نہ پکڑتا۔ سرمایہ داری کا خطرناک بوجھ ساری تمدنی عمارت کو یوں تہ و بالا کرتا۔ اور خاص خاص لوگوں کے لیئے خاص حقوق قائم نہ ہوتے۔ یہ بھی اُس ایک انسان کی دُوربین اور دُور تک اثر پہنچانے والی قانون سازی جس نے ملکِ عرب کے اندر اپنی ذہانت اور خدائی الہام کے ساتھ ایک آگ روشن کر دی +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور علم

از

پروفیسر نورالدین سٹیفن

اطلبوا العلم من المهد الى اللحد گہوارہ سے لے کر قبر تک علم کی تلاش میں لگے رہو +

میں عظمت پرست انسان نہیں ہوں۔ کیونکہ میں ہمیشہ ایک آدمی کے کام کا بہ نسبت اسکی شخصیت کے زیادہ خیال کرتا ہوں۔ کیونکہ ایک شخصیت انسان کا وہ حصہ ہے جو بہت ہی تھوڑی دیر تک رہنے والا ہے۔ اور یہ جلد ہی گذر جاتا۔ اور پھر بالکل بھول جاتا ہے۔ یا ایک وقت کے بعد دوست اسکو تعریف کر کے حد سے بڑھاتے یا دشمن اُس کی تحقیر کر کے حد سے گراتے ہیں۔ یہاں تک کہ جو تصویر بن جاتی ہے وہ اصل کی فی الواقعہ ایک مسخ شدہ تصویر ہوتی ہے +

لیکن ایک انسان کا کام اُس کے نقطہ اور اسکی تعلیم اُس کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ اور اگر وہ

اعلیٰ۔ ایک شخص ہو یا ایک جماعت۔ اس بات کا فیصلہ بھی خود لوگوں کے ہاتھ میں تھا یعنی مسلمانوں کی مجموعی رائے یا اجماع سے ہو سکتا تھا۔ وہ ایک بادشاہ یا سلطان یا پریزیڈنٹ یا کونسل مقرر کر سکتے تھے لیکن خواہ کوئی ایک انسان حاکمِ اعلیٰ ہو یا انسانوں کی ایک جماعت۔ اس حاکمِ اعلیٰ کا فرض صرف اسقدر تھا۔ کہ وہ دیکھے کہ اسلامی قوانین پر ٹھیک طور سے عملدرآمد ہوتا ہے یا نہیں۔ اور جو نئے قوانین ضروریات پیش آمدہ کے ماتحت وضع کیئے جاتے ہیں۔ وہ اسی اسلامی قوانین یعنی شریعت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اور ماتحت ہیں۔ اس حاکمِ اعلیٰ کا یہ بھی فرض تھا۔ کہ وہ حکومت اسلامی کے فوائد کو اندرونی اور بیرونی طور پر شریعت اسلامی کے قوانین کے مطابق مدنظر رکھے۔ اسلامی حکومت کا حاکمِ اعلیٰ صرف انتظام اور تعمیل احکام شریعت کے لیئے ہے۔ کسی خلیفہ یا گورنر کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی عدالت کے فیصلے کے خلاف عمل کرے یا کرائے۔ عدالتیں حکّام کے تصرّف سے بالکل آزاد تھیں۔ اور غریب اور امیر حتیٰ کہ خود بادشاہِ وقت اور اس کی رعیّت کا کوئی فرد قاضی کی عدالت میں بالکل ایک مرتبہ پر ہوتے تھے۔ اور ایک نادار بھی قاضی کے سامنے درخواست دیکر بادشاہِ وقت کو عدالت میں جواب دینے کے لیئے مجبور کر سکتا تھا۔ خود انگلستان میں ابھی بہت دنوں کی بات نہیں۔ کہ مالکانِ زمین محنت اور مزدوری کو ذلّت کا موجب سمجھتے تھے۔ وہ خیال ابتک باقی ہے گو اب اِس قدر کھلا کام کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔ اور سرمایہ کے تمدّنی سیاسی اور لفانیتی پہلو کے دباؤ کے ماتحت دُور ہوتا جا رہا ہے۔

اس کے خلاف حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے مزدوری کو انسان کا شرف بنا دیا۔ اور اُس کو اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچا دیا۔ وہ خود بھی محنت و مشقت کا کام کرتے تھے۔ اور آپ کے سب سے پہلے اور پُرجوش مریدین بھی محنت و مشقت کو عار نہ سمجھتے تھے۔ اسلامی ممالک میں زمین سب سے قیمتی اثاثہ ہے۔ جس سے محاصل لئے جا سکتے ہیں۔ تمام زمین حکومت کی ملکیت تھی اور افراد کو ایک غیر معیّن محصول پر دیجاتی تھی۔ یہ ٹیکس حالات کے مطابق مختلف ہوتے تھے۔ اصل مقصد ہمیشہ یہ مدِنظر رہتا تھا۔ کہ اس قدر ٹیکس نہ ہو جو کاشتکاران کو نادار کردے۔ یا اُن کے لیے کافی سامانِ زندگی نہ چھوڑے۔ اگر یہ قانون عملدرآمد میں رہتا۔ تو نہ مالکانِ زمین کی اور نہ سرمایہ داران کی کوئی جماعت دُوسروں پر حکمرانی کے لیئے پیدا ہوتی۔ ایک شخص کی جائیداد کی تقسیم اُس کی وفات

رکھنے کا اختیار نہیں۔ ایسا ہی اگر وہ قوم جس میں سے ایسا شخص ہے تاوان دے سکتی ہے۔ اور دینے پر راضی ہے۔ تب بھی اُسے غلامی میں رکھنے کا اختیار نہیں۔ ایک اور بڑی اعلےٰ درجہ کی تمدنی اصلاح ہر قسم کے جُوئے کی ممانعت تھی۔ جو آج کل عیسائی ممالک کے لیئے ایک مصیبت ثابت ہو رہا ہے ایسا ہی مسکرات یعنی شراب کی ممانعت جو مغرب میں ایک نہایت ہی ذلیل کر دینے والی اور تباہ کر دینے والی عادت ہے۔ یہ دونوں بُرائیاں کئی نسلوں سے یورپ کے مردوں اور عورتوں کی تباہی کا موجب ہو رہی ہیں۔ اسلام کے سوائے کسی مذہب نے اُن کو نابود نہیں کیا +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو پہلو موجودہ زمانہ کے سوشلسٹوں کے لیئے بالخصوص جب کشش ہو سکتے ہیں۔ ان میں سے ایک آپ کا سود کو حرام قرار دینا ہے۔ روپے کو جمع کرتے چلے جانا۔ اور بغیر محنت کیئے اُس کے سُود پر بسر اوقات کرنے کی ممانعت کر دیگئی۔ اور یہ ضروری ٹھیرایا گیا۔ کہ ہر مسلم اپنی گذر کے لیئے خود کام کرے اور کمائے۔ اس قانون سے روپے کی برابر تقسیم کی طرف ایک ضروری قدم اُٹھایا گیا۔ اُس نے بہتوں کو نادار اور بھوکوں کو کروڑپتی ہونے سے بچا لیا۔ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے اپنے آقا کی اس تعلیم پر اس حد تک عمل کیا۔ کہ آپ نے شاہی خزانہ میں بھی روپیہ پڑا رہنے کی صورت نہ رہنے دی۔ بلکہ جو کچھ خزانہ کی بچت ہوتی وہ ہر جمعہ کو غربا میں تقسیم کر دیجاتی +

دُوسرا پہلو یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے احتکار کو روک دیا۔ یعنی غلہ کو اس لیئے روک رکھنا تاکہ ایک ہی شخص کے پاس ذخیرہ جمع ہو کر غلہ کی قیمت بڑھ سکے اور غربا کو تکلیف پہنچے۔ اگر اسلام کے بعض قوانین اس وقت برطانوی جزائر میں مروج کر دیئے جائیں۔ تو بہت سی غریب عورتوں کے لیئے رفع تکلیف کا موجب ہونگے +

اسلام کے سیاسی پہلو کے صحیح مفہوم کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اکثر یورپین لوگوں نے کبھی پُورے طور پر نہیں سمجھا۔ مُلکی رنگ میں اسلام ایک اخوت کا سلسلہ یا ایک جمہوریت ہے۔ حکومتِ اسلامی کی رعایا کے ادنےٰ سے ادنےٰ لوگوں کو مُلک یا مذہب کے متعلق۔ رائے کے سُنا جانیکا وہی حق حاصل ہے جو خود حاکمِ وقت یا بادشاہ کو +

مساوات اسلامی ایک کامل مساوات ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک اسلامی سلطنت کے اعلےٰ سے اعلےٰ حاکم کے خطاب کے متعلق کوئی خاص قاعدہ وضع نہ فرمایا تھا۔ اور نہ اُس کے متعلق کہ حاکم

اسلام کی وسعت اور اُسکا دوسرے مذاہب سے نیک سلوک۔ تاریخ مذہب میں بالکل نئے امور تھے۔ اگر ان باتوں کا کچھ نشان پایا جاتا ہے۔ تو شاید بُدھ کے مذہب میں۔ پس اسلام نے تمام لوگوں کو کانشنس کی آزادی کی خوشخبری سُنائی اور لا اکراہ فی الدین سے یعنی دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ہونا چاہیئے۔ نسل انسانی کے سامنے ایک بالکل نیا نقشہ رکھدیا۔ ما علیک الا البلاغ کے چھوٹے سے فقرہ نے جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ تمہارا کام صرف حق بات کا لوگوں کو پہنچا دینا ہے۔ دُوسروں کی رائے کی برداشت کا مادہ پیدا کردیا۔ اور ہر شخص کو اپنے میلان یا معتقدات کے مُطابق خدا کی پرستش کی آزادی دی گئی۔ جہاں تک مسلم کا سوال تھا۔ اس اصول کا ہمیشہ کے لیئے خاتمہ کردیا گیا۔ کہ افراد کے لیئے معیار اخلاق کا پیمانہ اور ہے اور ملکوں یا قوموں کے لیئے کوئی اور۔ قوم کے اعمال پر بھی وہی اخلاق کا اعلےٰ معیار حاکم ٹھیرایا گیا جو افراد کے اعمال پر ٹھیرایا گیا تھا۔ یہ سُنا دیا گیا کہ کوئی ملک ترقی نہیں کرسکتا۔ بلکہ ضروری ہے کہ اس میں زوال شروع ہو جائے۔ جب تک کہ انصاف کے اعلےٰ سے اعلےٰ معیار پر قائم نہ ہو جائے۔ اور مرتبہ انصاف سے کوئی خیالات قومی وغیرہ دوسری طرف لیجانے والے نہ ہوں یہ فخر پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہی دُنیا میں رہے گا۔ کہ آپ نے ایک ایسا نظم قائم کیا جسکے ذریعہ سے ناانصافی ظاہر ہو سکتی تھی۔ خواہ اُس کے کرنے والے امیر ہوں یا غریب۔ اعلےٰ طبقہ کے لوگ ہوں یا ادنےٰ طبقہ کے۔

عورت کی حیثیت کو اس اعلےٰ مقام پر پہنچایا گیا۔ جہاں وہ کبھی پہلے نہ پہنچی تھی۔ نہ مشرق میں نہ مغرب میں۔ اس کے حقوق کی حفاظت بذریعہ قانون کی گئی۔ اور اُس کے خاوند کو اُس کی محنت کے ثمرات یا اُس کی جائیداد پر کسی قسم کا اختیار نہ رہا۔ بلکہ بحیثیت بی بی ہونے کے اُس کو کچھ قانونی حقوق خاوند پر حاصل ہوگئے۔ جنھیں وہ رد نہ کرسکتا تھا۔ نہ کوئی شخص عورت سے ان حقوق کو چھین سکتا تھا غلامی اگر یک قلم موقوف نہیں کی گئی تو غلام کا مرتبہ تمدن میں بالکل تبدیل کردیا گیا۔ اور عملی طور پر وہ خاوندان میں سے ایک ہو گیا۔ جو قوانین غلامی کے متعلق نافذ کیئے گئے۔ وہ ایسے تھے۔ کہ اگر مُسلمان اُن کے صحیح مفہوم کے مُطابق اُن پر عامل ہوتے۔ تو غلامی اسلامی سرزمینوں میں مُدت کی گئی گذری ہوتی۔ میں یہاں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ ایک مسلم صرف اس صورت میں کسی شخص کو غلام بنا سکتا تھا جب وُہ جنگ میں قید ہو کر آئے۔ اور اس صورت میں بھی اگر وہ جزیہ کی رقم ادا کرسکتا ہو تو اُسے غلامی میں

قسم کے خیالات کو تحریک دیجائے۔ اخلاق کے صحیح قدر و قیمت سے اُن کو آگاہ کرنا ضروری ہے اس لیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی مدنی اصلاحات اخلاقی اصلاحات تھیں حقیقت آپ کی تمام تعلیم بالخصوص اخلاقی تعلیم ہے جو اصُول اخلاق اور اصُول روحانیت دونوں کی رو سے نہایت مضبوط ہے۔ اور یہی وہ بُنیاد ہے جس پر تمام قانون کی عمارت بنائی جا سکتی ہے +

مُلک یا قوم افراد کا ایک مجموعہ ہے۔ اور مُلک یا قوم کو ترقی کے اعلےٰ سے اعلےٰ مقام پر پہنچانے کے لیئے پہلے افراد کو اس بلند مقام پر پہنچانا ضروری ہے۔ رُوحانی ترقی تمام مادی ترقیات کی جڑ ہے وہ دونوں ایک دُوسرے پر اثر کرتی اور ایک دوسرے کا اثر قبول کرتی ہیں بعض وقت ایک کا قدم آگے ہوتا ہے۔ بعض وقت دُوسرے کا۔ مگر رُوحانی ترقی۔ ملک اور قوم کی ساری کل کا چلانے والا پُرزہ ہے۔ اور ترقی اور تہذیب کا حقیقی معیار یہی ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلامی اخوت کے بلند مقصد کو انسانوں کا حقیقی مطمح نظر قرار دیا۔ جو ایک مسلم کو دوسرے مسلم اور ایک ملک کو دوسرے ملک سے وابستہ کرے۔ یہ کہا جائیگا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور اور رسُول نے بھی اخوت انسانی کا مقصد اپنے شاگردوں کے سامنے رکھا۔ ہاں یہی فرق ہے۔ حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلعم کا دل بہت وسیع تھا۔ یہاں صرف شاگردوں تک نظر نہیں۔ بلکہ مسلم کے علاوہ ساری نسل انسانی کو ایک ہی سمجھا جاتا ہے۔ ایک خدا اور ایک نسل انسانی۔ وُہ خالق یہ سب اس کی ایک جیسی مخلوق۔ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصریٰ والصابئین من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

آپ کا مقصد کل نسل انسانی کی اخوت کو قایم کرنا تھا جس میں ایک انسان دُوسرے انسان سے اور ایک قوم دوُسری قوم سے سلسلۂ اخوت میں مُنسلک ہو۔ آپ کی تعلیم کا یہ بُنیادی اصُول کہ ہر ایک شخص کو اپنے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائیگا۔ پہلی تمام تعلیموں پر یقیناً ایک بڑی ترقی تھی جن میں یہ تسلیم کیا گیا تھا کہ دیوتاؤں کو قربانیوں کے ذریعہ سے راضی کیا جا سکتا ہے۔ یا صرف اس بات پر ایمان لاکر ہی انسان کی نجات ہوجاتی ہے۔ کہ کسی خدا یا انسان یا حیوان کی قربانی میں ایسی تاثیر ہے۔ انسان کی نجات اسلام کی تعلیم میں۔ انسان کی اپنی کوشش۔ اُس کے اعمال اور اُس کے خیالات سے قرار دی گئی۔ ان لیس للانسان الا ما سعیٰ +

لے کر اپنے گھروں کو واپس جائیں۔ اور تم مجھے اپنے درمیان میں لے کر اپنے گھروں کو واپس جاؤ
اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں تم کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔ اگر سارے انسان
ایک راہ اختیار کریں اور انصار ایک راہ تو میں انصار کے ساتھ راہ اختیار کروں گا۔ خدا اُن پر
اپنی نعمتیں بھیجے۔ اور ان پر اور اُن کے بچوں اور ان کے بچوں کے بچوں پر برکات بھیجے۔

یہ مدینہ کا شاہی پروانہ ہے۔ اور اُسی نے مدینہ کو تمام شہروں سے بڑھ کر مسلمانوں کے دلوں میں محبوب کر دیا۔ کس طرح لوگ اس شخص پر قربان نہ ہوتے جس کے اندر ایسا دل تھا!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصلح تمدّن کی حیثیت میں

از یحییٰ النّصر پارکنسن

ایک عام یورپ کا رہنے والا جب اس مضمون کا عنوان پڑھے گا تو متعجب ہوگا۔ اور شاید اندر ہی اندر ہنس بھی دے گا۔ کیونکہ اس کے خیال میں انسان کامل محمد صلعم اور مدنی اصلاح میں کوئی تعلق نہیں۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ وہ مدنی بلکہ سوشلسٹ اصلاحات جن کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ اور جن کو آپ نے اپنے قوانین میں داخل کیا۔ وہ اسلام کے سارے پہلوؤں پر حاوی ہیں اگر ایک طرف دُنیا میں پھیل جانے کا شوق جو اس نسل کو بطور ورثہ ملا تھا مسلمانوں کو مغرب میں پیغمبر کے سلسلہ تک لے گیا۔ اور مشرق میں جیحون اور سندھ تک۔ اور ان کا قدم جنگی کارناموں اور فتوح کے جوش میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ تو دوسری طرف اسلامی قوانین کی سوشلسٹ رُوح اور طاقت ہی وہ چیز تھی جس نے اس مشرقی تہذیب کے عظیم الشان قصر کو بنایا اور قائم رکھا۔ اور اسے سب موجودہ اور پہلی گذری ہوئی سلطنتوں پر فوقیت دی۔ یہاں تک کہ غرناطہ مغرب کا مرکزی حکمران شہر بن گیا۔ بغداد مشرق کا فخر۔ دمشق بیابان میں ایک چمکتا ہوا موتی اور کارڈووا دنیا کا سب سے بڑا شوکت کا مقام بن گیا۔ کسی قوم کو اٹھانے کے لیئے اس کو .... ذہنی پہلو سے بلند مقام پر لانے کے لیئے تدبیر اور سیاست میں اُس کا قدم آگے بڑھانے کے لیئے اُن کو سائنس اور فنون اور علوم کے پیچھے شیدا بنانے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ پہلے اُن کی اخلاقی اصلاح کی جائے۔ اور قبل اس کے کہ دوسرے

کی شادی کی صبح کو فرمایا کہ فاطمہؓ کے دائیں اور بائیں فرشتوں کے گروہ ہیں۔ یہ کیسا خوبصورت نقشہ ہے۔ کیا وہ شخص جو عورت میں روح نہ سمجھتا ہو ایسا کہہ سکتا ہے۔ لیکن اسکا تعلق میرے مضمون سے نہیں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی شکرگذاری کا ایک اور خوبصورت اظہار ہے۔ جسے میں نے کبھی بغیر ہچکی آجانے کے نہیں پڑھا۔ اسفار یعنی مدینہ کے مسلمانوں نے مکہ سے آنحضرت صلعم کی ہجرت پر بڑی خوشی سے آپ کا خیر مقدم کیا۔ اور نہ صرف آپ کو یہاں پناہ ہی ملی بلکہ بادشاہت بھی ملی۔ اور اُن لوگوں نے مہاجرین کو بھی اپنے گھروں میں بھائیوں کی طرح رکھا۔ اب مکہ میں صرف بُت پرست لوگ رہ گئے جنھوں نے کئی سال تک مدینہ میں مسلمانوں کے خلاف خطرناک جنگ جاری رکھا آخر کار یہ لوگ مغلوب ہوئے۔ اور خود مکہ بھی مفتوح ہوا۔ اور اسلام کے بعض پُرانے دشمنوں نے اس وقت اسلام قبول کیا۔ مکہ کی فتح کے تھوڑا عرصہ بعد ایک موقعہ پر انصار کے بعض نوجوانوں کو خیال گذرا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ والوں سے زیادہ رعایت کرتے ہیں۔ اور وہ کچھ شکایت کے لفظ مُنہ پر لائے جب نبی کریم صلعم نے اُن کی شکایت کو سُنا تو آپ نے انصار کو اکٹھا کر کے ان الفاظ میں مخاطب کیا :۔

اے انصار میں نے وہ باتیں سنی ہیں جو تم میں سے بعض نے ایک دوسرے سے کی ہیں جب میں تمہارے درمیان آیا تو تم لوگ تاریکی میں بھر رہے تھے۔ اور خدا نے تمھیں ہدایت دی۔ تم مصیبتوں میں تھے۔ اس نے تم کو خوشی عطا فرمائی۔ تم میں باہم عداوت تھی۔ اور خدا نے تمہارے دلوں میں برادرانہ محبت اور امن ڈال دیا۔ کیا یہ درست نہیں ؟

انصار نے شرمندگی سے سر جھکائے ہوئے ان باتوں کا اعتراف کیا۔ اور عرض کیا۔ جو آپ فرماتے ہیں یہ سب درست ہے۔ رحم اور فیاضی خدا اور اُس کے رسُول کے لیئے ہے۔ +

یہ الفاظ سُن کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فوراً بولے۔

نہیں واللہ تم یہ جواب دے سکتے تھے۔ اور ایسا جواب دینے میں حق پر ہوتے۔ کیونکہ میں خود بھی اُس کی صداقت پر شہادت دیتا ہوں۔ کہ آپ ہم میں اس حال میں آئے۔ جب آپکی قوم نے آپ کو قبول نہ کیا اور ہم آپ پر ایمان لائے۔ آپ بھاگ کر بے یار و مددگار ہمارے پاس آئے اور ہم نے آپکو پناہ دی۔ آپ کو کوئی تسلی دینے والا نہ تھا۔ اور ہم نے آپ کو تسلی دی۔ اے انصار اس دُنیا کی چیزوں کے لیئے اپنے دلوں کو کیوں دُکھ میں ڈالتے ہو۔ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو۔ کہ لوگ گلے اور اُونٹ

حتی اخذت العائشۃ الغیرۃ فقالت یارسول اللہ ھل ھی الا عجوزۃ فعوضک اللہ خیرا منھا۔ فقال لا واللہ ما عوضنی اللہ خیرا منھا امنت بی والناس کذبونی۔ وبذلت مالھا دونی والناس منعونی فانھا کانت کریمۃ قالت عائشہ رضی اللہ عنھا انی لا اذکرھا الا بخیر۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُن سے یعنی خدیجہؓ سے سخت محبت کرتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے غلام میسرہ کے ساتھ اُن کی تجارت کے لیئے شہر بصری کی طرف سفر بھی کیا تھا۔ قبل اسکے کہ آپ انھیں نکاح میں لائیں۔ بعد میں جب آپ نے اُن کو اپنی زوجیت میں لے لیا تو اُن کے مال نے آپ کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنیکا نفع دیا۔ اور آپ اُسکی وفات کے بعد ہمیشہ اسکا ذکر نیکی کے ساتھ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ عائشہؓ کو غیرت آئی۔ اور اُنھوں نے کہا یا رسول اللہ وہ کیا تھیں ایک بُڈھی عورت تھیں۔ اللہ نے آپ کو ان سے بہتر بی بی دی ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ ان سے بہتر اللہ نے مجھ کو نہیں دی۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں جب لوگ مجھے جھٹلاتے تھے۔ اور اُس نے اپنا مال میرے لیئے خرچ کیا جب لوگ مجھے روکتے تھے۔ وہ بڑی کریم تھیں۔ عائیشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں بھی اُن کا ذکر سوائے نیکی کے نہیں کرونگی +

روی ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ قال اتی جبریل النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ھذہ خدیجہ قد اتتک باناء فیہ ادام طعم وشراب فاذا ھی اتتک فاقرء علیھا السلام من ربھا ومنی وبشرھا بیتا فی الجنۃ من قصبۃ لا صخب ولا نصب۔

یعنی ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ کہ جبرئیل حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا۔ یا رسول اللہ یہ خدیجہ ہیں جنھوں نے آپ کو کھانے اور پانی کا ایک برتن دیا۔ پس جو کچھ انھوں نے آپکو دیا اسکے عوض میری طرف سے انکو یہ خوشخبری سنادو کہ ان کے لیئے جنت میں چاندی کا گھر ہے۔ جہاں نہ تکلیف ہے اور نہ تکان +

کیا ان روایات میں محبت اور شکرگذاری کی رُوح کام کرتی ہوئی .... نظر نہیں آتی میں سفارش کرتا ہوں کہ وہ سب لوگ انکو پڑھیں جو اتبک اس غلط خیال میں مبتلا ہیں کہ پیغمبر اسلام صلعم نے عورت کو ذلیل کیا اور اُس کی تحقیر کی۔ یا عورتوں میں وہ رُوح نہ سمجھتے تھے۔ آپ نے اپنی بیٹی فاطمہؓ

یہ دیکھتے ہیں کہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں آپ ایک طاقتور بادشاہ بن گئے تھے۔ اور آپکی مرضی قانون کا حکم رکھتی تھی۔ اور آپ اگر چاہتے تو اپنی ہر ایک خواہش کو پورا کر سکتے تھے۔ مگر آخر تک آپکی زندگی کا نقشہ ایک ہی نظر آتا ہے۔ ایک راستباز مسلم عادات میں سادہ۔ نمازمیں باقاعدہ امور سلطنت میں طاقتور ہاتھ کے ساتھ اور دوربینی سے کام کرنے والے انسانوں کے ساتھ ذاتی تعلقات میں پرلے درجہ کے عفو سے کام کرنے والے اگر کسی کے دوست بنے ہیں تو وفادار۔ اگر کسی کے دشمن ہیں تو شریف دشمن۔ اور تمام باتوں میں جو آپ نے اختیار کیں آخر تک وفاداری سے نباہ کرنے والے۔ آپکا ایک خادم انسؓ کہتا ہے کہ میں دس سال آپ کی خدمت میں رہا۔ اور آپ نے مجھے اُف تک بھی نہیں کہا۔ آپ نے اس عورت کو بالکل معاف کر دیا جس نے ایک زہریلا کھانا آپ کے لیئے تیار کیا تھا۔ جس کا نتیجہ ہوا تھا کہ آپکو ایک تکلیف دہ بیماری سے گذرنا پڑا۔ آپ نے ہندہ جیسی تُندخو عورت کو جو ابوسفیان کی بیوی تھی۔ اور جس نے اُحد کے میدان میں آپکے چچا حمزہؓ کے کلیجہ کو چبالیا تھا معاف کر دیا۔ آپ نے ان تمام مردوں اور عورتوں کو معاف کر دیا جنھوں نے آپ کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچائی تھیں۔ اور آپ کے ساتھ طرح طرح کی بدسلوکیاں کی تھیں۔ جب کبھی سزا دینے میں آپ نے سختی کی تو محض جمہوریت اسلام کی بہتری کے لیئے نہ کبھی ذاتی رنجش و کدورت سے محمد صلعم نیکیوں سے پر تھے۔ مگر میرے دل پر آپ کی جس خوبی نے سب سے زیادہ اثر کر کے آپکا گرویدہ مجھے بنا دیا ہے وہ آپ کی شکرگذاری کی صفت تھی جو بڑے آدمیوں میں شاذ و نادر ہی پائی جاتی ہے *

آپ کی جوانی کے ایام میں جیسا کہ ہر ایک شخص کو معلوم ہے آپکی مالی حالت کوئی بہت اچھی نہ تھی یہاں تک کہ آپ نے خدیجہؓ سے نکاح کیا۔ جو ایک امیر بیوہ عورت اور عمر میں آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں پچیس ۲۵ سال تک یعنی جب تک یہ بی بی فوت نہیں ہوئیں وہ اکیلی ہی آپکی زوجہ اور رفیق رہیں *

* کان یحبھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حُبًّا شدیدا و کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساعد لتجارتھا مع عبدھا میسرۃ الی مدینۃ بصری قبل ان یدخل بھا وانفعہ مالھا بسبیل اللہ بعد ان تزوجھا ولم یزل یذکرھا بعد وفاتھا بخیر؟

ہیں خدا ہوں۔ مگر آپ نے کبھی ایسا نہیں کہا۔ بلکہ یہ تو وہ غلطی تھی جس کی تردید آپ نے نہایت ہی پُر زور الفاظ میں کی۔ اور اُسے خدا تعالے کی عظمت وجبروت کی ہتک قرار دیا۔ اور انسانی دماغوں کی انسانی ایجاد بتایا۔ کہ کسی انسان کو خدا کہا جائے۔ وہ اپنے لیئے کیا منصب تجویز کرتے ہیں۔ انسانوں میں ایک انسان۔ خدا کا رسول اور اُس کا بندہ۔ اوّل المومنین۔ نجات کا پیشرو اور امام۔ خود ان احکام پر چلکر جو آپ پر نازل ہوئے ایک نمونہ قایم کرنیوالے۔ اور خدائے ذوالجلال کے سامنے ان کروڑوں انسانوں میں۔ ہے ایک جو عاجزی کے ساتھ اُس کے جلال کے آگے گردن جُھکاتے ہیں۔ اور ان احکام کی جو خدا تعالے کی طرف سے آئیں فرمانبرداری کرتے ہیں +

جب آپ کا بیٹا ابراہیم ۱۸ ماہ کا ہوکر فوت ہوگیا۔ تو اُسی دن سوُرج کو کامل گرہن لگا وفی ذالک الیوم انکسفت الشمس فقال الناس انہا انکسفت لموت ابراھیم۔ قال صلعم ان الشمس والقمر اٰیتان من اٰیات اللہ تعالیٰ لا ینکسفان لموت احد و لا لحیٰوتہ۔ یعنی اُسدن سورج کو گرھن لگا تو لوگوں نے کہنا شروع کیا۔ کہ ابراہیمؑ کی موت کی وجہ سے سوُرج کو گرھن لگا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ سورج اور چاند اللہ تعالےٰ کی آیتوں میں سے دو آیتیں ہیں ان کو کسی کی موت یا کسی کی زندگی کی وجہ سے گرھن نہیں لگتا۔ کیا یہ ایک مُفتری کے لفظ ہیں جو شخص جھُوٹ بتاتا ہے اس کو کون نہیں پہچان سکتا۔ آنحضرت صلعم کی زندگی کی تاریخ میں جھُوٹوں والی ایک بھی علامت نہیں پائی جاتی +

بعض مخالف نکتہ چین یہ کہدیتے ہیں۔ کہ جس قسم کی مکاشفات آپ دیکھتے تھے۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کے دماغ میں کونسی بیماری تھی۔ اب اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ جو لوگ دماغی خلل کی وجہ سے خوابیں دیکھتے ہیں۔ اور اس حالت میں رہتے ہیں اُن کا انجام یہ ہوتا ہے کہ یا تو وہ بالکل مجذوبانہ حالت میں چلے جاتے ہیں یا مجنوں ہوجاتے ہیں۔ لیکن حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے آخری ایام میں ویسے ہی سمجھدار ویسے ہی عملی کام کرنے والے نظر آتے ہیں۔ جیسے اس وقت جب پہلے پہل یہ کام آپ کے سپرد کیا گیا۔ آپ کی تعلیم ماحصل آپ کے پیغام کا خلاصہ ایک ہی تھا۔ اور ایک ہی رہا۔ آپ کی زندگی کی سادگی آپ کی نیکی اور راستبازی ہمیشہ یکساں رہی۔ اور یہ اور بھی زیادہ قابل غور امر ہوجاتا ہے جب ہم

جن کو ابتک بہت لوگ مذہبی صداقتیں تسلیم کیئے ہوئے ہیں اور کر سکتے ہیں۔ یہ محبت اور یہ تعریف جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح اور اقوال کے مطالعہ کا لازمی نتیجہ ہیں۔ بشرطیکہ ایک تعصب سے پاک دل کو یہ انسان اُن پر غور کرے اور بھی زیادہ حیرت انگیز ہو جاتے ہیں جب اس بات کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ کہ اس انسان محمد صلعم کی زندگی کے پچھلے دن ایسے تھے۔ کہ اُنمیں آپکے ایک ایک فعل اور ایک ایک قول پر پبلک کی طرف سے تنقید کی روشنی اپنی تیز شعاعوں کے ساتھ پڑتی تھی۔ وہ روشنی جو ضروری ہے۔ کہ اس انسان کے حالات پر پڑے جو بادشاہت کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے۔ یہاں آکر آپؐ میں اور دوسرے نبیوں میں ہم کو ایک فرق نظر آتا ہے کیونکہ اُن کی زندگیوں کے سامنے اُن کی عظمت ہی ایک کُہر کا پردہ حایل کر دیتی ہے۔ مگر محمد صلعم ایک صاف تاریخی انسان ہیں۔ جن کے چال چلن اور اخلاق کی باریک سے باریک تفصیلات خود اُن لوگوں نے ہمارے لئے مہیا کر دی ہیں جو اُس کے ہمعصر تھے۔ یہ تعجب کی بات ہے۔ کہ وہ لوگ جو آپؐ کی عزت کو کم کرنا چاہتے ہیں اُن کو آپؐ کی زندگی کی شہادت کے اس انبار کثیر میں کسقدر تھوڑی باتیں ملتی ہیں۔ اور در حقیقت ان باتوں کی کوئی وقعت نہیں مثلاً یہ کہدینا کہ ایک دفعہ ایک لحہ کے آپکا اپنے پاک مقصد میں مذبذب ہو گئے تھے۔ اور کچھ بتوں کی تعریف کر دی تھی۔ جو فوراً ہی آپ نے واپس لے لی۔ یا یہ کہ آپ کہتے تھے فرشتہ مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے (اور عیسائی عقیدہ کے نزدیک چونکہ غیر عیسائی سے فرشتہ کلام نہیں کر سکتا۔ اس لیئے آپ مفتری ہوئے) یا یہ کہ موجودہ سائنس کے بعض واقعات کا آپ کو علم نہ تھا۔ اور آپ اپنے لوگوں اور اپنے زمانہ کی زبان بولتے تھے۔ بس یہی کچھ مخالفین کا مایہ ناز سرمایہ ہے*

اب اگر ان الزامات میں سے کسی الزام کو بفرض محال قبول بھی کر لیا جائے تو اس سے کیا ثابت ہو گا۔ صرف یہی کہ پیغمبر صلعم ہم سب کی طرح بشر تھے۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ وہ تو خود یہی کہتے ہیں انا بشر مثلکم۔ عیسائیوں کی یہ ایک پرانی اور عام غلطی ہے۔ کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ مسلمان محمد صلعم کی عبادت کرتے ہیں۔ یا یہ کہ وہ آپ کی طرف اس قسم کی خیالی الوہیت منسوب کرتے ہیں جیسی کلیسیا نے یسوع مسیح سے منسوب کر رکھی ہے۔ اور اس وجہ سے وہ دُنیا کے سب سے زیادہ دیانتدار انسان کو مفتری کہکر الگ ہو جاتے ہیں۔ یقیناً وہ مفتری ہوتا اگر اُس نے یہ کہا ہوتا۔ کہ

ذیل میں ہم بعض احادیث نبوی کا ترجمہ دیتے ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ خاوند سے بی بی کی کیسی عزت چاہتے تھے +

اپنی بی بی کو روپیہ دینا جب وہ حاجتمند ہو صدقہ سے بہتر ہے +

جو شخص اپنی بی بی اور بچوں کو چھوڑ دیتا ہے وہ ایک بھاگے ہوئے غلام کی طرح ہے۔ جب تک کہ وہ واپس ہو کر اُن کی خبر گیری نہ کرے اُسکی نماز اور روزے قبول نہیں ہوتے +

جو شخص اپنی بی بی کی تُند خوئی کو برداشت کرتا ہے۔ اُسی قدر اجر کا مستحق ہوگا۔ جیسے ایوب اپنے صبر کی وجہ سے +

جب خاوند اور بی بی ملکر کھانا کھاتے ہیں تو اللہ اپنی برکات اُن پر بھیجتا ہے۔ اور فرشتے اُنکے لیئے دُعا کرتے ہیں۔ اپنی وفات کے وقت بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ لفظ فرمائے۔ الصّلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔ یہاں ما ملکت ایمانکم سے مراد یہی ہے۔ کہ اپنی بیبیوں سے جو تمہاری ملک یمین میں ہیں نیک سلوک کرو +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت شکر گذاری

از مارمیڈیوک پکتھال۔

ایک نہایت فاضل مستشرق انگریز نے اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ کہ اسلام کی ابتدائی تاریخ کا عمر بھر مطالعہ کرکے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی وہ محبت اور عظمت اُسکے دل میں قایم ہوگئی ہے۔ کہ وہ اب یقین کے ساتھ یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ کہ اُس کے خیالات اسلام کے متعلق بالکل بے رو و رعایت ہیں۔ کیونکہ اُس کے بانی کی اس قدر عظمت اُسکے دل میں ہے۔ جو ان خیالات پر اثر کیئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس فاضل کے سوائے دوسرے لوگوں کا بھی یہی تجربہ ہے۔ اور افسوس بہمات کا ہے۔ کہ اس قدر تھوڑے وہ لوگ ہیں۔ جنھوں نے صاف دلی سے اس کا اقرار کیا ہے۔ کیونکہ یہی اقرار ہی اُن بُہتانوں کو جو ایک تاریک زمانہ کی متعصبانہ کیفیات کا نتیجہ ہیں۔ ؍؍

مخلص اور وفادار رفیق تھے۔ آپ سے درخواست کی کہ اُن کی چھوٹی بیٹی عائشہؓ سے آپ شادی کر لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا۔ مگر باوجود حضرت عائشہؓ کے جو نوجوان اور خوبصورت تھیں آپ کے پاس موجود ہونے کے آپ نے کبھی خدیجہؓ کو فراموش نہیں کیا۔ بلکہ اُن کا ذکر ہمیشہ محبت بھرے الفاظ میں کرتے رہتے۔ ایک دن جب آپ اسی طرح محبت سے اُن کا ذکر کر رہے تھے۔ تو حضرت عائشہؓ نے رشک کرتے ہوئے کہا۔ کیا وہ بوڑھی نہ تھیں۔ اور کیا خدا نے آپ کو ان کی جگہ ایک بہتر بی بی نہیں دی؟ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں۔ اُس سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ مجھ پر اُس وقت ایمان لائیں جب سب لوگ مجھ پر ہنسی کرتے تھے۔ اُس نے میری اُس وقت مدد کی جب ساری دنیا میں مجھے دُکھ دیا جاتا تھا۔ حضرت خدیجہؓ چار کامل عورتوں کے اندر شامل کی گئی ہیں یعنی حضرت موسیٰؑ کی ہمشیرہ۔ حضرت عیسےٰؑ کی والدہ۔ حضرت خدیجہؓ اور حضرت فاطمہؓ +

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ سے بھی بہت محبت کرتے تھے۔ ان غموں اور تفکرات کو جو وحی الٰہی کے بوجھ کے لوازمات میں سے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے گفتگو کر کے آپ ہلکا کرتے۔ نہ صرف آپ اُن کو تفریح وغیرہ کے سامانوں میں روکتے ہی نہ تھے۔ بلکہ اُن کی خاطر بعض وقت خود بھی اُنہیں حصہ لیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ حضرت عائشہؓ کے ساتھ ملکر دوڑے بھی تھے۔ اور ایک دُوسرے موقعہ پر آپ نے اُن کو اُٹھا کر اُونچا کر رکھا تاکہ وہ ایک کھیل کو جو باہر حبشی کر رہے تھے دیکھ لیں +

آپ نے نہ صرف اپنی مثال سے دوسرے لوگوں کو سمجھایا کہ خاوند ہونے کی حیثیت میں اپنی بیبیوں سے کیسی معاشرت کرنی چاہیئے۔ بلکہ اس کے متعلق نصائح بھی فرماتے رہتے تھے۔ زیدؓ آپ کے ایک آزاد کردہ غلام تھے اور آپ کو اُن سے اور اُن کو آپ سے بہت محبت تھی۔ یہاں تک کہ آپ نے قریش کے اعلیٰ خاندان میں اپنے نہایت قریبی رشتہ داروں میں یعنی اپنی پھوپی کی لڑکی سے اُن کا نکاح بھی کر دیا۔ حالانکہ مُلک عرب کے اندر آزاد کردہ غلاموں کا مرتبہ بہت کم سمجھا جاتا تھا۔ جب زیدؓ نے اپنی بی بی کو بوجہ ناموافقت طلاق دینے کا ارادہ کیا تو آپ اُسے بہت سمجھاتے رہے کہ وُہ طلاق نہ دے اور مصالحت کی کوشش کرتے رہے۔ اور آخر کار جب آپ کی یہ کوشش کارگر نہ ہوئی اور زیدؓ نے اُس بی بی کو طلاق دیدی۔ تو اُن کی دلجوئی کے لیئے آپ نے خود اُن سے نکاح کر لیا۔ اور ان کے ساتھ حسن معاشرت کر کے یہ بتا دیا۔ کہ وہ بی بی کس عزت کے قابل تھیں +

آپ کی پہلی بی بی عمر میں آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ اور نکاح کے وقت آنحضرت کی عمر پچیس سال کی اور اُن کی عمر چالیس سال کی تھی۔ مشرق میں چالیس سال کی عورت کو بہت بوڑھی سمجھا جاتا ہے مگر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا تعلق اس پاک بی بی سے اس کی موت کے وقت تک اعلیٰ درجہ کی محبت کا تعلق رہا۔ اور شادی سے ستائیس سال بعد تک وہ زندہ رہیں۔ پروفیسر آرنلڈ نے اس محبت کا نہایت ہی عمدہ نقشہ کھینچا ہے۔ جب وہ کہتا ہے کہ "یہ ایک نہایت ہی خوبصورت تصویر ایک اعلےٰ سے اعلےٰ بیاہی ہوئی زندگی کی ہے۔ جو تاریخ ہمیں دکھا سکتی ہے" +

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت پر مامور کیا گیا۔ اور وحی الٰہی کی پہلی آواز نے آپ کے قلب پر نزول فرمایا۔ تو آپ فوراً خدیجہؓ کے پاس پہنچے اور ایک سچے وفادار خاوند کی طرح اُن سے یہ ذکر کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جو آپ کو تمام دُنیا سے بڑھ کر جانتی تھیں۔ جنسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے بھی تو کوئی بات مخفی نہ رکھ سکتے تھے۔ اس وقت کیا ہی پاکیزہ جواب دیا ہے۔ اور آنحضرت کے اخلاق کی کیسی پاک تصویر کھینچی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ بڑی بشارت لائے ہیں۔ اُس کی قسم جس کے ہاتھ میں خدیجہ کی جان ہے میں آپکو آئندہ پیغمبر سمجھوں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کریگا۔ کیونکہ آپ ہمیشہ رشتہ داروں سے محبت کرنے والے ہمسائیوں پر مہربان۔ غریبوں پر رحم کرنے والے اجنبیوں کی مہمان نوازی کرنے والے اپنے قول کے سچے اور ہمیشہ حق کے حامی رہے ہیں۔ بے شک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس بات کے حقدار تھے۔ کہ ان کی بی بی یہ شہادت اُن کے حق میں دیتی۔ آپ کا تعلق ساری زندگی میں ان کے ساتھ نہایت ہی اخلاص کا تھا۔ اور جب وہ فوت بھی ہو گئیں تب بھی آپ اُن کو بھُولے نہیں۔ اُن کی یاد ہمیشہ آپ کے دل میں تازہ رہی۔ آپ ان لوگوں سے بھی محبت کرتے تھے۔ جن سے حضرت خدیجہ کو محبت تھی۔ یا جن کا اُن کے ساتھ کوئی تعلق تھا۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد ایک عورت حضرت عائشہؓ کے پاس آئی۔ آنحضرت نے اسے دیکھ لیا اور غیر معمولی عزت کا سلوک اس سے کیا۔ جب وہ چلی گئی تو حضرت عائشہؓ نے اسکی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وُہ خدیجہؓ کے پاس آیا کرتی تھی +

جب حضرت خدیجہؓ فوت ہو گئیں تو حضرت ابو بکرؓ نے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سب سے

تعلقات رکھتے تھے۔ آپ کی عزت کرتے اور آپ سے محبت کرتے تھے۔ کسی دن جب صداقت کی محبت اس قدر صفائی سے چمک اٹھے گی۔ کہ ایک دراز زمانہ کے تعصب کی تاریکی کو دُور کر دے تو مغربی مصنفین حضرت محمد (مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کے مطالعہ کو اس نقطہ سے بہت آگے لیجائیں گے۔ جہاں پُہنچ کر اب اُسے بند کر دیا جاتا ہے۔ اور آپ کو نہ صرف تاریخ میں ایک بڑا انسان سمجھیں گے۔ بلکہ نسلِ انسانی کی سُنہری کتاب میں آپ کو وہ مرتبہ دیں گے جو واقعی آپ کا ہے +

آنحضرت صلعم ایک خاوند کی حیثیت میں

از قدوائی

دُنیا کی مذہبی تاریخ میں کوئی انسان ایسا نہیں جس نے عورت کے مقام کو بلند کرنے میں وہ کام کیا ہو جو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ آپ نے ان کو حقوق دیئے۔ جب ان کے کوئی حقوق تسلیم نہ کیئے جاتے تھے۔ آپ نے مردوں کو یہ تعلیم دی کہ وُہ عورتوں کی عزت کریں۔ اور یہ وہ تعلیم ہے جو انسان کو پہلے نہ دی گئی تھی۔ آپ نے عورت ذات کو گو یا تقدس کے مقام تک پُہنچا دیا۔ عورت ہمیشہ کمزور جنس رہی۔ غیر مہذب ممالک میں اور اس وقت کے مہذب ممالک میں بھی یعنی آج سے تیرہ سو سال پیشتر وہ بالکل بیکس تھی۔ اس کی زندگی بغیر ایک محافظ کے ناممکن تھی۔ خواہ وہ محافظ باپ ہو یا بھائی ہو یا خاوند ہو۔ سب اس سے بدسلوکی کرتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے سب سے بچایا۔ آپ نے اسے زندہ دفن کیئے جانے سے بچایا۔ اور اس طرح باپ جو ظلم غریب لڑکیوں پر کرتے تھے ان سے ہمیشہ کے لیئے اُن کو نجات دی۔ آپ نے اُسے حقوق وراثت دلا کر بھائی کے ظلم سے بچایا۔ بی بی ہونے کی حیثیت میں جو خاوند اُس کے حقوق پر دستِ تطاول دراز کر سکتا تھا۔ آپ نے اس سے بھی اُسے بچایا۔ اور اُس کے حقوق کو محفوظ کر دیا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی بات کا وعظ نہیں کیا۔ جس پر آپ نے عمل کر کے نہیں دکھایا۔ آپ ایک باپ کی حیثیت میں نمونہ تھے تو خاوند کی حیثیت میں بھی آپ نے اعلےٰ درجہ کا نمونہ پیش کیا

کے گفتگو میں کچھ دخل دینے پر آنحضرت نے ترش روئی کا اظہار کیا۔ تو بہت سالوں تک اسپر اظہار افسوس فرماتے رہے ✦

اپنے سے کم درجہ کے لوگوں سے آنحضرت وسیع القلبی سے کام لیتے تھے۔ آپ کا ایک چھوٹا سا نوکر ایک دفعہ ایسا تھا جس سے تکلیف پہنچتی تھی۔ مگر آپ اُس کی گوشمالی کی اجازت نہ دیتے تھے آپکا ایک ملازم انس کہتا ہے۔ کہ میں دس سال تک آنحضرت کی خدمت میں رہا۔ اور آپ نے ایکمرتبہ بھی مجھے اُف تک نہیں کہا۔ آپ بیماروں کی عیادت کے لیئے ضرور تشریف لیجایا کرتے تھے۔ اور آپنے اپنے نمونہ سے اپنے پیروؤں کو یہ نیک عادت ڈال دی۔ کہ جس جنازہ کو دیکھیں۔ اُس کی عزت کریں۔ اور اُس کے ساتھ بھی چلیں۔ اور ہو سکے تو اُس کے اُٹھانے میں مدد دیں۔ خواہ چند قدم ہی ہو تاکہ غمزدہ تعلق والوں کے ساتھ اظہار ہمدردی ہو۔ میں نے ایک دفعہ دیکھا۔ کہ ایک بہت چھوٹی سی جماعت ایک بچے کو دفن کرنے کے لیئے جارہی تھی۔ جس کی نعش کو باپ نے اپنی گود میں لیا ہوا تھا۔ کئی آدمیوں نے مختلف مقامات پر اُس شخص کو ٹھیرایا۔ اور چشم پرآب سے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے تاکہ تھوڑی دُور تک اس غمناک بوجھ کو اُٹھائیں۔ جب میں نے پوچھا تو مجھے اُنھوں نے یہی جواب دیا۔ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے۔ آپ کبھی مصافحہ کے وقت اپنا ہاتھ پہلے نہ چھوڑاتے اور نہ پیٹھ پھیرتے جب تک کہ دوسرا نہ پھیرتا۔ اگر ایک غلام بھی آپ کو کھانے پر بلاتا تو آپ خوشی سے جاتے۔ بہت سے دیہات ہیں جو تمام مشرقی دُنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تم مسجد کے دروازہ کے پاس ایک بنچ دیکھو گے جو دھوپ اور بارش سے محفوظ ہوتی ہے یہاں غریب مسافر اکٹھے ہوجاتے ہیں۔ اور یہ اسبات کی علامت ہوتی ہے۔ کہ وہ حاجتمند ہیں اور جُوں جُوں لوگ مسجد سے آتے ہیں اُن میں سے کوئی کسی کو کوئی کسی کو کھانے پر اپنے ساتھ لیجاتا ہے یا کچھ نقدی دیدیتے ہیں۔ تاکہ وہ کھانا کھالیں۔ اس نیک رسم کی بُنیاد ایک حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت غربا پر بہت رحم فرماتے تھے۔ جب آپ کھانے پر جاتے تو کسی غریب کو بھی عموماً ساتھ لے جاتے ✦

جو کچھ میں نے اوپر لکھا ہے۔ وہ آنحضرت کے اخلاق کے ایک پہلو پر۔ اور وہ بھی بہت قلیل روشنی ڈالتا ہے۔ اس سے یہ آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کیوں وہ سب لوگ جو آنحضرت سے

فرش پر لیٹے ہوئے ہوتے۔ اور بچے آپ کے اُوپر چڑھ جاتے کبھی آپ اُن کی کھیلوں میں اُنکے کھلونوں کے ساتھ شامل ہو جاتے۔ آپ بازار میں نہایت محبت بھرے الفاظ اور حرکات سے بچوں کو ٹھہرا لیتے بڑوں کے ساتھ آپکی گفتگو میں سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ مگر نوجوان بچوں کے ساتھ آپ اُن کے حالات کے مطابق ہنستے اور بولتے۔ ایک لُہار کی بی بی کے سپرد ایک بچہ تھا اور وہ حالتِ نزع میں تھا۔ آپ اُس کی خاطر اُس لہار کے گھر گئے۔ اور کئی گھنٹوں تک اس چھوٹے بیمار کی تیمارداری خود فرماتے رہے اور آپکی گود میں ہی اُس نے جان دی +

یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔ کہ یہی خلق رفق آپ کی خانگی زندگی میں ان اُمور کا محرک ہوُا جن کی بناء پر مغربی مصنفین نے آپ کی پاک یاد کو سخت ظالمانہ ہتک آمیز الفاظ سے ملوّث کرنا چاہا ہے۔ اپنی بیاہی ہوئی زندگی کے سارے ابتدائی ایام میں آپ صرف ایک ہی بی بی خدیجہؓ کے ساتھ رہے جو آپکی ایسی صادق اور مخلص رفیق تھیں۔ کہ اُس سے بہتر رفیق انسان کو مل نہیں سکتا۔ اور دُنیا کے کسی بڑے آدمی کو اس سے بہتر خوشی کی بیاہی ہوئی زندگی میسّر نہیں آئی جب آپ کو رُوحانی طور پر بڑی بڑی کوفت پہنچتی۔ تو خدیجہؓ ہمیشہ ان الفاظ سے آپ کی غمگساری کرتیں۔ کہ خدا آپ کو ضائع نہیں کریگا۔ کیونکہ آپ نیک ہیں۔ جب آپ بوڑھے ہوگئے تو محض اس رقّتِ قلب کی وجہ سے اور اس لینت کے باعث جو آپ کو خاص طور پر عطا ہوئی تھی آپ کو کئی بیبیوں کو محض اُن کی حالت پر رحم کرنیکے لیئے اپنے ازواج میں داخل کرنا پڑا۔ مجھے مشرقی ممالک میں آپ کے ایسے پیرووں سے ذاتی تعارف حاصل ہے جنھوں نے آپ کی اس مثال کی پیروی میں کسی غریب عورت سے محض اُس پر رحم کرنیکے لیئے نکاح کر لیا ہے۔ اور قطعاً کوئی خیال اپنی خواہشات کو پورا کرنے کا اُن کے دل میں نہ تھا۔

پس آنحضرت صلعم پر ان نکاحوں کی وجہ سے الزام دینا ایسا ہی منصفانہ فعل ہے جیسے ہمارے اپنے سموئیل جانسن کے چال چلن پر اس وجہ سے الزام دینا کہ اُس نے اپنے بظاہر کرخت مگر فی الواقع درد بھرے دل سے بہت سی غریب عورتوں کو اپنی پناہ میں لے رکھا تھا +

مشرقِ اسلامی کے سب لوگ اندھوں پر خصوصیت سے رحم کرتے ہیں۔ اُن سے پوچھو تو وہ فوراً تمھیں یہ بتائیں گے۔ کہ آنحضرت کی زندگی کے مطالعہ سے پہلا سبق جو حاصل ہوتا ہے یہی ہے کہ آپ ان لوگوں پر جو بصارت سے محروم تھے بہت لُطف فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک نابینا

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا رفق

از
ایس ایچ لیڈر مصنّف ڈیزرٹ گیٹوے ۔ ویلڈ مسٹرز آف ایجپٹ

حضرت محمد (مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم) کے اخلاق میں نرمی کے پہلو پر میں کچھ کہنا چاہتا ہوں بالخصوص اس لیئے۔ کہ آپ کے اخلاق کا یہ پہلو مغرب میں بالکل نظر انداز کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی شک ہے کہ آیا اس کا واقعی علم کبھی اہل مغرب کو ہُوا بھی ہے۔ اسلام کی تلوار کا بہت ذکر سُنا جاتا ہے۔ اور اس عظیم الشان انسان کی شجاعت کے پہلو پر ایک بڑے مشہور مؤرخ گبن نے اچھا لکھا ہے۔ اور کارلائیل نے بھی پر زور الفاظ میں اس کا اظہار کیا ہے۔ ان مصنّفین نے حق کی بڑی بھاری خدمت ادا کی ہے۔ کہ اُنھوں نے گندہ دہانی کے اُس پرزور سیل کو روک دیا جو اس وقت تک رُکا نہیں تھا۔ اور جسکے ذریعے سے عیسائی مصنّفین اس طاقت کو نیست و نابود کرنا چاہتے تھے جس سے نفرت کرنا اُن کو ابتدا سے سکھایا گیا تھا۔ ہمارے اس نئے زمانہ میں معقول پسند مغربی مصنّفین کے دلوں میں ان باتوں پر سخت شبہات پیدا ہوئے ہیں کہ اسلام کے مذہبی جنون۔ اُس کی عبادات کے رسمی ہونے اور اُسکی تعلیم کی شہوانیت کے متعلق کس قدر دُنیا کو دھوکا دیا گیا ہے گو کہ مجھے اندیشہ ہے۔ کہ جہالت اور تعصب عامہ جو اب تک پھیلا ہُوا ہے۔ بہت ہی کم اثر ہُوا ہے +

مگر عیسائی مُصنّفین میں سے کس نے کبھی اس قدر توقف کیا۔ کہ اس کثیر ذخیرہ شہادت پر غور کرے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بہت ہی نرم دل کے انسان۔ ان لوگوں پر بڑا رحم کرنے والے جو کمزور ہوں یا دکھ میں مبتلا ہوں۔ غریبوں کے ساتھ رؤف و رحیم انسان تھے۔ اسقدر عظمت کے مقام پر ہونے کے باوجود بچے آپ سے ایسا پیار کرتے تھے۔ کہ کسی قسم کا خوف آپ کی طرف سے اُن کے دلوں میں نہ ہوتا تھا۔ آپ کے اپنے نواسے حضرت حسن اور حسین۔ وہ شہید جن کی دُنیا عزت کرتی ہے۔ آپ سے ایسے بے تکلف تھے۔ کہ آپ کے کندھوں پر چڑھ جاتے۔ اور آپ کو دق کرتے تھے مگر آپ کبھی اُن کو ملامت نہیں کرتے تھے۔ آپ اُنکو دل خوش کرنے والی کہانیاں سُناتے کبھی آپ

بنایا جاتا ہے اس کی وجہ صرف ہماری لغزشیں ہی اس کا موجب نہیں ہیں۔ بلکہ یہ کہ ہمیں اسلام
کے مختلف اسکولز وبال میں ڈال رہے ہیں۔ منقولات پر تو کوئی غور نہیں کرتا۔ قائلیں پر فیصلہ کیا جاتا
ہے۔ بھلا انصاف سے کہو۔ کس اسکول کے ارادت مندوں میں سے بعض غلط کار نہیں ہیں۔ اور
سابقین میں سے بھی بعض کس قدر کمزور ہیں۔ پھر ہمکو ہی جو نشانہ بنایا جاتا ہے اُس کی آخر کوئی
وجہ بھی۔ اگر ہمارے اسلام ہی کا یہ قصور ہے۔ تو پھر بہ الفاظ دیگر یہ نہیں کہا جائیگا۔ کہ "اسلام
کا کوئی اسکول کبھی کامیاب نہیں ہُوا" ؟

اگر صرف جدت اور ندامت پر ہی فیصلہ ہے۔ تو یہ دُوسری بات ہے۔ ہمارے حضرت ابو حنیفہ
علیہ الرحمۃ تو فرماتے ہیں۔ کہ "اگر ننانوے علامات کفر ہوں اور ایک علامت اسلام پھر بھی کسی کو کافر
نہ کہو" حضرت مجدد الف ثانی کا بھی یہی مذہب ہے۔ اس پر بھی اگر ہمیں تم دائرہ اسلام سے نکالتے
اور خارج سمجھتے ہو۔ تو اس کا جواب اس کے سوائے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ "اللہ اسلام کی محافظت کرے" آمین
دوسرے مذاہب اور غیر اقوام تو شروع ہی سے اسلام کے مخالف ہیں۔ افسوس تو یہ ہے۔ کہ خود
مسلمان بھی اُن سے ملکر یا اُنہیں خوش کرنے کو یا اپنے اپنے اسکول کی خاطر ہمیں اسلام سے خارج
کرتے ہیں۔ ہائے افسوس یہ اسلامی ہمدردی ہے۔ اور یہ اسلامی اخوت؟ ۔ اگر ہم اسلام سے خارج
ہونیکے قابل ہیں تو بہت سے پُرانے بھی خارج ہونگے۔ یہ جُدا بات ہے۔ کہ بعض اُنہیں بُرا نا جا کر
خاموش رہیں۔ جبکہ ہم مسلمان ہیں۔ اگر یہ جدید ہیں ہمارا بھی اسلام اور مسلمانوں پر حق ہے صرف
حق ہی نہیں ہے۔ دعوے بھی ہے۔ اگر ہم میں کوئی اضطراری غلطی۔ کمزوری ہے تو ہمارے واسطے
دعا کرو۔ نہ یہ کہ تم خود ہی ہماری ذلت کا باعث ہو۔ یاد رکھو کہ یہ طریق اسلام نہیں سکھاتا۔

اگر ہم بھی تمہاری طرح تمہاری تمام کمزوروں کی فہرستیں لکھنے لگیں تو لکھ سکتے ہیں لیکن ہم اسے
اخوت اور اسلام کے خلاف جانتے ہیں۔ خدا ہم اور تم پر رحم کرے۔ ہمیں استقلال فی الاسلام اور
عمل کی ہدایت کرے۔ اور نہیں اصلاح۔ عیب پوشی۔ کشادہ دلی۔ اخوت و خلوص کی بنا
مسلمانو! لوگ تم پر ہنستے ہیں۔ اُن کا قصور نہیں۔ تم اُنہیں خود ہی ہنساتے ہو۔

(وکیل)

اور مومن سمجھا جاتا ہے اور انھیں عزت دیجاتی ہے اور اُن کی تذلیل نہیں کیجاتی۔۔۔۔ اگر تم اپنا محاسبہ بھی کرو۔ تو ہم نومریدوں کو بھی کچھ عبرت ہو۔ گناہ ہر حالت میں گناہ ہے۔ لیکن تعجب تو یہ ہے کہ جب تم صاحب کرامت۔ مستحق قدامت آلودہ ہوتے ہو۔ تو اس کا کچھ ذکر بھی نہیں ہوتا۔ اور جب ہم میں سے کوئی نوگرفتار بھُول کر بھی آلودہ ہوتا ہے۔ تو ایک شور برپا کر دیا جاتا ہے۔ کیا اسلام اور قرآن حمید کے دو فیصلے ہیں اور کیا شریعت دو رُخ رکھتی ہے +

آپ سلام پر یہ شکوک اور یہ شبہات اور ہماری کمزوریوں پر یہ نوٹس۔ اور اپنی بعض کمزوریوں سے پردہ پوشی۔ کیا یہ انصاف ہے۔ اور یہی دعوائے اخوت ہے۔ بجائے اس کے کہ آپ لوگ ہماری دلداری کے ساتھ ہماری اصلاح اور استقامت کا باعث ہوں۔ ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے ؎

(ایں کار از تو آید و مسلم چنیں کنند؟)

ہمیں اپنے گناہوں اور اپنی کمزوریوں کا اعتراف اور ہم سخت نادم اور تائب۔ مگر اس کا کیا علاج ہے۔ کہ اختلاف اسکولز کی وجہ سے ہماری بابت مختلف حواشی لگائے جاتے ہیں۔ ہم نے تو کلمہ محمدرسول صلعم کا سمجھ کر پڑھا تھا۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ اب اسکی مختلف تعبیرات ہوگئی ہیں۔ اور اس پر خدانخواستہ اعتبار نہیں رہا۔ باہمی کاوشوں کی وجہ سے ہماری درگت بھی کیجاتی ہے۔ اور پھر یہ بھی پایۂ اثبات سے گرا کر بخانہ نفی لایا جاتا ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ہم کیا کریں۔ اور ہمارا حشر حشر میں کیسا ہوگا۔ ہمیں اگرچہ امید ہے۔ کہ حضرت رسول کریم صلعم ہمارے واسطے وسیلہ ہونگے۔ لیکن ان دھکم دھکلوں سے ہماری جان عذاب میں ہے۔ اور ہم سخت حیران ہیں۔ کہ کس گروہ میں شامل ہوں۔ اور ہمارا کون کفیل ہے۔ اور ہماری اخوت کا سلسلہ کس کس سے ملتا ہے۔ اور اگر بدقسمتی سے ہماری اخوت کسی سے نہیں ہے۔ اور ہم ایک گندی مکھی ہیں تو ہم اپنی نسبت کچھ اور سوچ سکیں۔ ہمیں کافر کہو مرتد کہو۔ لیکن خدا کے واسطے ہمارے لیئے وہ باب بند نہ کرو جو تمام مُسلمانوں کے لیئے کھلا ہے۔ ہمیں اُس جادۂ مغفرت سے بے راہ نہ کرو۔ جس کے اور مُسلمان بھی امیدوار ہیں لاتقنطوا من رحمۃ اللّٰہ اور رما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین میں ہم بھی حصہ دار ہیں +

یہ ہم بھی جانتے ہیں۔ اور تم بھی ناواقف نہیں۔ کہ ہم دونوں میں سے بعض کمزور روحیں امتحان میں پُوری نہیں اُترتیں۔ جدت قدامت کا کوئی سوال نہیں بعض وقت صرف ہمیں ہی جو نشانہ

مرتکب ہوا۔ یہ کمزوری رکھتا ہے۔ یہ گناہ اس سے سرزد ہوا "۔

ہائے اسلام سے انحراف۔ شعائر اسلام سے لاپرواہی۔ یہ غضب۔ اگر کوئی نومرید نومسلم شامتِ اعمال سے یہ کہہ اُٹھے تو کیا وہ حق بجانب نہ ہوگا۔ کہ میاں آخر میں بھی بشر ہوں۔ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان ہوں فرشتہ تو نہیں ہوں۔ نبی تو نہیں ہوں۔ میرے واسطے بھی باب توبہ و رحمت کشادہ ہے میری طرح تم میں سے بھی تو صدہا کیا ہزاروں باوجود ادعائے کرامت اور قدامت اسلام ایسی کمزوریوں میں مبتلا ہیں +

جہاں تم ہمیں مسلمان بناتے ہو۔ وہاں تمہارا فرض یہ بھی تو ہے۔ کہ ہمیں اس کرامت اور اس قدامت کا کوئی اسوہ حسنہ اور نمونہ بھی تو دکھاؤ۔ کوئی عملی نظیر بھی تو ہو۔ ہم خاطی۔ ہم عاصی۔ تم اپنے گریبان میں تو مُنہ ڈال کر دیکھو تم خود بھی تو کہو کہ تمہاری قدیم سرزمین میں رنگ اسلام اور کیفیت ایمان کیا ہے۔ مانا کہ تم سابقین میں سے ہو۔ اور تمہاری سبقت واجب التعظیم ہے۔ مگر تمہاری زندگیوں میں سے بھی تو ہماری طرح یا ہم میں سے بعض کی طرح بعض یا چند زندگیاں جوابدہ اور ذمہ دار ہیں کیا تم ان کی بھی اسی طرح تشہیر اور تذلیل کیا کرتے ہو۔ اور کیا اخوت کا یہی بدلہ دیا کرتے ہو۔ اور کیا تمہاری نگاہ ہو نہیں اُنکی بھی یہی وقعت ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ قرآن مجید میں بیسیوں دفعہ نماز کا حکم آیا ہے۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ نماز ہی منکروں اور مسلمانوں کے درمیان فرق ہے۔ اور سب سے بڑا شعار اسلامی صلوٰۃ ہے اور سب سے اول اسی کی پرسش ہوگی "اولیں پرسش نماز بود"۔ کیا تم میں سے بڑی بڑی ہستیاں جن پر تمہیں اسقدر فخر ہے جو اسوقت تمہاری قوم کے سربرآوردگان ہیں۔ اور جنھیں قوم اور مذہب کا ایک عظیم الشان ستون کہا جاتا ہے۔ جو کرسی صدارت پر بڑے بڑے بول بولتے ہیں اور جنکی تعریف میں بہت کچھ کہا جاتا ہے۔ وہ بھولے سے بھی سکے پابند نہیں ہیں۔ پابند کیا معترف بھی نہیں۔ کیا بڑی بڑی مجلسوں محفلوں۔ کانفرنسوں۔ جلسوں اور لیگوں میں کوئی اُس کا نمونہ بھی دکھاتا ہے۔ کیا اس بے توجہی پر کبھی کسی نے نوٹس بھی لیا۔ ان اسلامی کانفرنسوں اور لیگوں میں کتنے ایسے ہیں جو نماز کے وقت لیکچر چھوڑ کر اُٹھے ہوں اور اگر نہیں اُٹھے تو کتنوں نے اُن سے اسکا ذکر تک بھی کیا۔ تذلیل اور تشہیر تو جُدا رہی۔ بڑی بڑی تقریریں کرنیوالے۔ بڑی بڑی زندگیاں اسکی جوابدہ ہیں۔ عمل تو کجا بہتیرے اُن میں سے سر تسلیم بھی خم نہیں کرتے۔ سو سو ترمیمیں کیجاتی ہیں۔ اور باوجود اسکے انھیں مسلمان

محض فروعی اختلافات کے لیئے گنجائش ہے۔ اور یہی عالمگیر مذہب کی علامت ہوتی ہے۔ اگر تم اسکے خلاف ثابت کرنا چاہو گے اگر اپنے رویّہ سے یہ دکھاؤ گے۔ کہ اصول دین میں مسلمان متحد نہیں اور فروعی اختلافات سے لوگ کافر بن جاتے ہیں۔ تو تم اسلام کو ایک عالمگیر مذہب کی حیثیت میں دُنیا کے سامنے پیش نہیں کر سکتے +

نومسلموں سے ہماری توقعات

{ہم نے اوپر کہا تھا۔ کہ اخبار وکیل نے اس موضوع پر کہ نومسلموں سے ہمیں کیا امید رکھنی چاہیئے۔ اور اُن کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیئے۔ ایک عمدہ مضمون نکلا ہے۔ اس کا ایک حصہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں :-}

جب کوئی غیر مذہب کا آدمی مسلمان ہو جائے تو ہمارے نقطۂ خیال کا پیمانہ یا پارہ یہاں تک بڑھ جاتا ہے۔ کہ ہم اُس کی نسبت یہ قرار دیتے ہیں کہ اُس کی حالت اخلاقی کیفیت۔ تہذیبی حقیقت۔ تدین معادی صورت۔ دائرہ انسانیت سے گذر کر فرشتوں تک جا پہنچے۔ اُنکی ذات میں کوئی بھی بشری نقص نہ رہے۔ وہ اسلام لاتے ہی مادر زاد معصوم ہو جائیں۔ نہ تو اُن سے کوئی اضطراری غلطی سرزد ہو۔ اور نہ ارادی۔ جو بوجھ نسلی یا پرانے یا سال خوردہ مسلمانوں کا ہے وہ سب اُن پر رکھا جائے۔ وہ ولی ہوں۔ قطب ہوں۔ ابدال ہوں۔ فرشتہ ہوں۔ کروبی ہوں اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہ خدا تعالیٰ کی بخشش رحمت ان کے مقابلہ میں قطعًا مسدود ہو اور درِ توبہ بند۔ اگرچہ خود ہم باوجود اس قدامت اور دعوے سعادت کے انواع و اصناف کی سرتاپا کمزوریوں اور اغلاط میں غرق ہوں۔ اور ہمارے واسطے درِ رحمت اور بابِ توبہ کھلا ہو۔ اور ہمارے لیئے فضلِ ربّانی بھی ہو۔ اور ہم رسولِ کریم کی شفاعت کے متوقع بھی ہوں۔ مگر نومریدوں اور نومسلموں کے لیئے اس میں سے کچھ حصہ بجز نہ ہو تھوڑی سی لغزش یا وضعداری کمزوری پر بھی ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک شور و شغب کا ڈنکہ بجا دیا جاتا ہے۔ کہ " دیکھو فلاں ذات شریف باوجود نومرید نومسلم ہوکے اِس فعل کا

پھر یہ تو تبلیغ اسلام کا کام ہے جس کی بیخ کنی کے درپے ہونا اپنی جڑ کو کاٹنا ہے۔ اگر اُسکے اس فائدہ کو ہی دیکھا جاتا۔ جو انگلستان کے مقیم مسلمانوں پر اس کا ہوا ہے۔ تو کتنی ہزار روپے ماہوار کا خرچ مسلمانان انگلستان کی بہتری کے لیئے کوئی زیادہ خرچ نہ تھا جس کی طرف سے مسلمانان ہند اب تک غافل رہے ہیں۔ باقاعدہ جمعہ کا انتظام۔ عیدین کی رونق۔ ایک اسلامی سوسائیٹی کا میسر آجانا۔ اسلامی لٹریچر کا ملتے رہنا۔ کیا یہ مسلمانان انگلستان کے لیئے چھوٹی سی نعمت ہے۔ اگر اور کوئی بھی کام ووکنگ مشن کا نہ ہوتا۔ تو یہی کام اتنا بڑا تھا۔ کہ ہزار روپے ماہوار کی رقم اس کے سامنے ہیچ ہے۔ دوسری قومیں تو محض عام انسانی ہمدردی کے کاموں پر لاکھوں روپے صرف کر دیں۔ اور ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی بہبودی کے لیئے چند ہزار روپیوں کا خرچ برداشت نہ کر سکیں۔ کیا بحیثیت قوم یہ ہماری ہمت پر افسوس نہیں اور مسلمانوں کے نام پر ایک دھبہ نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ابتک ہماری قوم نے اپنے فرائض کو سمجھا نہیں۔ بہت لوگوں کے نزدیک گھر میں ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالتے رہنا اور مسلمانوں کو کافر بنانے رہنا ہی اسلام کی تعلیم کی علت غائی ہے۔ کاش وہ سمجھتے۔ کہ وہ بحیثیت ایک قوم کے کبھی عزت نہیں پا سکتے۔ جب تک کہ قوم کی عزت کے لیئے لاکھوں روپے صرف نہ کریں۔ اور اختلاف رکھتے ہوئے اتحاد سے کام کرنا نہ سیکھیں۔ اے اسلام کے نام لیواؤ جہاں اسلام کی عزت کا سوال ہے وہاں اپنے فروعی اختلافات کو کچھ دیر کے لیئے پیچھے ہٹا کر رکھو۔ گھر کے صحن میں تمہاری باہمی گتھم گتھا ہونے کے لیئے کافی میدان ہے۔ دوسروں کے سامنے اتنی تنگدلی دکھا کر کیوں اپنی ذلت کراتے ہو۔ اگر کوئی شخص اسلام کی خدمت کیلیئے کھڑا ہوا ہے۔ تو تم اس کی مدد کر کے ثواب کے حقدار ہو۔ خواہ مخواہ اُس کی مخالفت کر کے اور اُسکی تخریب کے درپے ہو کر اپنی عاقبت کو خراب نہ کرو۔ مذہب کے پھیلنے میں سب سے پہلے ضرورت ہے وسعت اخلاق دکھانے کی ہے۔ وہ بات جو تمام مذاہب کو جڑ سے کھوکھلا کر رہی ہے۔ اُن کے خطرناک اندرونی تفرقے ہیں۔ ہر فرقہ اصول میں دوسرے سے الگ ہے۔ اور ایک دوسرے کو اہل نار قرار دیتے ہیں۔ ان کے بالمقابل اسلام کی کس قدر عظمت دلوں پر قائم ہو سکتی ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ اسلام کے اندر اصول پر سب فرقوں کا اتحاد ہے

تو عیسائیت پر اس لیئے اعتراض ہے۔ کہ عیسائی مذہب کا یہ دعوے ہے کہ کفارہ پر ایمان لانیکے بعد گناہ سے انسان بچ جاتا ہے۔ پس ایک تو عیسائی اگر کفارہ پر ایمان لاکر پھر گناہ کرتا ہے۔ تو وہ کفارہ کے بے اثر ہونے کو ثابت کرتا ہے۔ مگر اسلام کی تو تعلیم ہی یہی ہے۔ کہ نجات اپنے نیک اعمال سے ہی اسلام کوئی کفارہ نہیں بتاتا۔ پھر یہ کس قدر حماقت ہے۔ کہ اسلام کی اس تعلیم کے ہوتے ہوئے اپنے اُوپر وہ الزام قبول کر لیا جائے۔ جو کفارہ کی تعلیم پر ہوتا ہے +

اسلام کا یہ بھی دعوےٰ نہیں کہ وہ پہلے دن ہی ساری بیماریوں کو صاف کر دیتا ہے۔ بیشک قرآن شفا ہے۔ لیکن اس شفا سے فائدہ وہی اُٹھاتا ہے۔ جو اس کے بتائے ہوئے نسخوں پر عمل کرتا ہے۔ لارڈ ہیڈلے سے جو حرکت سرزد ہوئی وہ اسلام کی تعلیم کا نتیجہ نہیں جو الزام اسلام پر آئے۔ بلکہ یہ اُس کے پہلے مذہب کا اثر باقی ہے۔ عیسائیت نے شراب خوری سے انسان کو روکا نہیں۔ اور نہ شراب پینا یا شراب سے بدمست ہو جانا عیسائی مذہب کے نزدیک کوئی گناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی ممالک میں شراب خوری بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔ اب جو جو بیماریاں پہلے مذہب کی وجہ سے موجود ہیں۔ بے شک اسلام اُس کو دُور کر کے دکھائے گا۔ مگر حکم ہمیشہ کثرت پر ہوتا ہے اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ کلمہ پڑھتے ہی ہر ایک قسم کی بیماری ہر انسان میں سے فوراً دُور ہو جاتی ہے۔ ہاں بہتوں میں سے اکثر حصہ ان بیماریوں کا دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور یہی تعلیم اسلام کی کامیابی ہے۔ باقی رہا عیسائی اخبارات کا اس پر اعتراض کر کے اسلام پر حملہ کرنا۔ سو وُہ عقلمندوں کے نزدیک کسی صورت میں بھی درست نہیں۔ اگر ایک نومسلم میں سے اُس کے سابقہ مذہب کی وجہ سے پیدا شدہ کوئی بیماری فوراً دُور نہیں ہوئی۔ تو اس سے اسلام پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ اور تعجب یہ کہ یہی حرکت اگر کسی عیسائی سے سرزد ہو تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ بلکہ اُس پر گناہ کا نام بھی نہیں آسکتا۔ کیا یہ ایک مشہور بات نہیں۔ کہ بہت مقامات پر شراب خوری کی بیماری عیسائی مذہب کے ساتھ پھیلی ہے۔ پس عیسائیت اور اسلام کا فرق تو اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اسلام نے حتے الوسع شراب خوری کی بیماری کو دُور کیا اور عیسائی مذہب کی وجہ سے یہ بیماری پیدا ہوتی رہی ہے +

کیا جواب دیں گے۔ کہ ہم نے تیرے دین کی نصرت کے لیئے کیا کیا تھا۔ یہی کہ جب کوئی اس دین کی نصرت کے لیئے اُٹھا تو اُس کو نیچا دکھانے کی کوشش میں لگے رہے۔ کیا یہی قرآن کے اُس حکم کی تعمیل ہے۔ کہ تم میں داعیان اسلام کی ایک جماعت رہنی چاہیئے +

دُوسری قوموں کو دیکھو۔ گو اُن کی کتب مقدسہ میں کوئی حکم بھی ایسا نہیں۔ مگر پھر بھی کس قدر جوش سے اپنے اپنے دین کی تائید میں مصرُوف ہیں سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں اُن کے واعظین ہیں۔ اپنے اپنے مذہبی لٹریچر کے انبار در انبار اشاعت کیلیئے تیار رکھتے ہیں۔ اخبارات رسالے کتابیں۔ مبلّغین سب خود ہی پھر قوم لاکھوں روپیوں سے اُن کی مدد کرتی ہے۔ اگر دس سال میں بھی دو چار آدمیوں کو اپنے مذہب میں لے آئے ہیں تو اور بھی ہمت اُن کی بڑھائی جاتی ہے۔ اگر اُن کے نو مریدین میں کوئی نقص ہے۔ کوئی کمزوری ہے۔ تو اُس کے ساتھ برادرانہ سلوک کیا جاتا ہے۔ نفاسے بچا کر اُس کو دُنیا میں مشتہر نہیں کیا جاتا۔ مگر آہ مُسلمان جن کو خیر الامم کا پاک خطاب عطا ہُوا تھا۔ جن کو دُنیا میں نیکی سکھانے کے لیئے معلم بنایا گیا تھا۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی لتکونوا شھداء علی الناس۔ سے ظاہر ہے۔ اپنی ہی قوم۔ اپنی ہی مذہب اپنے دین کے نامروں کی تخریب کے درپے ہیں۔

اگر عیسائی اخبارات میں لارڈ ہیڈلے کی لغزش پر شور مچایا گیا۔ تو ایک مذہبی مخالف اسلام کی حیثیت سے کم از کم اپنی قوم کے نقطۂ خیال سے اُن کو یہ حق تھا۔ گو ان میں بھی سنجیدہ اور معقول آدمی کبھی اس حملہ کی معقولیت کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ مگر بجائے اس کے کہ اُنکو جواب دیا جاتا۔ خود اُن سے بڑھ کر حاشیئے چڑھائے گئے۔ اور گویا اس طرح تبلیغ اسلام کے کام پر ہنسی کی گئی۔ اس واقعہ کا جواب کس قدر آسان تھا۔ اسلام کی تو تعلیم ہی امن و عمل صالح پر مبنی ہے یعنی ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی ضرورت اور لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ جس حد تک انسان کوشش کریگا اُسی قدر پھل پائے گا۔ پس اگر شخص مُسلمان ہو کر خلاف تعلیم اسلام کوئی کام کرتا ہے تو اُس کا الزام اسلام پر کیا۔ ہاں اگر ایک شخص بلتیسمہ لے کر پھر کسی گناہ کا ارتکاب کرے

کس قدر شکر کا مقام تھا۔ کہ تیرہ سو سال بعد یورپ میں تبلیغ اسلام کا کام شروع ہوا۔ اور اللہ تعالےٰ نے اُسے ایسی کامیابی دی۔ کہ تین سال کے عرصہ میں پونے دو سو تک نو مسلموں کی تعداد پہنچ گئی۔ اور اسلام سے بہت سی بدظنیاں دُور ہوگئیں۔ اسلام جس کو پہلے یورپ میں ایک ذلیل بُت پرستی کا مذہب سمجھا جاتا تھا۔ اس کی عزت ہونے لگی۔ اور لوگوں کو یہ محسوس ہونے لگا۔ کہ دُنیا میں اگر کوئی مذہب قابل قبول ہے تو وہ اسلام ہے۔ بڑے بڑے فوجی عہدیداران سرکاری پروفیسر اخباروں کے ایڈیٹر اور دوسرے معزز لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اسلام کی صداقت کا آفتاب مغرب میں جا طلوع ہوا۔ نوشیر حبشیوں کو روشنی بُری معلوم ہوئی۔ ورنہ بھلا یہ کوئی بات ہے۔ کہ اس قدر عظیم الشان کام ہو۔ پونے دو سو بڑے بڑے معزز انسان کا مسلمان ہو جائیں لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ اس مقام پر بلند ہو جہاں یہ آواز ہزاروں سالوں سے کبھی سُنی نہیں گئی اور محض اتنی بات پر کہ اُن میں سے ایک نے شراب پی لی۔ دُہائی دی جائے۔ کہ بس ووکنگ کے اسلامی مشن کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ ہزاروں صفحات پاک تعلیم اسلام کے لکھے گئے۔ اور لاکھوں کی تعداد میں اُن کی اشاعت ہوئی۔ خود گرجاؤں کے مسیحی واعظین کے مُونہہ سے عین منبر پر اسلام کی خوبیوں کا اعتراف ہونے لگا۔ اتنے اتنے بڑے مشہور انسان اتنی تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہونے۔ ان باتوں سے تو ووکنگ کے اسلامی مشن کی حقیقت معلوم نہ ہوئی۔ اور اس مشن کے لیئے ایک کلمہ خیر ان اخباروں میں نہ نکلا۔ گویا تبلیغ اسلام کی تائید اسی طرح ہوتی ہے کہ پونے دو سو نو مسلموں میں سے کبھی بھول کر بھی ایک کا نام نہ لیا جائے۔ اور تمام خدمات کو بالائے طاق رکھکر ایک نومسلم کی لغزش پر تبلیغ کے کام کی تخریب کے درپے ہو جائیں۔ یہ مسلمانوں کی حالت ہے۔

وہ مسلمان جن کو حکم تھا۔ کہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر۔ تم میں ایک گروہ ایسا موجود رہے جو اسلام اور قرآن کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیں۔ اُنکی تو یہ حالت ہو کہ نہ صرف دعوت الی الخیر کے کام کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں۔ بلکہ ایک شخص جو دعوت الی الخیر کے کام کے لیئے اُٹھا۔ اور خدا نے اُس کو اس قدر نصرت دی کہ کسی کے وہم و گمان میں ہی نہ آسکتی تھی۔ تو حسد کے مارے اس کی تخریب کے درپے ہو گئے۔ قیامت کے دن یہ لوگ خدا کے سامنے کونسا مُونہہ لے کر آئیں گے اور

جس پر عمل پیرا ہونے سے آئندہ ایسے کسی واقعہ کا خدشہ نہ رہے گا۔ کہ یورپ کے نومسلموں میں سے کوئی شراب کے نزدیک جائے یا اور کوئی لغزش اُس سے سرزد ہو۔ اور اگر ایسا پھر بھی ہوا یعنی کسی نومرید نے خواہ وہ سو میں سے ایک ہی ہو شراب پی لے۔ یا کسی اور خلاف شریعت امر کا ارتکاب کیا تو اس دوسرے مشن کو بھی پھر بیخ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکا جائے گا۔ ان لوگوں کی عقل پر [illegible] نے مبلّغ کو ایسا بے وقوف سمجھ رکھا ہے کہ ان کی ان جاہلانہ [illegible] نہیں سمجھ سکتی۔ وہ مبلّغین اسلام کہاں سے لائے جائیں گے جن میں اس قدر قوت ہوگی۔ کہ جو ایک دفعہ ان کے سامنے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیگا وہ معاً فرشتہ ہو جائے گا۔ پھر اس سے کسی قسم کے خلاف شریعت امر کا ارتکاب نہ ہوگا۔ اگر ایسا کوئی مبلّغ اُن کی نظر میں ہے۔ تو اُسے اب کیوں چھپائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور اگر دین اسلام کی تبلیغ کو ہی وہ بیہودہ کام سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ اُن کے افعال سے ظاہر ہوتا ہے تو [illegible] اپنی ہی اصلاح کرالیں۔ کہ ایک دفعہ اُس کے سامنے کلمۂ توحید پڑھ دیں [illegible] قدیم مسلمانوں پر ہی وہی اثر ہو جائے جس کی توقع نومسلموں سے رکھی جاتی [illegible] کلمۂ توحید کا اقرار کرتے ہی [illegible] تمام لغزشوں سے پاک

[illegible]

[illegible] قسم کے کوئی مبلّغ ہیں اور یا نہیں۔ اگر ہیں تو پھر اُن کو باہر کیوں نہیں [illegible] کلمہ پڑھنے سے جو مقناطیسی اثر ہوتا ہے اُس سے [illegible] خود کیوں محروم [illegible] اس حضرت کی موجودگی کے باوجود کیوں خود ضلالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور اگر وہ جانتے ہیں کہ ایسے مبلّغ نہ دنیا میں کبھی [illegible] ہو سکتے ہیں۔ تو پھر ایک ایسی نیک کام کی [illegible] امید وار [illegible] شراب پی لی کیا وہ [illegible] کوئی [illegible] یا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تبلیغ اسلام کے کام کو [illegible] برباد کرنا چاہیئے۔ دونوں صورتوں میں ان لوگوں کا [illegible] اس کے کچھ نظر نہیں آتا کہ وہ حسد کی وجہ سے [illegible] تبلیغی کام کو سرسبز ہوتا نہیں دیکھ سکتے ایسے لوگوں کے لیئے الٰہی فتوٰے موجود ہے۔ قل موتوا بغیظکم۔

اس پیرایہ میں خواجہ کمال الدین کی طرف سے لوگوں کو بدظن کیا جائے۔ اور اس کے لئے یہ مصالحہ کافی ہاتھ آگیا ہے۔ کہ ایک شخص نے جس کو خواجہ کمال الدین صاحب نے مسلمان کیا تھا شراب پی لی۔ اب یہ اسلامی مشن گردن زدنی ہو گیا۔ اور مسلمانوں کا فرض ہو گیا۔ کہ اپنی ساری طاقت اس اسلامی مشن کے نیست و نابود کرنے میں لگائیں۔ تین چار سال ہو گئے تھے۔ کوئی موقعہ نہیں ملتا تھا۔ اب خدا خدا کر کے یہ موقعہ ہاتھ لگا ہے +

اب دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر ان "خیرخواہان" اسلام کی یہ آرزو پوری ہو جائے کہ ووکنگ مشن نہ رہے اور خواجہ کمال الدین تبلیغ اسلام کے کام کو ترک کر دیں تو یہ نقصان کس کو ہو گا۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام بڑا ہی پرحکمت ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے الحسد الشیطان۔ حسد بھی ایک شیطان ہے۔ حاسد انسان انجام کو نہیں دیکھتا اُس کے حسد کی آگ اسے عواقب امور کو سوچنے کے قابل نہیں رکھتی۔ وہ نہیں سوچتا۔ کہ اس سے نقصان خواجہ کمال الدین کی ذات کو تو کچھ نہیں پہنچتا۔ وہ تو ہزار روپے ماہوار کی چلتی ہوئی وکالت کو چھوڑ کر گیا ہے۔ اور پھر آکر اپنے کام کو سنبھال سکتا ہے۔ نقصان تو تبلیغ اسلام کے کام کو پہنچے گا۔ گویا خود اسلام کو نقصان پہنچا۔ (یکے بر سر شاخ و بن مے برید) والا انسان اس سے بڑھ کر احمقانہ فعل کا مرتکب نہ ہوتا۔ کیا یہ اسلام کے حامی اور اسلام کے خیرخواہ ہیں کہ تبلیغ اسلام کے کام کو بجائے فائدہ پہنچانے — اُس میں کچھ حصہ لینے کے اور اُسکی امداد کرنے کے اس کی تخریب کے درپے ہو رہے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر افسوس ان لوگوں کی حالت پر ہے کہ یہ توخدا کا کام ہے جو ہو رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے دین کی ترقی کو روکنا نہیں چاہتا۔ پھر ان لوگوں کا انجام جو تبلیغ اسلام کے کام کی تخریب کے درپے ہیں رسوائے خائب و خاسر ہونیکے اور کیا ہو سکتا ہے +

یہ لوگ پبلک کو یہ بھی نہیں بتاتے۔ کہ جب وہ اس دعوت الی الخیر کے نیک کام کو برباد کر لینگے تو پھر خود کون سی راہ اختیار کریں گے۔ اور آیا کوئی طریق تبلیغ اسلام کا ایسا تجویز کریں گے کہ

اس کے کہ ان عیسائی اخبار نویسوں کو جواب دیا جاتا جنھوں نے اُسے شائع کر کے اسلام پر ایک حملہ کرنا چاہا تھا۔ اس قدر مشتہر کیا جاتا ہے۔ کیا خود مسلمان بہتیرے ایسے نہیں۔ جو اس سے بہت بڑھ کر بدافعالی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ پھر ایک نو مسلم تو ہر طرح سے قابل رعایت ہے۔ انہی معترضوں میں بہتیرے ایسے ہونگے جو خود افعال شنیعہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یا ہو چکے ہیں۔ خلاف شریعت کام کیئے ہیں یا کرتے ہیں یا جن لوگوں کی یہ مدح سرائیاں کرتے ہیں وہ اسی قبیل کے بہت سے کاموں کے ارتکاب کر چکے ہونگے۔ اگر ایک شخص اُن کے کسی عیب کی طرف اشارہ بھی کرے۔ تو اُسے ذاتی حملے قرار دے کر اس پر نفرین کی جائے گی۔ مگر یہی اپنی آنکھوں کے شہتیروں کو نہ دیکھنے والے دُوسروں کے تنکوں کو کس قدر آسانی سے دیکھ لیتے ہیں۔ مسٹر کولیم جن پر ہندوستان کے مسلمانوں کے ہزارہا روپے خرچ ہوئے اُن کا انجام کیا ہوا۔ مگر اس پر کسی کو خیال نہ آیا ✣

اس کا جواب معزز ہمعصر وکیل کے ایک مضمون نے دیا ہے۔ اور واقعی اس بیماری کی اصل جڑ کا پتہ لگایا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

"بڑی بھاری مشکل یہ ہو رہی ہے۔ کہ جو فرقہ مسلمانوں میں کسی کو مسلمان کرتا ہے دوسرا فرقہ اُس کے مخالف ہوتا ہے۔ اس کو مُسلمان نہیں جانتا۔ اور نہ اُس کی تکریم ملحوظ رکھتا ہے۔ ایک نو مرید کے واسطے یہ ایک سخت مشکل ہے کہ ایک نو مرید کلمہ پڑھ کر جب اسلامی منزل میں داخل ہوتا ہے تو ہر دروازہ سے اُسے یہ آواز آتی ہے۔ کہ اگر تم اس دروازہ سے نہ گذرے۔ تو تمہارا کلمہ پڑھنا فضول اور عبث ہے"

سو بات یہ ہے کہ اعتراض لارڈ ہیڈلے پر نہیں بلکہ خواجہ کمال الدین پر ہے جس قدر اخبار نویسوں نے لارڈ ہیڈلے کے اس واقعہ کو مشتہر کیا ہے ان سب کی آخری تان یہی آکر ٹوٹی ہے کہ خواجہ کمال الدین کے نو مُسلموں کا یہ حال ہے۔ اس لیئے اس مشن کو مدد نہ دینی چاہیئے۔ اگر انہی اخبار نویسوں کے ذریعہ سے لارڈ ہیڈلے مُسلمان ہوئے ہوتے تو شراب پینے سے بدتر جرائم کا ارتکاب بھی قابل ذکر نہ ہوتا۔ جیسا کہ اپنے لیڈروں کے افعال خلاف شریعت کا نام بھی نہیں لیا جاتا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ لارڈ ہیڈلے کو مُسلمان کیا ہے خواجہ کمال الدین نے۔ اور اب موقعہ مل گیا ہے کہ

نصیحت کی اور سمجھایا کہ جب اپنے بھائی کی کسی کمزوری کو دیکھو تو اُس کے لیئے دُعا کرو۔ اُسے حقیقت پر آگاہ کردو۔ ولا تکونوا اعوانا للشیاطین علیہ۔ اس کے خلاف شیطانوں کے مددگار نہ بنو مگر آج مُسلمان خود تعلیم اسلام سے کتنی دُور پڑے ہوئے ہیں۔ کہ سب سے پہلے اپنے بھائیوں پر ہی تیر چلانے کے لیئے تیار ہوتے ہیں +

لارڈ ہیڈلے دو کنگ مشن کے تقریباً پونے دوسو نومسلموں کی فہرست میں دوسرے نومسلم ہیں پہلی نومسلم ایک خاتون تھیں۔ مگر بلحاظ اپنی دنیوی عزت و وجاہت کے گویا اوّل نمبر یہی ہیں اُن کے متعلق گذشتہ ماہ میں اسلامی نقطۂ خیال سے کوئی ناپسندیدہ امر سُننے میں آیا۔ ناپسندیدہ امر کا ارتکاب کوئی پرانا مُسلمان کرے یا نیا مسلمان یکساں ہے۔ مگر جو طرز عمل اس موقعہ پر بعض مُسلمان اخبار نویسوں نے اختیار کیا۔ وہ ایک نومسلم کی کمزوری ... بڑھا چڑھا کر قابل لعنت ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی منقولہ بالا ... بالکل خلاف شیطان کی امداد کرنے کے برابر ہے +

حدیث میں آتا ہے۔ المومن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا۔ مومن مومن کیلیئے عمارت کیطرح ہے۔ جسکا ایک حصہ دُوسرے کو مضبوط کر رہا ہے۔ کیا رونے کا مقام نہیں کہ آج بجائے ایک دُوسرے کی قوت کا موجب ہونے کے مسلمان ایک دُوسرے کے گرانے کے لیئے زور لگا رہے ہیں۔ ایک بڑے باخدا انسان کا قول ہے۔ کہ اگر میرا مرید شراب سے بدمست ہوکر بازار میں گرا ہوا ہو تو میں اُسے کندھوں پر اُٹھا کر گھر لے آؤں۔ یہ ہے وہ حق ... جس کی طرف اسلام بُلاتا ہے۔ نہ یہ کہ کسی سے ذرا لغزش ہوئی تو اس پر حاشیے چڑھا کر اس کو ساری دُنیا میں مشتہر کیا جائے افسوس کہ اپنے قابل نفرین فعلوں پر فخر کیا جاتا ہے اور ایک نومسلم کی لغزش پر اس قدر شور برپا کیا جاتا ہے۔ کیا ایک نومسلم پہلے دن ہی فرشتہ بن جانا چاہیئے۔ اور پرانے مسلمان جو چاہیں کریں

قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس میں قصور کیا ہے۔ کہ لارڈ ہیڈلے کی ایک لغزش کو بجائے

آتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک عراقی حاضر ہُوا۔ اور عرض کیا۔ کہ مجھے اپنا قرآن دکھلائیے۔ کیونکہ لوگ قرآن کریم کو ترتیب سے نہیں پڑھتے (مطلب اس کا یہ تھا۔ کہ نزولی ترتیب سے قرآن کریم نہیں پڑھا جاتا۔ چونکہ یہ شخص حدیث العہد بالاسلام تھا۔ اس لئے اس نے سمجھا کہ صحیح ترتیب قرآن شریف کی ترتیب نزولی ہے۔ اور وہ ترتیب جو مروّج تھی اور جو آج بھی مروّج ہے۔ یہ گویا درست نہیں۔ اُس نے سمجھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی ہیں ان کے پاس کوئی اور قرآن ہوگا جس میں ترتیب نزول یہ ہوگی)۔ حضرت عائشہؓ نے اُسے ملامت کی اور اپنا قرآن لاکر اُسے مختلف مقامات پڑھ سُنائے۔ اور یہ بتایا کہ ترتیب نزولی کے لحاظ سے تو فلاں حکم پہلے نازل ہُوا اور فلاں سورت نازل ہوئی۔ مگر اصل ترتیب قرآن کی وہی ہے جس پر یہ پڑھا جاتا ہے۔ اور فرمایا۔ کہ اگر پہلے ہی ان لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا۔ کہ تم زنا مت کرو یا شراب نہ پیو تو وہ کہتے کہ ہم نہیں مانتے۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو اسلام میں داخل کیا جائے۔ گو مبلغ اسلام کا اصل مقصد یہی ہونا چاہیئے۔ کہ اُن کو پورے طور پر اسلامی زندگی کے شاہراہ پر چلائے۔ مگر اُسے یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ یہ ایک دن کا کام نہیں۔ اور نہ ساری بیماریاں وہ یکمرتبہ دُور کرسکتا ہے۔ اس لیئے زیادہ ضروری باتوں کو مقدّم کرنا چاہیئے۔ اور پہلے زیادہ خطرناک امراض کے قلع قمع کی طرف توجّہ کرنی چاہیئے۔

اپنے بھائیوں کی کسی کمزوری پر خوش ہونا مُسلمان کا کام نہیں۔ بلکہ بھائی کی کمزوری کے ذکر کو بھی قرآن کریم نے اپنے بھائی کے مُردہ گوشت کے کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ جیسا کہ فرمایا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ۔ ایک دوسرے کی غیبت مت کرو۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے۔ کہ اپنے مردہ بھائی کے گوشت کو کھائے۔ اس سے تو تم نفرت کرتے ہو۔ پھر تمہاری سمجھ کو کیا ہو گیا۔ کہ اپنے بھائی کی کمزوری پر مُنہ مارتے ہو۔ یہ گویا مُردہ گوشت کھانے سے بھی بدتر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک شخص کے متعلق یہ معلوم ہونے پر کہ وہ شراب پینے کی علّت میں مبتلا ہوگیا ہے۔ اور چلا گیا ہے۔ آپ نے اُسے خط لکھا جس میں قرآن کریم کی ایک آیت درج تھی۔ اُس کو پڑھ کر وہ شخص تائب ہُوا۔ تو آپ نے مُسلمانوں کو

مائل ہوتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ایسے مذاہب جن میں اعمال پر خاص زور نہیں دیا جاتا۔بلکہ محض ایک عقیدہ کو منوا کر چھوڑ دینے کا نام مذہب رکھ لیا جاتا ہے۔جلد اپنے متبعین کی جماعت کو بڑھا لیتے ہیں۔مگر حقیقت شناس لوگوں کی نگاہ میں محض عقیدہ مذہب نہیں کہلا سکتا۔مذہب تو وہی ہے جو عملی زندگی میں انسان کے لیئے ایک سڑک تیار کر دے۔جس پر چلا کر وہ حقیقی خوشی کی زندگی بسر کر سکے۔اگر اسلام صرف اسی قدر کا نام ہوتا۔کہ ایک عقیدہ تسلیم کر لیا جائے۔اور بس۔تو اسلام کی اشاعت میں اس قدر مشکلات کا سامنا نہ ہوتا۔چونکہ اسلام خود نام ہے خدا کی کامل فرمانبرداری کی زندگی بسر کرنے کا۔اور مخلوق خدا کے ساتھ نیکی کرنیکا۔اور اُسی کے مطابق اس کی عبادات اور اُسکا تمدن و تہذیب بھی۔اس لیئے اس کی اشاعت کرنے والے کے لیئے پہلے خود عملی زندگی کا ایک پاک نمونہ قائم کرنا ضروری ہے۔تاکہ اس نمونہ پر دوسرے بھی چل سکیں۔اسی لیئے محض لٹریچر کی اشاعت سے بھی اسلام کی تبلیغ نہیں ہو سکتی۔جب تک کہ اُس کے ساتھ کوئی نیک نمونہ نہ ہو +

لیکن اگر ایک مشکل تبلیغ اسلام میں عملی نمونہ قائم کرنے کی ہے۔تو مبلغ اسلام کے لیئے ایک اور مشکل بھی ہے۔اور وہ یہ ہے۔کہ عملی زندگی ایک دن میں بدل نہیں جایا کرتی۔اس کے لیئے ایک مُدت بکار ہوتی ہے۔اس لیئے جو شخص معلم بنتا ہے۔اُس کو یہ بھی علم ہونا ضروری ہے۔کہ کس مرض کے علاج کی طرف پہلے متوجہ ہو۔اور کس کے علاج کی طرف بعد۔حدیث شریف میں ہے۔الربّی من یرب الناس بصغار العلم قبل کبارہ۔ربّی یا ربّانی وہ ہے جو لوگوں کی تربیت علم کی سہل باتوں سے اس کی مشکل باتوں کے قبل کرتا ہے۔قرآن کریم کے تو تدریجی نزول نے ہی اس راہ کو قائم کر دیا ہے۔قرآن کریم کے اوّل مخاطب ایک ایسی قوم تھی۔جو علم اور تہذیب کے لحاظ سے دُنیا کی کل قوموں سے پیچھے تھی۔یوں تو ۲۳ سال نہیں بلکہ ۲۳۰۰ سال میں بھی اس قوم کی اصلاح اور علم و تہذیب کے میدان میں سب قوموں پر سبقت لیجانا ایک معجزہ ہوتا۔مگر آخر خدائے حکیم نے اس قوم کی تربیت تدریجی ہی فرمائی +

تاریخ اسلام سے مُسلمانوں کی بیخبری نے بھی اُنھیں حق سے بُہت دُور ڈالا ہوُا ہے۔صحیح حدیث میں

وقت ہے۔ اور قوم کی توجہ کامل طور پر صرف جنگ کی طرف ہے۔ اور اس مقصد میں جسکے لیئے یہ جنگ شروع ہوئی۔ کامیابی حاصل کرنے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ ایسا ہو۔ پس ان حالات میں اگر نومسلمین کی تعداد میں پہلی ترقی قایم نہ رہ سکے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ بلکہ بعض اوقات بلاظاہری وجوہ کے بھی قبض و بسط کا رنگ پیدا ہوتا رہتا ہے۔ لیکن ایسے حالات میں کام کرنیوالوں کو پہلے سے بھی دو چند محنت کردینا ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ مناسب موقعہ کے لیئے کافی سامان جمع ہو جائے۔ یہ یقینی بات ہے کہ جب اس جنگ کے خاتمہ پر دُنیا پھر امن کی حالت کی طرف رجوع کرے گی۔ تو اسلام کی سادگی کی کشش پہلے سے کئی گنا زیادہ ہو کر دلوں پر اپنا اثر ڈالے گی۔ مگر اس کے لیئے ضروری ہے کہ ہم اس فرصت کے موقعہ میں اعلےٰ درجہ کا اسلامی لٹریچر پیدا کرکے وقت پر اس کو کثرت کے ساتھ شایع کرسکیں ⁂

اسلام صرف عقیدہ کے تغیر کا نام نہیں۔ بلکہ عملاً ایک نئی زندگی اختیار کرنے کا نام ہے۔ اور جن الفاظ میں اکثر نومسلم انگریز مرد اور خواتین اپنے اسلام کا اعلان کرتے رہے ہیں۔ وہ اس بات پر شہادت دیتے ہیں کہ ان نومسلموں نے اس راز کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ مثلاً حال میں ہی جو ایک خاتون کے اسلام کا اعلان شایع ہوا ہے۔ اُس کے ابتدائی الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"میں اسلام بطور اپنے مذہب کے قبول کرنا چاہتی ہوں۔ اور میں صدقِ دل سے اپنی رضا و رغبت سے یہ ظاہر کرتی ہوں۔ کہ میں ایک ہی خدا۔ خدائے واحد کی پرستار ہوں اور میرا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد صلعم خدا کے رسول اور اس کے بندہ تھے۔ میں کل پیغمبروں کو یعنی ابراہیم۔ موسےٰ۔ مسیح وغیرہ علیہم السلام کو ایک ہی عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہوں۔ اور خدا کی توفیق سے مسلم زندگی بسر کروں گی۔" یہ آخری الفاظ صاف بتاتے ہیں۔ کہ جو لوگ ہدایت پاکر اسلام میں داخل ہوتے ہیں وہ خوب اس بات کو سمجھ لیتے ہیں کہ اسلام محض ایک عقیدہ کو ترک کرکے دوسرے عقیدہ کو اختیار کرنے کا نام نہیں۔ بلکہ ایک زندگی کو ترک کرکے دوسری زندگی کو اختیار کرنے کا نام ہے ⁂

مذہب میں جس قدر آرام زیادہ نظر آئے۔ اسی قدر عام طبائع انسانی اُس کی قبولیت کی طرف زیادہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۳) بابت ماہ فروری ۱۹۱۷ء نمبر (۲)

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ جو تصویر شائع کی جاتی ہے۔ وہ مس ٹنکالف کی ہے۔ جن کا اسلامی نام طاہرہ رکھا گیا ہے۔ مس موصوف ایک سن رسیدہ معزز لیڈی ہیں۔ اور نرسی کا کام کرتی رہی ہیں۔ اور نومسلمین انگلستان میں ایک نہایت مفید اضافہ ہے ؎

ماہ دسمبر میں صرف ایک ہی خاتون کے قبول اسلام کی اطلاع آئی ہے۔ سردیوں کے مہینوں میں بوجہ شدت سردی ویسے بھی لوگوں کی آمد و رفت کم ہو جاتی ہے۔ اور دوسرے یہ ایک نازک

قابلِ توجّہ ناظرین کرام

کاغذ کی قلت وگرانی ہمیں مجبور کرتی ہے۔ کہ ہم معاونین کرام کی خدمت میں رسالہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت کی اپیل کریں۔ آج تک محض فضل ربیّ سے رسالہ ہذا اعلےٰ کاغذ پر چھپ رہا ہے۔ اگر ناظرین کرام میں سے ہر ایک احباب ۲ جدید خریدار بھی فراہم فرمادیں تو رسالہ کا دائرہ اشاعت بہت وسیع ہوسکتا ہے۔ ہم ان قارئین کرام کے مرہون احسان ہیں۔ جو مسلسل رسالہ ہذا کی توسیع اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اللہ تعالےٰ انکو اس اسلامی خدمت کا اجر جزیل اپنی درگاہ سے مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مجھے امید ہے کہ دیگر احباب بھی میری اس التماس پر توجہ فرما کر توسیع اشاعت سے عند اللہ ماجور ہوں گے

والسّلام خاکسار بندہ منیجر رسالہ ہذا +

اِسرارِ سُلیمانی گو اِس کتاب کا نام ناظرین کو ایک مغالطہ میں ڈالے گا۔ اور سمجھیں گے کہ کوئی قصہ کہانی ہے۔ مگر دراصل اُردو زبان میں علم الارواح پر ایک دلچسپ کتاب ہے۔ چند صفحے پڑھنے کے بعد بے اختیار یہ جی چاہتا ہے۔ کہ کل کتاب پڑھ ڈالیئے۔ اصل کتاب ایک یوریپین مصنف کی انگریزی زبان میں ہے۔ اور فاضل مصنفہ نے اُس کو اُردو کے حلّے کا لباس پہنایا ہے۔ قابل دید ہے ؎ "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطّار بگوید" ۲۵ مضمون پر مشتمل ہے قیمت مجلد ۱/

لیکچر اِسلام (انگریزی واُردو) یہ وہ معرکہ کا لیکچر ہے جو جناب خواجہ کمال الدّین صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی نے بہ تقریب جلسہ مذاہب منعقدہ الہ آباد میں دیا قیمت فی جلد ایک آنہ .... (۱/)

تائیدِ حق مصنّفہ جناب مولوی حسن علی صاحب مسلم مشنری مرحوم قابل مصنّف نے اپنی زندگی کے اُن واقعات کو لکھا ہے۔ جو تبلیغ اسلام کے متعلق اُنھیں تمام ہندوستان میں پیش آئے۔ اس کتاب سے اسلام کے اندرونی و بیرونی دشمنوں کا پتہ لگتا ہے اور اُن کے اندفاع کا علاج بتایا گیا ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنے .... (۸/)

نوٹ:۔ محصول ڈاک بذمہ خریداران ہوگا +

المشتہر

خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاھور

ضروری التماس:۔ ہمیں ووکنگ لندن سے اطلاع ملی ہے۔ کہ کاغذ کی قلت اور پریس کی مشکلات کی وجہ فروری و مارچ ۱۹۱ ... [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ انھیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۳) | بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۷ء | نمبر (۲)

فہرست مضامین

۱۔ شذرات (ایڈیٹر) ۴۹
۲۔ نومسلموں سے ہماری توقعات (ایڈیٹر) ۶۱
۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفق (از اس ایچ لیڈر مصنف ویزرٹ گیٹوے ویلڈ مسٹر زآف اسلام) ۶۵
۴۔ آنحضرت صلعم ایک خاوند کی حیثیت میں (قدوائی) ۶۸
۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت شکر گذاری (از مارماڈیوک پکتھال) ۷۱
۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصلح تمدن کی حیثیت میں۔ (از یحیی النصر پارکنسن) ۷۷
۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور علم (از پروفیسر نور الدین سٹیفن) ۸۲
۸۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جانیں قربان کرنے والے (ایڈیٹر) ۸۶
۹۔ نئے عہدنامہ کا زمانہ (یحیی النصر پارکنسن) ۸۹

یونین سٹیم پریس ... میں ... پرنٹر کے اہتمام سے چھپا اور مرزا یعقوب بیگ آنریری سیکرٹری انجمن اشاعت اسلام نے شائع کیا

قیمت فی خطبہ ۳ر

خطباتِ غربیہ

قیمت فی خطبہ ۳ر

بالکل چھپ کر تیار ہیں۔ کاغذ کی قلت کی وجہ سے بہت ہی قلیل تعداد میں چھپوائے گئے ہیں۔ جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہے ہیں۔ احباب فرمائش میں عجلت سے کام لیں، ورنہ بعد

مایوس ہونا پڑے گا

مصنفہ

جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ لنڈن یہ وہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرف کرانے اور اپنی حقانیت اسلام متحقق کرنے کیلئے انگلستان۔ فرانس اور سکاٹ لینڈ کے مختلف مقامات پر خطبے لیکچر اور تقریروں کی شکل سے دئے۔ اسکے پڑھنے سے ہر ایک شخص نہ صرف اسلام کی خوبیوں اور اسکے اصولوں سے واقف ہو جاتا ہے۔ بلکہ دیگر مذاہب کے مقابل اسے اسلام کی افضلیت کا قایل ہونا پڑتا ہے۔ ان خطبوں میں سے چند خطبات ہم نے بعض احباب کی بار بار فرمائش پر اردو میں ترجمہ کرائے ہیں۔ ان خطبات کے مضامین کے لحاظ سے ہم نے چھ جلدوں میں حسب ذیل نام پر ترتیب دیا ہے۔

(۱) سلسلہ خطبات غربیہ نمبر ۱ موسوم بہ "مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات"

(۲) سلسلہ خطبات غربیہ نمبر ۲ موسوم بہ "توحید۔ دعا۔ تصوف"

(۳) سلسلہ خطبات غربیہ نمبر ۳ موسوم بہ "خطبات عیدین"

(۴) سلسلہ خطبات غربیہ نمبر ۴ موسوم بہ "دہریوں اور ملحدین کا خطاب"

(۵) سلسلہ خطبات غربیہ نمبر ۵ موسوم بہ "اسلام اور دیگر مذاہب"

(۶) سلسلہ خطبات غربیہ نمبر ۶ موسوم بہ "حقوق نسواں"

نوٹ۔ خطبات کا مکمل سٹ ہے۔ مکمل سٹ کے خریدار سے عہ علاوہ محصولڈاک

المشتہر: خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

اشتہار

ہاتف غیب کا پرائیویٹ سکریٹری

نظام المشائخ روحانی تسلی و تسکین کا ہے جام

شہرہ آفاق التصوف کے مضامین کا بہترین مجموعہ۔ خواجہ حسن نظامی
صاحب کی سرپرستی اور ملا محمد الواحدی کی ایڈیٹری میں ۲۰ سال سے نکل رہا ہے
اور بے انتہا شوق و دلچسپی سے دیکھا جاتا ہے صوفیانہ رزم و بزم کے
جلسے دیکھنے ہوں سیکڑوں برس گذشتہ کی کیفیت کا مشاہدہ کرنا
ہو تو اس رسالہ کو پڑھئے چندہ سالانہ مع محصول فی پرچہ دو روپے آٹھ
آنے دکھاوا رنگین کاغذ پر ایک روپیہ آٹھ آنے نمونہ ششماہی پہر وغیرہ
بحالات ترتیب نمونہ مفت المشتہر منیجر نظام المشائخ دہلی

خطیب۔ ہفتہ وار دینی و علمی رسالہ ہے۔

ظاہری و معنوی اعتبار سے ہندوستان بھر میں اپنا جواب نہیں رکھتا
حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے مضامین اب اکثر اسی میں چھپتے ہیں
بیشک دیکھا جاتا ہے نمونہ مفت منگا کر دیکھئے۔ با وجود غیر معمولی خوبیوں کے چندہ
نسبت کم یعنی سالانہ چار روپیہ ششماہی دو روپیہ ہے اور تاکہ غریب سے غریب شخص بھی
اس کا فائدہ اٹھا سکے کیونکہ صرف ایک آنہ ہفتہ ہے۔ خطیب کے چندہ بھیجنے کا انتظام
سلسلہ آپ بہ آسانی جاری کرا لیں گے اچھا ہو کہ۔ المشتہر منیجر خطیب دہلی

خضاب ہاشمی

یہ وہ بے مثل روغن خضاب ہے جو بغیر کسی قسم کی زحمت کے
اور اسراف وقت کے سفید بگلے جیسے بالوں کو چند منٹ میں سیاہ
کر دیتا ہے اور اصلی و مصنوعی بالوں میں تمیز نہیں ہو سکتی۔

یہی وجہ ہے کہ امرا اور رؤسا و تجار و حرفت پیشہ اور ملازم
کو یکساں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دن بدن خضاب
مقبول و پسند ہو رہا ہے بے مثل بازاری اشتہاروں کی باوہ گوئی
ہمارا شعار نہیں اطمینان کیلئے اس سے بہتر ضمانت کیا
ہے کہ ایک شیشی بغرض آزمائش منگائیے اگر حسب اشتہار ثابت
نہ ہو تو بلا عذر قیمت منگا لیجئے قیمت فی بکس ایک روپیہ
محصول ڈاک و سوداگروں کیلئے خاص رعایت۔

المشتہر

ایس مرتضیٰ اینڈ کمپنی پرفیومرز

امام باڑہ روڈ پوسٹ بمبئی

اشتہار واجب الاظہار

بے مثل بے نظیر بہار الخضاب،
کہ جہاں میں آپ اپنا جواب ہے

شائقین کی خدمت میں عرض ہے کہ بہار الخضاب مدت مدید سے جس کا
دورہ تمام ہندوستان اور برہما وغیرہ میں جاری ہے اور ناظرین خوب ہی
جانتے ہیں کہ کمال شہرہ ہے بلکہ اگر ایسا نہ ہو تو قیمت واپس۔ زیادہ
لکھنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ یہ خضاب تیل کی قسم سے ہے ایک مرتبہ استعمال
کرنے سے معلوم ہوگا۔ پانچ منٹ میں بحکم خداوند تعالیٰ بال اصلی صورت پر
قائم ہو کر چمکدار ہو جاتے ہیں۔ جلد پر داغ نہیں لگتا قیمت علاوہ محصول ایک
شیشی ایک روپیہ اور زیادہ کے خریدار کو فی درجن ایک شیشی مفت بعد خرچ ڈاک
کی گنجائش شرط ہے۔

نوٹ۔ پتہ نہایت صاف مع ڈاکخانہ ضلع و علاقہ کے خوشخط لکھیں

المشتہر حکیم محمد حسین و حکیم سید احمد شاہ بخاری
بھنڈی بازار پیری۔ پوسٹ نمبر ۹ بمبئی

کتاب عسل مصفّٰی

مہدی اور مسیح علیہ السلام کی آمد کی نسبت چودہ سو برس کی
تحقیقات اور بے کرن بحث اگر دیکھنی ہو تو عسل مصفّٰی منگا
لیجئے کوئی حدیث اور آثار نہیں ہے جو اس میں بالتحقیق مع سند
ذکر کر کے اس میں تمام مباحث کا فیصلہ نہ کیا ہو۔ مشک
آمنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ مجلد ہر دو حصہ قیمت
پانچ روپے (۵) غیر مجلد ہر دو حصہ قیمت چار روپے
آٹھ آنے (۴/۸)

ملنے کا پتہ۔ عزیز منزل
دفتر اشاعت اسلام۔ لاہور

نوٹ۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی کافوری جنتری ۱۹۱۵ کی خوبصورت تیار ہوئی ہے جو ہر شریف گھر کے بڑے اشخاص کے نام
اور پورا پتہ لکھنے پر جنتری بلا قیمت محصول ڈاک بھیجی جاتی ہے

جس کا درد وہی جانتا ہے دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یہ تو کوئی ایسا مرض نہیں جسکی تکالیف سے مریض نالاں اور پریشان نہ ہو مگر دمہ کے مریض خاصکر دمہ کے ناقابل برداشت تکلیف سے
واقعی بہت ہی پریشان ہوتے ہیں اور رات و دن سانس پھولنے کی وجہ سے مر نکلے جاتے ہیں اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے
دیکھیے آج اسکو کسقدر تکلیف ہے لیکن افسوس ہے کہ اس لا علاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر نشلی اشیا افیم دھتورہ
بھنگ ملا کر و پوٹاس ای لوڈ انڈ وغیرہ بنتی ہے۔ اسلئے فائدہ ہوتا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے۔ ڈاکٹر برمن کی
کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمہ کی دوا۔ ایک انمول جوہر ہے یہ معمولی سی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس
مرض سے شفا پا کر مداح ہیں آپنے بہت خرچ کیا ہوگا لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزمالیں اسمیں نقصان نہیں قیمت فی شیشی ایک روپیہ
اس دوا کے دو خاص فوائد ہیں (۱) ایک خوراک میں دورہ بند ہوتا ہے (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے جاتا ہے اور ہمیشہ
استعمال میں ہے دورہ نہیں ہوتا ہے۔

ہمیشہ تندرست رہنے کی ترکیب

آپ جانتے ہیں انسان کی زندگی خون سے ہے اسلئے خون صاف رکھنا ضرور ہے۔ اسکی ترکیب آسان ہے ڈاکٹر برمن کا آئی
اوڈائڈ سارسہ مفید ثابت ہوا ہے اسمیں پوٹاس ای وڈائڈ وغیرہ کئی ایک آزمودہ ادویات ملا کر بنا ہے اسلئے تمام سالسوں سے
زیادہ مفید ہے اگر آتشک و گنٹھیا وغیرہ یا پارہ ملی ہوئی ادویہ کے استعمال سے خون بگڑ گیا ہو تو اسکو استعمال کیجیے خون بگڑنے کی
وجہ ہیں۔ آتشک و گنٹھیا ایسے عارضے ہیں پارہ ملی ہوئی ادویات استعمال کرنے سے خون بگڑ جاتا ہے پوری حالت درست ہو کر ایک تندرستی

اگر

محصول ۲ر

آپ اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہوں تو

لال شربت

پلا دیں کلیجہ کی کمزوری و کھانسی و لاغری کو دور کرنا چاہتے ہو تو

لال شربت

پلاؤ پیدائش کے وقت سے ہوشیار ہونے تک دوا یکساں فائدہ کرتی ہے پینے میں شیریں اور رنگ سرخ ہونے کی وجہ
لڑکے خواہش سے پیتے ہیں۔
آپ بھی اپنے بچے کو استعمال کرا کے آزمائش کیجیے قیمت فی شیشی محصول ڈاک چار آنہ۔ ۴ر
ڈاکٹر ایس کے برمن، نمبر ۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

[illegible] کو [illegible] ہوتے [illegible] اور [illegible]

کیا ایک خود غرض انسان اس قسم کے جوہر دکھا سکتا ہے۔ [illegible] کے اخلاق کو دیکھ کر نہ صرف عرب کے وہ بہادر جن کی عمریں [illegible] میں گزری تھیں [illegible] ہو جاتے تھے بلکہ ایسے ایسے اخلاقی معجزات کے ظہور سے [illegible] فتح کر لیا۔ ایک بہادر سپاہی۔ ایک نڈر پہلوان۔ اور پھر ایسا حلیم سا ایسا [illegible] محبت کرنے والا۔ معاملات میں ایسا نرم نہ صرف اپنے اہل و عیال [illegible] انسان کے ساتھ جس کا معاملہ آپ سے پڑا۔ اس کی زندگی کے جس پہلو کا [illegible] ہر رنگ میں محبت اور نرمی کا اعلیٰ سے اعلیٰ ظہور پاؤ گے۔

خواجہ کمال الدین

مروارید ثلاثہ

یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں

یہ ہر سہ کتب مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ہیں جو تین خاص مضمون [illegible] ہیں جو تفصیل ذیل درج ہیں آپ کے مطالعہ کے قابل ہیں

براہین نیرہ حصہ اول (معروف بہ زندہ و کامل اسلام قیمت [illegible]) اس میں [illegible] ایک ناطق اور ناطق اسلامی کتاب ہے جس میں تہذیب تمدن [illegible] [illegible] تہذیب [illegible] [illegible] نہایت [illegible] بحث کی گئی ہے۔

ام الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل اسلامی زبان قیمت [illegible]) یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

آنحضرت صلعم ایک سپاہی کی حیثیت میں

جب ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو عرب کے ملک میں بالخصوص اور وہ زمانہ ایسا تھا جب شجاعت اور مردانگی کے جوہر دکھائے جاتے تھے۔ عرب میں تو شجاعت انسانی ضروریات کا ایسا جزو لاینفک بن گئی تھی کہ عورتیں بھی میدان جنگ میں برابر جاتی تھیں۔ اس زمانہ میں اس قسم کی بہادری کے دکھانے کے موقعے بہت کم رہ گئے ہیں جب فریقین حالت جنگ میں کھلے طور پر ایک دوسرے کے سامنے کم آتے ہیں اور غالباً اس قسم کے نڈر بہادری کے جوہر دکھانے کی آج ضرورت بھی کم ہے۔ جب میلوں کے فاصلہ سے توپیں فتح و شکست کا فیصلہ کر دیتی ہیں۔ مگر اس زمانہ کی جنگیں اس قسم کی نہ تھیں بلکہ ان میں فیصلہ کن جزو ذاتی بہادری اور شجاعت کا جوہر ہی ہوتا رہا۔ اسلئے ایسی شجاعت کو ایک قانون کے ماتحت لانا اور اس جوہر کا صیقل کرنا جو قدرت نے فطرت انسانی میں ودیعت کیا ہے نہ اسے برباد کرنا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک غرض تھی +

پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم خود اس جوہر مردانگی میں اپنے زمانہ کے اعلےٰ سے اعلےٰ معیار پر پورے اترتے رہے۔ باوجودیکہ آپ نے ابتدائی عمر میں کبھی ان اشغال میں زیادہ حصہ نہیں لیا۔ آپ کے اندر ایسی مردانگی کی روح تھی کہ کسی قسم کا خوف آپ کے دل پر کبھی طاری نہ ہوتا تھا۔ گو خطرناک سے خطرناک مقابلہ درپیش ہوا۔ آپ عین قتال کے میدان میں دشمن کے سامنے سینہ سپر ہوتے تھے۔ مقابلہ کے وقت نمایاں جگہ پر کھڑے ہوتے تھے۔ حنین کے میدان میں ایسا موقعہ آگیا کہ مسلمانوں کا لشکر دشمنوں کی خطرناک تیراندازی کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اور قریب تھا کہ ساری فوج تتر بتر ہو کر مسلمانوں کو شکست فاش ہوتی۔ اگر اس وقت خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مردانگی کا وہ جوہر نہ دکھایا ہوتا جس نے میدان جنگ کے سارے نقشہ کو ہی بدل دیا۔ مسلمان گریز اختیار کر چکے تھے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اکیلے دشمن کی طرف اپنی سواری کو موڑ کر کے اور اس کے اوپر حملہ آور ہوتے ہوئے زور سے پکارا ان النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

جنگ رر ہے ہیں اس حد بندی سے بچے۔ عورتیں اور بوڑھے بھی جنگ کے دائرہ سے باہر نکل گئے جنہوں نے مخالفت کے لئے ہتھیار نہ اٹھائے ہوں ۔اسی قسم کا استثنا راہبوں تارک الدنیا لوگوں اور سول آبادی کے لئے بھی کیا گیا۔" (انگریزی ترجمۃ القرآن) جب کبھی دشمن کے خلاف مہم بھیجی جاتی تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے ۔ اللہ کے نام اور اس کی مدد کے ساتھ اور اس کے رسول کے دین کے لئے چلو کسی بوڑھے آدمی کو جو جنگ کرنے کے قابل نہیں نہ مارو۔ نہ کسی بچہ یا عورت کو"؛ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے جرنیل خالد کو فرمایا "کسی عورت کو نہ مار نہ کسی مزدور کو مار و"؛ دوسری حدیث میں ہے کہ مسلمان ضرورت جنگ کی حدود سے تجاوز نہ کریں۔ اشاعت دین کے لئے جنگ کرنے کا ذکر قرآن کریم میں ایک دفعہ بھی نہیں اور یہ امر قابل ذکر ہے کہ فی سبیل اللہ جنگ اسی دفاعی جنگ کو کہا ہے۔ مذہبی آزادی قایم کرنے کے لئے گو کسی مذہب کی خاطر ہو گرجے ہوں یا دوسرے عبادت خانے مسلمان جنگ کر سکتے ہیں۔ وہ غدر جن پر مہذب ممالک میں جنگیں کی جاتی ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو حق تھا کہ ایسے عذرات پر بہت سے پہلے جنگ کر دیتے۔ مگر مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت نہیں دی گئی جب تک کہ اسلام کی ہستی معرض خطر میں نہیں آئی ۔

اگر جنگ ایسی ہی قدیم ہے جیسے خود انسان اور اگر مذہبی اور عام تاریخ جنگ کے واقعات سے بھری پڑی ہے تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم کو وہ صحیح قوانین بھی بتائے جائیں جو ہمیں جنگوں میں اختیار کرنے چاہئیں۔ اس لئے ہمیں اپنا ہادی ایک ایسا نبی چاہئے جس نے خود فی الواقع جنگ کئے ہوں اور جس نے میدان جنگ میں اپنی موجودگی سے جنگی مہمات میں اپنے عمل آمد اور اقوال سے جنگی ضروریات کے ماتحت اپنے ارشادات اور نمونہ سے ہمارے لئے ایسی ہدایت چھوڑی ہوں جن کی ہم پیروی کریں چنانچہ ایسے نبی حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم تھے ۔

الحرام حتی یقتلوکم فیہ فان قتلوکم فاقتلوھم کذلک جزاء الکافرین فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم ۔ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظالمین (البقرہ ۱۹۰-۱۹۳)

ان کو قتل کرو* ۔ اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے وہاں سے تم انہیں نکال دو اور فتنہ قتل سے بدتر ہے اور مسجد حرام کے قریب ان کے ساتھ جنگ نہ کرو یہاں تک کہ وہ تمہارے ساتھ اس کے اندر جنگ کریں۔ سو اگر وہ جنگ کریں تو ان کو قتل کرو۔ یہی کافروں کی سزا ہے۔ لیکن اگر وہ رک جائیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور ان کے ساتھ جنگ کرتے رہو یہانتک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ اور دین اللہ کے لئے ہی ہو۔ پس اگر وہ رک جائیں تو سختی سوائے ظالموں کے اور کسی پر نہیں +

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ جنگ کی اجازت محض حفاظت کے لئے دی گئی۔ تا جو ایذائیں مذہب کی وجہ سے پہنچائی جاتی تھیں ان کا خاتمہ کیا جائے اور مذہبی آزادی کا دور دورہ قایم کیا جائے۔ دشمن نے پہلے تلوار ہاتھ میں لی تا اسلام کا قلع قمع کردے اور اس کے دفعیہ کے لئے مسلمانوں کو بھی جنگ کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس لئے پہلی حد بندی یہ ہے کہ مسلمان صرف ان لوگوں کے ساتھ جنگ کریں جو ان کے ساتھ

*یہ ہدایت جس پر بڑے بڑے اعتراضات کی عمارت بنائی گئی ہے۔ نہایت صاف راہ جاتی ہے۔ جب ایک دشمن کے ساتھ لڑائی شروع ہو چکی تو جہاں وہ ملے اسے قتل کرو۔ کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ پہلی آیت کے ساتھ ملا کر پڑھا جاوے تو عبارت یوں ہوگی۔ جو تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں ان کے ساتھ جنگ کرو اور جہاں ان کو پاؤ قتل کرو۔ کیا آج دنیا کی مہذب قومیں جب جنگ کے اندر دشمن کے سامنے آتی ہیں تو اسے قتل نہیں کرتیں (انگریزی ترجمہ قرآن مولوی محمد علی)

ہے۔ اور کبھی نہ کبھی انسانوں کو یہ ضرورت پیش آتی ہی رہے گی۔ تو ایک معلم جو خدا کی طرف سے نسل انسانی کی ہدایت کے لئے آتا ہے کامل ہادی نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کو خود جنگ نہ کرنی پڑے۔ اور اس طرح پر اس نے اپنے نمونہ سے ہمیں بتا دیا ہو کہ جنگ کن مواقع پر ضروری ہو جاتی ہے۔ اور اس کی کیا اغراض ہوتی ہیں۔ اور اس کی کیا حدود ہونی چاہئیں اور کس قسم کے اخلاق حالت جنگ میں دکھلانے چاہئیں۔ جب ہم قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں تو نہ صرف ان تمام باتوں پر کھلی کھلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ بلکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عملدرآمد میں ان پاک الفاظ کی کھلی ہوئی تفسیر بھی ہمیں معلوم ہو جاتی ہے +

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا (الحج ع ۶)

جن لوگوں کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے انہیں (بھی جنگ کرنے کی) اجازت دی جاتی ہے۔ اس لئے کہ ان پر ظلم کئے گئے ہیں۔ اور کہ اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ وہ جو اپنے گھروں سے ناحق باہر نکالے گئے۔ (اور ان کا کوئی قصور نہ تھا) سوائے اس کے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ سے نہ روکتا تو صومعے اور گرجے اور عبادتخانے اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے تباہ کر دی جاتیں +

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقاتلوھم عند المسجد

اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرو جو تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ اور زیادتی نہ کرو۔ اللہ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اور جہاں ان کو پاؤ

دیدے۔ مسلم اور غیر مسلم سب پر یہ قانون یکساں حاوی تھا۔ جب یہ خبر شیخ الاسلام کو پہنچی تو اس نے شکری پاشا محافظ ادرنہ کو تنبیہ کی کہ اس حکم کو غیر مسلم رعایا کے حق میں منسوخ کردے کیونکہ ان قوانین جنگ کے رو سے جو ایک جنگ کرنے والے نبی نے تجویز کئے تھے ایسا فعل ناجائز ہے۔ یہ حکم گو قلعہ گیر فوج اور ایڈریانوپل کے لئے اور اسلامی آبادی شہر کے لئے بہت ہی تکلیف دہ تھا مگر اس کی تعمیل لفظاً بلفظاً ہوئی کیونکہ یہ ایک عام انسان کا تجویز کیا ہوا حکم نہیں تھا بلکہ ایک مذہبی حکم تھا۔

حضرت مسیح کے توقعات جنگ کے متعلق

حضرت مسیح بھی جنگ کے پیش آنے کی ضروریات سے بے خبر نہ تھے خواہ کوئی جنگ کو انسانیت کے لئے ایک دائمی لعنت قرار دے یا ایک واقعی انسانی ضرورت سمجھے ان لفظوں پر غور کرو "یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا۔ صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں" (متی ۱۰-۳۴)

یہ لفظ ایک پیشگوئی کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ گویا ان میں یہ جتایا گیا ہے کہ جنگیں تو میرے پیروؤں کو بھی پیش آئیں گی۔ اور فی الواقع ایسا ہی ہوا کہ وہ کام جو حضرت مسیح نے خود نہ کیا آپ کے پیروؤں کو کرنا پڑا۔ اور ان جنگوں سے اس لئے کہ حضرت مسیح کی زندگی میں قوانین جنگ پر کوئی ہدایت نہیں تھی بڑی بڑی تکلیفیں اور مصیبتیں لوگوں کو اٹھانی پڑیں۔ یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح نے کسی رنگ میں یہ بھی کہا تھا کہ اپنے دشمنوں سے محبت کرو اور جو تم سے نفرت کرتے ہیں تم ان سے پیار کرو۔ کلیسیا کی ساری ذہانت ان دو مذکورہ بالا فقروں کی تطبیق دینے میں خرچ ہو کر بھی آخر نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ اگر حضرت مسیح کو خود وہ موقع میسر آتا کہ آپ بھی جنگ میں شامل ہوتے تو ان کا اصلی منشا ان کے عملدرآمد سے پتہ لگ جاتا۔ مگر گو مسیح کے کلام میں جنگوں کے پیش آنے کی طرف اشارہ تو پایا جاتا ہے۔ مگر فی الواقع آپ کو وہ موقع میسر نہیں آیا۔ اگر جنگ نسل انسانی کی وراثت

پڑے ہیں کامیاب اسلامی حملوں کے بعد اور صدیوں سے اسلامی سلطنت کے بعد محفوظ موجود ہیں۔ کیا ساری اسلامی تاریخ میں ایک بھی مثال پیش کر سکتے ہو جس میں کسی خدا کے گھر کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا ہو۔ خواہ وہ کسی مذہب یا کسی قوم کا ہو جو سلوک موجودہ جنگ میں ریمز کے مشہور و معروف گرجا یا لووین کے گرجا کے ساتھ کیا گیا ہے؟ وجہ ظاہر ہے انسان کے بنائے ہوئے قانون کبھی عزت و احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے عہد نامے کئے جاتے ہیں مگر غرض صرف اس وقت کے مشکلات سے نکلنے کی ہوتی ہے۔ اور ان معاہدات کی زیادہ تر عزت ان کے توڑنے میں سمجھی گئی ہے نہ ان کے ایفا میں۔ بشرطیکہ وہ ذرا بھی تکلیف دہ ثابت ہوں۔ لیکن جب ایک حکم مذہبی رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ یا کسی بانی مذہب کی طرف سے آتا ہے تو اس کے توڑنے میں عام طور پر نشانہ ملامت بننے کا خوف ہوتا ہے۔ یہ محض کسی لفظ کی پاسداری نہیں ہوتی جس میں عزت کا خیال ہو۔ بلکہ مذہبی قانون کا توڑنا ایک گناہ بن جاتا ہے۔ اور انسانی فطرت کے رازوں سے آگاہ ان دونوں کے فرق کو خوب سمجھتے ہیں یہ طارق ہسپانیہ کے پہلے حملہ آور نے یہ حکم دیا تھا کسی قسم کی زیادتی امن پسند رعایا پر جو ہتھیار بند نہیں نہ کی جائے۔ اور کہ صرف انہی لوگوں پر حملہ کیا جائے جو ہتھیار لئے ہوئے ہوں۔ اور کہ مال غنیمت صرف میدان جنگ یا ان شہروں کی حدود کے اندر لیا جا سکتا ہے جو حملہ سے فتح کئے جائیں۔ آج کل کی تہذیب میں جو تنزل کی حالت واقع ہو چکی ہے۔ اس کے باوجود بھی حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو اپنے آقا کی ہدایات پر میدان جنگ میں عمل پیرا ہوتے ہیں *

اسلامی قوانین جنگ کا ایڈریانوپل میں ایک نمونہ

مشہور بلقان جنگ میں بلغاریوں نے ادرنہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ جب محصورین کو قلت خوراک کی تکلیف محسوس ہوئی۔ جنگی قانون کے ماتحت شہر کا ہر ایک باشندہ مجبور تھا کہ جس قدر اس کے پاس زاید خوراک ہے وہ دوسروں کے فایدہ کے لئے

قایم رہے اس لئے جنگ میں داخل ہوتے وقت کچھ بھی خوف نہ کرو۔ اور نہ ہی دشمن کی تعداد سے خواہ وہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو تمہارے دلوں پہ کوئی ہیبت چھا لے۔ اگر خدا تعالے تم کو فتح دے تو جو کامیابی تم کو حاصل ہوئی ہے اس سے ناجایز فایدہ مت اٹھاؤ اور خبردار رہو کہ تم کس طرح اپنی تلواروں کو اس شخص کے خون سے داغدار کرتے ہو جس نے تمہاری اطاعت اختیار کر لی ہے۔ اور اپنے دشمنوں کے اندر جو تم بچے پاؤ۔ یا جو عورتیں اور بوڑھے آدمی ہوں ان کو ہرگز نہ چھوؤ۔ جب تم دشمن کے ملک میں بڑھنے لگو تو نہ ہی کوئی کھجور کا درخت کاٹو اور نہ ہی کوئی اور ثمردار درخت کاٹو۔ زمین کی پیداوار کو تباہ مت کرو کھیتوں کو نہ اجاڑو۔ مکانوں کو نہ جلاؤ۔ اپنے دشمن کے ذخایر میں سے بھی اس قدر لو جو تمہاری ضرورت کو رفع کرنے کے لئے کافی ہو۔ بلا ضرورت کسی قسم کی بربادی نہ کرو۔ بلکہ صرف دشمن کے شہر پر قبضہ کر لو۔ ہاں اگر وہاں کوئی ایسے لوگ ہوں جو تمہارے دشمنوں کو پناہ دیتے ہیں۔ تو ان کو بیشک تباہ کر دو۔ قیدیوں کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے آپ کو تمہارے رحم پر چھوڑتے ہیں رحم کا برتاؤ کرو۔ خدا بھی تمہاری ضرورت کے وقت تمہارے ساتھ رحم کا برتاؤ کرے گا۔ مگر متکبروں اور باغیوں کو بیشک روند ڈالو۔ اور ان لوگوں کو بھی قرار واقعی سزا دو جو ان شرایط کو توڑتے ہیں جو ان پر عاید کی گئی ہیں۔ جو عہد نامے دشمنوں کے ساتھ کرو ان میں کسی قسم کی بے ایمانی اور دغا بازی نہ ہو۔ تمام معاملات میں دیانتداری سے کام کرو۔ اپنے آپ کو انصاف کے ساتھ کھڑے ہونے والے اور شریف ثابت کرو۔ اور اپنے قول اور عہد کی پوری حفاظت کرو۔ راہب یا تارک الدنیا کے آرام میں ہرگز خلل نہ ڈالو۔ اور نہ ان کے مکانات کو تباہ کرو۔ ہاں ان لوگوں پر بیشک سزائے موت وارد کرو جو تمہاری شرایط سے انحراف کریں؛؛ ڈاکٹر عبد المجید شالونی کوارٹرلی ریویو

یہ ایک مسلم امر ہے کہ ان ہدایات پر نہایت سختی سے عملدرآمد ہوتا رہا ہے۔ ان الفاظ کو پڑھو اور دیکھو کہ موجودہ جنگ میں کس قدر تباہی ان کے خلاف ہوئی ہے۔ کیا اسلام مشہور دشمن بت پرستی اور ہر ایک قسم کے مشرکانہ خیالات کا نہیں ؟ مگر دیکھو کہ کس قدر مندر دیوتاؤں اور دیویوں کے جو قیمتی سونے اور سنگ مرمر کے بتوں اور تصویروں سے بھرے

ان کا کوئی احترام نہ کیا جو اس عہد نامہ اور کانفرنس کے مجوزہ اور حامی تھیں۔ ان قوانین کے اندر جنگی قیدیوں کے ساتھ انسانیت اور تہذیب کا برتاؤ ضروری ٹھیرایا گیا تھا۔ اور دشمن کی سول آبادی کی حفاظت کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ مگر جب جنگ کا دیو سروں پر سوار ہوا تو بعض قوموں نے ان تمام قوانین کو اٹھا کر طاق نسیان میں رکھ دیا۔ اور وقت پر جو جی چاہا کیا۔ پھر آج اس کے متعلق کیسی کیسی شکایات سننے میں آتی ہیں اور کیسے کیسے مظالم کے نقشے جو بلجیم میں وقوع میں آئے کھینچے گئے ہیں۔ کارڈینل مرسیئر جن واقعات کو غلامی کے مظالم سے تشبیہ دیتا ہے ان کا ارتکاب جرمنی نہ کر سکتی تھی۔ اگر وہ اپنے جنگی قوانین میں بجائے ہیگ کانفرنس کے اپنے بانی مذہب سے کچھ فائدہ اٹھا سکتی۔ لیکن یہ اسی صورت میں ممکن تھا جب حضرت مسیح نے بھی ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح کوئی جنگ کی ہوتی اور ان کے پیرووں کے سامنے کچھ عملی نمونے ہوتے کہ جنگ کے قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔ اور سول آبادی کی حفاظت کس طرح کرنی چاہئے۔ ایسی صورت میں جرمن جنرل سٹاف کے پیش نظر اس قسم کی ہدایات ہوتیں جیسی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلے جانشین حضرت ابوبکر صدیق نے مسلمانوں کو دی تھیں جب وہ مدینہ سے شام کی فتح کے لئے نکلے تھے +

اسلامی قوانین جنگ

"جب جنگ میں دشمنوں سے تمہاری مٹ بھیڑ ہو تو اس طرح پر ان سے سلوک کرو جیسا کہ سچے مسلم کو شایان ہے۔ اور یاد رکھو کہ تمہیں اپنے آپ کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے سچے فرزند ثابت کرنا چاہئے۔ فوج کی ترتیب اور تقسیم میں اور تمام لڑائیوں میں بڑی جرات کے ساتھ اپنے جھنڈوں کی پیروی کرو۔ اور اپنے افسروں کے ہمیشہ فرمانبردار رہو۔ دشمن کے آگے نہ کبھی سر جھکاؤ اور نہ اس کے سامنے پیٹھ پھیرو۔ کیونکہ تم حق کی خاطر جنگ کر رہے ہو۔ تمہاری خواہش جنگ میں سوائے اس کے کوئی نہیں کہ خدا کا جلال

آنحضرت صلعم کا جہاد

جان اور مال کی حفاظت کے لئے جنگ کرنا ایک انسانی فرض ہے۔ اور اس کا کام مذہبی جنگ نہیں رکھا جا سکتا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیرت انگیز اور انتھک کوشش اپنے ملک سے بت پرستی دور کرنے کے لئے اور وہاں دوسرے اصلاحات قایم کرنے کے لئے بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ایک خطرناک مخالفت کی آگ بھڑکانے کا موجب ہو گئی۔ عرب کی ہر قوم اپنے علیحدہ بت رکھتی تھی۔ اور اپنے اپنے خداؤں کی عزت قایم رکھنے کے لئے ہر ایک قبیلہ آنحضرت صلعم کے خلاف جنگ کے لئے کھڑا ہو گیا۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے تھے۔ جب چاروں طرف سے دشمنوں کے حملے آپ پر شروع ہو گئے تو آپ کو بھی وقتاً فوقتاً ان دشمنوں کے مقابل یا تو خود میدان جنگ میں نکلنا پڑتا یا اپنے ساتھیوں کو دشمنوں کی پیشدستی کو روکنے کے لئے بھیجنا پڑتا۔ کبھی آپ کو دشمن پر کامل طور پر فتح حاصل ہوتی کبھی کچھ تکلیف بھی اٹھانی پڑتی مگر کامیابی اور مصیبت دونوں کے اندر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کا کوئی نکوئی رنگ ہی ظاہر ہوتا تھا۔ ان واقعات کو اگر اکٹھا کر کے ان کو ترتیب دی جائے تو دنیا دیکھ لیگی کہ آپ کے قوانین جنگ ایسے اعلےٰ درجہ کے تھے کہ ہیگ کانفرنس کے موید ین کے وہم میں بھی نہ آئے ہوں۔ علاوہ ازیں ان قوانین کو یہ خاص وقعت حاصل تھی کہ ان کا بتانے والا وہ شخص ہے جو خدا کا رسول ہے۔ اور معمولی انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کو یہ عزت کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ امر کہ ہم کو جنگوں کے اندر ایسے قوانین کی سخت ضرورت ہے جو مذہبی رنگ رکھتے ہوں اس جنگ کے مختلف واقعات کے تلخ تجربہ سے بالکل واضح ہو چکا ہے مشکل یہ ہے کہ جنگ کے وقت ایک ایسی حالت انسانی طبائع کی ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے بنائے ہوئے قوانین پر بھی جنگی ضروریات کے وقت عمل کی پروا نہیں کرتے جنیوا کے عہد نامہ اور ہیگ کے کانفرنس کے قوانین اور ضوابط اوروں پر تو کیا اثر ڈالیں گے۔ خود ان قوموں نے بھی

اس کے سامنے یہ ثبوت پیش کیا کہ نیک انسان نیکی کی ہمیشہ قدر کرتا ہے۔ آپ نے اس عورت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ خدا تعالےٰ ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی مخلوق سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ اور اسلام چونکہ اعلےٰ درجہ کی نیکیوں کو ہی انسان میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے جہاں کہیں نیکی ہو۔ وہ اس کی قدر کرتا ہے۔ یہ کہکر آپ نے حاتم طائی کی بیٹی کو آزاد کر دیا۔ مگر حاتم کی بیٹی اپنے باپ کی وسعت قلبی کو اپنے اندر لئے ہوئے تھی۔ دوسری طرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن سلوک اور ایسی پاک سیرت دیکھکر جو نیکی کے شیدا تھے اس کی جرأت زیادہ ہوئی اور اس نے نہ چاہا کہ آپ کی فیاضی سے اکیلی ہی فایدہ اٹھائے اس لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر اس نے یہ گذارش کی کہ اگر میرے قبیلہ کے باقی لوگ قید میں رہیں تو میں بھی ان کے ساتھ قید میں رہنے کو ترجیح دیتی ہوں۔ اس کی یہ قربانی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جیسے جوانمردی اور نیکی کے قدردان کے سامنے ضائع نہ جاسکتی تھی۔ اور اس کی سفارش پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کل قوم کے قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اور ان کو مناسب حفاظت کے ساتھ ان کے قبیلہ میں واپس پہنچا دیا +

اسلام بذریعہ تلوار نہیں پھیلا

اس قسم کے واقعات سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ اندر ہیں حالات آنکھیں بند کر کے کہدیتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جنگوں کی غرض یہ تھی کہ کفار کو بزور شمشیر دین اسلام میں داخل کیا جائے۔ تو ہر جنگ کے اختتام پر سینکڑوں بلکہ بعض وقت ہزارہا قیدی کیوں آزاد کئے جاتے تھے۔ اور کیوں ان کو اجازت دی جاتی تھی کہ وہ اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ اور اسلام ان سے قبول نہ کرایا جاتا تھا۔ کیا کوئی شخص ایک بھی واقعہ پیش کر سکتا ہے۔ کہ کبھی کسی کو بجبر مسلمان کیا گیا ہو +

پیش آسکے۔ اور ایسا ہی دوسروں کی حالت نظر آتی ہے۔ یعنی اس صفت میں کمال ظاہر کرنے کا موقعہ ان کو نہیں ملا۔ لیکن ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ موقعہ دیا گیا۔ اور آپ نے خدا کی اس صفت کے مظہر کامل ہونے کا حق ادا کردیا آپ کے دشمن جب مغلوب ہوکر آپ کے سامنے آتے ہیں تو درخواست بھی یہی کرتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کی طرف نہ جائیے بلکہ اپنے کرم پر نظر فرمائیے۔ کیونکہ آپ کریم ابن کریم ہیں۔ اور یہ ان کی درخواست کیسی برمحل تھی۔ اور اسی انسان کے سامنے کی گئی تھی جو اسے فی الواقع قبول کرسکتا تھا۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلعم اور قیدی عیسائی خاتون

(از مولوی صدرالدین صاحب)

تلوار کا اٹھانا ہمیشہ خونریزی کے لئے نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات حمایت اور حقوق کی حفاظت کے لئے بھی تلوار ہاتھ میں لینی پڑتی ہے۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی جنگ کرنے پڑے مگر آپ نے تلوار کو ہاتھ میں نہیں لیا۔ جب تک کہ انسانی زندگی کی حفاظت کے لئے اور اس کے امن قایم کرنے کے واسطے سوائے اس کے اور کوئی ذریعہ باقی نہ رہا۔ مگر ان جنگوں نے ایک نہایت مفید کام بھی دیا۔ یعنی ان کی وجہ سے وہ مواقع پیدا ہوگئے جن کا پیدا ہونا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض اخلاق فاضلہ کے اظہار کے لئے ضروری تھا۔ اور جو ان حالات کے پیدا نہ ہونے کی صورت میں مخفی کے مخفی ہی رہ جاتے۔ منجملہ ان اخلاق فاضلہ کے آپ کا ان اعداء کے ساتھ جو جنگ بعد مغلوب ہوکر آپ کے پاس آتے اعلےٰ درجہ کا نیک سلوک ہے۔ جب کبھی کوئی سایل ہوکر آپ کے سامنے آیا تو جس قدر کا وہ سایل تھا اس سے بڑھ کر اس نے پایا۔ یمن کی ایک قوم طے کی شکست کے بعد قیدیوں میں کچھ عیسائی عورتیں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائی گئیں۔ جن میں ایک مشہور سخی حاتم کی بیٹی بھی تھی۔ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا کہ یہ حاتم کی بیٹی ہے تو آپ نے اس کی بڑی مدارات کی۔ آپ نے عملی رنگ میں

آخر کار غلبہ پا لے تیسرے یہ کہ اس غلبہ کے وقت جائز سزا کی بجائے عفو سے کام لیا جائے۔ جب تک یہ تین شرائط پوری نہ ہوں اس وقت تک صفت عفو اپنے اصلی رنگ میں ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اب حضرت مسیح کو دکھ تو ضرور دیا گیا۔ مگر نہ آپ نے اپنے دشمنوں پر غلبہ پایا جنہوں نے آپ کو دکھ دیئے تھے۔ نہ واقعی طور پر کبھی وہ سزا کے لئے آپ کے سامنے پیش ہوئے۔ کہ بجائے سزا دینے کے آپ نے عفو فرمایا ہو لیکن حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس صفت کو اپنے کمال میں دکھایا۔ جب ایک مدت تک اپنے دشمنوں سے تکلیفیں اٹھا کر آخر آپ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ اسی شہر مکہ میں داخل ہوتے ہیں۔ اور وہی دکھ دینے والے وہی ظالم مغلوب ہو کر آپ کے سامنے سزا کے لئے لائے جاتے ہیں کل سارے نوشتے پورے ہوتے ہیں۔ وہ جو بھاگ کر گیا تھا فاتح ہو کر واپس آتا ہے۔ تیرہ سال تک آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو وہ دکھ دیئے گئے تھے جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہی ظالم اب مجرمانہ حیثیت میں آپ کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ اور بجز اعتراف جرم کے چارہ نہیں دیکھتے۔ اگر آپ اس وقت ان کے سر کاٹ دیتے یا ان کو غلام بنا لیتے تو دنیا کا کوئی قانون آپ کو ملزم نہیں کر سکتا۔ اور ان کو خطرناک سے خطرناک سزا دینا تقاضا انصاف ہی ہوتا نہ اور کچھ۔ وہ سلوک جو رامچندر یا کرشن یا یوشع نے اپنے دشمنوں پر فتح پا کر ان سے کیا۔ اگر وہی سلوک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے دشمنوں سے کرتے تو بالکل بجا ہوتا۔ بلکہ آپ اور آپ کے ساتھی تو ان دشمنوں سے اس سے بدرجہا زیادہ دکھ اٹھا چکے تھے جو رامچندر یا کرشن یا یوشع نے اٹھائے ہوں۔ لیکن ارحم الرحمین کی صفت عفو یہ چاہتی تھی کہ ایک اس کا کامل مظہر بھی دنیا میں پیدا ہو۔ خدا تعالےٰ نے انبیاء کو وقتاً فوقتاً اٹھایا۔ اور اپنی صفات کا مظہر ان کو ٹھہرایا۔ ان انبیاء میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سب سے آخر آئے اور ضرور تھا کہ سب سے کامل مظہر ہو کر آپ تشریف لاتے۔ اور وہ صفات الٰہی جنہوں نے اب تک انسانوں میں پورا نشوونما حاصل نہ کیا تھا وہ بھی اب ظہور پذیر ہوں۔ انہی صفات عالیہ میں سے ایک عفو ہے جو اپنے ظہور کے لئے خاص موقعہ اور خاص حالات کو چاہتی ہے۔ حضرت مسیح کی زندگی میں نہ وہ موقعہ ہوا نہ وہ حالات

اس دعا کا آخری فقرہ حضرت مسیح کی دعا سے بہت ملتا جلتا ہے مگر کسقدر فرق ہے دونوں نبیوں کے عزم میں نظر آتا ہے ایک تو کہتا ہے انکو معاف کر کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ اور دوسرا کہتا ہے انکو سیدھی راہ دکھا کیونکہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ دونوں کے حالات پر بھی واقعی یہ الفاظ اسطرح چسپاں ہیں جسطرح انکے مُنہ سے نکلتے ہیں حضرت مسیح صرف انکی معافی کی درخواست کرتے ہیں گویا انکو خود وہ موقعہ نہیں ملتا تھا کہ انکو معاف کریں اور اسطرح خلق عفو کا کمال دکھائیں اسلیئے وہ خدا سے انکے گناہ کی معافی کی التجا کرتے ہیں مگر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اپنے دشمنوں پر غلبہ پاکر خود انہیں معاف بھی کرنا تھا اس لئے عالم الغیب خدا آپ کے مونہہ سے معافی کی دعا نہیں نکلواتا۔ بلکہ اس سے بڑھکر ایک دعا نکلواتا ہے جس کے اندر معافی گویا شامل ہے۔ عفو صرف گذشتہ کے لئے ہے۔ ہدایت میں گذشتہ کا لفظ بھی آجاتا ہے۔ اور آیندہ کی اصلاح بھی پس جو ہدایت کی دعا کرتا ہے وہ معافی کو بھی شامل کر لیتا ہے۔ کیونکہ بغیر معافی کے ہدایت نہیں ہوسکتی۔ پس اگر ایک طرف آپ کی اس دعا میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ ان دشمنوں پر طاقت پاکر خود عفو کریں گے تو دوسری طرف ان کی ہدایت کی دعا کر کے عفو کو بھی گویا ساتھ شامل کر لیا ہے اور ایسے الفاظ اختیار فرمائے ہیں جو مسیح کی دعا سے بہت جامع ہیں۔ اور ان لفظوں کے اندر جو پیشگوئی تھی وہ اسی طرح پوری ہو کر رہی۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں پر ظاہری غلبہ حاصل کیا۔ اور جن لوگوں نے آپ کو دکھ دیئے تھے آپنے انہیں خود معاف فرما کر عفو کی اصل حقیقت کو واضح کر دیا +

کمال عفو کی صفت حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہی دکھا سکتے تھے نہ حضرت مسیح

میں اوپر بتا چکا ہوں کہ صفت عفو کے ظہور کے لئے تین حالتوں کا ہونا لازمی ہے۔ اول یہ کہ ایک انسان دشمن کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے دو [illegible] کہ وہ دشمن

جو بنی اسرائیل کی طرف سے آپ کو پہنچتے رہے۔ اور زندگی کے مشکل سے مشکل امتحانات میں جو آپ پر وارد ہوئے حیرت انگیز صبر دکھایا اور کس قدر کریمانہ وہ لفظ تھے جو صلیب پر آپ کے مونہہ سے اپنے دشمنوں کے حق میں نکلے "باپ ان کو معاف کر کیونکہ وہ نہیں جانتے وہ کیا کرتے ہیں"۔ مکہ کا وہ اولوالعزم نبی تیرہ سال تک اس سے بڑھ کر مصائب اٹھاتا رہا جو تین سال تک حضرت مسیح کو اٹھانے پڑے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر کریمانہ الفاظ میں اپنے صبر و استقلال کا ثبوت دیتا رہا۔ تیرہ سال تک مکہ میں آپ کو قسم قسم کے دکھوں کا شکار ہونا پڑا مگر وہ صبر و استقلال کا ایک پہاڑ تھا۔ آپ کو جسمانی طور پر بھی تکلیفیں پہنچائی گئیں اور آپ کے قلب کو صدمات پہنچائے گئے مگر آپ ہمیشہ اپنے دکھ دینے والوں کے لئے دعائیں ہی کرتے رہے جب آپ طایف سے واپسی پر زخموں اور تکان سے چور چور ہو رہے تھے۔ اور سخت مصیبت اور بیکسی کا سماں چاروں طرف نظر آتا تھا۔ اس وقت کی آپ کی یہ دعا تھی "اے خدا میں تیری طرف ہی اپنی شکایت لاتا ہوں۔ اپنی کمزوری کی وجہ سے میں انسانوں کی نظروں میں ہیچ ہوں۔ اے خدا جس کا رحم بے پایاں ہے تو جو عاجزوں اور ناتوانوں کا خدا ہے۔ تو میرا خدا ہے۔ مجھے اجنبیوں اور دشمنوں کا نشانہ نہ چھوڑیو۔ اگر تو ناراض نہیں تو میرے لئے رضا ہی رضا ہے۔ تیرے ہی چہرہ کی روشنی میں میں پناہ ڈھونڈتا ہوں۔ کیونکہ اسی روشنی سے ساری تاریکیاں دور ہوتی ہیں۔ اور سلامتی میسر آتی ہے۔ جس طرح تو چاہے میری مشکلات کو حل فرما۔ اے خدا تو میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ نہیں جانتے"۔

کس قدر کریمانہ الفاظ ہیں اور جس درد کی حالت میں جس مونہہ سے نکلتے ہیں اس کی وسعت قلب کی کیسی شہادت دیتے ہیں۔ خود سمجھتا ہے کہ وہ کس قدر کمزور اور لوگوں کی نظروں میں ہیچ ہے۔ مگر باایں کس قدر توکل ذات باری پر ہے "اگر تو ناراض نہیں تو میں امن میں ہوں" شدید سے شدید مصایب میں خدا کی نصرت پر کس قدر بھروسہ ہے! مایوسی گویا پاس پھٹک تک نہیں گئی۔ شکایت حرف زبان پر نہیں آتا۔ خدا کے چھوڑنے کا وہم بھی دل میں نہیں آتا۔ "جس طرح تو چاہے میری مشکلات کو حل فرما"، یہ ایک اور اعلیٰ درجہ کا سبق ہے۔ اور بالخصوص اس تنگدل واعظ کے لئے جو اس ایک ہی فقرہ "تیری مرضی ہو تو میری" کو بتھارت رہا ہے

اس کے لئے ہر جگہ موجود اس کی ہر حالت کو جاننے والا۔ اس کا ناصر اور محبت کرنے والا خدا ہمیشہ اس کے ساتھ تھا۔ جس حد تک آپ کا توکل خدا کی ذات پر پہنچا ہوا تھا۔ اس کے برابر کسی دوسرے انسان کا توکل نہیں پہنچا۔ اس کی روح پر خدا کی برکات ہوں۔ اور خدا کی تائیدیں اور نصرتیں ان کے ساتھ ہوں جو اس کے پیرو ہیں۔ آمین ✦

حصول طاقت پر آنحضرت صلعم کے اخلاق کا اظہار

بہت تھوڑے لوگ ہیں جو طاقتور ہو جانے پر اپنے مصائب اور بیکسی کے دنوں کو یاد رکھیں مگر ایک قوی قلب اور کریم انسان حالات زمانہ کی تغیر سے متغیر نہیں ہوتا۔ تبدیلئی حالات اس کے لئے محض چند جدید واقعات کا پیش آجانا ہے جن کی وجہ سے اس کی چھپی اور پوشیدہ خوبیاں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ جو پہلے حالات کے ماتحت ظہور پذیر نہ ہو سکتی تھیں ہر ایک نیکی اپنا ایک خاص رنگ رکھتی ہے۔ اور بعض حالات کا پیدا ہونا اس کے ظہور کے لئے ضروری ہوتا ہے جن کے بغیر وہ بیج کے طور پر مخفی تو رہتی ہے مگر نشوونما پا کر دنیا میں ظاہر نہیں ہوتی۔ مثلاً عفو کی صفت وہی انسان دکھا سکتا ہے جو تین حالتوں میں ہو گذرے اول وہ خود مصیبتوں میں رہے اور اس بیکسی کے وقت اس کے دشمن دل کھول کر اسے ستائیں۔ دوسرے مصائب سے نکل کر وہ طاقتور بن جائے۔ تیسرے اس کے دشمن اس کے رحم پر ہوں اور اس کے سامنے سزا پانے کے لئے لائے جائیں تب وہ ان کو سزا دینے کے بجائے درگذر سے کام لے۔ کسی شخص کے متعلق کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ اس نے رحم دکھایا جب کہ اس کے سامنے کوئی رحم کا خواستگار ہی نہیں آیا۔ اور رحم کی طرح عفو بھی وہی دکھا سکتا ہے جو اپنے ستانیوالوں کے ہاتھ سے آزاد ہو کر آخر انہی پر غلبہ پاتا ہے اور وہ اس کے عفو کے خواستگار ہوتے ہیں۔ مگر جب تک یہ تغیر حالات پیدا نہ ہو کہ حالت مظلومیت سے نکل کر انسان اپنے اوپر ظلم کرنے والوں پر غلبہ پائے۔ عفو اس کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ قابل تعریف فروتنی کے ساتھ حضرت مسیح نے ان تکلیفوں اور سختیوں کو برداشت کیا

وسلم کی زندگی معرض خطر میں تھی جب کہ دشمن آپ پر گویا قابو پا ہی چکا تھا۔ آپ کے موںنہ سے کیا لفظ نکلتے ہیں۔ اگر ایسے حالات میں آپ کے موںنہ سے وہی لفظ نکل جاتے جو آپ سے پہلے ایسے ہی حالات میں ایک نبی کے موںنہ سے نکل چکے تھے۔ ایلی ایلی لما سبقتانی۔ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ تو آپ معذور ہی سمجھے جاتے۔ مگر نہیں آپ کے وہم میں ایک لحہ کے لئے بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ جو دنیا کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ وہ جو اس کا خدا ہے جس کی خاطر آپ نے ان سب دکھوں اور تکلیفوں کو اٹھایا اور راحت او آرام کو چھوڑا جس کی رضا کے لئے اب اپنا گھر بھی چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ تاکہ دوسرے مقام میں جا کر اس کی توحید اور اس کے جلال کے آواز کو بلند کریں۔ وہ آپ کو چھوڑ سکتا ہے۔ یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم میں جو کچھ ہر دلعزیزی حاصل تھی۔ اور جو کچھ وجاہت آپ کی تھی وہ خدا کی توحید کے وعظ پر آپ نے قربان کر دی تھی۔ آپ ملک کے معزز سے معزز خاندان کے نہایت معزز شاخ میں سے تھے۔ اور شرافت اور سرداری کا خون آپ کی رگوں میں ... علاوہ ازیں ذاتی طور پر بھی آپ کی عزت کل قوم میں تھی۔ اور ہر ایک شخص آپ سے محبت کرتا تھا۔ مگر جب آپ کو اللہ تعالےٰ نے اپنے کام کے لئے چنا اور اس کے ارشاد کے ماتحت آپ نے اپنے بھائیوں کو حق کی طرف بلانا شروع کیا۔ آپ کی عزت اور وجاہت جو عوام الناس میں تھی چھن گئی۔ اور آپ کی جان ایک خطرہ کی حالت میں پڑ گئی۔ اور اب تاریخی وہ خطرہ کمال کو پہنچ چکا تھا۔ آپ کا اکیلا رفیق آپ کے لئے متفکر ہے۔ دشمن سر پر ہے۔ اور وہ پکار رہا ہے کہ ہم صرف دو ہیں۔ مگر کیا قوت اور شوکت ہے اس کلام میں جو اس وقت آپ کے موںنہ سے نکلتا ہے۔ لاتحزن ان اللہ معنا۔ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ... بیشک اللہ تعالےٰ نے ہر وقت اور ہر حال میں اس مقدس انسان کے ساتھ ہونے کے جلوے دکھائے۔ بادل کی گرج میں۔ سفر میں۔ حضر میں۔ جاگتے۔ سوتے۔ فکر اور رنج میں۔ خوشی اور راحت میں ہر وقت اور ہر جگہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اس کا خدا

اسے فوراً اٹھا کر اسے کہا اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ اس پر دشمن نے رحم کی درخواست کی مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو ایسے انسان نہ تھے کہ اپنی بڑائی کو بھی درمیان آنے دیتے۔ آپ نے اس مغلوب اور عاجز دشمن کو کہا وہی خدا جس نے مجھے تیرے ہاتھ سے بچایا تجھے بچائے گا۔ یہ تھا آپ کا اللہ جل شانہ پر توکل کہ سخت سے سخت مایوس کن حالات میں بھی آپ کے توکل میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ اور وہ دشمن جس نے اس عظیم الشان اخلاقی معجزہ کو اپنی آنکھ سے دیکھا تھا اسی وقت مسلمان ہو گیا +

غرض مکہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیفیں پہنچائی گئیں وہ ناقابل بیان ہیں۔ ان سب تکلیفوں کے بعد آخر آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو تین سال تک مکہ میں ہی ایک کونہ میں محصور کر دیا گیا۔ اور آپ کے ساتھ اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ لین دین ہر قسم کا معاملہ بند کر دیا گیا۔ اور بالآخر آپ کی جان لینے کی مضبوط تدبیریں کی گئیں مگر اللہ تعالےٰ نے آپ کو دشمنوں کے ان منصوبوں پر آپ کو اطلاع دیدی اور اس حال میں کہ آپ کے قتل کے لئے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا جا چکا تھا۔ آپ تائید الٰہی سے ان دشمنوں کے اندر سے نکل گئے اور ایک ہی رفیق کے ساتھ مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کا ارادہ کیا مگر چونکہ دشمن آپ کے تعاقب میں سرگرم تھا اس لئے پہلے آپ نے اور آپ کے ساتھی نے ایک غار کے اندر پناہ لی۔ دشمن یہاں بھی پہنچے۔ اور جب عین اس غار کے مونہہ پر آپہنچے۔ تو ان کے پاؤں کی آہٹ بھی آپ کے اور آپ کے ساتھی کے کانوں میں پہنچی۔ مگر آپ کے رفیق خدا کے فضل سے ان رفقار کی طرح نہ تھے جنہوں نے اپنے آقا کو دکھ دیا۔ اور نہ ان کی طرح جنہوں نے دکھ اور مصیبت کے وقت میں اپنے نبی کا ساتھ نہ دیا حالانکہ وہ بار بار ان سے التجا بھی کرتا رہا۔ حضرت ابوبکر جو اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رفیق غار تھے۔ ان کو اپنی جان کی تو کوئی فکر نہ تھی۔ اور وہ جانتے بھی تھے۔ کہ دشمن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں ہی ہے۔ مگر وہ آنحضرت سے اپنی ذات سے بھی بڑھ کر محبت رکھتے تھے۔ اس لئے جب دشمن کے پاؤں کی آہٹ سنی تو انہوں نے فکر ظاہر کیا اور کہا ہم تو صرف دو ہیں اور دشمن بہت ہیں۔ اب جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ

آنحضرت صلعم کا اللہ پر توکل

از قدوائی

وہ مصائب جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کے ابتدائی زمانہ میں اٹھانے پڑے ایسے سخت تھے کہ اس سے بڑھکر سختی ہو نہیں سکتی۔ تاریخ میں چند مثالیں ایسے لوگوں کی پائی جاتی ہیں جو اس وجہ سے کہ زندگی کے کسی شعبہ میں وہ پہلے کام کرنے والے تھے اپنے ہمعصروں سے ستائے گئے۔ مگر وہ تکلیفیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو برداشت کرنی پڑیں جب آپ نے اپنے بت پرست ہموطنوں کو جو ہر قسم کی ذلیل سے ذلیل بدیوں میں مبتلا تھے ایک خدا کی طرف اور نیکی اور پاکیزگی کی طرف بلایا اس سے بڑھ کر خطرناک حالات کسی دوسرے کو پیش نہیں آئے۔ ابتدا میں آپ کو اور آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو اور بہت تھوڑے پیروؤں کو ان تکلیفوں اور دکھوں کا نشانہ بننا پڑا اور کئی سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ قبل اس کے جو آپ نے اپنے منجانب اللہ ہونے کا اعلان کیا آپ لوگوں میں الامین کے نام سے مشہور تھے اور آپ کی عزت کی جاتی تھی۔ مگر جونہی کہ آپ نے لوگوں کو خدائے واحد کی طرف بلانا شروع کیا۔ آپ کی تحقیر کی گئی اور برا کہا گیا۔ ایذا دی گئی اور آپ کے پیروؤں کو یہانتک دکھ دیا گیا کہ آپ کو انہیں ملک عرب سے باہر بھیجنا پڑا۔ اہل مکہ سے ایک عرصہ دراز تک تکلیفیں اٹھانے کے بعد آپ نے طائف کا رخ کیا۔ مگر وہاں آپ کا استقبال پتھروں کے ساتھ ہوا اور آپ کو زخمی ہوکر وہاں سے واپس آنا پڑا۔ واپسی کے وقت آپ ایک درخت کے سایہ کے نیچے لیٹ گئے اور سو گئے اتنے میں ایک دشمن آپہنچا۔ اور آپ کی ہی تلوار ہاتھ میں لے کر آپ کو جگا دیا اور کہا اے محمد تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپ کے دل پر ایک لمحہ کے لئے بھی خوف طاری نہیں ہوا اور نہ آپ نے کچھ تامل کیا بلکہ فوراً جواب دیا۔ میرا خدا۔ اس جواب سے جو ان حالات میں ایک عاجز انسان کے وہم میں بھی نہ آسکتا تھا۔ دشمن ایسا مرعوب ہوا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور آنحضرت نے

مصائب میں آنحضرت صلعم کا نمونہ

اصل بات یہی ہے کہ جس شخص نے اپنی زندگی میں انقلابات اور تغیرات کو نہیں دیکھا وہ دوسروں کے لئے نمونہ کا کام نہیں دے سکتا جس کے نقش قدم پر وہ چل سکیں۔ ہر ایک اخلاقی صفت اپنے ظہور کے لئے بعض حالات کے پیدا ہونے کی محتاج ہے اور کوئی شخص اس خلق کا صاحب نہیں کہلا سکتا جب تک کہ وہ حالات اس کی زندگی میں پیدا ہو کر اس صفت کا ظہور نہ ہو جائے۔ مصیبت اور خوشحالی کا انسان کی زندگی میں آنا مختلف قسم کے اخلاق کے ظہور کے لئے ضروری ہے۔ امتحانوں اور مصیبتوں سے انسان کے اخلاق بنتے ہیں۔ اور خوشحالی میں اس کی حقیقی شرافت ظاہر ہوتی ہے اگر فی الواقع وہ اس میں موجود ہے۔ انسانیت صرف رقت قلب کا ہی نام نہیں۔ بلکہ بہت سے اخلاق کے مجموعہ کا نام ہے جن میں سے بعض میں نرمی کا پہلو اور بعض میں خشونت کا پہلو ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ اخلاق ظہور پذیر ہونے کے لئے مختلف حالات کے محتاج ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو بیکسی اور بیچارگی میں ظہور پذیر ہوتے ہیں مگر بہتیرے ایسے بھی ہیں جو طاقت اور خوشحالی کے وقت باہر آتے ہیں۔ نسل انسانی کے ہادیوں میں سے بہت تھوڑے ایسے ہوئے ہیں جن کو دونوں قسم کے حالات پیش آئے ہوں۔ لیکن حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے چونکہ انسانوں کے لئے کامل نمونہ بننا تھا اس لئے زندگی کے ہر قسم کے حالات میں سے آپ کو گذارا گیا۔ اگر خوشحالی آپ کی فیاضی اور سخاوت۔ آپ کے عفو اور آپ کی بلند حوصلگی کو روشنی میں لاتی ہے تو مصیبت آپ کو یہ موقعہ دیتی ہے کہ آپ صبر۔ استقلال اور خدا پر بھروسہ کے جوہر دکھائیں۔

ہمارے سامنے ہے۔ اور اس نقشہ میں پوری صفائی اور آب و تاب کے ساتھ فطرت انسانی کی مختلف شاخوں کی تصویریں بلند حوصلگی۔ فیاضی۔ بہادری۔ صبر۔ فروتنی عفو اور دوسرے اخلاق فاضلہ کا انعکاس کمال صفائی سے نظر آتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک نہایت ہی موثر تفسیر قرآن کریم کی ہے۔ قرآن نے جس خوبی یا نیکی کے حاصل کرنے کا ارشاد دیا ہے اس نیکی اور خوبی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دیکھ لو۔ اور جس بدی سے بچنے کا حکم ہے اس سے تنفر کا نقشہ بھی نبی کریم کی زندگی میں کھنچا ہوا دیکھ لو۔ یہ ایک معمولی بات نہیں۔ اس کے بغیر ہم ایک معلم کی تعلیم کا صحیح اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ بلکہ صرف تعلیم کو جہاں نمونہ نہ ملے دیکھ کر ایک قسم کی مایوسی ہو جاتی ہے۔ لیکن صرف معلم کی عزت اور ادب کو ملحوظ رکھ کر ہم اس تعلیم کا نام بلند پروازی رکھ لیتے ہیں جس سے اصل منشا یہ ہوتا ہے کہ وہ قابل عملدرآمد نہیں اپنے دشمن سے محبت کرو۔ یہ تعلیم عیسائیت میں ایک خواب کے رنگ میں ہی رہی۔ مگر حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ راہ بھی بتا دی کہ عملاً ہم دشمن سے محبت کس طرح کر سکتے ہیں۔ وہ بات جو آنحضرت نے فرمائی وہ انسانیت کے ایک حقیقی مربی کے مونہہ سے ہی نکل سکتی تھی یعنی یہ کہ اللہ کی محبت کے لئے اپنے مالوں کا ایک حصہ ان دشمنوں کو آزاد کرنے میں صرف کرو جن کو تم نے جنگ میں قید کر لیا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کے صدقات کے حکم میں صاف ارشاد الٰہی ہے پھر اس سے بھی آگے قدم رکھ کر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی موقعوں پر خود اس پر عمل کر کے دکھایا اور مسلم فاتحین نے آنجناب کے نقش قدم پر چل کر اس کے بہترین نمونے دکھائے جن کی مثال دکھانے سے دنیا عاجز ہے۔*

(نوٹ انگریزی ترجمہ قرآن مولوی محمد علی صاحب ایم اے) اس طرح قرآن کریم کا ہر ایک حکم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں عملی جامہ پہنے ہوئے نظر آتا ہے۔ آپ کی زندگی میں قسم قسم کے واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں اور ہر واقعہ میں آپ کا کوئی کمال اور خوبی ظہور پذیر ہوتی ہے۔

بیٹا۔ خاوند۔ ہمسایہ۔ انسانی زندگی کے یہ تمام شعبے کیسے خوبصورت پیراؤں میں ہمارے سامنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں موجود ہیں۔ اور ہمیں اس کے وعظ اور اس کی تعلیم سے اس کے متعلق اندازہ لگانے یا اس سے اخلاق سیکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے اعمال اور افعال میں سب کچھ ہمارے لئے روشن کر دیا گیا ہے +

نمونہ سے تعلیم

اس بات میں بھی ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے کل نبیوں پر فضیلت حاصل ہے وہ ہمارے لئے حکمت اور ہدایت کا ورثہ چھوڑتے ہیں مگر الفاظ میں لیکن عمل میں اگر اس حکمت اور ہدایت کو دیکھنا چاہو تو ان کی زندگیاں اب اس کے متعلق کچھ نہیں بتاتیں۔ حالانکہ ہماری سب سے بڑی ضرورت یہی ہے کہ ہمیں وہ تعلیم ملے جو عمل کا جامہ پہن چکی ہے۔ ایسی تعلیم ہی ہمیں اس قابل بناتی ہے کہ ہم ان علموں کی ٹھیک قدر کریں اور ہمیں یہ طاقت دیتی ہے کہ ہم ان تعلیمات پر عمل کریں۔ لیکن بدقسمتی سے جو کچھ حالات دیگر انبیاء کے ہمیں ملتے ہیں ان میں یہ بات بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔ تاریخ نے ان کے اور ہمارے درمیان ایک پردہ ڈال دیا ہے۔ ان کی زندگی تاریخ کی روشنی کے نیچے نہیں +

تاریخی نبی

ان کے سوانح ایک تاریکی کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور جو کچھ معلوم بھی ہوتا ہے اس میں کچھ اجنبی پن اور حالات موجودہ سے دور افتادگی نظر آتی ہے۔ ان کی گفتگو ایک دور کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ اور جو چند الفاظ ان کے مونہہ سے نکلے ہوئے ہم تک پہنچتے ہیں ان سے ان کے اخلاق کی کیفیت ہم کو معلوم نہیں ہو سکتی۔ مگر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم قیصر روم اور سکندر اعظم سے بھی بڑھ کر تاریخی انسان ہیں۔ آپ کی زندگی ایک شیشہ کی طرح

حضرت محمد مصطفےٰ
(صلی اللہ علیہ وسلم)
عمل میں بہترین نمونہ ہیں

مگر ایک چیز کا ایک انسان کے اندر بالقوہ موجود ہونا اس کے بالفعل ہونے پر کوئی شہادت نہیں۔ اور بدی کی نفی کا پہلو اس کے مقابل کی نیکی کے اثبات کی کوئی دلیل نہیں بالخصوص اخلاق کے معلمین ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں سے دوسرے ایک نمونہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور جب معلم اخلاق میں اس نمونہ کا ظہور نہیں ہوا تو دوسرا اس سے کیا فایدہ اٹھائیگا عفو اور درگذر پر۔ مسکینی اور فروتنی پر جتنے لمبے وعظ چاہو کئے جاؤ۔ مگر یہ وہ اثر پیدا نہیں کر سکتے جو ایک مثال پیدا کر سکتی ہے۔ اور مونہہ سے کہدینے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کہنے والے میں واقعی وہ اخلاق موجود ہیں۔ لفظ وہی موثر ہو سکتے ہیں جو خیال سے نکل کر عمل کا رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ تم عفو اور فروتنی کا سبق دوسرے کو کس طرح سکھا سکتے ہو اگر خود تمہیں کبھی یہ اتفاق نہیں ہوا کہ زندگی میں سخت امتحانات اور خطرات کا مقابلہ کرو جیسے کہ مسیح نے کیا۔ اس لئے ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کس طرح اسلام کے پاک اور مقدس واعظ میں تمام اخلاق انسانی اعلےٰ سے اعلےٰ رنگ میں ظہور پذیر ہوئے۔ یتیمی کی حالت سے لے کر بادشاہت تک پہنچنے میں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو زندگی کے تمام مختلف منازل میں سے گذرنا پڑا۔ مختلف قسم کے واقعات آپ کی زندگی میں پیدا ہوتے رہے جن میں طبیعت انسانی کے مختلف پہلوؤں کا ظہور ضروری ہوا۔ آپ ہر قدم پر پورے اترتے گئے۔ مگر کبھی کسی قسم کی کمی آپ میں نہ پائی گئی۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں ایک نمونہ کی ضرورت ہے۔ پھر کس قدر ہماری خوش قسمتی ہے کہ ایک ہی راستباز انسان کی زندگی میں وہ سارے مختلف پہلو ہمارے لئے روشن کر دیئے گئے ہیں۔ بادشاہ۔ مدبر۔ سپاہی۔ جرنیل۔ مقنن۔ تاجر۔ دوست۔ باپ

پر اعتراض کرنا ہے۔ کیا نفرت اور غصہ طبیعت انسانی کے ضروری اجزاء نہیں؟ کیا انسے کاروبار انسانی پر اثر نہیں پڑتا؟ اور اگر انسان نوع انسان کی شکل پر پیدا کیا گیا ہے تو کیا یہ ماننا نہیں پڑتا کہ جس قسم کی صفات انسان میں رکھی گئی ہیں خواہ وہ نرم ہوں یا سخت یہ محض اخلاق الٰہی کے عکس ہیں اور ان کے بغیر انسان اس دنیا میں نہیں رہ سکتا۔ کیا خود قانون قدرت میں ہم ان صفات کو کام کرتا ہوا نہیں دیکھتے جو اسی اخلاق کا بہترین مرقع ہے؟ کیا بائیبل میں ان کو صفات الٰہی میں داخل نہیں کیا گیا؟ اس لئے اگر ہم ان کو عمل میں لائیں تو یقیناً ہم الٰہی منشا کے مطابق عمل کرنے والے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ جذبات تربیت اور آراستگی کے محتاج ہیں اس لیئے جس شخص کی تربیت خود اللہ تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے کی ہو یعنی جس کا وجود خدائی صفات کا مظہر ہو وہیں یہ جذبات ٹھیک طور پر استعمال ہونگے۔ لیکن اگر ہم دونوں گالوں پر تھپیڑ کھانے کی تعلیم پر عامل ہوں تو نہ صرف صفات شدیدہ ہی جو کہ صفات الٰہی کا مظہر ہیں نیست و نابود ہو جائیں گی بلکہ جان اور مال کی حفاظت کا بھی کوئی انتظام باقی نہیں رہ سکتا۔ بدی کا مقابلہ کسی صورت میں نہ کرو۔ اس کا نتیجہ سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ ظلم اور شرارت پر کوئی روک نہ رہے۔ اس قسم کے اخلاق کو کتنے ہی دل خوش کن الفاظ میں ذکر کرو عمل میں آنے کے قابل نہیں اور نہ قیامت کے دن تک عمل میں آسکتے ہیں پس پہاڑی وعظ کا واعظ ان حالات عالم کے ماتحت انسانوں کے لئے بہترین نمونہ اور کامل ہادی نہیں ہو سکتا جیسا کہ پروفیسر ریناں انہیں بنانا چاہتے ہیں۔ لیکن نفرت غصہ اور انتقام کے صفات کو چھوڑ کر اور بہت سی اخلاقی صفات ہیں جو ہم میں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ مگر جو ان عیسائی اخلاق کی فہرست میں شامل نہیں جن پر خصوصیت سے زور دیا جاتا ہے۔ حیا۔ نرمی اور صبر سے اخلاق انسانی کی فہرست ختم نہیں ہو جاتی۔ بہادری۔ انصاف مردانگی فیاضی۔ اپنے اوپر اعتماد اور بہت سے دوسرے اعلےٰ درجہ کے اخلاق ہیں جن کا ذکر پہاڑی تعلیم میں نہیں۔ اور نہ حضرت مسیح کی زندگی میں وہ ظہور پذیر ہوئے۔ یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح خدا کے ایک برگزیدہ رسول تھے اور ضروری ہے کہ یہ صفات عالیہ ان کے اندر بطور ایک بیج کے موجود ہوں مگر ان کو نشو و نما پانے کا موقعہ نہیں ملا۔ اور اس لئے آپ کے وجود میں ان کا ظہور نہیں ہوا

ان تعصبات سے پاک نہیں جو ایک وقت مسیحی ممالک کا مایہ ناز تھیں "

الغرض پروفیسر نیان کے اس مقولہ پر کہ مسیح انسانوں کیلئے ایک عمدہ رہنما و بہترین نمونہ ہے جسقدر ہم بہ نگاہ تعمق غور کرتے ہیں اسیقدر اسکی صحت پر شبہ قوی ہوتا جاتا ہے۔ وہ اخلاق جنکی تعلیم حضرت مسیح نے پہاڑی وعظ میں دی ہے بیشر عملدرآمد انکے اول متبعین بھی نہیں کر سکے اس وعظ کے نصایح کو خیالی طور پر تو جتنا چاہو بلند مقام پر دو مگر گذشتہ دو ہزار سال سے جب سے یہ تعلیم مسیحی دنیا نے اپنے آپکو اسقابل نہیں پایا کہ ان نصایح کو عمل میں لا سکے بلکہ خود مسیح کے مشن کیلئے کام کرنیوالوں نے بھی اپنے آپکو اخلاق کے ان ناقابل عملدرآمد اصول پر عمل کے بالکل ناقابل پایا ہے۔ اور وہ صرف مسیح کی آمد ثانی کے انتظار میں لگے ہوئے ہیں۔ جب خدا کی سلطنت صلح آشتی اور محبت کو بحال کرنے کے لئے آئے گی اور انسان تمام بظاہر سخت مگر فی الواقع صحیح انسانی جذبات سے الگ ہو کر اس تعلیم پر عملدرآمد کے قابل ہو جائیگا۔ ہم اس عذرخواہی کو بھی قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ ہماری طبائع کا وہ حصہ جو بظاہر سخت نظر آتا ہے۔ اور قیام امن کے لئے سخت خطرناک سمجھا جاتا ہے مگر جو فی الواقع امن کے قایم رکھنے کا ذریعہ بھی ہے یہ کہاں جائے گا۔ حضرت مسیح ہماری نرم اور دوسروں سے اثر پذیر ہو جانے والی صفات میں بیشک ہمارے ہادی بن سکیں۔ مگر نسل انسانی کی خوشی کا انحصار بڑی حد تک ان اخلاق کے ظہور پذیر ہونے پر بھی ہے۔ جو ہماری طبائع کے سخت پہلو کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ مثلاً نفرت۔ ناراضگی۔ بدلہ لینا۔ جان اور مال کی حفاظت ان صفات شدیدہ کے ظہور پذیر ہوئے بغیر قایم نہیں رہ سکتی۔ ایک شخص کا اختیار ہے کہ ان کا نام ادنی جذبات رکھے لیکن کیا ہمارا جھوٹ سے نفرت رکھنا۔ ہمارا کسی ظالمانہ فعل یا غلطی پر ناراض ہوتا۔ ایک مجرم کو انصاف اور عدالت کے تقاضہ کے ماتحت لانا اور جو جرم اس نے سوسائٹی کے خلاف کیا ہے اسکی پاداش اس کو دینا۔ کیا یہ تقوے اور خدا ترسی میں داخل نہیں؟ سچ یہی ہے کہ یہ جذبات بھی اپنے صحیح موقعہ پر استعمال ہو کر فایدہ دے سکتے ہیں۔ ہاں غلط موقعہ پر استعمال کرنے سے یہی صفات وحشیانہ رنگ اختیار کر لیتی ہیں مگر انہی کو موقعہ پر استعمال میں لاؤ تو اعلےٰ درجہ کے اخلاق بن جاتے ہیں یہ کہنا کہ یہ جذبات انسانی دور کرنے کے قابل ہیں خود حکمت الٰہی

آپ چاہتے تو اس وقت تمام کے سر کاٹ نہیں سکتے تھے؟ کیا ان جانی دشمنوں کو جنہوں نے آپ کو کسی طرح پر امن نہ دیا جنہوں نے آپ کو مجبور کیا کہ وطن چھوڑ کر دوسری جگہ پناہ لیں جنہوں نے ہر طرح سے آپ کی تحقیر کی اور آپ سے تمسخر کیا۔ جنہوں نے ایسی عداوت اور سختی کے ساتھ جو نہ صرف معقولیت کا رنگ ہی رکھتی تھی بلکہ ظالمانہ تھی آپ کو تکلیفیں دیں کیا ایسے دشمنوں کو قتل کر دینے کا آپ کو حق نہ تھا؟ لیکن ذاتیات کا خیال کبھی آپ کے دل میں نہیں آیا۔ آپ نے ذاتی طور پر اپنے حاکم ہونے کا کسی طرح اظہار نہیں کیا۔ شاہانہ اختیارات کو اپنی ذات کے لئے برتنے سے انکار کیا۔ اور جب قریش کے متکبر سردار آپ کے سامنے آئے تو آپ نے پوچھا تم مجھ سے کس سلوک کی امید رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا رحم کی۔ فرمایا اچھا تم سب آزاد ہو"۔

"وہ آپکی سادگی۔ آپکی انسانی ہمدردی۔ آپکی کفایت شعاری۔ آپکی درگذر۔ آپکی متانت۔ آپکی مضبوطی۔ آپکا مصائب میں استقلال۔ آپکا طاقت کیوقت فروتنی اختیار کرنا۔ آپکا قوت کیوقت عاجزی کا اظہار کرنا۔ آپکی حیوانوں کیلئے رحمدلی۔ آپکی بچوں سے محبت۔ آپکا انصاف اور عدل کے اوپر مستقر ہو کر قائم ہونا کیا دنیا کی تاریخ میں کوئی اور مثال ہے جہاں اس قدر اعلیٰ اخلاق ایک ہی شخص کی ذات میں جمع ہوئے ہوں؟

وہ صدیوں واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے اور حق کو دبا رکھنے کے بعد محمد مصطفٰے صلعم کی صورت آج ممتاز طور پر سامنے آتی ہے اور غیر مسلم دنیا کو تعریف اور عزت کیلئے مجبور کر دیتی ہے۔ وہ اب کافر نہیں بلکہ ایک عظیم الشان معلم ہے۔ وہ مرگی میں بیمار نہیں بلکہ نہایت ہی مضبوط اخلاق اور نہ جھکنے والے عزم کا مالک ہے۔ وہ اب ایک خود غرض خود مختار حاکم نہیں جو اپنی ذاتی اغراض کو پورا کر رہا ہو بلکہ ایک فیاض بادشاہ ہے۔ جو اپنے ارد گرد نور اور رحمت پھیلا رہا ہے۔ وہ ضروریات وقت پر چلنے والا نہیں بلکہ ایک نبی ہے جو ایک مستقل مقصد کو اپنے سامنے رکھتا ہے۔ اور اپنے استقلال میں ذرہ بھر جنبش نہیں کھاتا۔ یہ سب باتیں یورپ نے اب تسلیم کر لی ہیں اور آزادی سے تسلیم کر لی ہیں۔ آج ہمارے پاس انگریزی میں ہگنس۔ ڈاون پورٹ۔ باسورتھ سمتھ اور کارلایل کی تصنیفات ہیں جرمنی میں کریل اور گرم کی برطانوی زبان میں سیٹنی کی قابل یاد تصنیف ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی فاضلانہ تصنیفات ہیں مگر وہ

کیلئے بھوکے اور پیاسے رہا آپ کے موتھ کے لفظ لفظ نہیں رہتے بلکہ آپ کے ہونٹوں سے الگ ہوتے ہی عمل اور حقیقت کا جامہ پہن لیتے ہیں۔ یہ ہے سچی روحانیت جو طاقت اور خوشحالی کے وقت ویسے کی ویسی ہی رہتی ہے جیسے غربت اور تنہائی کے وقت جو شخص غربت اور بیکسی کی حالت میں نرمی اور فروتنی کو ظاہر کرتا ہے۔ ایسا کرنے سے کچھ کھوتا نہیں۔ اور بس۔ مگر جو طاقتور اور دولتمند ہو کر اس منزل کو طے کرتا ہے اس کی روحانیت فی الحقیقت ایک امتحان سے نکل کر اپنی پختگی پر مہر لگا دیتی ہے۔ ڈاکٹر گستاو وبل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھتا ہے:-

"محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اپنے لوگوں کے لئے ایک روشن نمونہ قایم کیا۔ آپکے اخلاق پاک اور بے عیب ہیں۔ آپکی پوشاک آپ کی خوراک نہایت درجہ کی سادگی اپنے اندر رکھتی ہیں۔ آپ کی طبیعت کی سادگی اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ آپ پسند نہیں کرتے کہ آپ کے رفقاء آپ کی خاص طور پر عزت کریں۔ نہ اپنے خدمتگار سے کوئی ایسا کام لیتے ہیں جو آپ خود کر سکتے ہوں۔ بسا اوقات آپ بازار میں سودا خریدتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ بسا اوقات آپ اپنے کپڑوں کی مرمت کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ یا اپنے صحن میں اپنی بکری کا دودھ دوہتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ آپ کے پاس ہر شخص ہر وقت جا سکتا ہے۔ آپ بیماروں کی عیادت کے لئے جاتے ہیں۔ اور سب کے لئے ہمدردی آپ کے دل میں بھری ہوئی ہے۔ آپ کی کریمی اور فیاضی کی کوئی حد نظر نہیں آتی۔ اور اپنی قوم کے لئے آپ کی ترحم بھی کمال درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ باوجود بیشمار تحفوں کے جو آپ کو برابر ہر طرف سے پہنچتے چلے جاتے ہیں۔ آپ اپنے پیچھے بہت ہی کم چھوڑتے ہیں اور جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ بھی اپنا مال قرار نہیں دیتے۔ بلکہ بیت المال کا حصہ قرار دیتے ہیں۔"

"پھر آپ کے مکہ میں فاتحانہ داخل ہونے کو لو۔ عفو اور درگذر کا کیسا شاندار نمونہ ہے۔ عرب اب آپ کے پاؤں تلے ہے اور مکہ جو آپ کی مخالفت کا مرکز تھا اب آپ کے رحم پر ہے۔ کیا اس وقت آپ کے اندر انتقام لینے کا کوئی جوش پیدا ہوا؟ کیا اگر

بسر کر سکتے ہیں تو ان اوصاف کے مالک کی خوبی بہت بڑھ جاتی ہے۔ وہ ایک اعلےٰ درجہ کے اخلاقی سبق کا کام دیتے ہیں اور بڑے بڑے متکبر سرکشوں کو آن کی آن میں نرم کر دیتے ہیں لیکن جب یہی مسکینی اور فروتنی کے اخلاق ایک ایسے انسان میں پائے جائیں جس کی حیثیت ایک معمولی انسان کی حیثیت ہے تو ان سے دوسرے چنداں فایدہ نہیں اٹھا سکتے بلکہ بسا اوقات دوسروں کو ایک تمسخر اور ہنسی اور طعن کا موقعہ دیتے ہیں۔ ان کے عمدہ اخلاق ہونے میں تو کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔ مگر مثل مشہور ہے ستر بی جی از بے چادری۔ یہ خیال ہو سکتا ہے کہ چونکہ ایسے شخص کو کوئی اعلےٰ رتبہ ہی حاصل نہیں اس لئے اس کو تو مجبوراً بھی مسکینی اور فروتنی کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ اس پہلو سے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و سلم ہی سچی روحانیت کی روشن مثال ہیں۔ پہلے ایک یتیم تھے۔ پھر چاروں طرف سے تکلیفوں کا نشانہ بنے پھر وطن مالوف سے بھی بھاگنا پڑا۔ اور آخر کار نہ صرف روحانی بادشاہ ہی رہے بلکہ جسمانی حاکم بھی ہوئے۔ لیکن کیا غربت کی حالت سے نکل کر طاقتور ہو جانے نے آپ کی طرز زندگی میں کوئی انقلاب پیدا کر دیا بلکہ طاقتور ہو جانے کی حالت میں جو انسان کے ارد گرد شان و شوکت کے ظاہری سامان نظر آیا کرتے ہیں وہ آپ کی حالت میں بھی نظر آتے ہیں؟ کیا آپ نے کوئی نوکر و خدمتگار رکھے یا اپنی حفاظت کے لئے کوئی باڈی گارڈ مقرر کیا؟ یا کیا ظاہری شان و شوکت کو جس کو زمین کے بادشاہوں نے کیا قدیم اور کیا جدید ہمیشہ بادشاہت کے لوازمات میں سے سمجھا ہے آپ نے اپنے پاس آنے دیا؟ کیا آپ نے کوئی دولت جمع کی یا کوئی جایداد بنائی؟ جہانتک آپ کے حالات زندگی کا مطالعہ کیا جاتا ہے ایک بھی امر ایسا نہیں جس میں آپ نے تبدیلی کی ہو۔ آپ کو طاقت اور اختیارات تو اس قدر حاصل ہیں کہ بڑے بڑے بادشاہ کو بھی حاصل نہیں ہو سکتے مگر اس کے باوجود آپ آخر تک سادہ دکھاوے سے متنفر تکبر سے پاک اپنے بھائیوں کی خاطر اور ان کے ساتھ ایسی ایثار اور قربانی کی زندگی بسر کرنے والے رہے جن کی مثال نظر نہیں آتی۔ آپ بادشاہ ہیں مگر دل کے غریب۔ آپ ایک عظیم الشان ظاہری اور روحانی طاقت کے بانی ہیں مگر نرم رحمدل اور دل کے پاک۔ آپ زمین کے وارث ہیں مگر پاکیزگی کے

لیکر لحد تک بچپن سے لیکر قبر تک۔ مذہبی فرایض کی ادائگی کا ایک سلسلہ ہے۔ مذہب اور ملکی امور کے درمیان کوئی حد فاصل نہیں۔ واقعات کے سامنے یہ بیان کہ جو چیزیں قیصر کی ہیں وہ قیصر کو اور جو خدا کی ہیں وہ خدا کو دو کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ قیصر تو خود رنگ حکومت میں خدا کا نائب ہے اور اس کی فرمانبرداری خدا کی فرمانبرداری ہے محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان دونوں منصبوں کا مجموعہ ہیں جو قیصر اور پوپ الگ الگ طور پر ادا کرتے ہیں۔ آپ کا صرف یہی کام نہیں تھا کہ رسوم مذہبی کو قایم کریں۔ احکام مذہبی کو ایک شکل دیں۔ اور اپنے پیروؤں کے لئے عبادات میں ہادی بنیں۔ بلکہ آپ کو سیاسی رنگ میں بھی ان کا ہادی بننا تھا" (دیباچہ خدا بخش جنرل آف دی مسلم انسٹیٹیوٹ کلکتہ)

دوسری طرف اس بات پر غور کرو کہ کیا حضرت مسیح تارک الدنیا تھے۔ یا ایک جدوجہد کی زندگی والا انسان۔ آپ کی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ دعا پر بھی آپ کا زور تھا اور کام پر بھی اگر رات وہ خدا کی عبادت میں گذارتے تھے تو دن ان لوگوں کی ہمدردی میں گذارتے جو دکھوں اور مصیبتوں میں تھے۔ لبعض اوقات وہ محصول دینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ بھی بیٹھتے تھے۔ کیا اس وقت وہ روحانیت سے خالی ہوتے تھے؟ کیا آپ کی روحانی قوتیں اس وقت معطل ہو گئی تھیں جب ایک شادی کی دعوت میں شامل تھے؟ اور اگر آپ کی زندگی کا کاروباری پہلو روحانیت سے مطابقت حاصل کرسکتا ہے۔ تو اگر آپ بادشاہ یا حاکم بن جاتے تو اس سے روحانیت میں کیا فرق آسکتا تھا؟

روحانیت کا ایک سچا نمونہ

اور اگر روحانیت اسی بات کا نام ہے کہ تعلیم اور نمونہ کے ذریعہ سے حقیقی انسانی خوشی کے بڑھانے میں مدد دی جائے تو ایک بادشاہ بھی جو روحانیت میں اعلےٰ مقام پر ہو ایک تارک الدنیا کی نسبت انسانی خوشی کے بڑھانے میں بہت زیادہ معاون ہوسکتا ہے حلم کی مسکینی اور تواضع میں فروتنی جو روحانیت کے دیگر اجزا میں سے دو نہایت ضروری جزو ہیں تب ان کا ظہور ایسے لوگوں سے ہو جو بغیر مسکینی اور فروتنی کے بھی اپنی زندگی مزے سے

رُوحانیّت کا غلط مفہوم

لیکن بعض ہمارے قارئین کو جب وہ یہ سطور پڑھیں گے شاید یہ خیال گذرے کہ مسیح مسیح دنیا کے لئے نہیں تھا وہ صرف روحانیت کے لئے آیا؟ میں چاہتا ہوں کہ ایسے اپنے مہربانوں کو اس غلط فہمی سے باہر نکالوں جو ان کو روحانیت کے متعلق ہو رہی ہے۔ بعض کے نزدیک غالباً روحانیت کا منشاء یہ ہوگا کہ تمام عقلی تعلقات اور دنیوی فرائض سے انسان علیحدگی اختیار کرے۔ لیکن اس قسم کی رہبانیت کی زندگی تو حضرت مسیح کی بھی بہر حال نہ تھی۔ وہ عملی رنگ کے انسان بھی تھے۔ روزے رکھنا اور خوابیں دیکھنا۔ آدھی رات کے وقت دعائیں کرنا۔ اور رات کے اوقات میں خدا سے ہمکلام ہونا بھی ساری روحانیت کے پہلوؤں کو اپنے اندر لئے ہوئے نہیں ہے۔ جیسا کہ کارڈینل نیومین کو خیال ہے۔ بالفاظ جے آرملر ڈی ڈی نے ہماری زندگی کے کام کے دن (یعنی عبادت کے دن کے مقابلہ میں جو اتوار ہے) ہماری روحانیت پر اثر ڈالتے ہیں اور ہمارے اخلاق کی تربیت میں اور ہماری حسن خلق کے بنانے میں اس سے بہت بڑھ کر معاون ہیں جیسا کہ ہم میں سے اکثر لوگوں کا خیال ہے۔ دوسری طرف کوئی دن خوبصورت نہیں بنایا جاسکتا۔ جس کا کاروباری یعنی ادائیگی فرائض کا پہلو اسی طرح پر رونق نہیں جس طرح اس کا مذہبی پہلو" مگر ہم دریافت کرتے ہیں کہ وہ مذہبی پہلو کیا چیز ہے۔ اور فرائض کی ادائیگی اور مذہبی زندگی میں حد فاصل کیا ہے جب کہ ایک انسان زندگی کے ہر پہلو میں پاکیزگی اور [illegible] ہمدردی اور فیاضی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ کیا ہماری جسمانی حالتیں ہماری اخلاقی [illegible] روحانی حالتوں سے گہرا تعلق نہیں رکھتی ہیں؟ سچ تو یہ ہے کہ ہمارا پینا اور ہمارا کھانا بھی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر بہت بڑا اثر ڈالتا ہے۔ خود حضرت مسیح نے کاروباری یعنی ادائیگی فرائض کی زندگی اور مذہبی زندگی میں کوئی فرق نہیں کیا۔ مگر اس صداقت کو دنیا میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی روشن کیا کہ انسان کا ہر ایک فعل خواہ وہ زندگی کے کسی پہلو میں ہو ایک مذہبی اہمیت اور ایک مذہب کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ بلکہ اس کی تمام تر زندگی مہد سے

اخلاق کی تعریف انہی اخبارات میں ہو رہی ہے۔ پس عملاً اس نبی کا پیرو جنگ کے وقت اچھا انسان ثابت ہوتا ہے۔ جس نے خود جنگ کر کے اپنے پیروؤں کو بتا دیا کہ اس حالت میں بھی جب انسان انسان کے خون کا پیاسا ہوتا ہے ایک مسلم کا طریق عمل کیا ہونا چاہئے +

لیکن اگر حضرت مسیح زندگی کے ان اعلےٰ حالتوں میں نمونہ کا کام نہیں دے سکتے تو کیا اچھا ہوتا اگر معمولی زندگی میں ہی ان کا نمونہ ہمارے لئے کامل رہبر کا کام دے سکتا ہماری زندگی کے پروگرام میں گھرالو زندگی یعنی میاں بی بی کے طور پر رہنا انسانی زندگی کا ایک جزو لاینفک ہے۔ بہت سے گھر غموم وہموم مصیبتوں جھگڑوں کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ یہ رنجدہ حالت کس طرح پیدا ہوتی ہے۔ میاں بی بی میں جب محبت کے پاک تعلقات ہوں تو بیاہی ہوئی زندگی دنیا میں انسان کے لئے جنت بن جاتی ہے۔ لیکن انہی محبت کے پاک تعلقات کے مفقود ہو جانے سے سکھ کی بجائے دکھ اور جنت کی جگہ انسان کو ایک جہنم نظر آتا ہے۔ خود گھر کا لفظ ہی کس قدر تعلقات محبت کو سامنے لے آتا ہے۔ مگر کیا یہ سچ نہیں کہ یہ چیزیں روز بروز کم ہوئی جا رہی ہیں اور بہت سے گھر ان باتوں سے خالی ہوتے جا رہے ہیں جو اس لفظ کے ساتھ وابستہ تھیں۔ کیا عورت کی پیدایش کی یہ غرض نہیں کہ وہ مرد کی معاون ہو اور کیا قانون الٰہی اور قانون قدرت کا یہ صاف منشاء نظر نہیں آتا کہ مرد اور عورت میاں بی بی کے پاک تعلقات کی حالت میں رہیں۔ اور ان میں وہ محبت قایم رہے جو گھر کو ایک کامل راحت اور سکون کی جگہ یا انسان کے لئے اس دنیا میں ہی جنت بنا دے اور وہ کشیدگی اور رنجدہ تعلقات پیدا نہ ہوں جو گھر کو دوزخ بنا دیں۔ اگر یہ واقعات اور حقائق ہیں اور انہی پہ ہماری خوشی یا رنج کا بہت حد تک مدار ہے تو کیا ہم کو ایسے رہبر کی ضرورت نہیں جو ہماری روزمرہ خانگی زندگی کو درست طریق پر چلانے کی راہ بتائے۔ یہ افسوس ناک امر ہے کہ ابن مریم کو اس قدر جلد اپنے تبلیغ کے کام سے رکنا پڑا۔ اور ان کو شاید موقعہ ہی نہ ملا کہ کسی عورت کو اپنی زوجیت میں لا کر اپنے پیروؤں کے لئے میاں بی بی کے تعلقات میں عملی نمونہ دیتے اور اس غرض کیلئے ہمیں پھر کسی دوسرے انسانیت کے کامل نمونہ اور رہبر کیطرف دیکھنے کی احتیاج پڑتی ہے +

یا بادشاہ کے رنگ میں ظاہر ہوتا کیونکہ اس طرح پر وہ نسل انسانی کو بہت زیادہ فایدہ پہنچا سکتا تھا۔ کیونکہ بادشاہوں اور مدبروں کی غلطیوں سے نسل انسانی کو بڑے بڑے نقصان پہنچتے ہیں۔ اور اگر حضرت مسیح انسانیت کا کامل نمونہ اور رہبر بن کر اپنے عمل سے اپنے پیروؤں کے لئے بہتر ہدایات چھوڑ جاتے تو شاید آج دنیا کو اس مصیبت کا مونہہ دیکھنا پڑتا جو اس عظیم الشان آگ کی صورت میں دنیا کو جلا رہی ہے۔ اس میں کیا شبہ ہے کہ اگر بجائے شہزادہ صلح کی صورت میں ظاہر ہونے کے خدا ایک بادشاہ یا مدبر کی صورت میں ظاہر ہوتا تو دنیا میں جو خطرناک نتائج بادشاہوں یا مدبروں کی غلطیوں سے پیدا ہوتے ہیں ان سے دنیا بچ جاتی۔ وہ ان کو جنگ کے اخلاق کی تعلیم دیتا۔ اور جب وہ خود بھی ان پر عامل ہو کر دکھاتا تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ مثال ان کے پیروؤں کے لئے بہت کچھ روک کا موجب نہ ہوتی۔

شاید یہ کہا جائے گا کہ یسوع مسیح اس دنیا کی بادشاہت کے لئے نہیں آیا لیکن اگر نوع انسانی کا اجتماع اور اس اجتماع کے ذریعہ سے گوناگون فوائد کا حاصل کرنا کسی قسم کے نظم اور حکومت کو لازمی ٹھیراتا ہے۔ اور باہمی حقوق اور ذمہ واریوں کو عمل میں لانے سے چارہ نہیں اور بغیر اس کے انسان انسانیت کے کمال تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ اور اگر کبھی کوئی انسان ابتدائی وحشیانہ حالت میں ترقی کر کے نکلتا ہے فوراً ملکیت کا سوال اس کے سامنے آتا ہے اور مال اور جان کی حفاظت بغیر کسی قسم کی ملکی حکومت کے نہیں ہو سکتی۔ تو کیا ہم انسانیت کا کامل نمونہ اور رہبر کے لئے زیتون کی پہاڑی کی طرف دیکھیں یا فاران کے پہاڑ پر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود میں ایک بادشاہ مدبر۔ مقنن۔ جرنیل۔ منصف کو پا کر اپنے لئے انسانیت کا کامل نمونہ اور رہبر ٹھیرائیں۔ کیا خود اس جنگ میں جو نمونہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیروؤں نے دکھایا ہے وہ خود اس بیان کی صداقت پر شاہد نہیں۔ ایک طرف مسیح کے پیروؤں میں سے دو بڑی طاقتیں یعنی جرمن و آسٹریا جن مظالم کا ارتکاب کر رہی ہیں ان پر خود عیسائی اخبارات شاہد ہیں دوسری طرف اسی جرمنی کا حلیف ترکی بھی ہے جس کے سپاہیوں کی رحم دلی اور وسعت

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

انسانیت کا ایک کامل نمونہ اور ہادی

پروفیسر رینان حضرت مسیح کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے "وہ مذہب نے اس انسان کو انسانیت کا ایک کامل نمونہ منتخب کرنے میں ہرگز کوئی برا انتخاب نہیں کیا"۔ مگر رینان باوجود اپنے عقلی کمالات کے ابتدائی زمانہ کے تعصبات سے الگ نہیں ہو سکا۔ اگر ٹھنڈے اور بے تعصب دل کے ساتھ ان واقعات پر غور کیا جائے جو حضرت مسیح کی زندگی کے متعلق انجیل میں مذکور ہیں اور ساتھ ہی اس بات کو بھی مدنظر رکھا جائے کہ انسانی سوسائٹی کس طرح پر بنتی ہے۔ تو قارئین کرام پر یہ امر کھل جائے گا کہ رینان کا یہ قول تنگ نظری سے خالی نہیں۔ اس کو یہ علم ہونا چاہئے تھا کہ انسانی سوسائٹی کی ترکیب میں بہت سے ایسے اجزاء ہیں جو انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن میں حضرت مسیح جیسا کہ اناجیل میں ان کے حالات مذکور ہیں۔ ہمارے ہادی نہیں ہو سکتے۔ ایک بادشاہ جو تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوتا ہے۔ ایک جج جو عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر لوگوں کے تنازعات کا فیصلہ کرتا ہے۔ ایک مدبر جو امور سلطنت کی تدبیر میں لگا رہتا ہے۔ ایک جرنیل جو افواج کو میدان جنگ میں دشمن کے مقابلہ پر لے جاتا ہے انسانی سوسائٹی کے ایسے ہی ضروری عنصر ہیں جیسے ایک معلم جو انسانوں کو ان کے اخلاق وغیرہ کے متعلق تعلیم دیتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ مصلحت الٰہی نے یہ تقاضا کیا کہ داؤد سلیمان یوسف اور یوشع جیسے انبیاء کو بھی بھیجا۔ جنہوں نے علے الترتیب بادشاہ جج۔ مدبر اور جرنیل کا کام کر دکھایا۔ وہ انسان تھے اور اس بات کا امکان رہ جاتا ہے کہ ان کو ان فرائض کے ادا کرنے میں کسی وقت غلطی بھی لگی ہو۔ لیکن خدا کا خود انسانیت کا نمونہ اور رہبر بن کر آنا تھا ہے۔ اگر کہا جاتا ہے کہ وہ ... مسیح کے رنگ میں ... تو سوچو کس قدر ضروری تھا کہ وہ مدبر

ہے جس کا جواب دنیا میں نہیں ہو سکا؛

عرب کو چھوڑ و ساری نسل انسانی قرآن کریم کے نزول سے پہلے قعر مذلت میں گری ہوئی تھی۔ جہالت اور تاریکی کے بادل اخلاق اور روحانیت کے آسمان پر ایسے چھائے ہوئے تھے کہ روشنی کی کوئی شعاع نظر نہ آتی تھی۔ خدا کے قانون بڑی دلیری سے توڑے جاتے اور الٰہی حدبندیوں سے بڑی بیباکی کیساتھ تجاوز کیا جاتا تھا۔ فسق و فجور کی حکومت سارے روئے زمین پر تھی۔ مگر عرب کا ملک سب سے بڑھا ہوا تھا۔ وہ نہ صرف ہر ایک قسم کے فاحش امور کے ہی مرتکب ہوتے بلکہ ان کے ارتکاب پر اپنی مجلسوں میں اور اپنے اشعار میں فخر کرتے اس زمانہ میں عرب میں شعر گوئی کا شوق کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ ان کے بڑے بڑے مجمعوں اور محفلوں کو مشاعرہ کی مجالس زیب و زینت دیتی تھیں۔ مگر اس مشاعرے کے نازک سے نازک خیالات میں نہایت گندے اور فحش افعال کے ارتکاب کا ذکر فخر کے طور پر بیان کیا جاتا تھا۔ اب ایک طرف اس قوم کی اس حالت پر غور کرو۔ اور دوسری طرف اس حالت کو دیکھو کہ جب چوتھائی صدی سے کم عرصہ میں کل کی کل ایک خدا ترس راست باز انسانوں کی جماعت بن کر دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑی ہو جاتی ہے۔ وہ جو دنیا کی قوموں میں سب سے بڑھ کر علم سے دور اور جہالت پر فخر کرنے والے تھے وہی دنیا میں علم کے مشعل بردار بن گئے۔ اور وہ جو عورتوں کو ذلیل ترین حالت میں رکھتے تھے حقوق نسوان کے حامی بن گئے۔ اور دوسروں میں بھی انہوں نے وہی روح پھونک دی جو خود ان کے اندر کام کر رہی تھی۔ اور یہ انقلاب عظیم بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ظہور میں آیا۔ تاریخ میں اس قسم کی اصلاح کی اور کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ اللھم صل وسلم وبارک علٰی محمد ٭

سب سے زیادہ کامیاب نبیؐ

یہ ایک صاف تاریخی واقعہ ہے جس سے دشمن کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی دنیا کے اکیلے نبی ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کا سب سے اعلےٰ مقصد جس کو لے کر انھوں نے زندگی شروع کی تھی۔ اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتا دیکھ لیا۔ وہ یہاں پھر میں اسی فاضل مترجم کے چند الفاظ نقل کرتا ہوں جہاں انھوں نے قرآن کریم کے بے مثل ہونے پر نوٹ لکھا ہے۔ وہاں پر لکھتے ہیں:-

وہ اس مقدس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت جس میں دنیا کی کوئی کتاب اسکا مثل ہونے کا دعوےٰ نہیں کرسکتی وہ حیرت انگیز روحانی انقلاب ہے جو اس کے ذریعہ سے دنیا میں نمودار ہوا اور اسی کی طرف اس کے ان پاک الفاظ میں اشارہ ہے جن سے یہ کتاب شروع ہوئی ہے۔ ذالك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين یعنی یہ کتاب اس میں کوئی شک نہیں ایک عظیم الشان اور کامل ہدایت متقیوں کے لئے ہے۔ یہ بات کہ جو انقلاب اس کتاب نے پیدا کیا اس کی کوئی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی سب کو مسلم ہے کیونکہ اگر جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں صاف اعتراف موجود ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے اور تمام مذہبی مصلحوں سے بڑھکر کامیاب ہوئے تو یہ کامیابی اسی پاک کتاب قرآن کے ذریعہ سے وقوع میں آئی۔ اس کے احکام نے ہر قسم کی خطرناک بدیوں کو جو ہزاروں سالوں سے جڑ پکڑے ہوئے تھیں جیسے بت پرستی شراب خوری جنس وخاشاک کی طرح ۔۔ نابود کر دیا۔ اور جزیرہ نمائے عرب میں ان کا کوئی نشان باقی نہ چھوڑا خطرناک جنگجو قوموں کو جن کی عداوتیں صدیوں سے چلی آتی تھیں۔ ایک متحد قوم بنا دیا۔ اور ایک جاہل اور ان پڑھ قوم کو اعلےٰ سے اعلےٰ علوم اور تہذیب کے علم بردار بنا کر ان کو دنیا کا لیڈر بنا دیا۔ علاوہ بریں قرآن کا ایک ایک لفظ اللہ تعالےٰ کی عظمت وشوکت کا ایک ایسا موثر نقشہ کھینچتا ہے جس کی نظیر ہمیں کسی دوسری مقدس کتاب میں نظر نہیں آتی۔ اور اس طرح پر قرآن یہ تحدی فاتوا بسورة من مثله یعنی اس جیسی ایک ہی سورت پیدا کر دو۔ آج تک قایم

پیروی میں مدد دیتے ہیں۔ اور اگر وہ اپنی اصلی پاکیزگی کی حالت میں باقی رہیں۔ اور اس طرح پر ہم کو پہنچ جائیں اور تعلیم بھی ان کے اندر اپنے کمال میں ظاہر کر دی گئی ہو تو ہمیں دوسرے نبی کی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن یہ دونوں باتیں دنیا کی تاریخ میں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے کسی کو میسر نہیں آتیں۔ جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے نازل ہوا اس میں تحریف و تبدیل واقع ہو گئی۔ اور انسان کے ہاتھوں نے اس میں کمی بیشی کر دی۔ علاوہ بریں اسلام سے پہلے کے تمام مذہبی معلموں کی زندگیوں کے واقعات تاریکی میں ہیں۔ اور تاریخی طور پر ان کی صحت کا اطمینان کوئی نہیں بلکہ زیادہ تر وہ باتیں قصوں کے رنگ میں رہ گئی ہیں۔ اور اس طرح پر ہم کو ان کے حقیقی حالات کا علم بہت کم ہے۔ اس لئے قرآن اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نزول ضروری ہوا۔ لیکن اگر قرآن کریم آج ہمارے ہاتھوں میں بغیر ایک شوشہ کی تحریف کے ایسا ہی موجود ہے جیسا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھا۔ اور اگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات تمام تر صحت اور امانت کے ساتھ ہم تک پہنچائے گئے ہیں۔ اور قرآن نے ہدایت کی راہوں کو بھی پورے طور پر روشن کر دیا ہے اور شریعت کی تکمیل کر دی ہے تو کیا پھر بھی ہمیں کسی اور نبی کی ضرورت ہے؟ ہرگز نہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن سب کتابوں میں سے آخری کتاب ہوئی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب نبیوں میں آخری نبی ہوئے۔ درحقیقت جو چیز قرآن کو خاتم الکتب اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بناتی ہے۔ وہ یہی ہے کہ قرآن ہدایت اور شریعت کی تکمیل فرماتا ہے۔ محمد رسول اللہ کی شخصیت کو آگے نہیں کرتا۔ پس اگر قرآن کریم میں ہماری اخلاقی اور روحانی ضروریات کو کامل طور پر پورا کیا گیا ہے اور اگر اس میں خدا کی رضا کے راہوں کو کامل طور پر ظاہر کر دیا گیا ہے۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں جب احکام قرآنی کو تعمیل میں لا کر نبی کے کام کا عملی حصہ پورا کر دیا ہے۔ تو اب بتاؤ کہ اور نبی کی ضرورت کہاں ہے۔ اور کیوں ہے +

...کے مذہب کے اصلی اصول کو قائم کر دے۔"

یہ دلیل واقعی ایسی صاف ہے کہ کسی کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اگر حکمت الٰہی کا تقاضا ایک وقت میں مختلف قوموں کی ضروریات کے مطابق یہ تھا کہ ان مختلف قوموں پر مختلف انبیا کے ذریعہ سے اپنے منشا کو ظاہر کرے۔ اور اگر یہ سچ ہے کہ وہ کتب جو منشائے الٰہی کو دنیا میں ظاہر کرنے والی تھیں مرور زمانہ سے خود بگڑ گئیں اور ان کی اصلی اور حقیقی تعلیم پر ایک تاریکی کا پردہ پڑ گیا۔ تو کیا حکمت الٰہی کا یہ ضروری تقاضا نہ تھا کہ ایک اور کتاب نازل کرے جو ان سب اختلافات کا فیصلہ کرنے والی اور ان سب غلطیوں کو دور کرنے والی ہو۔ علاوہ ازیں خود دنیا کی حالت میں ایک انقلاب آرہا تھا یعنی یہ کہ مختلف قومیں اب ایک اتحاد کا رنگ اختیار کر رہی تھیں اس لئے ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی کہ جس کی زندگی مختلف انبیا کی زندگی کا آئینہ ہو اس لئے قرآن حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا جو بجا طور پر دنیا کا آخری نبی ہے۔

آخری نبی

نا... کیوں آخری نبی ہوا اور کیا وجہ ہے کہ نبوت کا دروازہ اس کے بعد بند کیا گیا۔ اس سوال کا مفصل جواب اس قدر وسعت چاہتا ہے جس کے لئے وجود مضمون میں گنجائش نہیں۔ لیکن میں یہاں اس سوال کے صرف ایک پہلو پر غور کرتا ہوں۔ پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ وہ غرض اور مدعا کیا ہے جس کے لئے نبوت کی چادر ایک انسان کے کندھوں پر ڈالی جاتی ہے۔ نبی اس لئے نہیں آتے کہ وہ اپنی بڑائی کو ظاہر کریں یا خود اپنی پرستش کرائیں اور خدا کی جگہ آپ بن بیٹھیں۔ وہ ایک پیغام لاتا ہے جو اللہ تعالےٰ اسے انسانوں کی ہدایت کے لئے دیتا ہے۔ اور وہ خود اسے عمل میں لا کر دکھاتا ہے۔ وہ آسمان سے احکام پاتا اور ان احکام کو اپنی عملی زندگی میں لاتا ہے۔ وہ خود سب سے پہلا فرمانبردار ان احکام الٰہی کا ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو بتاتا ہے کہ وہ کس طرح سے ان احکام کی تعمیل کریں۔ اس طرح یہ خدا کا کلام اور نبی کی سنت جو ایک مثال کا کام بھی دیتی ہے۔ دوسروں کو ہدایت کے رستہ کی

کیا اس میں مگر انہی لوگوں نے جن کو وہ کتاب دی گئی۔ بعد اس کہ کھلے دلایل ان کے پاس آچکے تھے۔ آپس میں ضد کرتے ہوئے۔ پس اللہ نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اپنے اذن سے ہدایت دی ہے۔ اس بارہ میں جس بارہ میں لوگ حق میں اختلاف کرتے تھے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے +

اس آیت پر نوٹ لکھتے ہوئے مولوی محمد علی صاحب اپنے انگریزی ترجمہ میں لکھتے ہیں

"اس آیت کا پہلا حصہ اس عالم قانون کو بیان کرتا ہے جس کے مطابق اللہ تعالےٰ مختلف قوموں میں نبی مبعوث فرماتا رہا۔ چونکہ سب لوگ ایک ہی گروہ کے حکم میں ہیں اس لئے یہ نہ ہو سکتا تھا کہ بعض قوموں میں نبی مبعوث کئے جائیں اور بعض میں نہ کئے جائیں۔ پھر یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ہر نبی کے ساتھ ایک کتاب بھی نازل کی گئی تاکہ ان مختلف فرقوں میں جو کہ نبی کے ظہور سے پہلے موجود تھے یہ کتاب ایک فیصلہ کی راہ پیش کرے۔ مگر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا وہی لوگ جن کو رفع اختلاف کے لئے کتاب دی گئی تھی تاکہ وہ اس کی پیروی کریں اس کے خلاف کرنے لگے۔ پس گو ہر قوم میں ایک نبی مبعوث کیا گیا تھا۔ مگر ہر قوم راہ راست کو ترک کر چکی تھی اور انہی ہدایتوں کے خلاف کا ارتکاب کر چکی تھی جو اس کو دی گئی تھیں۔ پس اس طرح پیدا ور اختلافات خود آ ہو گئے۔ جن کی وجہ سے ایک رو رنبی کے بعثت کی ضرورت پیش آئی۔ اور ضروری ہوا کہ ایک ایسا نبی مبعوث کیا جاوے جو سب قوموں کو سیدھی راہ دکھائے اور سب قوموں کے باہمی اختلافات کو دور کرے۔ کیونکہ اگر ہر قوم کے لئے ایک نبی کی ضرورت پیش آئے۔ تاکہ وہ ان کے اختلافات کو مٹائے تو یقیناً اب ایک ایسے نبی کی ضرورت تھی جو مختلف قوموں کے اختلافات کو دور کرے۔ کیونکہ وہ صداقت جس کا ظہور مختلف قوموں پر اپنے وقت میں ہوا تھا اب سب اس کو بھلا چکی تھیں۔ پس مختلف قومی مذاہب کے اندر اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور جس طرح متفرق قومی قوانین کا یہ تقاضا ہے کہ ایک بین الاقوامی قانون بھی ہو۔ اسی طرح مختلف قومی مذاہب کے اندر ایک بین الاقوامی یا عالمگیر مذہب ضروری تھا جو ان کے باہمی اختلافات کو دور

جب اخلاقی اور روحانی پہلوؤں سے انسان بہت ہی نیچے گر چکا تھا۔ اور اگر انبیا ایسے ہی وقتوں آتے ہیں جب گناہ اور شرارت زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ اور یہی ہر مذہب کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے۔ یعنی جیسے خدا تعالےٰ نے اس ظاہری قانون قدرت میں تاریکی کے بعد روشنی اور امساک کے بعد بارش ہوتی ہے اسی طرح اس کے روحانی قانون میں بھی تاریکی کے بعد روشنی آتی ہے۔ تو وہ زمانہ جب دنیا کے چاروں کناروں میں تاریکی اپنے انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اس وقت حالت زمانہ اس امر کی مقتضی تھی کہ یا تو ہر ملک میں ایک نبی ظاہر ہو جو اپنے اپنے ملک اور اپنی اپنی قوم کی اصلاح کا بیڑا اٹھائے۔ یا ایک ہی انسان کامل دنیا میں ظاہر ہو کر سب قوموں اور ملکوں کی اصلاح کا بار اپنے اوپر لے۔ اور خدا کے مذہب کو ایک کمال کے رنگ میں پیش کرے۔ مختلف قوموں کو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے مختلف کتابیں ہدایت کے لئے دی گئی تھیں مگر وہ کتابیں انسانی آمیزش اور دستبرد سے پاک نہ رہ سکیں اور اس لئے خدا کی رضا کی راہیں جو انسانوں پر ظاہر کی گئی تھیں وہ پھر تاریک ہو گئیں۔ اور اختلافات ہر جگہ نمودار ہو گئے یہانتک کہ اصول دین بھی ان اختلافات سے نہ بچ سکے قرآن کریم اس حالت کا نقشہ ذیل کی آیت میں کھینچتا ہے۔ جہاں درحقیقت قرآنی وحی کی ضرورت بیان فرمائی گئی ہے +

کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین و انزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ماجاء تھم البینات بغیا بینھم فھدی اللہ الذین امنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم (البقرۃ ۲۱۳)

اس کا ترجمہ یہ ہے۔ لوگ سب ایک ہی گروہ ہیں۔ سو اللہ تعالےٰ نبیوں کو بھیجتا رہا جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے اور ان کے ساتھ کتاب اتارتا تاکہ لوگوں میں اس بارہ میں فیصلہ کرے جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ اور نہیں اختلاف

تریسٹھ سال کی عمر میں رفیق اعلےٰ سے جا ملے۔ لیکن ان تھوڑے ہی دنوں میں آپ نے ایک طرف اللہ تعالےٰ کی توحید اور اس کے جلال کو دنیا میں قایم کر دیا۔ اور دوسری طرف کل نسل انسانی کو ایک سلسلۂ اخوت میں منسلک کر دیا۔ آپ کی وفات سنہ ہجری کے دسویں سال سنہ عیسوی کے ۶۳۲ سال میں واقع ہوئی +

اس کرۂ زمین کی کل آبادی کے قریبًا ایک چوتھائی اس انسان کی کامل محبت اپنے دلوں میں اس طرح پر رکھتی ہے کہ دوسرے کسی انسان کی محبت انسانوں کے دلوں میں اس حد تک نہیں پہنچی۔ اللھم صل علیہ وبارک وسلم

لمعات انوار محمدیہ ؐ

وبالحق انزلناہ وبالحق نزل ہم نے اسے ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا اور ضرورت حقہ کے مطابق یہ کلام اترا +

اگر دنیا کو کبھی ایک نبی کی ضرورت تھی تو یہ اس وقت تھی جبکہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور دنیا میں ہوا جب خدا کے قوانین ساری روے زمین پر توڑے جا چکے تھے۔ اور جب ہر قوم حد اعتدال سے تجاوز کر چکی تھی۔ اگر کسی ایک قوم کے قعر مذلت میں گر جانے پر اس قوم کے اندر نبی کا ظہور ہوتا رہا ہے۔ تو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پیشتر دنیا کی کل قومیں جہالت کفر بد دیانتی بد خلاقی اور ناپاکی میں گرفتار ہو چکی تھیں۔ ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم کی حالت اخلاقی پہلو سے نہایت درجہ ذلیل ہو چکی تھی یہانتک کہ گناہ کو بعض حالات میں [illegible] گناہ سمجھ کر نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ بلکہ اسے نیکی سمجھ کر [illegible]

شاید اس بیان پر بعض لوگوں کو تعجب ہو [illegible]

ہندوستان اور [illegible] کی تاریخ [illegible]

ہوا دائرہ بشریت سے نکل نہیں جاتا تو پھر کون شخص انسان ہو کر خدا کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام عبداللہ تھا اور آپ ملک عرب کے سب سے اعلیٰ خاندان یعنی قریش میں سے تھے۔ آپ کی پیدائش مکہ میں ہوئی۔ حضرت مسیح سے ۵۷۰ سال بعد ہوئے۔ اور آپ کے پیدا ہونے سے چند ماہ پیشتر آپ کے والد وفات پا چکے تھے۔ جب آپ چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ بھی وفات پا گئیں اور آپ بالکل یتیم رہ گئے۔ نہ آپ نے کوئی علوم حاصل کئے اور نہ آپ کی کوئی تربیت کا اہتمام کیا گیا۔ لیکن اللہ تعالے نے آپ کی پاک فطرت کے اندر ہی وہ جوہر ودیعت کر رکھے تھے کہ ان تمام حالات ناموافق کے باوجود آپ نے اپنی فطری شرافت امانت اور راست روی سے اپنے ہمجنسوں سے الامین کا معزز خطاب حاصل کیا۔ اپنی زندگی کے چالیسویں سال میں آپ پر سب سے پہلے وحی الٰہی کا نزول ان الفاظ میں ہوا

اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق ۔ اقرأ وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم ۔ یعنی پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو ایک لوتھڑے سے۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے۔ وہ جس نے قلم سے علوم سکھائے انسان کو وہ علوم سکھائے جو وہ نہیں جانتا تھا +

پھر کچھ دیر بعد آپ پر یہ کلام نازل ہوتا ہے +

یا ایہا المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطہر والرجز فاہجر ولا تمنن تستکثر ولربک فاصبر ۔ اے اوڑھنے والے اٹھ اور چادر اتار اور اپنے رب کی بڑائی کرتا رہ۔ اور اپنی پوشاک کو پاک رکھ۔ اور ہر قسم کی ناپاکی سے الگ رہ۔ اور (اس تبلیغ سے) احسان نہ جتا کہ بہت سا بدلہ ملے۔ اور اپنے رب کی خاطر صبر کر

یہ شوکت اور عظمت جو آپ کی ابتدائی وحی میں نظر آتی ہے۔ آپ کی صداقت پر ایک بین شہادت ہے جس وقت یہ ارشاد الٰہی آپ کو ملتا ہے اس سے لیکر آپ کی وفات تک یعنی ۲۳ سال کے عرصہ میں آپ زندگی کے مختلف پہلوؤں اور حالات میں سے گذرتے ہیں جو ہر انسان کی زندگی میں روشنی کا کام دیتے ہیں۔ ان میں سے بعض پہلوؤں پر جو بمقابلہ آپ کے حالات مختلفہ کے بہت ہی تھوڑے سے ہیں اس رسالہ میں مختلف مضمون نویسوں نے کچھ اظہار خیالات کیا ہے۔ آپ اپنی تبلیغ کے کام کو کمال تک پہنچا کر مدینہ میں

اور بالآخر ایک گڈریہ اور ایک یتیم ہونے کی حیثیت میں۔ ہاں ایسا انسان ہونے کی حیثیت میں جو جسمانی اور روحانی کمالات کا جامع ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تمام زمانوں کے تمام انسانوں پر کھلی کھلی فوقیت رکھتے ہیں۔ دنیا میں کسی انسان کی زندگی کی تفصیلات پر اس قدر باریک نگاہ نہیں ڈالی گئی۔ اور نہ کسی انسان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اس قدر روشنی میں لایا گیا ہے جیسا کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور حالات کو۔ لیکن باایں تحقیق و تفتیش جو آپ کی زندگی کے خفیہ سے خفیہ حالات کو معلوم کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ کوئی انسان دنیا میں ایسا نظر نہیں آتا جس کو متعصب او نکتہ چین طبائع نے بھی اس قدر ادب و احترام کی نگاہ سے دیکھا ہو۔ اس سے کمتر اوصاف کے انسانوں کو جن کی زندگی کے حالات بھی معتبر طور پر معلوم نہیں۔ باوجودیکہ ان کی زندگیاں اور ان کی زندگی کے کام ایک راز سربستہ کی طرح نظر آتے ہیں۔ خدا بنا لیا گیا ہے مگر وہ عظیم الشان انسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس کو بجا طور پر انسان سے بالاتر کہا جا سکتا ہے جس کی ذات میں وہ اوصاف کمال کیساتھ پائے جاتے ہیں جو انسانوں نے خدا کی طرف منسوب کئے ہیں۔ انسانیت کا اعلےٰ سے اعلےٰ نمونہ قائم کرنے کے لئے ایسا انتظام کرتا ہے کہ اس کے اپنے امر اور ارشاد کے ماتحت آج تیرہ سو سال گذر جانے کے باوجود ان لاکھوں انسانوں کے نزدیک جو اس قدر اس سے محبت رکھتے او اس کی عظمت کرتے ہیں جس قدر اور کسی انسان یا کسی شئے کی محبت یا عظمت دلوں میں نہیں ہو سکتی وہ بشر ہی ہے۔ اگر کبھی کوئی انسان دنیا میں ایسا ہو سکتا ہے جو اس بات کا اہل ہو کہ دوسرے لوگ اس کی پرستش کریں تو وہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سوائے اور کوئی نہیں مگر یہی عظیم الشان انسان ہے جو دنیا کو یہ کھلی کھلی تعلیم دیتا ہے انما انا بشر مثلکم میں تو صرف تم جیسا ایک انسان ہوں۔ ہم مسلمان ان الفاظ کی وہی عزت کرتے ہیں جو آپ کے ان تمام پاک الفاظ کے جو آپ کی زبان سے نکلوائے گئے۔ اور یہ الفاظ جہاں آپ کی عزت اور عظمت کو ہماری نگاہ میں بڑھاتے ہیں ہمیشہ کے لئے ہر انسان الوہیت کے خلاف کافی دلیل اپنے اندر رکھتے ہیں کیونکہ اگر اس عظیم الشان رتبہ اور پایہ کا انسان جو تمام انسانوں سے اوپر اور سب میں بے نظیر اور یکتا ہے وہ بھی ہماری طرح بشر ہی ہے اور اعلےٰ سے اعلےٰ اوصاف اور جوہر اپنے اندر رکھتا

علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی۔ اور آخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک کنوئیں میں گر گئی اور باوجود تلاش کے نہ ملی +

غرض یہ واقعات اس مکتوب مبارک کے متعلق ہیں جس کا عکس شائع کیا جاتا ہے۔ اور جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مقوقس شاہ مصر کو لکھا بعینہ اسی قسم کے خطوط قیصر و کسریٰ کو بھی لکھے گئے +

ماہ جنوری کا رسالہ

یہ عجیب اتفاق ہے۔ کہ اس دفعہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن اس مہینہ میں واقعہ ہوا ہے جس سے عیسائی سنہ شروع ہوتا ہے۔ آنحضرت ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ اور یہ تاریخ اس سال ماہ جنوری میں آتی ہے۔ اس لئے ہم نئے سال کا پہلا پرچہ اسی مناسبت کے لحاظ سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک حالات سے مخصوص کرتے ہیں اور اس سے بہتر تحفہ ہم اپنے ناظرین کرام کے سامنے پیش نہیں کر سکتے۔ ۸۰ صفحات اس عظیم الشان انسان کے حالات کو بیان کرنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتے جس کی زندگی ان اعلےٰ سے اعلےٰ صفات سے متصف ہے جو کبھی کسی انسان میں پائے گئے ہوں یا پائے جا سکتے ہوں۔ اور جس کی زندگی اس قدر مختلف حالات انسانی کے پہلوؤں پر مشتمل ہو کہ جس قدر ایک انسان کی زندگی میں جمع ہونے ممکن ہیں۔ اس لئے جو کچھ اس نمبر میں قارئین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے وہ بعض پہلوؤں کا ایک نہایت ہی مختصر خاکہ ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تاریخ میں سب سے بڑا اور بالکل بے نظیر انسان ہے۔ اس کی زندگی کا کوئی سا پہلو بھی لو۔ ہر پہلو میں وہ دوسرے انسانوں پر ایک ممتاز فوقیت رکھتا ہے۔ ایک نبی کی حیثیت میں۔ معلم کی حیثیت میں۔ بادشاہ کی حیثیت میں۔ مدبر کی حیثیت میں۔ مقنن کی حیثیت میں۔ حاکم کی حیثیت میں۔ دوست کی حیثیت میں۔ خاوند کی حیثیت میں۔ باپ کی حیثیت میں۔ سپاہی کی حیثیت میں۔ عابد کی حیثیت میں

اور اس کے رسول کی طرف سے مقوقش شاہ مصر کی طرف سلامتی اسپر جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔ بعد اس کے میں تجھ کو اسلام کی دعوت سے بلاتا ہوں۔ اسلام لا تو سلامت رہیگا تیرا اجر اللہ تجھے دوگنا دیگا۔ لیکن اگر تو پھر جائے تو مصریوں کا گناہ بھی تجھ پر ہے۔ اے کتاب والو! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوائے اور کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں۔ اور نہ ہم میں سے ایک دوسرے کو اللہ کے سوائے رب بنائے۔ لیکن اگر وہ پھر جائیں۔ تو کہو گواہ رہو کہ ہم مسلم ہیں +

اس عکس کی عبارت کا مقابلہ اس عبارت سے کرنے سے جو روایات میں محفوظ چلی آتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر حفاظت کے ساتھ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اصل الفاظ نبوی کو پچھلی نسلوں تک پہنچانے کی کوشش کی۔ یہانتک کہ اس سارے خط میں سوائے اس کے کچھ فرق نہیں پایا جاتا کہ ایک جگہ لفظ داعیۃ ہے اور دوسری جگہ لفظ دعایۃ ہے اور بس۔ اس فرق لفظی میں بھی معنے میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ پھر اس خط کے نیچے ایک مہر نظر آتی ہے۔  اب صحیح روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب بادشاہوں کو خطوط لکھنے کا ارادہ کیا گیا تو ایک مہر بھی ان خطوط پر لگوانے کے لئے بنائی گئی اور اسپر بھی روایات صحیحہ کا اتفاق ہے کہ اسپر حروف محمدؐ رسول اللہ کندہ کرائے گئے تھے۔ اور صحیح بخاری کی ہی حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ محمدؐ رسول اللہ میں محمد ایک سطر میں رسول ایک سطر اور اللہ ایک سطر جیسا کہ حضرت انس کی شہادت بخاری میں منقول ہے وکان نقش الخاتم ثلثۃ اسطر محمد سطر ورسول سطر واللہ سطر۔ اور فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں بعض شیوخ کا یہ قول منقول ہے ان کتابتہ کانت من اسفل الی فوق یعنی مہر پر جو نقش کندہ کیا گیا تھا اس کی کتابت نیچے سے اوپر کو تھی۔ گویا محمدؐ رسول اللہ یہ تینوں لفظ ایک ایک سطر میں تھے۔ اور سب سے پہلا لفظ سب سے نیچے اس کے اوپر دوسرا اور سب سے اوپر تیسرا۔ پس ان روایات سے انگشتری کا نقش بعینہ یہی ثابت ہوتا ہے جو عکس میں موجود ہے یعنی  یہ بھی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انگشتری آنحضرت صلی اللہ علیہ

دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون وبعث به مع حاطب ابن
ابی بلتعة فتوجه الیه الی مصر بالاسکندریة فلما جیٔ به الیه ووقف بین یدیه
ونظر فی الکتاب ففضه وقرأه وقال لحاطب ما کان له ان کان نبیاً ان یدعو علی
فیسلط علی فقال له حاطب وما منع عیسیٰ ان یدعو علی من خالفه ان یسلط علیه
فاستعاد منه الکلام مرتین ثم سکت فقال له حاطب انه قد کان قبلک رجل
یزعم انه الرب الاعلی فاخذه الله نکال الاخرة والاولی فانتقم به ثم انتقم منه
فاعتبر بغیرک ولا یعتبر غیرک بک ...... ولعمری ما بشارة موسیٰ بعیسیٰ
الا کبشارة عیسیٰ بمحمد صلی الله علیه وسلم وما دعاؤنا ایاک الی القرآن الا کدعائک
اهل التوراة الی الانجیل ...... فقال المقوقس انی قد نظرت فی امر هذا النبی
فوجدته لا یامر بمزهود فیه ولا ینهی عن مرغوب فیه ولم اجده بالساحر الضال
ولا الکاهن الکاذب ...... واخذ کتاب النبی صلی الله علیه وسلم فجعله
فی حق من عاج ورفعه لجاریة له +

یہ عجیب بات ہے کہ اس روایت کے آخر پر یہ صاف الفاظ میں ذکر ہے کہ یہ خط مقوقس نے حفاظت سے ڈبیہ میں بند کر لیا۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ اسے مہر لگا کر اپنے خزانچی کے سپرد کیا۔ اور یہی خط آج مل بھی جاتا ہے اور پھر اس کی عبارت بعینہ وہی ہے جو کہ روایات میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ عکس مکتوب مبارک کے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

بسم الله الرحمن الرحیم ۔ من محمد عبد الله ورسوله الی المقوقس عظیم القبط
سلام علی من اتبع الهدی۔ اما بعد فانی ادعوک بدعایة الاسلام اسلم تسلم
یوتک الله اجرک مرتین فان تولیت فعلیک اثم القبط یا اهل الکتاب تعالوا
الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً
ارباباً من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون ۝

ترجمہ ان الفاظ کا حسب ذیل ہے۔ اللہ کے نام سے جو رحمان رحیم ہے۔ محمد اللہ کے

مکتوب آنحضرت صلعم

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ علاوہ ایک معمولی تصویر کے جو خلیفہ عبد اللطیف مسجد ووکنگ کے متعلق ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس نامہ مبارک کا عکس شائع کیا جاتا ہے جو آپ نے مقوقس شاہ مصر کے نام لکھا تھا۔ اور اس طرح پر جو اہتمام اس نمبر میں کیا گیا ہے کہ اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات اور اخلاق پر ہی مضامین ہوں وہ تصویری پہلو میں بھی قائم رکھا گیا ہے۔ یہ خط ان خطوط میں سے ایک ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے واقعہ کے بعد یعنی ۶ھ ہجری کے اخیر بہت سے گردونواح کے بادشاہوں کو دعوت الی الاسلام کرتے ہوئے تحریر فرمائے تھے۔ انہی میں سے ایک خط ہرقل صاحب روم کے نام اور ایک خط کسریٰ شاہ ایران کے نام اور ایک خط مقوقش شاہ مصر کے نام لکھا گیا تھا۔ یہ آخری خط ۱۸۵۸ء میں مصر کی ایک خانقاہ میں جو عیسائیوں کی ہے مل گیا۔ جو اب قسطنطنیہ میں محفوظ ہے۔ اور اس کا عکس شائع ہو چکا ہے۔ یہ عکس ہم نے بھی دیا ہے بڑے بڑے عیسائی محققین نے اس خط کو اصلی قرار دیا ہے۔ منجملہ ان کے ڈاکٹر مجر ہے۔ اور خود یہ شہادت ہی اس کے اصلی ہونے کی کافی ہے کہ یہ عیسائی خانقاہ میں عیسائیوں ... میں سے پہنچا ہے +

اس خط کے جو کچھ واقعات ہماری کتابوں میں پائے جاتے ہیں ان کو یہاں مواہب لدنیہ سے نقل کیا جاتا ہے۔ اور اسی روایت کو جو یہاں نقل کی جاتی ہے۔ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح میں بیان کیا ہے۔ اصل الفاظ یوں ہیں وکتب صلی اللہ علیہ وسلم الی المقوقس ملک مصر والاسکندریہ واسمہ جریج ابن مینا بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد عبد اللہ ورسولہ الی المقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع الہدی۔ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فعلیک اثم القبط یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من



امر پر ان کی تشفی ہو گئی۔ اس خط و کتابت کا وہ حصہ جو نماز سے متعلق ہے نہایت دلچسپ ہے اور عنقریب شائع کر دیا جائیگا +

اُردو رسالہ اس نمبر کے ساتھ تیسرے سال میں قدم رکھتا ہے۔ اور اپنے قارئین کرام کو مبارکباد دیتا ہوا یہ خوشخبری سناتا ہے۔ کہ گذشتہ سال میں پچاس سے زاید ولایتی نومسلموں کی تعداد میں اضافہ کی خبر یہ رسالہ اپنے ناظرین کو پہنچا چکا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا خاص احسان ہے کہ کام کی ابتدائی حالت کے باوجود اور ان مشکلات کے باوجود جو عالمگیر جنگ کی وجہ سے تبلیغ کے کام میں لازمی طور پر پیش آنی چاہئیں جبکہ قوم کی توجہ ہمہ تن جنگ کو کامیابی کے ساتھ ختم کرنے کی طرف لگی ہوئی ہے۔ اور باوجودیکہ ہمارے کام میں حسب منشاء ترقی بھی نہیں ہوئی۔ پھر بھی وہ معزز تعلیم یافتہ اشخاص جن میں بعض صاحب علم اور معزز عہدیدار اور سرکاری اور اعلےٰ طبقہ کے لوگ بھی ہیں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ یہ کامیابی آیندہ کی عظیم الشان کامیابیوں کے لئے بطور ایک پیش خیمہ کے ہے +

توکلاً علی اللہ یہ پختہ ارادہ کر لیا گیا ہے کہ ایک شاخ ووکنگ مشن کی لندن میں قایم کی جاوے۔ لندن نہ صرف برٹش امپائر کا ہی مرکز ہے۔ بلکہ دنیا کا سب سے بڑا شہر ہونے کے لحاظ سے اور ہر قسم کے انسانوں کا مرجع ہونے کی وجہ سے امید قوی ہے کہ تبلیغ اسلام کی باقاعدہ شاخ یہاں نہایت ہی مفید نتائج پیدا کرے گی۔ البتہ اس کے قایم ہونے اور اس کے مستقل قیام کے لئے یہ ضروری ہے کہ دین حقہ کی اشاعت کے لئے جوش رکھنے والے احباب اس وقت خاص طور پر فنڈ کو مضبوط کرنے کی کوشش کریں۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی اس طرف متوجہ کریں۔ اس وقت کی تھوڑی تھوڑی کوشش عظیم الشان نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ اور اب جبکہ کام شروع ہو چکا ہے۔ یہ مردانگی نہیں کہ اسے ایک چھوٹے سے شہر ووکنگ پر محدود رکھا جائے۔ وہ وقت بھی آتا ہے جب مختلف ممالک میں اس مشن کی شاخیں قایم کرنی پڑینگی۔ مگر سردست یہ نہایت ضروری ہے کہ لندن جیسے عظیم الشان مجمع انسانی کی جگہ کو اسلام کے مقدس پیغام کی آواز سے خالی نہ رکھا جائے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۳) - بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۷ء - نمبر (۱)

شذرات

گذشتہ ماہ میں تعداد نومسلمین میں دو کا اضافہ ہوا۔ یعنی مسٹر ہینن جو کیمبرج یونیورسٹی میں میڈیکل ڈگری کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ ان کا اسلامی نام محمود رکھا گیا۔ ان کے والدین بھی عیسائیت سے متنفر ہو چکے ہیں۔ اور سوتھ پورٹ کے رئیس ہیں۔ اگر خدا نے چاہا تو ان کو بھی اس دولت سے متمتع فرمائے گا۔ دوسرے صاحب جان ڈگلس نامی ہیں جو ایک وسیع واقفیت کے لکھے پڑھے معزز آدمی ہیں۔ انہوں نے اپنے لئے اسلامی نام جامی داؤد پسند کیا ہے۔ وہ ایک مدت سے اس وجہ سے علانیہ طور پر قبولیت اسلام میں متامل تھے کہ ان کے نزدیک حقیقی نماز صرف دل کی دعا کا نام ہی تھا۔ اور وہ ظاہری نماز کی پابندی کی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ آخر ایک لمبی خط و کتابت کے بعد اس

[illegible]

[illegible] الرحيم [illegible]

[illegible]

[illegible] الله [illegible]

[illegible] لا [illegible] لا [illegible] الله

[illegible]

و لا [illegible]

[illegible] الله [illegible]

[illegible]

[illegible]

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	شذرات	ایڈیٹر	۱
۲	مکتوب آنحضرت صلعم	"	۳
۳	ماہ جنوری کا رسالہ	"	۶
۴	لمعات انوار محمدیہ	"	۹
۵	آخری نبی	"	۱۲
۶	سب سے زیادہ کامیاب نبی۔	مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی مترجم انگریزی ترجمہ	۱۴
۷	محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کا ایک کامل نمونہ ہادی	ایڈیٹر	۱۶
۸	روحانیت کا غلط مفہوم	"	۱۹
۹	روحانیت کا ایک سچا نمونہ	"	۲۰
۱۰	حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم عملی باتیں بیان کرتے ہیں	"	۲۶
۱۱	موسیٰ سے تعلیم تاریخی نبی	"	۲۷
۱۲	مصائب میں آنحضرت صلعم کا نمونہ	"	۲۹

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱۳	آنحضرت صلعم کا اللہ پر توکل	شیخ شیر حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا القدائی	۳۰
۱۴	حصول طاقت پر آنحضرت صلعم کے اخلاق کا اظہار	ایڈیٹر	۳۲
۱۵	حضرت محمد مصطفٰے صلعم اور قیدی عیسائی خاتون	لوحیدالدین صاحب بی اے بی ٹی	۳۷
۱۶	اسلام بذریعہ تلوار نہیں پھیلا	"	۳۸
۱۷	آنحضرت صلعم کا جہاد	ایڈیٹر	۳۵
۱۸	اسلامی قوانین جنگ	"	۴۰
۱۹	اسلامی قوانین جنگ کا ایڈریانوپل میں ایک نمونہ	"	۴۲
۲۰	حضرت مسیح کے توقعات جنگ کے متعلق	"	۴۳
۲۱	آنحضرت صلعم کا ایک سپاہی کی حیثیت میں	"	۴۷

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا - لندن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں سالوں کی نہایت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے یک اخراجات کی ذمہ وار رہ سکتی ہے ؛

نمبر ۱	بابت ماہ جنوری ۱۹۱۷ء	جلد ۳

قیمت سالانہ [illegible]

لمعات انوار محمدیہ

نوٹ :- فہرست مضامین کے لئے سرورق کا صفحہ دوم ملاحظہ ہو ؛

مقام لاہور

[illegible] باہتمام [illegible] چھپا اور دفتر [illegible] سے شائع ہوا

احمدیہ بلڈنگس